تذکرۂ مخطوطات

ادارۂ ادبیات اردو

جلد پنجم

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

سلسلۂ مطبوعات ادارۂ ادبیات اردو ۔ شمارہ (۲۶۳)

تذکرۂ مخطوطات

جلد پنجم

(یعنی)

کتب خانۂ ادارۂ ادبیات اردو کی دو سو پچاس (۲۵۰) قلمی کتابوں کا تفصیلی جائزہ

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زور

معتمد اعزازی ادارۂ ادبیات اردو

حیدرآباد دکن

باراول

۱۳۷۹ھ
۱۹۵۹ء

مطبوعہ
نیشنل فائن پرنٹنگ پریس

ملنے کا پتہ
سب رس کتاب گھر۔ ادارہ ادبیات اردو
خیریت آباد۔ حیدرآباد۔۴

تذکرۂ مخطوطات ادارۂ ادبیات اردو جلد پنجم

فہرست مندرجات

دیباچہ

مخطوطات ادارۂ ادبیات اردو کی توضیحی فہرست کی یہ پانچویں جلد ہے۔ اس میں (۲۵۰) مخطوطات سے بحث کی گئی ہے اور اس کی اشاعت کے بعد ادارے کے جملہ ۱۱۵۰ مخطوطات کے بارے میں تفصیلات (پانچ جلدوں میں) منظر عام پر آرہی ہیں۔ ابھی تقریباً چار ہزار مخطوطات ایسے ہیں جن کی ایسی ہی توضیحی فہرست مرتب اور شائع کرنی ہے اور اس تعداد میں روز بہ روز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

اصحاب علم و فضل کو ادارے پر اب اتنا بھروسہ ہوگیا ہے کہ وہ اب بغیر مانگے اپنے ذاتی یا خاندانی کتب خانوں کی قلمی و مطبوعہ کتب آئے دن ادارے کو عطا کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس جلد کی ترتیب کے دوران میں نواب عنایت جنگ بہادرؒ، نواب یٰسین علی خاں یٰسین، پروفیسر سید محمد صاحب، مولانا سید تمکین کاظمی صاحب، مولانا سید مراد علی صاحب طالع، نواب میر سعادت علی صاحب رضوی، بیگم صاحبہ عبدالجلیل مرحوم، مولوی خواجہ حمید الدین صاحب شاہد، مولوی اکبر الدین صاحب صدیقی، مولوی احمد اللہ خاں صاحب، مولوی عمر یافعی صاحب اور دوسرے اصحاب نے متعدد قلمی و مطبوعہ کتب عطا فرمائے۔ ان سب کی تفصیلات آئندہ جلدوں میں اپنی اپنی جگہ پر درج ہوں گی۔ اس دیباچہ کے آخر میں صرف ان اصحاب کے نام مع صراحت کتب معطیہ درج ہیں جن کے عطا کردہ مخطوطات کا تذکرہ اس جلد پنجم میں شائع ہو رہا ہے۔

فہرست معطین کے بعد ان اردو، فارسی، عربی اور ہندی مخطوطات کی مجموعی فہرستیں شریک کی جارہی ہیں جن کا ذکر ان پانچ جلدوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد پانچویں جلد کے مندرجہ مخطوطات کی فن وار فہرست مرتب کر کے درج کی گئی ہے۔ اس کی اس لئے ضرورت تھی کہ ان پانچوں جلدوں میں مخطوطوں کا ذکر رجسٹر نمبر کے لحاظ سے درج کیا جارہا ہے۔ ان مخطوطوں کو فن وار یا زبان کے لحاظ سے علحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ ایک ایک جلد یا مجموعہ میں کئی کئی کتابیں مسلسل درج ہیں اور ان قدیم تاریخی جلدوں کو اس لئے نہیں توڑا جاسکتا کیا ان کی مشمولہ ہر کتاب پر سنہ کتابت و نام کاتب درج نہیں بلکہ دو دو، چار چار کتابیں مسلسل نقل کرنے کے بعد کاتب نے اپنا نام اور مقام و سنہ کتابت درج کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کتابوں کے درمیان اسی کاتب کی نقل کی ہوئی فارسی، عربی یا ہندی کتاب کا بھی ذکر لکھنا پڑا ہے۔

اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ دوسری جلدوں کی طرح اس پانچویں جلد میں بھی مخطوطوں کی خصوصیات پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ مصنفوں اور شاعروں کے حالات کی تفصیلات نہیں دی گئی ہیں۔ ان کے بارے میں صرف حوالوں اور ماخذوں کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے تاکہ تحقیق کرنے والے اصحاب کتابوں تک پہنچ جائیں۔ ان جلدوں کی ترتیب کا

بڑا مقصد یہی ہے کہ ادارے میں جو مخطوطے محفوظ ہیں ان کی نسبت اہل ذوق اصحاب اور تحقیق سے دلچسپی رکھنے والوں کو علم ہو جائے کہ ادارے میں کیا کیا کتابیں موجود ہیں۔

خوشی کی بات ہے کہ اس مقصد میں خاطر خواہ کامیابی ہو رہی ہے اور تمام اردو دنیا سے محققین اور اہل علم ادارے کی ان کتابوں سے استفادہ کے لئے آرہے ہیں اور جو نہیں آسکتے وہ ان کی نقلیں یا ان کے بارے میں مزید وضاحتوں کے لئے مراسلت کرتے رہتے ہیں۔ اس سے نہ صرف مرتب بلکہ ادارے کے کارکنوں کے کام میں اضافہ ہو گیا ہے مگر علمی خدمت کی خاطر یہ زحمتیں گوارا کی جا رہی ہیں اور کوشش کی جاتی ہے کہ ممکنہ عجلت اور صحت کے ساتھ فرمائشوں کی تعمیل کی جائے۔

تذکرۂ مخطوطات کی اس پانچویں جلد کی ترتیب و اشاعت کے لئے ہندوستان کی مشہور ساہتیہ اکاڈیمی نے نصف اخراجات کی حد تک مدد کی ہے جس کے لئے نہ صرف ادارہ بلکہ اردو دنیا ساہتیہ اکاڈیمی کی شکر گزار ہے۔ امید ہے کہ چھٹی جلد کی اشاعت میں بھی ساہتیہ اکاڈیمی اسی طرح مدد کرے گی ورنہ ادارے کے موازنہ میں اتنی گنجائش کہاں ہے کہ ایسی ضخیم جلدیں چھاپ سکے۔

رفعت منزل۔ خیریت آباد۔ حیدرآباد دکن
نومبر ۱۹۵۹ء

سید محی الدین قادری زور

معطیین مخطوطات

ذیل میں صرف ان اصحاب اور مخطوطات کے نام درج ہیں جن کا تذکرہ اس پانچویں جلد میں کیا گیا ہے۔

۱۔ مولوی احمد اللہ خاں صاحب بی۔اے

۹۰۹ ۔ سحر البیان
۹۱۴ ۔ ہفت سیر حاتم
۹۱۶ ۔ اعجاز احمدی
۹۱۷ ۔ شاہ نامہ محمد حنیف
۹۲۷ ۔ دفاتر مہدویہ
۹۲۹ ۔ معجزات نبی
۹۳۰ ۔ چہار کرسی مسائل
۹۳۳ ۔ دیوان سودا
۹۳۴ ۔ خلاصۃ التواریخ
۹۳۶ ۔ دیوان انشاء
۹۸۱ ۔ فسانۂ عجائب
۹۹۳ ۔ بہار دانش
۹۹۵ ۔ کنز الرموز
۹۹۶ ۔ ترجمہ رسولہ عشرہ
۹۹۷ ۔ توصیف النبی
۹۹۸ ۔ سعادت سرمدیہ
۱۰۷۵ ۔ مقصود الطالبین
۱۰۷۷ ۔ تفسیر قرآن
۱۰۸۳ ۔ اعجاز الاسلام

۲۔ مولانا تمکین کاظمی صاحب

۱۰۱۵ ۔ تذکرہ طوطیان ہند
۱۱۳۴ ۔ بیاض تمکین

۳۔ نواب میر سعادت علی رضوی ایم۔اے

۹۵۰ ۔ بیاض مومن
۹۵۶ ۔ تن نامہ
۹۵۷ ۔ منظومات
۹۵۸ ۔ چہار نامہ و رسالہ چہار پیر
۹۵۹ ۔ لگن نامہ

۴۔ مولانا سید علی اصغر بلگرامی

۹۰۱ ۔ گلشن عشق
۹۰۲ ۔ مولود نامہ

۵۔ جناب عمر یوسفی صاحب

۱۰۵۰ ۔ چشمۂ نعمت

۶۔ نواب عنایت جنگ بہادر

۹۳۷ ۔ قصۂ شہزادۂ کاشغر
۹۳۸ ۔ داستان چار چمن

۹۳۹۔ صحائف الہدایہ
۹۴۰۔ کشکول نظم ضیاء
۹۴۱۔ مجموعہ مکتوبات
۹۴۲۔ دستور العمل شاہنشاہی
۹۴۳۔ توصیف جاترائے گڈھ مکتیسر
۹۴۴۔ انتخاب تذکرۂ کلمات الشعرا
۹۴۵۔ دیوان مرزا مظہر
۹۴۶۔ منظومات ضیاء
۹۴۷۔ حکایات ضیاء
۹۴۸۔ بیاض جعفر علی
۹۴۹۔ امداد نامہ
۹۶۰۔ ریحان معراج
۹۶۱۔ موضح قرآن
۹۶۲۔ یادگار بنگٹی داس
۹۶۳۔ ״
۹۶۴۔ تاریخ رشید الدین خانی
۹۶۵۔ شش صوبہ جات دکن
۹۷۶۔ زاد المومنین
۹۹۲۔ خطوط عہد آصفجاہ
۱۰۱۶۔ تفسیر قرآن
۱۰۱۷۔ مجالس سوم شاہ تجلی
۱۰۷۸۔ انشائے فضائل خانی
۱۰۸۴۔ سفرنامۂ افغانستان
۱۰۸۵۔ تاریخ سندھ و افغانستان
۱۰۸۶۔ ضمیمہ تاریخ سندھ و افغانستان
۱۰۸۷۔ حالات نادر شاہ
۱۰۹۷۔ ہفت بند نعتیہ
۱۰۹۸۔ پنجۂ حیدری
۱۱۰۱۔ خطوط اورنگ زیب
۱۱۰۲۔ خطوط موسوی خاں
۱۱۲۵۔ گلدستۂ انجمن
۱۱۳۶۔ سوال و جواب چمن لال
۱۱۳۸۔ سر الشہادتین
۱۱۳۹۔ روضۃ الشہدا

۷۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

۱۰۴۹۔ تاریخ جیون خاں ۱۰۵۸۔ سفرنامۂ ہند
۱۰۸۲۔ مرثیۃ الوداع

۸۔ پروفیسر سید محمد صاحب ایم۔ اے

۱۱۴۹۔ دیوان عصر ۱۱۵۰۔ دیوان عشق

۹۔ مولوی سید مراد علی صاحب طالع

۱۰۹۹۔ بیاض اشعار

۱۰۔ ڈاکٹر مہندر راج سکسینہ

۱۰۱۹۔ کلیات رمز (اردو) ۱۱۲۰۔ کلیات رمز (فارسی)
۱۱۲۱۔ مجموعہ کلام (ہندی) رمز

۱۱۔ ڈاکٹر محمد نظام الدین۔ ناظم دائرۃ المعارف

۹۵۲۔ ارمغان عزیز

۱۲۔ نواب میر یسین علیخاں یسین

۱۰۴۳۔ دیوان مصحفی ۱۰۴۶۔ دیوان شرف
۱۰۵۳۔ ام الائمہ ۱۰۵۵۔ ״
۱۰۵۶۔ لازم المبتدی ۱۰۷۰۔ ریختہ ہندی کی صرف و نحو
۱۰۷۱۔ ریختہ ہندی کا رسم الخط ۱۰۷۴۔ چھو منتر
۱۱۰۰۔ اخلاق ہندی

تذکرۂ مخطوطات ادارۂ ادبیات اردو

پانچوں جلدوں کی اجمالی فہرست مخطوطات

اردو مخطوطات

نمبر مخطوطہ	نام کتاب	نام مصنف
۷	نظم شادی قبل ۱۲۰۶ھ	عظیم الدین شاہ قادری
۸	روضۃ الشہدا ۱۱۳۷ھ	محمد ولی فیاض ویلوری (متوفی ۱۱۵۰ھ)
۲۳	صرف و نحو قبل ۱۲۴۸ھ	مصنف نامعلوم
۴۹	وصایا قبل ۱۲۷۶ھ	؟
۵۵	دیوان اول اردو	میر تقی میر
۵۷	قیامت نامہ	شاہ رفیع الدین دہلوی
۵۸	پنچھی باچھا ۱۱۴۶ھ	شیخ وجیہ الدین وجدی
۵۹	ہدایت ہندی ۱۱۰۰ھ	شیخ داؤد ضعیفی
۶۰	عقاید نامہ	محمد باقر آگاہ ۱۱۸۵ھ
۶۱	تحفۃ النساء	محمد باقر آگاہ
۶۱	ہشت بہشت ۱۱۸۵ھ تا ۱۲۰۷ھ	محمد باقر آگاہ
۶۳	سوالات گلدین جوابات ہادی ۱۲۴۲ھ	محمد ہادی
۶۴	رسالہ بے نماز	؟
۶۵	تاریخ ہندوستان قبل ۱۱۹۶ھ	؟
۶۶	جنگ نامہ محمد حنیف ۱۰۹۲ھ	سیوک
۶۸	نامہ علی ۱۱۱۰ھ	شاہ عبد العلی راجی
۷۰	فقہ ہندی ۱۰۷۴ھ	عبدی
۷۱	خوان نعمت ۱۲۱۷ھ	نعمت اللہ
	دہ مجلس ۱۲۴۲ھ	فاضل
۷۲	اسرار غوثیہ قبل ۱۱۹۰ھ	؟
۷۴	چہار کرسی	؟
۷۵	مراقبات سلوک ۱۲۷۶ھ	محمد نعیم مسکین شاہ
۷۸	بہار گلشن ترجیب ۱۲۵۰ھ	شوق
۷۹	وفات نامہ خاتون جنت	؟
۸۰	نور نامہ ۱۱۱۱ھ	شاہ عنایت
۸۱	معجزہ خاتون جنت قبل ۱۱۰۰ھ	قادر
۸۱	مثنوی نادر ۱۲۳۸ھ	نادر
۸۳	سیف الملوک ۱۰۳۵ھ	ملا غواصی
۸۴	چندربدن و مہیار قبل ۱۰۴۸ھ	مقیمی
۸۵	چہار درویش ۱۲۲۵ھ	محمد علی خاں شوق
۸۶	تنبیہ النساء قبل ۱۱۹۵ھ	خواجہ رحمت اللہ
۸۷	چندربدن و مہیار ۱۰۴۸ھ	مقیمی
۸۸	وفات نامہ خاتون جنت ۱۲۴۴ھ	؟
۸۹	روزنامچہ ریذیڈنسی ۱۸۵۳ء	؟
۹۱	وفات نامہ آنحضرت ۱۱۱۱ھ	دریا
۹۳	دیوان ولی	ولی اورنگ آبادی
۹۵	درر اسرار قبل ۲۵ھ	خواجہ بندہ نوازؒ
۹۶	تاریخ تمدن یورپ	مرزا مہدی خاں کوکب
۹۷	بازو خاتمہ قبل ۱۱۰۰ھ	؟

۹۸ الف	معراج نامہ	سید بلاقی
ب	وفات نامۂ سرور کائنات	دریا
۹۹	قصائد قبل ۱۱۹۰ھ	ہدایت
۱۰۰	دیوان	میر احمد علی عنصر
۱۰۱	دعائے داؤد	سید ابراہیم سید
۱۰۳	ایمان درپن	محمد علی شاہ آلفت
۱۰۴	کلمۃ الحقائق	شاہ برہان الدین جانم
۱۰۵	روپ سنگار	محمد باقر آگاہ
۱۰۶	شرح محبت نامہ	؟
۱۰۹	شمائل النبی	عبد المجید ترین
۱۱۰	حاشیہ من درپن ۱۲۰۹ھ	محمد باقر آگاہ
۱۱۲	دیوان ولی	ولی اورنگ آبادی
۱۱۴	چشمۂ فیض ۱۲۳۸ھ	میر شمس الدین محمد فیض
۱۱۶	کلیات	مرزا رفیع سودا
۱۱۷	پھول بن	ابن نشاطی
۱۱۸	گلشن نامہ خاتون جنت	؟
۱۱۹	علوم طبعی	مرزا مہدی خاں کوکب
۱۲۰ الف	کسب محویت	شاہ صدر الدین
ب	چکی نامہ	خواجہ بندہ نواز
۱۲۱	مذہب عشق ۱۲۱۷ھ	نہال چند لاہوری
۱۲۲	روضۃ الشہدا ۱۱۴۴ھ	ولی ویلوری
۱۲۳	نو سرہار ۹۰۹ھ	اشرف
۱۲۴	ارشاد نامہ ۹۹۰ھ	شاہ برہان الدین جانم
۱۲۵	وفات نامہ	امامی
۱۲۶ الف	قصیدہ معجزہ	جنونی گجراتی
ب	"	"
۱۲۷	مولود نامہ ۱۰۰۹ھ	عبد الملک بھروچی
۱۲۸	بیاض کلام	ہاشمی - ولی - سراج داؤد - صائب -

۱۲۸ ب	قصہ سیاہ پوش	رحمن شاہ
۱۲۸	قصہ رسیا	؟
۱۲۸ و	منتخب دیوان	مدینہ
۱۲۹	واحد باری ۹۰۹ھ	اشرف
۱۳۰	تنبیہ النساء قبل ۱۱۹۵ھ	خواجہ رحمت اللہ
۱۳۱	کشف الخلاصہ	حافظ شجاع الدین
۱۳۲	قصص الانبیاء ۱۱۹۱ھ	غوثی
۱۳۳	رضوان شاہ و روح افزا ۱۱۹۴ھ	فائق (فائز)
۱۳۴	مراثی ۱۲۰۷ھ	محمد باقر آگاہ
۱۳۵	فیض جاری ۱۲۵۶ھ	میر شمس الدین محمد فیض
۱۳۶	منتخب دیوان	شاہ نصیر
۱۳۶ ب	" "	سودا
۱۳۶ ج	" "	جعفر علی زکی
۱۳۶ د	" "	صاحب قراں
۱۳۷	محبوب القلوب ۱۲۰۷ھ	محمد باقر آگاہ
۱۳۸ الف	ضیافت نامہ ۱۱۹۱ھ	شاہ غوثی
۱۳۸ ب	احوال قیامت	غلام دستگیر
۱۳۹	ظفر نامہ ۱۲۰۴ھ	محمود
۱۴۰	روضۃ الشہدا ۱۱۳۷ھ	ولی ویلوری
۱۴۱	کلیات قبل ۱۲۲۰ھ	شیر محمد خاں ایمان
۱۴۲ الف	دیوان ناسخ دوم قبل ۱۲۴۰ھ	شیخ امام بخش ناسخ
ب	" " ۱۲۵۰ھ	" "
۱۴۳	ہمیشہ بہار ۱۲۵۰ھ	سید حسین علی خاں
۱۴۴	درپن دیپک	محمد علی شاہ رفعت
۱۴۵	تاریخ بدر ۱۲۷۶ھ	واجد علی شاہ
۱۴۶	مرغوب الطبع	سید حسین علی خاں
۱۴۷	سحر البیان ۱۱۹۹ھ	میر حسن
۱۴۸	کلیات	مرزا رفیع سودا
۱۴۹	چار درویش ۱۲۵۰ھ	سید حسن علی خاں

۱۵۰	حملہ حیدری ۱۲۶۰ھ	محمد مرزا مرزا
۱۵۱	مذہب عشق ۱۲۱۷ھ	نہال چند لاہوری
۱۵۲	چہار درویش ۱۲۱۵ھ	میر امن دہلوی
۱۵۴	شرح چٹھنی قریب ۱۲۵۰ھ	شاہ علی ادھونوی
۱۵۵	نظم النور ۱۲۴۷ھ	فقیر اللہ شاہ حیدر
۱۵۶	تناولی	″ ″ ″
۱۵۷	تحفۃ النصائح ۱۰۴۵ھ	قطب الدین رازی
۱۵۸	پنچھی باچھا ۱۱۴۶ھ	وجدی
۱۵۹	معراج نامہ ۱۰۸۰ھ	سید بلاقی
۱۶۱	دہ مجلس قبل ۱۲۵۰ھ	؟
۱۶۲	ہجویہ نظمیں ۱۲۰۱ھ	آفسق
۱۶۳	تکرار عشق قبل ۱۳۰۰ھ	؟
۱۶۴	منظومات ہجویہ ۱۲۰۰ھ	ہدایت
۱۶۵	رسالہ اصلاح مسلمانان	؟
۱۶۶	رسالہ شرک و بدعت قبل ۱۲۴۵ھ	؟
۱۶۷	مسدس اکبر ۱۲۸۷ھ	میر کاظم علی خاں شعلہ
۱۶۸	علوم طبعی	مرزا مہدی خاں کوکب
۱۶۹	طوطی نامہ ۱۲۱۵ھ	سید حیدر بخش حیدری
۱۷۰	مثنوی ضیائے دکن ۱۳۰۹ھ	سید باقر حسین مرزا
۱۷۱	دو داوین مزاج قبل ۱۲۷۶ھ	حکیم محمد مظفر الدین خاں فرخ
۱۷۲	بدماوت ۱۲۱۱ھ	عبرت و عشرت
۱۷۳	اکر گل قبل ۱۲۵۰ھ	؟
۱۷۴	دیوانچہ ۱۲۰۳ھ	آفسق
۱۷۵	اربع عناصر الوجود	؟
۱۷۶	رمز محل	؟
۱۷۷	معرفت حق	؟
۱۷۸	رسالہ وجودیہ	؟
۱۷۹	رسالہ چہل تن	؟
۱۸۰	پھول بن ۱۰۷۶ھ	ابن نشاطی

۱۸۱	ابراہیم نامہ ۱۰۱۲ھ	عبدل
۱۸۲	کلیات ۱۰۲۰ھ	محمد قلی قطب شاہ
۱۸۳	تاریخ تمدن یورپ	مرزا مہدی خاں کوکب
۱۸۴	معلومات سائنس	″ ″ ″ ″
۱۸۸	حالات و تصانیف محمد شمس الدین صدیقی ۱۳۶۰ھ	محمد شمس الدین صدیقی
۱۹۱	تنبیہ النساء	خواجہ رحمت اللہ
۱۹۴	مسئلہ وحدت الوجود	؟
۲۰۰	قصۂ دائی حلیمہ	؟
۲۰۲ الف	قصۂ بادشاہ روم	؟
ب	قطعہ رمضان شاہ	رمضان شاہ
۲۰۳	مناقب	عادل
۲۰۶	نکات الواصلین	سید سلطان محی الدین بادشاہ قادری
۲۰۷	انتخاب رسالہ رفیع الدین	؟
۲۰۸	توحید مطلق و صدائی الحق	سید سلطان محی الدین بادشاہ قادری
۲۰۹	مجموعہ مستزاد	سالک، محمد غوث
۲۱۰	منتخب دیوان	عاشق
۲۱۲	پندنامہ ۱۰۸۶ھ	؟
۲۱۵	دیوان	میر انشاء اللہ خاں انشاء
۲۱۷	وفات تار رسالت پناہ ۱۱۱۱ھ	دریا
۲۱۸	ریاض الجنان ۱۲۰۷ھ	محمد باقر آگاہ
۲۱۹	آمدن نامہ	؟
۲۲۲	دیوان فی الحال شاہ	عبد القادر فی الحال شاہ
۲۲۴	واسوخت قلق	خواجہ اسد اللہ آفتاب الدولہ قلق
۲۲۵	واسوخت رند	سید محمد خاں رند
۲۲۶	واسوخت آباد	مہدی حسین خاں آباد
۲۲۷ الف	واسوخت جان	میر یار علی جان لکھنوی
ب	احوال شب زفاف	″ ″ ″ ″
ج	واسوخت بسمل	بسمل لکھنوی

د	مسدس برق	مرزا محمد رضا برق
ہ	مسدس عیشی	طالب علی خاں عیشی
۲۴۸	پنچھی باچھا ۱۱۴۶ھ	وجدی
۲۵۱	دس فرائض اسلام	؟
۲۵۳	کلام انور	انوار اللہ فضیلت جنگ
۲۵۷	ترجمہ قرآن شریف	شاہ عبدالقادر دہلوی
ب	رسالہ نماز	؟
۲۹۵	دود دلیا ۱۲۲۲ھ	عزیز اللہ ہمزگام اورنگ آبادی
۲۹۶	محبوب القلوب ۱۲۰۷ھ	محمد باقر آگاہ ویلوری
۲۹۷	دیوان رنگین	سعادت یار خاں رنگین
۳۰۱	ہدایات ہندی ۱۱۰۱ھ	شیخ داؤد ضعیفی
۳۰۲	پند نامہ لقمان	فتح شریف بلخی
۳۱۰	داستان بارہ امام قبل ۱۱۹۷ھ	یکرنگ
۳۱۲	جامع المعجزات	سید عالم بیجاپوری
۳۱۴	ریاض العارفین	اسحاق
۳۱۵	" "	"
۳۱۸	احکام الصلوٰۃ ۱۰۷۷ھ	؟
۳۲۰	سب رس	شاہ ولی اللہ قادری
۳۲۱	سحر البیان ۱۱۹۹ھ	میر حسن دہلوی
۳۲۲	اعجاز احمدی	نوازش علی خاں شیدا
۳۲۳	سحر البیان ۱۱۹۹ھ	میر حسن دہلوی
۳۲۴	دلدل نواز ۱۳۱۱ھ	عبدالقادر
۳۲۷	نامۂ حضرت سلطانی (یا سراج المومنین)	عبدالملک
۳۲۸	مصباح الصلوٰۃ	نادر علی کمتر
۳۲۹	جنگ نامہ محمد حنیف ۱۰۹۲ھ	سیوک
۳۳۰	نور نامہ ۱۱۱۱ھ	شاہ عنایت
۳۳۱	ریاض النسوان	صبغۃ اللہ بن محمد غوث مدراسی
۳۳۲	فرس نامہ	سعادت یار خاں رنگین
۳۳۴	نور اسلام	؟
۳۳۵	عین مقصود	واعظ
۳۳۶	اعجاز اسلام	شیخ آدم
۳۳۷	غزلیات	حبیب اللہ ذکا
۳۳۸	دیوان	سلطان
۳۳۹	بوستان خیال	شاہ سراج اورنگ آبادی
۳۴۰	طلسم اعظم	فیض حسین لکھنوی
۳۴۱	کلیات	کاظم علی کاظم
۳۴۲	دیوان	یوسف علی خاں ناظم نواب رامپور
۳۴۳	انتخاب کلام میرو شاہی وغیرہ	میرو شاہی وغیرہ
۳۴۴	بیاض اشعار	
۳۴۵	وفات نامہ زہرا	؟
۳۴۶	حکمت بزرجمہر ۱۰۵ھ	؟
۳۴۷	بیان رحم کا	؟
۳۴۸	مسائل طبی	؟
۳۴۹	کتاب ادویات	؟
۳۵۰	دیوان متین	محمد معین الدین خاں اعانت جنگ معین الدولہ
۳۶۰	قواعد فقہیہ	حافظ محمد حسین بن حسن نقشبندی
۳۶۵	بہارستان عشق ۱۲۱۳ھ	عزیز الدین خاں مستقیم جنگ نامی ملک الشعرائے ارکاٹ
۳۷۰	بیاض قدیم مراثی	مرزا شاہ محی، شاہ راجو وغیرہ
۳۷۱	تفسیر اذا جاء	؟
۳۷۲	سحر البیان ۱۱۹۹	میر حسن دہلوی
۳۹۵	مجرب طبی نسخے	؟
۳۹۷	طبی نسخے	سید شاہ فخر الدین قادری
۴۰۰	دیوان سوز	میر محمدی سوز
۴۰۱	پنچھی باچھا ۱۱۴۶ھ	وجدی
۴۰۲	روضۃ الشہدا ۱۱۳۷ھ	ولی ویلوری
۴۰۳	چہار درویش ۱۲۱۵ھ	؟

۴۰۴	سحرالبیان ۱۱۹۹ھ	میر حسن
۴۰۵	روضۃ الشہدا ۱۱۳۰ھ	ولی ویلوری
۴۰۶	مرغوب الطبع ۱۲۴۸ھ	سید حسین علی خاں
۴۰۷	آنا ولی تیل ۱۲۶۰ھ	سید حسینی بادشاہ
۴۰۸ ب	چار کرسی طریقت	فقیر اللہ شاہ حیدر
۴۰۹	لاڑ کیور و قاضی	سید حسینی بادشاہ
۴۱۷	شمائل نامہ	عثمان
۴۲۰	مجموعہ نعت	؟
۴۳۰	دیوان سلام و نوحہ جات	حسام الملک خان خانان آصفی
۴۳۱	دیوان آصفی	" " " "
۴۳۵	خلاصۃ التصانیف	ترجمہ غزالی
۴۳۶	احکام معاد و معاش	"
۴۳۷	نور نامہ	شاہ عنایت
۴۳۹	یادگار غلام حسین	غلام حسین
۴۴۰	اعمال نجوم	؟
۴۴۱	نقوش و عملیات	؟
۴۴۲	رسالہ قارورہ	؟
۴۴۴	قواعد احمدی	شیخ احمد سوداگر
۴۴۵	فیض احمدی ۱۳۱۰ھ	شیخ احمد پارسا
۴۴۸	ترجمہ چہل حدیث	
۴۵۴	کلام منیر	قاضی منیر الدین حسین فاروقی
۴۵۶	قواعد عثمانیہ ۱۲۸۰ھ	محمد قوی الاسلام عباسی ایدونی
۴۵۷	تاریخ کیمیا	سید محمد ضمیر نقوی
۴۵۸	انوار	سید علی اختر
۴۶۵	مولود نبی	نامور
۴۶۶	کرامات غوث اعظم رض	؟
۴۶۷	ترکیب بند کرامت	بلہار
۴۶۸	قصہ جولاہے کا	؟
۴۶۹	قصیدہ منقبت	حسنی

۴۷۰	منتخب کلام خاموش رح	شاہ معین الدین خاموش رح
۴۷۲	طبیعیات (نیچرل فلاسفی)	محمد مہدی خاں کوکب خراسانی
۴۸۵	رسالہ سفرنامہ	؟
۴۸۶	رسالہ خرقہ خلافت	؟
۴۸۷	غزلیات شائق	مفتی اعظم علی شائق حیدرآبادی
۴۸۸	کلام نعتیہ	حافظ و بندہ وغیرہ
۴۸۹	علوم طبیعی	مرزا مہدی خاں کوکب
۴۹۲	کلام المحی (تموز تخیل)	سید نجم الدین المحی
۴۹۸	دیوان درد	خواجہ میر درد
۴۹۹	" "	" " " "
۵۰۰	علوم الاقوام	؟
۵۰۱	گلشن عزا	یادگار علی خاں
۵۰۲	شرح ارشاد نامہ	مرید شاہ برہان
۵۰۳	سلسلۂ خلفائے سید شاہ احمد مدار زندہ پوش	؟
۵۰۴	بیاض عجز	سید امجد علی خاں عجز
۵۰۵	مرات المصلی	؟
۵۰۶	تنبیہ النساء ۱۱۹۵	خواجہ رحمت اللہ
۵۰۷	نجات نامہ قریب ۱۰۶۷ھ	محمد امین ایاغی
۵۰۸	نور نامہ ۱۱۰۰ھ	شاہ عنایت
۵۰۹	پند دل بند	عملی
۵۱۰	من لگن ۱۱۱۲ھ	قاضی محمود بحری
۵۱۱	پنچھی باچھا	وجدی
۵۱۲	روضۃ الاطہار ۱۱۷۳ھ	نوازش علی خاں شیدا
۵۱۳	اشارات الغافلین ۱۱۴۳ھ	عاشق اورنگ آبادی
۵۱۴	سرو و شمشاد ۱۱۷۰ھ	غلام قادر سامی
۵۱۵	دیوان داؤد ۱۱۶۸ھ	مرزا داؤد بیگ
۵۱۵ ب	تحفۃ النصائح ۱۰۴۵ھ	قطب الدین رازی
۵۱۵ ج	توشۂ عاقبت ۱۱۱۷ھ	منور بیگم

۵۱۶	سحر البیان ۱۱۹۹ھ	میر حسن
۵۱۷	نو بہار عشق ۱۲۱۱ھ	مستقیم جنگ نامی
۵۱۸	سحر البیان ۱۱۹۹ھ	میر حسن
۵۱۹	دیوان یقین	انعام اللہ خاں
۵۱۹ ب	قصیدۂ فغاں	میر اشرف علی خاں
۵۲۰	دیوان سودا ۱۱۹۲ھ	مرزا محمد رفیع
۵۲۰ ب	سوز و گداز ۱۱۷۷ھ	سراج الدین سراج
۵۲۱	دیوان یقین ۱۱۶۱ھ	انعام اللہ خاں
۵۲۲	انتخاب کلام ۱۲۰۰ھ	منور
۵۲۳	دیوان درد ۱۱۹۹ھ	خواجہ میر درد
۵۲۴	کلیات انشاء	میر انشاء اللہ خاں
۵۲۵	بیاض دبیر	سیف الدولہ دبیر
۵۲۶	پنچھی باچھا	وجدی
۵۲۹	تفسیر تنزیل ۱۲۴۰ھ	سید بابا قادری
۵۳۱	انتخاب غزلیات	میر شمس الدین محمد فقیر
۵۳۲	سکھ انجن ۱۰۴۵ھ	شاہ ابو الحسن
۵۳۳	" "	" "
۵۳۴	مکتوبات و مسودات	شاد عظیم آبادی
۵۳۵	انتخاب کلام	سودا، واسطی، ماہر
۵۳۶	سب رس ۱۰۴۵ھ	ملا وجہی
۵۳۸	مرغوب دل ۱۲۸۲ھ	سالک غوث نما
۵۳۹	کلیات زٹلی	جعفر علی زٹلی
۵۴۰	فسانۂ عجائب	رجب علی بیگ سرور
۵۴۲	شکار نامہ	خواجہ بندہ نواز ؒ
۵۴۳	پنج گنج ۹۹۰ھ	برہان الدین جانم
۵۴۴	ذخیرۃ الدارین	محمد حسین لکھنوی
۵۴۷	قصائد مائل	ڈاکٹر احمد حسین مائل
۵۴۸	ریحان معراج ۱۲۴۷ھ	سید ضمیر لکھنوی
۵۴۹	طالب و موہنی ۱۱۵۰ھ	سید محمد داکہ موسوی

۵۵۰	معارف محمدیہ ۱۰۰۰ھ	بہادر اولیا حسین
"	مثنویات	پیر محمد قادری
۵۵۴	باغ ارم ۱۲۴۴ھ	مستعان علی شاہ
۵۵۵	بیاض بسمل	غلام علی بسمل
۵۵۶	من لگن ۱۱۱۲ھ	قاضی محمود بحری
۵۵۸	دیوان سراج ۱۱۵۲ھ	سراج الدین سراج
۵۵۹	کلیات سراج	"
" ب	غزلیات حسین	عاشق حسین
۵۶۱	باغ و بہار ۱۲۱۷ھ	میر امن
۵۶۲	ترجمہ گنج طلسم	ڈاکٹر حفیظ سید
۵۶۳	معرفت السلوک	شاہ ولی اللہ قادری
۵۶۴	یادگار ضیغم	عبداللہ خاں ضیغم
۵۶۵	گلشن عشق ۱۰۶۸ھ	ملا نصرتی
۵۶۶	جامع الاکساب ۱۲۰۰ھ	امین
۵۶۷	نور نامہ	مالک خوشنود (؟)
۵۶۸	روضۃ الصالحین	غلام حسن مسرور
۵۶۹	رسالہ اصول دین	فاضل خاں مسرور
۵۷۰	اعتبارات خمسہ	عاشق دکنی
۵۷۱	شہاذ الآداب ۱۲۸۳ھ	منور علی
۵۷۲	بیاض کلام	خضر، شہید، بندہ وغیرہ
۵۷۴	" "	ناسخ، نصیر، حفیظ وغیرہ
۵۷۵	احوال دوزخ ۱۲۵۶ھ	فیاض الحق
۵۷۶	بیاض قدیم	ارشاد، لطیف، شہباز وغیرہ
۵۷۷	دیوان واجد	واجد دہلوی
۵۷۸	خلاصہ علم الارض	؟
۵۷۹	شاہنامہ محمد حنیف ۱۱۸۵ھ	شیریں
۵۸۰	جنگ نامہ محمد حنیف ۱۰۹۲ھ	حسن بیگ
۵۸۱	" "	"
۵۸۲	بیاض کلام	اشرف

۵۸۳	لال و گوہر ۱۱۵۰ھ	عارف الدین خاں عاجز
۵۸۴	رضوان شاہ ۱۰۹۴ھ	فائز
۵۸۵	دیوان فدوی ۱۱۵۰ھ	فدوی خاں
۵۸۶	دیوان پروانہ ۱۱۷۵ھ	ضیاء الدین پروانہ
۵۸۷	دیوان ایماں ۱۲۰۷ھ	شیر محمد خاں ایماں
۵۸۸	دیوان مفتوں ۱۱۹۴ھ	میر محمد شریف مفتوں
۵۸۹	دیوان میر ۱۲۰۰ھ	میر تقی میر
۵۹۰	دیوان ناسخ ۱۲۴۵ھ	امام بخش ناسخ
۵۹۱	دیوان درد ۱۱۹۹ھ	خواجہ میر درد
۵۹۲	سحر البیان ۱۱۹۹ھ	میر حسن
۵۹۳	دیوان سیف و النور	سیف و النور
۵۹۴	دیوان انشاء ۱۲۲۴ھ	میر انشاء اللہ خاں
۵۹۵	دیوان درد ۱۱۹۹ھ	خواجہ میر درد
۵۹۶	دیوان حفیظ ۱۲۴۵ھ	شیخ محمد حفیظ
۵۹۷	دیوان شاداں ۱۲۵۰ھ	چندو لال شاداں
۵۹۸	قصائد سودا	مرزا محمد رفیع
۶۰۰	دیوان کمال قبل ۱۲۴۴ھ	شاہ کمال الدین
۶۰۲	قصہ جمجمہ قریب ۱۲۰۰ھ	فیض محمد
۶۰۳	پند نامہ بی بی فاطمہ قریب ۱۲۰۰ھ	؟
۶۰۴	چوہے بلی کا قصہ	غلام حسین تھرنگری
۶۰۶	تاریخ چار پیر و چارہ خانوادہ ۱۲۱۰ھ	عاشق دکنی
۶۰۷	اعتبارات خمسہ ۱۰۱۲ھ	" "
۶۰۸	مقبول مجبور ۱۱۳۰ھ	حسن صبغۃ اللہی
۶۰۹	گلشن عشق ۱۰۶۸ھ	ملا نصرتی
۶۱۰	جوہر عشق ۱۲۴۲ھ	ملک محمود جوہر
۶۱۱	قصہ ابو شحمہ ۱۲۰۰ھ	؟
۶۱۲	احوال قیامت ۱۱۰۰ھ	؟
۶۱۴	رازق باری ۱۱۵۰ھ	سید محمد واکہ
۶۱۵	رسالہ فقہ و عقاید قریب ۱۲۵۰ھ	محمد اسمٰعیل عاصی
۶۱۶	عقاید اہل سنت ۱۲۵۰ھ	باقر
۶۱۷	روضۃ الشہدا ۱۱۳۷ھ	ولی ویلوری
۶۱۸	" " "	" "
۶۱۹	تحفۃ النصائح معہ ترجمہ ۱۰۴۵ھ	قطب الدین رازی
۶۲۰	" " "	" "
۶۲۲	لذت النساء قبل ۱۲۳۴ھ	؟
۶۲۳	گلشن عشق ۱۰۶۸ھ	ملا نصرتی
۶۲۴	پنچھی باچھا ۱۱۴۶ھ	وجدی
۶۲۷	علم اصطرلاب کروی ۱۲۵۵ھ	رتن لال
۶۲۹	رسالہ رد کفر ۱۲۶۱ھ	اسمٰعیل کوکنی
۶۳۰	ترجمہ آدم فی الحدیث ۱۲۵۰ھ	؟
۶۳۱	تفسیر سورۂ فاتحہ ۱۲۴۰ھ	سید احمد شہید
۶۳۲	رسالہ رد شرک ۱۲۵۰ھ	سید عبد اللہ
۶۳۳	رسالہ نماز۔ قریب ۱۲۵۰ھ	؟
۶۳۴	توشۂ عاقبت ۱۲۱۷ھ	منور بیگم
۶۳۵	گل بکاؤلی ۱۲۱۷ھ	نہال چند
۶۳۶	پدماوت ۱۲۱۱ھ	عبرت و عشرت
۶۳۷	لوح محفوظ ۱۲۸۲ھ	آثر
۶۳۸	حالات امام المدرسین	محمد رفیع الدین
۶۳۹	دیوان شہوار ۱۲۳۰ھ	شہوار قادری
۶۴۰	مرثیہ دبیر قبل ۱۲۳۷ھ	سلامت علی دبیر
۶۴۰ ب	شہر آشوب قبل ۱۲۰۶ھ	احسان
۶۴۲ ب	فواید الصلوٰۃ تہجد	؟
۶۴۳	ریاض العارفین ۱۲۰۶ھ	اسحٰق بیجاپوری
۶۴۴	مراثی ضمیر و دبیر	ضمیر و دبیر
۶۴۵	فقہ اعظم ۱۲۷۳ھ	افضل
۶۴۶	مجموعہ واسوخت ۱۲۶۷ھ	رادھے لال مضمون آباد
۶۴۸	ذکر نامہ قبل ۱۱۹۴ھ	فرید شاہ برہان
۶۴۹	رسالہ تصوف ۱۱۹۴ھ	؟

٦٥٠ج	رسالہ چہار پیر ق	۱۱۹۴ھ	؟
٦٥١	وصیت نامہ	۱۰۰۹ھ	عبد الملک
٦٥٢	مدح شاہ میراں جی	۱۱۰۰ھ	؟
٦٥٢ب	غزلیات حافظ	قبل ۱۱۰۰ھ	حافظ دکنی
٦٥٣	توصیف نامہ	قبل ۹۵۲ھ	ملا فیروز بیدری
٦٥٤	ظفر نامہ	قبل ۱۱۹۵ھ	کامل
٦٥٥	گنج مخفی	قبل ۱۱۰۰ھ	معظم بیجاپوری
٦٥٦	وصیت نامہ	قریب ۱۲۰۰ھ	شیخ مصطفیٰ
٦٥٧	چکی نامہ	قریب ۱۱۰۰ھ	فاروقی
٦٥٨	مدح میراں	۱۲۰۰ھ	شہ میر
٦٥٩	بیاض دکنی	قریب ۱۱۰۰ھ	محمود جعفر بحری وغیرہ
٦٦٠	کفایت الاسلام	قریب ۱۲۰۰ھ	؟
٦٦١	رسالہ احوال میت	"	قاضی شمس الدین و دیگر
٦٦٢	ترتیب النکاح	"	"
٦٦٢ب	ترتیب نماز	"	"
٦٦٣	تنبیہ النساء	۱۱۹۵ھ	خواجہ رحمت اللہ
٦٦٤	"	"	"
٦٦٥	نصیحت المسلمین	۱۲۳۰ھ	خرم علی
٦٦٨	رسالہ اعمال بد	قریب ۱۲۵۰ھ	؟
٦٦٩	کتاب ہدیٰ	"	مشتاق
٦٧٠	حقیقت الصلوٰۃ	۱۲۳۰ھ	سید احمد و عبد الحی
٦٧١	رسالہ جہاد	"	"
٦٧٢	تقویۃ الایمان	۱۲۳۵ھ	محمد اسمٰعیل شہید
٦٧٣	ہدایت المومنین	۱۲۰۰ھ	؟
٦٧٤	رد وہابیہ	قبل ۱۲۵۰ھ	محمد ظہور علی
٦٧٥	دیوان اشفاق	قبل ۱۲۷۷ھ	محمد علی اشفاق
٦٧٧	کلیات ولی	۱۱۵۲ھ	ولی اورنگ آبادی
٦٧٨	کلیات بیتابی	"	بیتابی
٦٧٩	بازار حسن	۱۰۳۵ھ	ملک خوشنود
٦٨٠	مجذوب السالکین	۱۲۰۰ھ	سید امین
٦٨١	مخمس ولی	۱۱۵۲ھ	ولی اورنگ آبادی
٦٨٢	حبیب المریدین	۱۳۰۹ھ	حبیب علی رضوی
٦٨٣	کشف الحاجۃ	۱۲۶۲ھ	محمد نور الدین چاٹگامی
٦٨٤	مفصص المذاہب	۱۲۷۸ھ	؟
٦٨٥	مثنوی محرمات شرعی	قریب ۱۲۵۰ھ	محمدی
٦٨٥ب	مثنوی تعزیہ	"	تجر
٦٨٧	کہانی و قصہ	قبل ۱۲۳۶ھ	مودب
٦٨٩	دیوان دوم پروانہ	۱۱۸۰ھ	ضیاء الدین پروانہ
٦٩٠	دیوان مظفر	۱۱۹۹ھ	مظفر تلمیذ خالق
٦٩١	قطب مشتری	۱۰۱۸ھ	ملا وجہی
٦٩٢	تاج الحقائق	۱۰۸۵ھ	"
٦٩٤	سب رس	"	"
٦٩٥	در الاسرار	۱۱۰۰	مرید سلطان
٦٩٧	دیوان رشک	۱۲۷۵ھ	میر علی اوسط رشک
٦٩٨	بیاض متین	۱۲۶۱ھ	کلام محی الدین خاں متین
٦٩٩	بیاض کلام	۱۲۸۲ھ	یعقوب علی یعقوب
٧٠٠	بیاض مراثی وغیرہ	۱۲۰۰ھ	حبیب، ابراہیم، محسن وغیرہ
٧٠١	مطبوع صبیان	قبل ۱۲۰۰ھ	صفی
٧٠٢	ترجمہ کیمیا	قبل ۱۲۵۰ھ	؟
٧٠٣	گنج عرفان	" ۱۱۵۰ھ	امام الدین حسینی عارف
٧٠٤	بیاض		آبرو، میر، سوز، یقین وغیرہ
٧٠٥	کلام	قبل ۱۲۰۰ھ	سیدی برہان
٧٠٦	"	" ۱۱۹۰ھ	میاں میراں سبزواری
٧٠٧	بیاض نظم و نثر		حیدر، دبیر، بہار وغیرہ
٧٠٨	دیوان یقین	قبل ۱۲۴۵ھ	انعام اللہ خاں
٧٠٩	روضۃ الاقطاب	۱۳۱۹ھ	رونق علی
٧١٠	چار گلزار	۱۲۸۰ھ	فضل الرحمٰن
٧١٠ب	رسالہ حسن	۱۳۲۵ھ	حسن بن عبد اللہ

۷۱۱	کلام	۱۱۹۰ھ	میرن دسید
۷۱۲	آب حیات	۱۲۵۰ھ	سید حیات
۷۱۳	مذہب عشق	۱۲۱۷ھ	نہال چند لاہوری
۷۱۴	لیلے مجنوں	۱۱۹۰ھ	میر تجلی علی
۷۱۵	یوسف زلیخا	۱۲۱۲ھ	فوگار
۷۱۶	طوطا کہانی	۱۲۲۰ھ	؟
۷۱۷	واسوخت آباد	۱۲۶۸ھ	مرزا مہدی حسین خاں
۷۱۸	بیاض مراثی	۱۲۸۵ھ	محمد رضا خاں ضامد راہی
۷۱۹	″	″	دبیر، انیس، تصور
۷۲۰	مجموعہ کلام	۱۲۳۵ھ	شاہ قبول اللہ بیدار
۷۲۱	کلیات شہید	۱۲۹۲ھ	میر احمد علی خاں شہید دہلوی
۷۲۲	بیاض مراثی		انیس، مونس، دبیر
۷۲۳	معراج نامہ	۱۰۹۴ھ	محمد مختار
۷۲۴	تفسیر مرتضوی	۱۰۹۴ھ	غلام مرتضیٰ فیض آبادی
۷۲۵	بیاض نوحہ		بہادر، بہرہ ور، صابر وغیرہ
۷۲۶	کلیات ناوک	۱۳۱۹ھ	احمد حسین ناوک گلشن آبادی
۷۲۷	مختصر حسینی	۱۰۹۲ھ	عبد الغفور حسینی
۷۲۸	لیلے مجنوں	۱۲۱۳ھ	نامی ارکاٹی
۷۲۹	پنچھی باچھا	۱۱۴۶ھ	ہدایت اللہ وجدی
۷۳۰	″	″	″ ″
۷۳۱	سب رس	۱۰۴۵ھ	وجہی
۷۳۲	کلام فاروق	۱۲۳۷ھ	خان عالم خاں فاروق ارکاٹی
۷۳۳	قصۂ زیتون، قبل	۱۲۵۰ھ	؟
۷۳۴	ہفت سیر حاتم	۱۲۱۵ھ	مہمان دکنی
۷۳۵	″ ″	″	″ ″
۷۳۶	روضۃ الشہدا	۱۱۳۷ھ	ولی ویلوری
۷۳۷	رسائل نجوم	۱۱۹۷ھ	سعد اللہ حسینی، خاکی، فقیر وغیرہ
۷۳۸	لیلے مجنوں	۱۱۴۵ھ	غلام احمدی ابن ہاشمی
۷۳۹	روضۃ صفا	۱۱۸۸ھ	شاہ غوث جانی ارکاٹی
۷۴۰	اسناد دعائے عکاسہ	؟	؟
۷۴۱	کشف الخلاصہ	۱۲۳۲ھ	حافظ میر شجاع الدین حسین
۷۴۲	معراج العقاید	۱۲۴۴ھ	محمد حیات
۷۴۳	شرف النساء	۱۲۰۰ھ	لعل
۷۴۵	چار کرسی مسائل	۱۱۹۶ھ	احمد خاں شیرانی کولاری
۷۴۶	چار کرسی	۱۲۳۳ھ	عبد الحق
۷۴۷	قبر نامہ	۱۲۷۳ھ	فقیر
۷۴۸	ترجمۂ طب شہابی	۱۲۵۰ھ	؟
۷۴۹	طب اردو	۱۲۶۹ھ	؟
۷۵۰	چار کرسی طریقت	۱۲۵۰ھ	فقیر اللہ شاہ حیدر
۷۵۱	نظم سی حرفی، قبل	۱۱۰۰ھ	معظم
۷۵۲	ملفوظات، قبل	۱۱۰۰ھ	خواجہ امین الدین علی
۷۵۳	اذکار و اشغال	″	″ ″ ″
۷۵۴	بیاض منقبت و تبری		شوق علی، میرن، میر محمد شفیع
۷۵۵	کلیات	۱۲۰۰ھ	مرزا رفیع سودا
۷۵۶	خلاصۃ الانبیا، قبل	۱۲۶۳ھ	غلام علی ابن عنایت اللہ
۷۵۷	روضۃ الانوار	۱۳۱۵ھ	شاہ تجلی علی
۷۶۷	بیاض خلیل، قبل	۱۲۵۹ھ	خلیل اکبر وغیرہ
۷۶۸	روضۃ الشہدا	۱۱۳۷ھ	ولی ویلوری
۷۷۰	لیلے مجنوں	۱۰۴۶ھ	عاجز
۷۷۱	تذکرہ سلاطین دکن	۱۳۱۷ھ	دلاور علی دانش
۷۷۲	بیاض کلام، قبل	۱۱۳۶ھ	جوہر، شاداں وغیرہ
۷۷۳	گیان سروپ	۱۱۲۱ھ	شاہ تراب
۷۷۴	من سمجھاون	۱۱۰۰ھ	″
۷۷۵	مخمس بجرنگ، قبل	۱۱۲۱ھ	شیر علی
۷۷۶	بیاض کلام	″	غلام علی، افضل، فقیر وغیرہ
۷۷۷	″ ″		غلامی، سالم، قطب شاہ
۷۷۸	ریختہ ہندی کی صرف و نحو	۱۲۲۵ھ	گلکرسٹ
۷۷۹	محبوب القلوب	۱۲۰۷ھ	محمد باقر آگاہ ویلوری

۷۸۰	روضۃ الشہدا	۱۱۳۷ھ	ولی ویلوری
۷۸۱	روضۃ الاطہار	۱۱۷۳ھ	نوازش علی خاں شیدا
۷۸۲	"	"	"
۷۸۳	اعجاز احمدی	"	"
۷۸۴	محبوب القلوب	۱۲۰۷ھ	محمد باقر آگاہ
۷۸۵	اخوان الصفا	۱۲۲۵ھ	اکرام علی
۷۸۶	چہار درویش	۱۲۱۱ھ	محمد علی شوق
۷۸۷	فرس نامہ	۱۲۱۰ھ	سعادت یار خاں رنگین
۷۸۸	معراج العقاید	قریب ۱۲۲۴ھ	سید حیات
۷۸۹	سراج الفقہ	" "	"
۷۹۰	مراۃ الاحکام	" "	"
۷۹۱	تاج الفرائض	" "	"
۷۹۲	تاج النصائح	" "	"
۷۹۳	آداب السعادۃ	" "	"
۷۹۴	احوال النبی	" "	"
۷۹۵	نور الہدائیہ	قریب ۱۲۵۰ھ	"
۷۹۶	شفاعت نامہ	" "	"
۷۹۷	دیدار نامہ	" "	"
۷۹۸	شرف الایمان	" "	"
۷۹۸ ب	نور الایمان	" "	"
۷۹۹	آب حیات	" "	"
۸۰۰	دیوان شرف	۱۳۰۰ھ	شرف النساء
۸۰۱	گلزار السالکین	قبل ۱۰۹۲ھ	عابد شاہ
۸۰۲	معالجات خواجہ بندہ نواز	قریب ۹۰۰ھ	"
۸۰۳	کسب عروج		شاہ صدر الدین
۸۰۴	مجموعہ مناجات	۱۲۷۵ھ	فقیر، ناقص وغیرہ
۸۰۵	مجموعہ مولود	"	ندا، مسعود، دستگیر، مسکین وغیرہ
۸۰۸	ترجمہ آمدن	۱۲۳۱ھ	؟
۸۰۹	کشف الخلاصہ	۱۲۳۲ھ	حافظ میر شجاع الدین حسینی

۸۱۰	قصۂ شہداں	قریب ۱۲۴۰ھ	ناطق
۸۱۱	شمائل الاتقیا	۱۰۷۰ھ	میراں یعقوب
۸۱۲	تائید المبین	۱۲۴۳ھ	یوسف علی لکھنوی
۸۱۴	دیوان شاہ سلطان	قبل ۱۱۰۰ھ	سلطان خلیفہ شاہ معروف
۸۱۵	ہدایات ہندی	۱۱۰۱ھ	ضعیفی
۸۱۶	دیوان ولی	قبل ۱۱۵۰ھ	ولی اورنگ آبادی
۸۱۷	گنج الاسرار	" ۱۲۵۰ھ	شاہ سلطان ثانی
۸۱۸	شمع احدیت	؟	شاہ سلطان
۸۱۹	چار کرسی	قبل ۱۲۵۰ھ	فقیر
" ب	عاشق اللہ کے گیت	قبل ۱۲۵۰ھ	شیخ سلطان حسین
۸۲۰	کلیات ولی	قبل ۱۱۲۸ھ	ولی اورنگ آبادی
۸۲۱	"	"	"
۸۲۳	کلیات سراج	۱۱۵۲ھ	شاہ سراج اورنگ آبادی
۸۲۴	منتخب کلام	۱۲۵۵ھ	کمتر، جرأت، درد، متین
۸۲۶	تمیز الکلام	قبل ۱۲۷۵ھ	ابو الحسن محمد صالح
۸۲۹	بیاض مراثی	قبل ۱۱۰۰ھ	عبد اللہ قطب شاہ، وجہی
۸۳۰	منظومات افضال	قبل ۱۲۹۳ھ	افضال
۸۳۱	مرثیہ حضرت قاسم	قبل ۱۲۰۰ھ	؟
۸۳۲	دیوان قیس	قبل ۱۲۳۰ھ	محمد صدیق قیس
۸۳۳	دیوان ناسخ	قبل ۱۲۵۰ھ	شیخ امام بخش ناسخ
۸۳۴	اردو کا قاعدہ	قبل ۱۳۱۶ھ	؟
۸۳۵	دیوان عقیل	قبل ۱۳۲۰ھ	سید محمد حسینی عقیل
۸۳۷	گنج مخفی	قریب ۱۲۰۰ھ	مرید مخدوم شاہ حسینی
۸۳۸	زنجیرہ	"	خواجہ شاہ ثانی سلطان
۸۳۹	رسائل تصوف	؟	؟
۸۴۰	محی الدین نامہ		محمد افضل قادری
۸۴۱	شمائل نامہ	قریب ۱۱۰۰ھ	عبد المحمد ترین
۸۴۲	نور نامہ	۱۱۱۱ھ و ۱۱۳۶ھ	شاہ عنایت واحد
۸۴۳	وفات نامہ	۱۱۱۱ھ	دریا

۸۴۴	تذکرۂ مشاہیر بہار	تقریباً ۱۹۲۰ء	سید علی محمد شاد عظیم آبادی
۸۴۵	روضۃ الاظہار	۱۱۷۳ھ	نوازش علی خاں شیدا
۸۴۶	گلشن عشق	۱۰۶۸ھ	ملا نصرتی
۸۴۷	بیاض کلام	قبل ۱۲۷۶ھ	صدر الدین شعلہ
۸۴۹	تحفۂ گہر دال	۱۲۶۷ھ	سید محمد عبد الرحمٰن
۸۵۰	رسالہ نظام شمسی آلہ ایری	۱۲۶۱ھ	؟
۸۵۱	مجمع البرکات	قبل ۱۳۲۷ھ	عبد الہادی
۸۵۲	تفسیر تنزیل	۱۲۴۰ھ	محمد درویش بابا قادری
۸۵۳	ہدایت نامہ	۱۲۴۲ھ	محمد ہادی
۸۵۴	رسالہ علم حساب	۱۰۵۸ھ	شاہ علی
۸۵۵	نظم عثمانی	۱۳۲۶ھ	سید عبد الرب
۸۵۷	رسالہ طب	تقریباً ۱۲۰۰ھ	غلام حسین و لکشمی رام پنڈت
۸۵۹	علم انسان و ابدان	تقریباً ۱۲۵۰ھ	؟
۸۶۲	رسالہ علم الحیات	تقریباً ۱۱۵۰ھ	شیخ محمود
۸۶۶	تزک محبوبیہ	۱۳۲۰ھ	غلام صمدانی خاں گوہر
۸۶۸	تفسیر قرآن مجید	۱۲۵۰ھ	؟
۸۶۹	شفاء العلیل	۱۲۳۸ھ	مولوی خرم علی
۸۷۰	رسالہ جراحی	۱۲۸۰ھ	ڈاکٹر جانسٹن
۸۷۱	بیاض منقبت و مراثی	۱۳۰۰ھ	کافی، بہبود، بلہار
۸۷۲	مجموعہ کلام	۱۲۴۰ھ	عقلان
۸۷۳	بیاض کلام	۱۲۵۰ھ	عاصی، جعفری، سحر
۸۷۵	رسالہ دعا	۱۳۰۲ھ	؟
۸۷۷	مرثیہ	۱۲۰۰ھ	خواجہ ہمت علیخاں ہمت
۸۷۸	کلیات	۱۱۰۰ھ	میر جعفر علی زٹلی
۸۷۹	مثنوی گل گلشن	۱۲۵۰ھ	عرب
۸۸۰	شہر آشوب	۱۳۰۴ھ	مرزا محمد تقی
۸۸۲	سوال و جواب	۱۱۰۰ھ	شاہ لگن
۸۸۳	گفتار شاہ امین	۱۰۸۷ھ	امین الدین بیجاپوری
۸۸۴	معراج المحققین	۱۲۰۵ھ	سید محمد قادری
۸۸۵	وصل نامہ	۱۰۸۰ھ	امین الدین بیجاپوری
۸۸۶	تریم بیاض دکنی	؟	؟
۸۸۸	بیاض کلام	۱۲۸۰ھ	موسیٰ رضا
۸۸۹	کلیات سودا	۱۲۰۰ھ	مرزا رفیع سودا
۸۹۰	بیاض کلام	۱۱۸۰ھ	صوفی اورنگ آبادی
۸۹۱	مجموعہ مناقب	۱۳۰۰ھ	برہان، منور، امکان وغیرہ
۸۹۲	تذکرۂ عطائے تمکین	۱۲۹۲ھ	؟
۸۹۳	دیوان عزیز	۱۳۲۹ھ	نواب عزیز یار جنگ عزیز
۸۹۴	اندر سبھا	۱۲۶۸ھ	سید آغا حسن امانت
۸۹۵	ریاض الجنان	۱۲۰۷ھ	محمد باقر آگاہ
۸۹۶	بیاض کلام	۱۲۲۵ھ	ولی، سودا، درد، جعفر زٹلی
۸۹۹	" "	۱۱۱۵ھ	رستم میراں
۹۰۰	سب رس	۱۰۴۵ھ	ملا وجہی
۹۰۱	گلشن عشق	۱۰۶۸ھ	ملا نصرتی بیجاپوری
۹۰۲	مولود نامہ نبی	تقریباً ۱۱۰۰ھ	شاکر
۹۰۳	کام روپ کام لتا	۱۱۷۰ھ	تحسین الدین
۹۰۶	چندر بدن و مہیار	قبل ۱۲۰۴ھ	ملا مقیمی
۹۰۷	مہر و ماہ (ظفر نامۂ عشق)	۱۱۱۲ھ	سید ظفر
۹۰۸	سحر البیان	۱۱۹۹ھ	میر حسن
۹۰۹	" "		میر حسن
۹۱۰	قصص الانبیاء (ریاض مسعود)	۱۱۹۱ھ	شاہ غوث جامی غوثی
۹۱۱	" " دفتر دوم	۱۱۹۱ھ	شاہ غوثی ارکانی
۹۱۲	" " دفتر سوم	"	شاہ غوث جامی غوثی
۹۱۳	پدماوت (شمع و پروانہ)	۱۲۱۱ھ	عبرت و عشرت
۹۱۴	ہفت سیر حاتم	۱۲۱۵ھ	مہمان
۹۱۵	اعجاز احمدی	۱۱۵۸ھ	نوازش علیخاں شیدا
۹۱۶	" "	۱۲۵۸ھ	" "
۹۱۷	شاہ نامہ محمد حنیف	۱۱۰۵ھ	شیرین
۹۱۸	فرائد در فوائد		؟

۹۱۹	پچھی باچا	۱۱۴۶ھ	وجدی
۹۲۰	ہفت سیر حاتم	۱۲۱۵ھ	مہمان
۹۲۱	" " "		مہمان
۹۲۲	معراج نامہ	۱۰۸۰ھ	سید بلاقی
۹۲۳	نان و نمک		فصیح لکھنوی
۹۲۶	شہادت نامہ	قریب ۱۲۴۰ھ	ناطق
۹۲۷	وفات مہدویہ		؟
۹۲۸	مجالس مہدویہ		عالم
۹۲۹	معجزات نبی	قبل ۱۱۰۰ھ	"
۹۳۰	چہار کرسی مسائل	۱۱۹۶ھ	احمد خان شیرانی
۹۳۱	دیوان سلطان	قریب ۱۱۰۰ھ	سلطان
۹۳۲	" یقین	قبل ۱۱۶۱ھ	انعام اللہ خاں یقین دہلوی
۹۳۳	" سودا	قریب ۱۱۹۵ھ	مرزا رفیع سودا
۹۳۵	" درد	قبل ۱۱۹۵ھ	خواجہ میر درد
۹۳۶	" انشاء	۱۲۲۴ھ	میر انشاء اللہ خاں
۹۴۸	بیاض میر جعفر علی	۱۲۳۵ھ	؟
۹۴۹	امداد نامہ	قریب ۱۲۰۰ھ	ناصر
۹۵۰	بیاض مومن	۱۲۵۶ھ	مرزائی احسان، دلگیر، فصیح، خلیق، قاسم وغیرہ
۹۵۱	بیاض میر عباس علی	۱۱۹۵ھ	کلام میرن، غلامی، سراج الدین وغیرہ
۹۵۲	ارمغان عزیز	۱۳۴۸ھ	نواب عزیز یار جنگ عزیز
۹۵۳	خم عشق	۱۱۰۴ھ	محمد رضا
۹۵۴	رسالہ وجودیہ	قبل ۱۰۷۵ھ	سید میراں حسینی خدانما
۹۵۵	مغز مرغوب		شاہ کمال
۹۵۶	تن نامہ	قریب ۱۰۰۰ھ	برہان الدین جانم بیجاپوری
۹۵۷	منظومات	قبل ۱۰۰۰ھ	برہان الدین جانم
۹۵۹	لگن نامہ	قریب ۱۰۰۰ھ	؟
۹۶۰	ریحان معراج	۱۲۴۷ھ	سید ضمیر لکھنوی
۹۶۱	موضح قرآن	۱۲۰۵ھ	شاہ عبدالقادر دہلوی
۹۶۲	یادگار بنکھی داس	۱۳۰۷ھ	رائے بنکھی داس منصبدار
۹۶۳	" "	۱۳۰۸ھ	" "
۹۶۴	تاریخ رشید الدین خانی	۱۲۷۰ھ	غلام امام خاں ترین
۹۶۵	شش صوبہ جات دکن	۱۲۸۰ھ	" " "
۹۶۶	قران السعدین جلد دوم، جولائی تا کیم نومبر ۱۸۴۷ء		پنڈت دھرم نارائن
۹۶۷	قرآن السعدین جنوری تا جون ۱۸۵۲ء		سید اصغر علی
۹۶۸	قرآن السعدین جلد ہشتم، جنوری تا جولائی ۱۸۵۳ء		کریم بخش
۹۶۹	جامع الاخبار (مدراس) جلد ۱۲ (۱۸ اکتوبر ۵۲ تا ۱۸ اکتوبر ۱۸۵۳ء)		؟
۹۷۰	فوائد الناظرین ۲۳ مارچ ۱۸۴۵ء تا ۲۹ دسمبر ۱۸۴۵ء		؟
۹۷۱	فوائد الناظرین ۱۲ جنوری ۱۸۴۶ء تا ۷ ستمبر ۱۸۴۶ء		؟
۹۷۲	فوائد الناظرین ۶ جنوری ۱۸۵۴ء		؟
۹۷۳	دہلی اردو اخبار ۵ جنوری ۱۸۵۱ء تا ۲۸ دسمبر ۱۸۵۱ء		محمد حسین آزاد
۹۷۴	دہلی اردو اخبار ۴ جنوری ۱۸۵۲ء تا ۲۶ دسمبر ۱۸۵۲ء		؟
۹۷۵	دہلی اردو اخبار جلد ۱۶ (۱۸۵۴ء)		محمد حسین آزاد
۹۷۶	زاد المومنین	قریب ۱۱۰۰ھ	؟
۹۷۷	مصباح الصلوٰۃ	۱۲۴۱ھ	شاہ سعید الدین
۹۷۸	خیابان مہدی	قریب ۱۲۵۰ھ	مہدی
۹۷۹	تیسیر الصلوٰۃ	قبل ۱۲۵۰ھ	ولایت علی عظیم آبادی
۹۸۰	نور الہدایہ	" "	سید حیات

۹۹۱ نصیحت المسلمین ۱۲۳۹ھ خرم علی
۹۹۵ کنز الرموز قریب ۱۲۰۰ھ ؟
۹۹۶ ترجمہ رسولہ عشرہ ۱۱۸۵ھ محمد مہدی واصف
۹۹۷ توصیف النبی ۱۲۸۰ھ "
۹۹۸ سعادت مریدیہ محمد باقر آگاہ
۹۹۹ تاریخ ارسطو جاہ قبل ۱۲۸۵ھ میر احمد علیخاں موسوی
۱۰۰۰ رسالہ قطاع (یعنی اعمال پرکار قضایا) ۱۲۷۸ھ محمد فیاض الدین خاں مشرف جنگ
۱۰۰۳ سبیل نجات عنایت علی
۱۰۱۵ تذکرۂ طوطیان ہند ۱۹۳۶ء مولانا تمکین کاظمی
۱۰۱۶ تفسیر قرآن قبل ۱۲۰۰ھ ؟
۱۰۱۷ مجلس سوم " ۱۲۱۵ھ شاہ تجلی علی تجلی
۱۰۱۹ کلیات رمز قبل ۱۳۱۷ھ سدا نند جوگی بہاری لال رمز
۱۰۲۲ کلام جان صاحب ؟
۱۰۲۳ تلاوت الوجود قریب ۱۱۲۵ھ شاہ علی ابن بابا شاہ
۱۰۲۴ کلام نعتیہ قبل ۱۳۴۸ھ امیر، شائق، آصف، شاد وغیرہ
۱۰۲۵ چارکرسی قریب ۱۲۰۰ھ عبدالحق
۱۰۲۶ رسالہ عرفان قبل ۱۱۰۰ھ ؟
۱۰۲۷ شکارنامہ " ۹۰۰ھ سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز
۱۰۲۸ دستگیرنامہ " ۱۱۰۰ھ لطفی
۱۰۳۱ باغ و بہار میر امن دہلوی
۱۰۳۲ رسالہ علم ہیئت قریب ۱۲۵۰ھ دارالترجمہ شمس الامرا
۱۰۳۳ بیاض کلام قریب ۱۲۵۰ھ اطہر، درگاہی، دبیر، شہباز وغیرہ
۱۰۳۴ بیاض کلام قبل ۱۲۵۰ھ مختلف شعرائے کرناٹک و ارکاٹ
۱۰۳۶ قصۂ نیجۂ آفتاب و مہر شاہ ۱۲۱۵ھ مذنب
۱۰۳۷ قصۂ اصحاب کہف قریب ۱۲۰۰ھ ؟
۱۰۴۲ باغ ارم ۱۲۴۴ھ حکیم محمد یحییٰ ندرت
۱۰۴۳ دیوان مصحفی قبل ۱۲۴۰ھ شیخ غلام ہمدانی مصحفی
۱۰۴۴ سحرالبیان ۱۱۹۹ھ میر حسن

۱۰۴۵ تفسیر مرادی ۱۱۸۵ھ مراداللہ انصاری سنبھلی
۱۰۴۶ دیوان شرف قبل ۱۳۰۰ھ آغا حجو شرف لکھنوی
۱۰۴۷ چہار درویش میر امن دہلوی
۱۰۴۸ حالات کربلا قبل ۱۱۰۰ھ ؟
۱۰۴۹ تاریخ جیون خاں ۱۳۰۵ھ ؟
۱۰۵۰ چشمۂ نعمت ۱۳۳۰ھ عبدالحی موہانی
۱۰۵۲ قصص الانبیاء قبل ۱۲۵۰ھ عبدالصمد ابن نصرت جنگ
۱۰۵۳ ام الائمہ ۱۳۲۹ھ قاضی محمد حسین وفا سیتاپوری
۱۰۵۴ رسالہ انشائے زبان فارسی قبل ۱۲۵۰ھ
۱۰۵۵ دیوان شرف قبل ۱۳۰۰ھ آغا حجو شرف
۱۰۵۶ لازم المبتدی قریب ۹۰۹ھ شیخ اشرف بیابانی
۱۰۵۷ ترجمہ شمس الہندسہ ۱۲۵۵ھ شمس الدین فیض
۱۰۵۸ سفرنامہ ہند ۱۳۲۸ھ حکیم محمود صمدانی
۱۰۵۹ درود نامہ ۱۲۵۰ھ غلام نبی
۱۰۶۰ دنانامہ " "
۱۰۶۱ سخاوت نامہ " "
۱۰۶۳ رسالہ ترتیب النکاح ۱۲۵۰ھ قاضی شمس الدین اودگیری
۱۰۶۴ رسالہ عیدین ۱۲۴۰ھ " " "
۱۰۶۵ رسالہ تولد نامہ ۱۲۶۰ھ " " "
۱۰۶۶ رسالہ جمعہ " " " "
۱۰۶۷ رسالہ احوال میت ۱۲۴۰ھ " " "
۱۰۶۸ رسالہ لباس ۱۲۶۴ھ " " "
۱۰۷۰ ریختہ ہندی کی صرف و نحو قریب ۱۷۹۸ء جان گلکرسٹ
۱۰۷۱ ریختہ ہندی کا رسم الخط قریب ۱۷۹۸ء "
۱۰۷۲ مرثیہ الوداع قریب ۱۰۹۰ھ مرزا بیجاپوری
۱۰۷۴ دیوان برق قریب ۱۲۵۰ھ فتح الدولہ مرزا رضا خاں

۱۰۷۴ جوگ منتر قبل ۱۲۲۳ھ ذوالفقار علیخاں صفا لکھنوی
۱۰۷۵ مقصود الطالبین قبل ۱۲۰۵ھ ؟
۱۰۷۶ تفسیر تصریح ۔ قبل ۱۲۵۰ھ حافظ میر شجاع الدین
۱۰۷۷ تفسیر قرآن ۔ قریب ۱۱۰۰ھ ؟
۱۰۷۹ باری نامہ قبل ۱۲۵۰ھ غفار قادری
۱۰۸۰ نصاب العارفین ۱۲۵۸ھ حسین علی مرتضیٰ نگری
۱۰۸۱ ترجمہ آدم فی الصمدیت قریب ۱۲۱۰ھ } شیخ آدم
۱۰۸۲ تحفۃ النصائح ۱۰۴۵ھ قطب الدین رازی
۱۰۸۳ اعجاز الاسلام ۱۲۱۵ھ شیخ آدم
۱۰۸۴ تاریخ افغانستان و سندھ ۱۲۶۱ھ } سید فدا حسین
۱۰۸۵ تاریخ افغانستان ۱۸۴۱ء شیخ ذوالفقار الدین بجنوری
۱۰۸۶ ضمیمہ تاریخ افغانستان و سندھ ۱۸۴۵ء } میر اشرف علی گلشن آبادی
۱۰۸۸ دیوان قیس قبل ۱۲۳۰ھ محمد صدیق قیس
۱۰۹۰ رسالہ مہامدری ۱۲۷۰ھ ؟
۱۰۹۱ رسالہ گرہن ۱۲۰۰ھ ؟
۱۰۹۲ رسالہ خرقہ خلافت ۱۲۵۰ھ ؟
۱۰۹۳ب رسالہ بے نماز ؟
۱۰۹۶ سفر بمبئی و ورنگل ۱۳۳۰ھ نجیب الدین خاں
۱۰۹۹ بیاض اشعار ۱۳۰۰ھ مختلف شعرا
۱۱۰۰ اخلاق ہندی ۱۲۱۷ھ بہادر علی حسینی
۱۱۰۳ رسالہ معرفت قبل ۱۲۰۰ھ ؟
۱۱۰۹ ارشاد الطالبین 〃 ۱۰۰۰ھ شاہ برہان الدین
۱۱۱۰ پنج گنج 〃 ۹۹۰ھ 〃
۱۱۱۱ محیط مطلق 〃 ۱۰۵۰ھ شاہ امین الدین
۱۱۱۲ گنج مخفی 〃 ۱۱۰۰ھ شاہ حسین
۱۱۱۳ چار تن 〃 ۹۵۰ھ شاہ داول
۱۱۱۴ رموز السالکین 〃 ۱۰۵۰ھ شاہ امین
۱۱۱۵ مغز مرغوب قبل ۱۱۰۰ھ شاہ کمال
۱۱۱۷ وصیت الہادی 〃 ۹۹۰ھ شاہ برہان
۱۱۱۸ وجود العارفین 〃 ۱۱۲۵ھ شاہ علی پیر
۱۱۱۹ ذکر نامہ 〃 ۱۱۹۴ھ مرید شاہ برہان
۱۱۲۳ رسالہ قربیہ قریب ۱۱۰۰ھ شاہ امین
۱۱۲۴ گفتار برہان 〃 ۹۹۰ شاہ برہان
۱۱۳۰ منظوم اردو مخطوط قبل ۱۲۰۰ھ یار علی و ابراہیم خاں
۱۱۳۱ بیاض کلام 〃 〃 قاسم، سراج، داؤد
۱۱۳۲ دیوان محشری ۱۳۲۲ھ محشری
۱۱۳۳ دیوان دوم محشری 〃 〃
۱۱۳۴ بیاض تمکین قریب ۱۳۵۰ھ شہیدی، ثریا، اطہر
۱۱۳۷ تقریر الشہادتین ۱۲۶۰ھ میر وارث علی سیفی
۱۱۳۸ ترجمہ سر الشہادتین ۔ قریب ۱۲۷۰ھ حضرت شاہ
۱۱۳۹ روضۃ الشہدا ۱۱۳۷ھ ولی ویلوری
۱۱۴۰ نجات قاسم ۔ قبل ۱۲۵۰ھ محمد قاسم ابوالعلائی
۱۱۴۳ رسالہ رد وہابیہ ۱۳۰۳ھ محمد نعیم مسکین شاہ
۱۱۴۸ دستور العمل صوفیہ ۱۳۱۰ھ ؟
۱۱۴۹ دیوان عنصر ۱۳۱۳ھ میر احمد علی عنصر
۱۱۵۰ دیوان عشق ۱۱۹۵ھ مرزا جمال اللہ عشق

فارسی مخطوطات

۱ نفحات الانس من حضرات القدس ۸۸۲ھ } عبدالرحمن بن احمد الجامی
۲ سلک السلوک ۷۳۲ھ ضیاء الدین نخشبی
۳ رقعات امان اللہ حسینی
۴ گلستان سعدی شیرازی
۵ الف دیوان مظہر مرزا مظہر جان جاناں
ب قصیدہ شاہ نعمت اللہ ۶۸۰ سید شاہ نعمت اللہ ولی

۶	بیان روح	سید عبدالرحمن حسینی القادری
۹	مجمع الانشا	مرزا افضل اللہ خاں
۱۰ الف	کارستان ۱۰۵ھ	ملا منیر
ب	شرح کارستان	؟
۱۱	مقدم الصلوٰۃ	ظہیر گرامی
۱۲	تاریخ عادل شاہ	نوراللہ بن قاضی سید علی
۱۳	علوم الثانی	مرزا مہدی خاں کوکب
۱۴	سلک السلوک	ضیاء الدین نخشبی
۱۵	اخص الخواص	خواجہ عثمان ہارونی
۱۶	رسالہ وجود	؟
۱۷	مقام محمود	سید عبدالرحمن القادری
۱۸	نفس رحمانی	سید عبدالرحمن الحسینی القادری
۱۹	رسالہ عدم - قریب ۹۷۷ھ	؟
۲۰	انشائے یوسفی	؟
۲۱	بیاض رقعات	؟
۲۲	رقعات	امان اللہ حسینی
۲۴	جامع القوانین (انشائے خلیفہ)	خلیفہ شاہ محمد
۲۵	رسالہ جات وجود	میر شاہ ظہور الدین
"	رسالہ وجود	شیخ فریدین
۲۶	سرمۂ اغنیاء	مرزا عبدالقادر بیدل
۲۷	رقعات	لالہ تلسی رام
۲۸	اساس الاسلام	عابد
۲۹	منہاج العابدین	"
۳۰	عالمگیر نامہ	
۳۱	سفینۃ الاولیاء ۱۰۴۹ھ	محمد دارالشکوہ شاہزادہ
۳۲	بہار دانش ۱۰۶۱ھ	محمد صالح
۳۳	شمائل نبی و ادعیہ	ہمدم شیرازی
۳۴	جغرافیائے طبیعی	مرزا مہدی خاں کوکب
۳۵ الف	حق نما	شہزادہ دارالشکوہ
۳۵ ب	رسالہ تشریح احدیت	؟
" ج	ذکر خفی و جلی	؟
۳۶	طور معرفت	مرزا عبدالقادر بیدل
۳۷	توزک قطب شاہیہ	میر روشن علی (؟)
۳۸	رسالہ جات ادعیہ و اوراد	مولانا عصمت اللہ بخاری
۳۹	وصایا - قبل ۱۱۷۷ھ	؟
۴۰	رقعات	مرزا بیدل
۴۱ الف	دیوان	محبوب سبحانی
" ب	قصیدہ در مدح محبوب سبحانی	خواجہ قطب الدین بختیار
۴۲	قوت لا یموت	سید فضل علی شفائی خاں
۴۳	دیوان	میر تقی میر
۴۵	رقعات	محمد مراد
۴۶	تواریخ فرخندہ	محمد قادر خاں منشی بیدری
۴۷	مقدمات طبیعات	مرزا مہدی خاں کوکب
۴۹	مخزن اسرار	نظامی گنجوی
" الف	فراست نامہ	؟
" ب	رسالۂ سلوک	؟
" ج	رسالۂ بی بی فاطمہ	؟
۵۰	اساس المصلی	رکن الدین سندھی
۵۱	گلدستۂ محسنی	محمد محسن مصطفیٰ آبادی
۵۲	نل دمن	فیضی فیاضی
۵۳ الف	شرح میر شمس الدین ۱۲۵۳ھ	میر شمس الدین محمد فیض
" ب	اعمال معما	مصنف نامعلوم غالباً فیض
۶۵	مثنوی	شاہ شرف بو علی قلندر
۷۶	شجرۂ چشتیہ	مسکین شاہ
۷۷ الف	شجرۂ سہروردیہ	"
" ب	شجرۂ کبرویہ	"
۸۹	روزنامچہ وزیر نانسی ۱۸۵۳ء	"
۹۲	خطوط و رقعات	نعمت خاں عالی

۱۰۱	دعائے داؤد سریانی	سید ابراہیم سید وغیرہ
"	شرح محبت نامہ	؟
۱۰۸	عروج سیفی	سیفی
۱۱۴	دستور الامتیاز ۱۱۶۰ھ	؟
۱۱۵	زاد المسافرین ۷۲۹ھ	حسین بن معین
۱۲۹	واحد باری	اشرف
۱۵۴	ہفت بند	ملا حسین واعظ کاشفی
"	مکر زنان۔ قبل ۱۲۵۶ھ	ابراہیم
۱۶۰	سبحات۔ قبل ۱۲۲۸ھ	سید عبد القادر فخری
۱۸۵	علوم انسانی	مرزا مہدی خان کوکب
۱۸۶	حقیقت المحققین ۱۱۷۹ھ	سید سلطان محی الدین بادشاہ
۱۸۷	شرح جامع عباسی قبل ۱۰۵۰ھ	علامہ محمد ابن خاتون
۱۸۹	مجموعہ کلام شعرائے عالیمقام	شوکت
۱۹۲	ضرب ثالث	عبد النبی ابن قاضی عبد الرسول
۱۹۳	خلاصۃ المسائل	تاج محمود قادری
۱۹۴	حسنات العارفین ۱۰۶۲ھ	شہزادہ دارا شکوہ
۱۹۶	سوالات و جوابات	دارا شکوہ و بابا لال
۱۹۷	تبصر القراء	حسن القاری
۲۰۱	مجموعہ ادعیہ	؟
۲۰۴	معرفت السلوک	شیخ محمود چشتی
۲۰۵	نشاط العشق ۸۴۴ھ	عبد اللہ بن حسن بن علی
۲۰۹	مجموعۂ مستزاد	عطاروی شاہ محمد غوث
۲۱۱	شرح علامی ۱۲۴۸ھ	محمد اعلم لکھنوی
۲۱۳	قانونچہ بہرو بخش	امر سنگھ خاکی
۲۱۶	بوستان	سعدی شیرازی
۲۱۹	آمدن نامہ	؟
۲۲۰	انشائے دلکشا	سید نثار علی بخاری
۲۲۱	مقالۂ پارسی ۱۱۰۲ھ	محمد سعید بہمند المتخلص مستمند
۲۲۳	رسالۂ درویشی	؟

۲۲۹	زبدۃ الحساب	حافظ احمد بن شیخ محمد موبلی
۲۳۰	گلزار شفیق ۱۱۰۶ھ	حکومت رائے
۲۳۱	نگارین نامہ	؟
۲۳۲	پربود چندر	بنوالی چند
۲۳۳	گیتا مترجم مراۃ الحقائق	عبد الرحمٰن بن عبد الرسول عباسی
۲۳۴	شری مہادیو کا ارشاد	
۲۳۵	مکتوب در اوصاف روح	؟
۲۳۶	شری مہادیو کا ارشاد	عبد الرحمٰن بن عبد الرسول
۲۳۷	اتمان ششتیا (مترجمہ)	"
۲۳۸	رسالۂ اطوار	"
۲۳۹	ذکر و فکر صوفیا	؟
۲۴۰ الف	شرح اسامی دیوان حافظ	میر سید علی ہمدانی
" ب	کلام صوفیا	؟
۲۴۱	روح الارواح	؟
۲۴۲	مقدمہ دجور	؟
۲۴۳	مخزن طب قطب شاہی	؟
۲۴۵	مرثیہ محتشم	محتشم کاشی
۲۴۶	رسائل طغرئ	ملا طغرئ
۲۴۸	مجموعہ قواعد خوشنویسی	میر دلاور علی دانش
۲۴۹	حروفات مروتہ مہر	سیاوخش ابن اور میقاد
۲۵۰ الف	تحفۃ النصائح ۷۹۵ھ	شیخ یوسف چشتی
" ب	ضمیمہ تحفۃ النصائح	؟
۲۵۲	باغ ابراہیم ۱۲۴۲ھ	غلام حسین بن زین العابدین
۲۵۳	کلام النور	انوار اللہ خان فضیلت جنگ
۲۵۸	مرات المسائل ۱۱۳۷ھ	عزت خاں برہانپوری
۲۵۹	عوامل النحو	؟
۲۶۰	ترجمہ مفتاح الفلاح	جمال الدین محمد بن حسین
۲۶۱	تزک آصفیہ	شاہ تجلی علی
۲۶۲	معرفت النساء	؟

۲۶۳	رسالہ منطق	ابوالبقا بن عبدالباقی
۲۶۴	قصہ دلربا ۱۱۵۰ھ	سدانند ولد چھبیل داس
۲۶۵	مرکاتبات علامی ۱۰۱۵ھ	عبدالصمد بن افضل احمد
۲۶۶	قصۂ بہرام گور	غلام احمد
۲۶۷	انشائے منشی	نعمت اللہ بن اسرائیل
۲۶۸	دیوان بیدل	مرزا عبدالقادر بیدل
۲۶۹	نورس نامہ	ملا ظہوری
۲۷۰	جامع القوانین ۱۰۸۵ھ	خلیفہ شاہ محمد
۲۷۱	زاد المومنین	حسین ابن حسن
۲۷۲	تاریخ ٹیپو سلطان	؟
۲۸۰	لوائح	جامی
۲۸۱	صدق مقال	ملا ظہوری
۲۸۲	جامع القوانین ۱۰۸۵ھ	خلیفہ شاہ محمد
۲۸۳	روضۃ الشہدا	ملا حسین واعظ کاشفی
۲۸۴	شمائل الانقیاد	رکن عماد دبیر
۲۸۵	بہار دانش ۱۰۶۱ھ	محمد صالح
۲۸۷	روضۃ الصفا	محمد خاوند شاہ
۲۸۹	سالوتر اسپان ۱۰۱۸ھ	عبداللہ ابن حسینی
۲۹۲	تحفۃ النصائح	سید یوسف حسینی
۲۹۸	خطبۃ الحاجیہ من علماء کلکتہ	قاضی محمد ارتضا علی خان
۲۹۹	شرح گلستان	محمد نوراللہ احراری
۳۰۰	دل افروز ۱۲۴۸ھ	فدائی
۳۰۲	پندنامۂ لقمان ۱۱۳۰ھ	فتح شریف بلخی
۳۰۳	تحفۃ الاحرار	جامی
۳۰۴	مکتوبات سید عبدالقادر جیلانی	علی بن حسام الدین متقی
۳۰۵	وصایائے نوشیروان عادل	؟
۳۰۶	وصایائے عبداللہ انصاری	خواجہ عبداللہ انصاری
۳۰۷	رسالہ نصیحت	امام غزالی
۳۰۸	رسالہ نصائح	؟
۳۰۹	رسالۂ سوال وجواب	؟
۳۱۱	تواریخ ائمہ	یکرنگ
۳۱۳	احکام الصلوٰۃ	؟
۳۱۶	روضۃ الاحباب	عطاء اللہ بن فضل اللہ
۳۱۷	سیر محمدی ۸۳۱ھ	محمد علی سامانی
۳۱۹	مناقب غوثیہ	محمد صادق شہابی سعدی
۳۲۰	یوسف زلیخا ۹۹۹ھ	جامی
۳۳۶	نان وحلوا	محمد بہار الدین الآملی
۳۳۷	رسالۂ طب	؟
۳۵۱	مثنوی معنوی	مولانا جلال الدین رومی
۳۵۲	دیوان اسیر	جلال الدین اسیر
۳۵۳	دیوان حافظ	حافظ
۳۵۴	مخزن اسرار	نظامی
۳۵۵	رسالۂ نجوم	؟
۳۵۶	رویت الحق ۱۰۰۰ھ	شیخ محمود
۳۵۷	لیلاوتی ۹۹۵ھ	جہاسکرا چارج ترجمہ فیضی
۳۵۸	دیوان	شمس تبریز
۳۵۹	مخزن اسرار	نظامی گنجوی
۳۶۱	عروس عرفاں ۱۱۱۶ھ	قاضی محمود بحری
۳۶۴	رسالہ	بایزید بسطامی
۳۶۶	عقاید دینیہ	ضیاء الدین بن سعید جرجانی
۳۶۷	نصائح خواجہ عبداللہ انصاری	خواجہ عبداللہ انصاری
۳۶۸	ترجمہ اعتقادات	محمد کریم ابن شیخ احمد
۳۶۹ الف	خاصیت چہل اسماء	شیخ شہاب الدین مقتول
" ب	دعائے صبوحی	حسن استرآبادی
۳۷۲	دعائے سریانی مع ترجمہ	حضرت عبداللہ ابن عباس
۳۷۴	انشائے تسکین	غفور علی تسکین
۳۷۵	گلستان	سعدی
۳۷۶	یوسف زلیخا ۹۹۹ھ	جامی

۳۸۱	عنصر دوم	مرزا عبدالقادر بیدل
۳۸۲	چہار عنصر	” ”
۳۸۳	دیوان بیدل	” ”
۳۸۴	عنصر سوم	” ”
۳۸۵	سرمۂ اغنیا	” ”
۳۸۶	تاریخ فرشتہ	ابوالقاسم فرشتہ
۳۸۷	لمعات	شیخ عراقی
۳۸۸	جامع عباسی قبل ۱۰۳۱ھ	بہاء الدین محمد آملی
۳۸۹	تکملہ جامع عباسی ”	نظام بن حسین ساوجی
۳۹۰	رسالہ شاہ مدار	؟
۳۹۱	خلاصہ شاہنامہ ۱۰۶۳ھ	توکل بیگ
۳۹۲	محامد حمادیہ	محمد برہان الدین خاں
۳۹۳	شرح امالی	سید علی ترمذی
۳۹۴	جام زریا چہار چمن	حکیم ناصری
۳۹۶	مجرب نسخہ جات	شیخ داؤد حرارت
۳۹۸	نسخہ کھوڑا چولی	حضرت خواجہ بندہ نواز
۳۹۹	سفینۃ الاولیاء	داراشکوہ
۴۰۸	نصاب العارفین ۱۳۲۸ھ	حسین علی شاہ
۴۱۰	دہ مجلس	محتشم کاشی
۴۱۱	عقاید اسلام	عبدالجلیل
۴۱۲	تنبیہہ الغافلین	بہاء الدین محمد ابراہیم تردی
۴۱۳	مثنوی رومی	سید حسینی بادشاہ قادری
۴۱۴	بوستاں	سعدی شیرازی
۴۱۶	دستور المبتدی	شیخ صفی بن نصیر
۴۱۸	اصلاحات حدیث	عبدالاول ابن علاء الحسینی
۴۱۹	احکام الصلوٰۃ	؟
۴۲۱	فتوح الغیب	شیخ عبدالقادر جیلانی
۴۲۳	سوانح دکن	منعم ہمدانی اورنگ آبادی
۴۲۴	مشعب	؟

۴۲۵	نور القلوب	؟
۴۲۶	لوائح	جامی
۴۲۷	دیوان برہمن	چندربھان برہمن
۴۲۸	قواعد فارسی	روشن علی جونپوری
۴۲۹	محمود اللغات فرہنگ	شیخ محمود
۴۳۳	رسالہ تجوید	؟
۴۳۴	اثبات الاحوطیہ	محمد افضل
۴۳۹	یادگار غلام حسین	؟
۴۴۳	سراپائے ماہ لقا	سید ابوالقاسم میر عالم
۴۴۶	سعادت الکونین ۱۲۲۴ھ	مفتی محمد اکرام الدین
۴۴۷	تمہیدات عین القضات	عین القضات
۴۴۹	شرح تہذیب	؟
۴۵۱	ہدایہ	علامہ مرغینانی
۴۵۲	حفظ مراتب ۱۰۰۹ھ	خوب محمد چشتی
۴۵۳	کتاب منیر در مدح پیر	قاضی منیر الدین حسین
۴۵۴	کلام منیر	” ” ”
۴۵۹	رسالۂ مقداریہ	میر محمد مومن پیشوا
۴۶۰	مجموعہ فضائل ۱۱۴۵ھ	خلیفہ شاہ محمد
۴۶۱	انشائے نعمتی	نعمت اللہ
۴۶۲	زینت قاری ۱۱۰۶ھ	محی الدین
۴۶۳	سفر السعادہ	شیخ مجد الدین محمد
۴۶۴	گلستاں	سعدی شیرازی
۴۶۷	ترکیب بند کرامت	بلہار
۴۷۱	جواہر الحکم ۱۳۲۴ھ	محمد مہدی خراسانی
۴۷۳	عشرت کدۂ آفاق	چندو لال شاداں
۴۷۴	”	” ”
۴۷۵	مکاتیب خواجہ بندہ نواز	سید محمد حسینی بندہ نواز
۴۷۶	انشائے مروارید	ملا منیر
۴۷۷	کارستاں	”

۴۷۸	رقعات قاضی زین الدین		قاضی محمد زین الدین
۴۷۹	تاریخ دکن		؟
۴۸۰	وفات نامہ		؟
۴۸۱	عقاید نامہ		؟
۴۸۲	نام حق	۴۹۳ھ	شرف بخاری
۴۸۳	مفتاح الصلوٰۃ	۱۲۰۱ھ	؟
۴۸۴	خیر الزاد الیوم المعاد		محمد خیر الدین العمری
۴۹۰	مقدمہ شرح جام جہاں نما		شیخ خوب محمد چشتی
۴۹۱	شراب جام		″
۵۲۷	سراج اللغۃ	۱۱۶۵ھ	سراج الدین علیخاں آرزو
۵۲۸	رسالہ قواعد فارسی		عبد الواسع ہانسوی
۵۳۰	شرح الفیض	۱۳۴۵ھ	میر شمس الدین محمد فیض
۵۳۷	امواج خوبی		خوب محمد چشتی
۵۴۱	مرغوب القلوب	۷۵۰ھ	شمس تبریزی
۵۴۵	مرآۃ الحقایق		عبد الرحمن چشتی
۵۴۶	مثنوی شرف		شاہ شرف بو علی قلندر
۵۵۲	نالۂ درد	۱۲۹۰ھ	خواجہ میر درد
۵۵۳	دیوان مظہر	۱۱۷۱ھ	مظہر جان جاناں
۵۵۷	عروس عرفان	۱۱۱۶ھ	قاضی محمود بحری
۵۶۰	ماہ نامہ	۱۱۲۳ھ	غلام حسین خاں جوہر
۵۶۴	گنج طلسم	قبل ۱۰۰۰ھ	شاہ نعمت اللہ ولی
۵۹۸	دیوان سودا		مرزا محمد رفیع
۶۰۱	غزالان الہند	۱۱۷۸ھ	غلام علی آزاد بلگرامی
۶۰۵	شرح میر شمس الدین	۱۲۵۳ھ	میر شمس الدین محمد فیض
۶۱۳	اصول التواریخ	۱۱۲۷ھ	حافظ غلام محمود
۶۱۴	رازق باری	۱۱۵۰ھ	سید محمد والہ
۶۱۹	تحفۃ النصائح	۷۹۵ھ	شیخ محمد یوسف
۶۲۰	″	″	″
۶۲۱	وقایع معظمہ	۱۲۵۲ھ	بدر الدین خاں تمیز
۶۲۵	تذکرۂ شعرا	۱۱۶۵ھ	شیخ علی حزیں
۶۲۶	تواریخ سیر الہند	۱۲۴۶ھ	محمد قادر خاں بیدری
۶۴۱	تفسیر سورۂ یوسف	قبل ۱۲۵۴ھ	معین الدین
۶۴۲	منطق الطیر		عطار
۶۴۷	رسالہ وجودیہ	؟	بدیع الدین شاہ مدار
۶۵۰	رسالہ درویشی	قبل ۱۱۹۴ھ	؟
″ ب	رسالہ تصوف	″	سید اشرف جہانگیر
۶۷۶	دیوان اشفاق	۱۲۵۰ھ	محمد علی اشفاق
۶۸۱ ب	تعبیر نامہ	قبل ۱۲۱۱ھ	؟
″ ج	فال نامہ	″	؟
۶۸۶	نکاح نامہ	قبل ۱۲۷۸ھ	؟
۶۸۶	عجائب و غرائب	قبل ۱۲۳۶ھ	دولت رام
۶۹۲	سوانح دکن	۱۲۰۰ھ	خواجہ منعم خاں
۶۹۶	حق نما	۱۰۵۵ھ	دارا شکوہ
۷۰۱	مطبوع صبیان	قبل ۱۲۰۰ھ	صفی
۷۰۲	کریما مع ترجمہ	قبل ۱۲۵۰ھ	-
۷۳۲	کلام فاروق	۱۲۳۷ھ	خان عالم خاں فاروق ارکاٹ
۷۴۳	کفایت الاسلام	۵۹۹	؟
۷۵۲	ملفوظات	قبل ۱۱۰۰ھ	امین الدین علی
۷۵۳	اذکار و اشغال	″	″
۷۵۴	بیاض منقبت	قریب ۱۱۸۵ھ	غواصی، بندہ نواز وغیرہ
۷۵۵	کلیات	۱۲۰۰ھ	مرزا رفیع سودا
۷۵۸	کلمات طیبات		حضرت علی
۷۵۹	رسالہ نماز	؟	؟
۷۶۰	تعلیم الصبیان	قبل ۱۲۵۰ھ	ملا باقر مجلسی
۷۶۱	رسالہ اصول دین	″	حافظی
۷۶۲	تنبیہ الغافلین		بہاء الدین محمد
۷۶۳	گلستان خیال	قبل ۱۱۵۰ھ	سید محمد والہ موسوی
۷۶۴	منتخب دیوان		″

۷۶۵	کلیات بیدل قبل ۱۲۰۰ھ		میر علی مردان خاں
۷۶۶	دیوان مظہر	" ۱۱۷۰ھ	مرزا مظہر جان جاناں
۷۶۹	دہ مجلس	؟	؟
۷۷۲	بیاض کلام قبل ۱۲۲۶ھ		انور، بیدل، استادان وغیرہ
۷۷۷	"	؟	غلامی، سالم، قطب شاہ
۸۰۶	طوطی نامہ	؟	سید محمد قادری
۸۰۷	انشائے صبیان	؟	مہدی
۸۰۸	آمدن نامہ قبل ۱۲۳۱ھ		؟
۸۰۸ حیا	بزرجمہر نامہ	" "	؟
۸۱۲	شمائل الاتقیا	۸۳۸ھ	رکن الدین بن عماد
۸۲۳	جامع الفوائد	۱۱۸۵ھ	نوازش علیخاں شیدا
۸۲۶	رسالہ تشکاریہ	؟	شاہ مرزا مہدی خاں صفوی
۸۲۷	"	؟	محمد شمس حصاری
۸۲۸	اساس الاسلام	۱۰۶۴ھ	جابر
۸۳۵	دیوان عقیل قبل ۱۳۲۰ھ		سید محمد حسینی عقیل
۸۴۷	بیاض کلام	" ۱۲۷۶ھ	صدر الدین شعلہ، تلسی رام
۸۵۶	انشائے لکھن	۱۲۳۰ھ	راجہ لکھن لال
۸۵۸	نان و حلوا		بہاء الدین آملی
۸۶۰	ضوابط آصفجاہ	۱۱۷۵ھ	لالہ منسا رام
۸۶۱	مقصود العاشقین قبل ۱۱ھ		شیخ داؤد بیجاپوری
۸۶۳	نسل نامہ و حالات		شاہ میراں جی شمس العشاق
۸۶۴	دیوان ذکا مدراسی	۱۲۷۵ھ	محمد حبیب اللہ ذکا
۸۶۵	قصائد ذکا	۱۲۸۰ھ	"
۸۶۷	اذکار مسکین	۱۱۹۶ھ	رائے بھوانی شنکر
۸۷۲	بیاض کلام	۱۲۵۰ھ	حیفری، بہرام، وثاقی وغیرہ
۸۷۴	عشرت کدہ آفاق	۱۲۳۲ھ	چندو لال شاداں
۸۷۶	ادعیہ و اوراد	۱۳۰۲ھ	؟
۸۷۸	کلیات	۱۱۰۰ھ	میر جعفر علی زٹلی
۸۸۱	شمع دبستاں	؟	حسین علی دبیر

۸۸۷	فرہنگ فارسی و ترکی		؟
۸۹۶	بیاض کلام	۱۲۲۵ھ	ضیا، جعفر زٹلی
۸۹۷	دیوان شہید	۱۱۷۵ھ	محمد باقر شہید
۸۹۸	دیوان حافظ		حافظ شیرازی
۹۰۴	کام روپ و کام لتا (دستور ہمت)	۱۰۹۶ھ	میر عیسیٰ ہمت خاں میراں
۹۰۵	قصہ کام روپ و کام لتا (منظوم)	۱۰۹۶ھ	محمد مراد
۹۲۴	نان و حلوا	۱۰۳۰ھ	بہاء الدین آملی بہائی
۹۲۵	ہفت بند	۷۲۰ھ	ملا حسن کاشی
۹۳۴	خلاصۃ التواریخ	۱۱۰۷ھ	منشی سبحان رائے
۹۳۷	قصہ شاہزادہ کاشغر	۱۱۷۱ھ	مرزا عطا ضیا برہانپوری
۹۳۸	داستان چار چمن	"	"
۹۳۹	تذکرہ صحائف الہدایت قبل ۱۱۷ھ		سید غلام قادر سامی
۹۴۰	کشکول (نظم) ضیاء	۱۱۷۱ھ	مرزا عطا ضیا
۹۴۱	مجموعہ مکتوبات	۱۱۷۱ھ	"
۹۴۲	دستور العمل شاہنشاہی		اورنگ زیب عالمگیر غازی
۹۴۳	توصیف جاترائے گدہ مکتیسر قبل	۱۱۷۱ھ	مرزا غلام علی جوہر
۹۴۴	انتخاب تذکرہ کلمات الشعراء قبل	۱۱۷۰ھ	افضل سرخوش
۹۴۵	دیوان مرزا مظہر قبل	۱۱۷۰ھ	مرزا مظہر جان جاناں
۹۴۶	منظومات ضیاء	۱۱۷۱ھ	مرزا عطا ضیاء برہانپوری
۹۴۷	حکایات ضیاء	"	مرزا عطا ضیاء
۹۴۸	بیاض میر جعفر علی	۱۲۳۵ھ	؟
۹۵۱	بیاض میر عباس علی	۱۱۹۵ھ	
۹۵۳	ختم عشق	۱۱۰۴ھ	محمد رضا
۹۵۷	منظومات قبل	۱۰۰۰ھ	شمس تبریز، خواجہ بندہ نواز
۹۵۸	چہار تا در رسالہ چہار پیر و چہاردہ خانوادہ قبل	۱۰۰۰ھ	؟

۹۷۸	زبدۃ التعریف		ظہیر بن محمود العلوی
۹۷۹	کتخدائی حسن و عشق		نعمت خاں عالی
۹۸۰	حاشیہ شجرۃ الامانی		؟
۹۸۱	فسانۂ عجائب		مرزا رجب علی بیگ سرور
۹۸۲	قانونچہ بہرہ بخش	۱۱۶۰ھ	امر سنگھ خاکی
۹۸۳	کفایت الاعتقاد		فقیر حسین کشمیری
۹۸۴	نسائم القادریہ (حیات غوث اعظم)		؟
۹۸۵	نصاب الصبیان	۶۱۷ھ	ابو نصر فراحی
۹۸۶	رقعات امان اللہ حسینی	۱۰۴۴ھ	
۹۸۷	زبدۃ		ظہیر بن محمود
۹۹۲	تاریخی خطوط عہد آصفجاہ اول	قبل ۱۱۷۵ھ	؟
۹۹۳	بہار دانش	۱۰۶۱ھ	عنایت اللہ لاہوری
۹۹۴	انشائے بہتر	۱۲۶۸ھ	سید علاء الدین حسینی کرملی
۱۰۰۱	قصائد و قطعات		امیر خسرو
۱۰۰۲	تکمیل الایمان		عبد الحق محدث دہلوی
۱۰۰۴	شمائل النبی	قرینۃً ۱۳۰۰ھ	امداد علی علوی
۱۰۰۵	مستزاد		رومی و عطار
۱۰۰۶	رقعہ	۱۲۲۸ھ	مولانا رفیع الدین دہلوی
۱۰۰۷	قصیدہ نعتیہ	۱۲۰۰ھ	غلام علی آزاد بلگرامی
۱۰۰۸	رسالہ علم حساب	قبل ۶۷۲ھ	نصیر الدین طوسی
۱۰۰۹	شرح قطعہ عالی	" ۱۲۰۰ھ	غلام علی آزاد بلگرامی
۱۰۱۰	سحر حلال مثنوی گل و مہ	۹۴۲ھ	اہلی شیرازی
۱۰۱۱	بدایع الاسحار فی صنایع الاشعار		جمال الدین محمد بن ابو بکر الواعظی
۱۰۱۲	رسالہ عروض	قبل ۹۳۹ھ	ہلالی استر آبادی
۱۰۱۳	دیوان حافظ		خواجہ حافظ شیرازی
۱۰۱۴	"		"
۱۰۱۸	حکایات علامی	۱۰۱۵ھ	ابو الفضل
۱۰۲۰	کلیات فارسی	قبل ۱۳۱۷ھ	بہاری لال رمز
۱۰۲۹	روضۃ الشہدا	قرینۃً ۹۰۰ھ	حسین بن علی الواعظ کاشفی
۱۰۳۰	خضر خانی دول رانی	۷۱۵ھ	امیر خسرو
۱۰۳۵	مفید الصبیان	۱۲۵۵ھ	محمد فقیر الدین
۱۰۳۹	تکمیل الایمان	قبل ۱۰۵۰ھ	عبد الحق محدث دہلوی
۱۰۴۰	نغمات ضیائی		عبد الرحمن
۱۰۴۱	دیوان جامی	قبل ۸۰۰ھ	عبد الرحمن جامی
۱۰۵۱	تاریخ ظفرا	۱۱۸۵ھ	گردھاری لال
۱۰۶۲	نالۂ درد	۱۱۹۰ھ	خواجہ میر درد
۱۰۶۹	مجموعہ خطوط فارسی	۱۲۱۵ھ	؟
۱۰۷۸	انشائے قصائد خانی	۱۲۱۹ھ	حافظ وجیہ الدین قصائد خاں
۱۰۸۷	حالات نادر شاہ	قبل ۱۲۰۰ھ	؟
۱۰۸۹	دیوان مظہر	قبل ۱۱۹۰ھ	مرزا مظہر جان جاناں
۱۰۹۳	(نعت) رسالہ چہاردہ خانوادہ		؟
۱۰۹۴	منظوم نعت	۱۱۰۰ھ	؟
۱۰۹۵	رشحات عین الحیات	۸۹۳ھ	علی بن حسین
۱۰۹۷	ہفت بند نعتیہ	۱۳۱۲ھ	دلاور علی دانش
۱۱۰۱	خطوط اورنگ زیب	۱۱۱۲ھ	عالمگیر
۱۱۰۲	خطوط موسوی خاں	۱۱۰۱ھ	مرزا معز الدین موسوی خاں
۱۱۰۳	رسائل معرفت	قبل ۱۲۰۰ھ	؟
۱۱۰۴	رسائل تصوف		خواجہ نظام الدین اولیاء
۱۱۰۵	رسالہ وصول الی اللہ	قبل ۱۰۰۰ھ	شاہ نور قطب عالم گجراتی
۱۱۰۶	مرغوب الروح	" "	؟
۱۱۰۷	مخزن السالکین	" "	شاہ برہان الدین
۱۱۰۸	قصیدہ	" "	"
۱۱۰۹	ارشاد الطالبین	" "	"
۱۱۱۶	رسالہ محمود	" "	شیخ محمود
۱۱۲۰	رسالہ ابراہیم ادہم		ابراہیم ادہم بلخی

۱۱۲۱	مکتوب بنام حسام الدین		خواجہ نظام الدین اولیا
۱۱۲۲	رسالہ وصول الحق		شیخ صدر الدین یعقوب
۱۱۲۵	وجود العاشقین	۸۲۵ھ	خواجہ بندہ نواز
۱۱۲۶	مرغوب القلوب	۷۵۷ھ	شمس تبریزی
۱۱۲۷	دیوان نرگسی	قبل ۹۳۸ھ	نرگسی ہراتی
۱۱۲۸	دیوان آیتی	" ۱۰۵۰ھ	آیتی
۱۱۲۹	کتخدائی حسن و عشق	قریب ۱۱۰۰ھ	نعمت خاں عالی
۱۱۳۵	گلدستہ انجمن	قریب ۱۳۵۰ھ	بالا پرشاد
۱۱۳۶	سوال و جواب	قبل ۱۱۷۵ھ	چمن لال
۱۱۴۱	شجرہائے دادامیاں	قبل ۱۲۵۰ھ	امام الدین دادامیاں
۱۱۴۲	رسالہ مراتب فنا	۱۱۶۱ھ	امیر ابوالعلا
۱۱۴۳	رسالہ رد وہابیہ	۱۳۰۲ھ	محمد نعیم مسکین شاہ
۱۱۴۴	گفتار شیخ فرید		شیخ فرید شکر گنج
۱۱۴۵	رسالہ سوال و جواب	قبل ۱۲۰۰ھ	ابوالحسن
۱۱۴۶	رسالہ چشتیہ		خواجہ بندہ نواز
۱۱۴۷	جواہر الانوار		قمر الدین حسین عظیم آبادی

عربی مخطوطات

۳۲	شمائل نبی دار غیبہ	ہمدم شیرازی
۳۸	رسالہ جات ادعیۂ اوراد	عصمت اللہ بخاری
۵۴	ادعیہ	؟
۵۵	حاشیہ قطبی	میر سید شریف
۵۶	کتاب الحکم العطایہ	ابوالعباس احمد بن محمدؐ
۹۰	قصائد نعت و منقبت	مولوی حیدر و عبدالرحیم
۱۰۱	دعائے داؤد	سید ابراہیم سید
۱۰۷	رسالۃ الواہب	؟
۱۹۰	مجموعہ قطبی و میر	قطب الدین شیرازی
۱۹۰	قطبی	" "
۱۹۹	حاشیہ میر	میر سید شریف
۲۱۴	شمائل نبیؐ	؟
۲۲۴	فرض الصلوات	؟
۲۵۶	سورہ مائدہ	؟
۲۷۳	ضابطہ قواعد الحساب	عصمت اللہ بن عبدالرسول
۲۷۴	شرح مفتاح العلوم	سید شریف جرجانی
۲۷۵	حاشیہ خیالی	ملا خیالی
۲۷۶	شرح عقائد اسلامیہ	علامہ سعد الدین
۲۷۷	قطر الندا	شیخ جمال الدین محمدؐ
۲۷۸	ہدایہ اولین	علامہ مرغینانی
۲۷۹	رسالہ شہاب	نجم الدین شہاب
۲۸۶	شرح مواقف	سید شریف علی الجرجانی
۲۸۸	مشکواۃ المصابیح	ولی الدین ابوعبداللہ
۲۹۰	کنز الدقائق	ابوالبرکات عبداللہ
۲۹۱	رسالہ سلم العلوم	؟
۲۹۲	رحمۃ الامۃ	شمس الدین محمدؐ
۲۹۴	رسائل فقہ	؟
۲۹۸	خطبۃ الحاقیہ من علماء کلکتہ	قاضی محمد ارتضا علی خاں
۳۲۶	نان و حلوا	محمد بہاء الدین آملی
۳۶۳	رقعات	شاہ عبدالقادر
۳۶۴	حاشیہ بر رسالہ میر	محمد عبدالکریم شہید
۳۶۶	دعائے صبوحی	حسن استرآبادی
۳۷۲	دعائے سریانی مع ترجمہ	حضرت عبداللہ ابن عباس
۳۷۷	سر الاسرار	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
۳۷۸	کتاب الطریقہ	" "
۳۷۹	سر السلوک	" "
۳۸۰	حزب البحر	" "
۳۹۳	شرح امالی	سید علی ترمذی
۴۲۲	قرآن شریف	؟

۴۳۲	تذکرۃ الاثام	ابن حجر
۴۳۸	شرح مایۃ عامل	عبدالقاہر بن عبدالرحمٰن
۴۴۸	ترجمہ چہل حدیث	شاہ ولی اللہ محدث
۴۵۰	شرح مایۃ عامل	عبدالقاہر بن عبدالرحمٰن
۴۵۵	حاشیہ شرح ملا جامی	؟
۴۹۴	درود تاج	؟
۴۹۵	ادعیہ دلائل الخیرات	؟
۴۹۶	ادعیہ حزب الاعظم	؟
۴۹۷	شرح قصیدہ خزرجیہ	غلام نقشبند شفیعی
۵۸	کلمات طیبات	حضرت علی
۸۷۶	ادعیہ و اوراد ۱۳۰۲ھ	؟
۸۸۱	شمس و لبتان	حسین علی جصبر
۱۰۳۸	تہذیب المنطق	سعدالدین تفتازانی

ہندی مخطوطات

۶۷	کہانی چتر مکت	زین العابدین
۹۴	بھاگوت گیتا	"
۱۱۱	مورکہ سمجھاوے	فقیراللہ فقیر
۲۴۷	پیم کہانی	؟
۲۵۴	بکٹ کہانی	محمد افضل شاہ فاروقی
۷۷۳	گیان سروپ ۱۱۲۱ھ	شاہ تراب
۷۷۴	من سمجھاون ۱۱۰۰ھ	"
۷۷۵	سندر الاک پاکھر قبل ۱۲۱۱ھ	شیر علی
۸۳۵	دیوان عقیل قبل ۱۳۲۰ھ	سید محمد حسینی عقیل
۸۴۷	بیاض کلام " ۱۲۷۶ھ	تلسی رام و صدرالدین شعلہ
۸۴۸	پوتھی قانون نحر و غت " ۱۲۷۵ھ	انور ہنگی
۸۹۶	بیاض کلام ۱۲۲۵ھ	؟
۱۰۲۰	مجموعۂ کلام ہندی قبل ۱۳۱۱ھ	رائے بہاری لال رمز

تذکرۂ مخطوطات

ادارۂ ادبیات اردو

جلد پنجم

تذکرۂ مخطوطات ادارۂ ادبیات اردو

پانچویں جلد کی فہرست بلحاظ موضوع

(۱) علوم قرآن و حدیث و تفسیر

نمبر مخطوطہ	نام کتاب	نام مصنف	سنہ تصنیف	صفحہ
۱۰۷۷	تفسیر قرآن	؟	قریب ۱۱۰۰ھ	۳۴۵
۱۰۴۵	تفسیر مرادی	مراد اللہ انصاری	۱۱۸۵ھ	۲۱۱
۱۰۱۶	تفسیر قرآن	؟	قبل ۱۲۰۰ھ	۱۷۶
۹۶۱	موضح قرآن	شاہ عبدالقادر دہلوی	۱۲۰۵ھ	۱۲۷
۱۰۷۶	تفسیر تصریح	حافظ میر شجاع الدین حسین	قبل ۱۲۵۰ھ	۲۴۳

(۲) فقہ و عقاید و فرائض

نمبر مخطوطہ	نام کتاب	نام مصنف	سنہ تصنیف	صفحہ
۱۰۰۲	تکمیل الایمان	عبدالحق محدث دہلوی	قبل ۱۰۵۰ھ	۱۶۶
۱۰۳۹	"	"	"	۲۰۶
۹۷۶	زاد المومنین	-	قریب ۱۱۰۰ھ	۱۴۳
۹۸۳	کفایت الاعتقاد	فقیر حسین کشمیری	قبل ۱۱۰۰ھ	۱۴۹
۹۱۸	فرائد در فرائد	-		۶۰
۹۳۰	چہار کرسی مسائل	احمد خاں شیرانی	۱۱۹۶ھ	۷۰
۱۰۲۵	چار کرسی	عبدالحق	۱۲۰۰ھ	۱۸۴
۹۷۷	مصباح الصلوٰۃ	شاہ سعید الدین	۱۲۴۱ھ	۱۴۵
۹۸۹	تیسیر الصلوٰۃ	ولایت علی عظیم آبادی	قبل ۱۲۵۰ھ	۱۵۳
۹۹۰	سراج الہدایہ	سید حیات	"	۱۵۳
۱۰۰۳	سبیل نجات	عنایت علی		۱۶۷

نمبر مخطوطہ	نام کتاب	نام مصنف	سنہ تصنیف	صفحہ
۱۰۹۳ اب	رسالہ بے نماز	؟	۱۲۵۰ھ	۲۶۰
۱۰۶۳	رسالہ عیدین	قاضی شمس الدین اودگیری	۱۲۴۰ھ	۲۳۳
۱۰۶۴	رسالہ ترتیب النکاح	"	۱۲۵۰ھ	۲۳۲
۱۰۶۵	رسالہ تولد نامہ	"	۱۲۶۰ھ	۲۳۴
۱۰۶۶	رسالہ جمعہ	"	"	"
۱۰۶۷	رسالہ احوال میت	"	"	۲۳۵
۱۰۶۸	رسالہ لباس	"	"	"

(۳) تصوف و عرفان و ادعیہ

نمبر مخطوطہ	نام کتاب	نام مصنف	سنہ تصنیف	صفحہ
۱۱۰۴	رسالہ تصوف	خواجہ نظام الدین اولیا	قبل ۷۰۰	۲۶۲
۱۱۲۱	مکتوب بنام حسام الدین ملتانی	"	"	۲۸۳
۱۱۴۴	گفتار شیخ فرید	شیخ فرید شکر گنج		۳۱۰
۱۱۴۶	رسالہ چشتیہ	خواجہ بندہ نواز		۳۱۲
۱۰۲۷	شکار نامہ	"	قبل ۹۰۰	۱۸۷
۱۱۲۵	وجود العاشقین	"	"	۲۸۵
۱۱۲۰	رسالہ ابراہیم ادہم	ابراہیم ادہم بلخی		۲۸۲
۱۱۲۶	مرغوب القلوب	شمس تبریزی	۷۵۷ھ	۲۸۶
۹۵۷	منظومات	شمس تبریزی، خواجہ بندہ نواز، جام	قبل ۱۰۰۰ھ	۱۲۲
۱۱۰۶	مرغوب الروح	؟	قریب ۱۰۰۰ھ	۲۶۳
۹۴۹	امداد نامہ	ناصر	قریب ۱۲۰۰ھ	۹۴

۹۵۹	لگن نامہ	-	قبل ۱۰۰۰ھ	۱۲۵
۱۰۲۶	رسالہ عرفانی	-	″ ″	۱۸۷
۱۰۷۵	مقصود الطالبین	-	″ ۱۰۷۵ھ	۲۴۲
۱۰۹۳	رسالہ چہاردہ خانوادہ	-	۱۲۵۰ھ	۲۶۰
۱۰۹۴	″ خرقہ خلافت	-	″	
۱۱۲۲	″ وصول الحق	شیخ صدرالدین یعقوب	-	۲۸۳
۱۱۴۳	″ مراتب فنا	امیر ابوالعلا	۱۰۶۱ھ	۳۰۹
۱۱۴۵	″ سوال وجواب	ابوالحسن	۱۰۹۳ھ	۳۱۱
۹۵۶	تن نامہ	شاہ برہان الدین جانم	قریب ۱ھ	۱۲۲
۱۱۰۹	ارشاد الطالبین	″	″	۲۷۴
۱۱۰۷	مخزن السالکین	″	قبل ۱۰۰۰ھ	۲۷۳
۱۱۱۷	وصیت الہادی	″	قریب ۹۹۰ھ	۲۸۰
۱۱۰۸	قصیدہ	″	″	۲۷۴
۱۱۱۰	پنج گنج	″	قبل ″	۲۷۵
۱۱۲۴	گفتار برہان	″	۹۹۰ھ	۲۸۴
۱۱۱۹	ذکر نامہ	مرید شاہ برہان	قبل ۱۱۹۴ھ	۲۸۲
۱۱۱۴	رموز السالکین	شاہ امین الدین	قریب ۱۱۰۰ھ	۲۷۸
۱۱۱۱	محیط مطلق	″	قبل ۱۰۵۰ھ	۲۷۵
۱۱۲۳	رسالہ قربیہ	″	قریب ۱۱۰۰ھ	۲۸۳
۹۵۸	چہار نامہ و چہار پیر	-	قبل ۱۰۰۰ھ	۱۲۴
۹۵۵	مغز مرغوب	شاہ کمال	-	۱۲۱
۱۱۱۵	″ ″	-	قریب ۱۱۰۰ھ	۲۷۸
۱۱۱۶	رسالہ محمود	شیخ محمود خوش دہاں	قبل ۱۰۰۰ھ	۲۷۹
۱۱۱۳	چار تن	شاہ داول	قریب ۹۵۰ھ	۲۷۷
۱۱۱۲	گنج مخفی	شاہ حسین	″ ۱۱۰۰ھ	۲۷۶
۱۱۱۸	وجود العارفین	شاہ علی پیر	۱۱۲۵ھ	۲۸۰
۱۰۲۳	تلاوت الوجود	شاہ علی ابن بابا شاہ	″	۱۸۲
۱۰۸۰	نصاب العارفین	حسین علی مرتضیٰ نگری	۱۲۵۸ھ	۲۴۹
۹۵۴	رسالہ وجودیہ	میراں جی خدانما	قبل ۱۰۷۵ھ	۱۱۹

۱۰۶۰	دعا نامہ	غلام نبی	۱۲۵۰ھ	۲۳۰
۱۰۶۲	نالۂ درد	خواجہ میر درد	۱۱۹۰ھ	۲۳۲
۱۱۴۸	دستور العمل صوفیہ	حکیم فرحت اللہ		۳۱۳
۱۱۴۷	جواہر الانوار	قمر الدین حسین		۳۱۲

(۴) پند و اصلاح و تبلیغ و مناظرہ

۹۲۴	نان و حلوا	بہاء الدین آملی		۶۵
۹۲۳	نان و نمک	فصیح لکھنوی		۶۴
۱۰۸۲	تحفۃ النصائح	قطب الدین رازی	۷۴۵ھ	۲۵۱
۹۹۵	کنز الرموز	-	۱۲۰۰ھ	۱۵۷
۱۰۸۳	اعجاز الاسلام	شیخ آدم	۱۲۱۵ھ	۲۵۲
۱۰۸۱	ترجمہ آدم فی الصمدیۃ	″	۱۲۴۰ھ	۲۵۰
۹۹۱	نصیحت المسلمین	خرم علی	۱۲۳۹ھ	۱۵۴
۱۰۷۹	ناری نامہ	غفار قادری	۱۲۵۰ھ	۲۴۸
۹۹۶	ترجمہ رسولہ عشرہ	محمد مہدی واصف	۱۲۸۵ھ	۱۵۸
۱۰۶۱	سخاوت نامہ	غلام نبی	۱۲۵۰ھ	۲۳۱
۱۱۴۳	رسالہ رد وہابیہ	محمد نعیم مسکین شاہ	۱۳۰۳ھ	۳۰۹

(۵) تاریخ و سیر و مناقب

(ا) حالات و مناقب نبی عربیؐ

۹۲۲	معراج نامہ	سید بلاقی	۱۰۸۰ھ	۶۳
۹۲۹	معجزات نبیؐ	عالم	قبل ۱۱۰۰ھ	۶۹
۹۰۲	مولود نامہ نبیؐ	شاکر	قریب ۱۱۰۰ھ	۴۲
۹۹۸	سعادت سرمدیہ	محمد باقر آگاہ	قریب ۱۲۰۰ھ	۱۶۰
۱۰۰۷	قصیدہ نعتیہ	غلام علی آزاد بلگرامی	قبل ۱۲۰۰ھ	۱۷۰
۱۰۵۹	درد نامہ	غلام نبی	۱۲۵۰ھ	۲۳۰
۹۱۵	اعجاز احمدی	نوازش علی خان شیدا	۱۲۵۸ھ	۵۸

۹۱۶	اعجاز احمدی	نوازش علیخاں شیدا	۱۲۵۸ھ	۵۸
۹۶۰	ریحان معراج	ضمیر نکھصوی	۱۲۴۷ھ	۱۲۷
۹۹۷	توصیف النبی	محمد مہدی واصف	۱۲۸۰ھ	۱۶۰
۱۰۰۴	شمائل النبی	میر امداد علی علوی	۱۳۰۰ھ	۱۶۷
۱۰۹۷	ہفت بند	میر دلاور علی دانش	۱۳۱۲ھ	۲۶۵
۱۰۲۴	کلام نعتیہ	آمیر نشایق آصف، شاد	۱۳۴۸ھ	۱۸۴

(ب) حالات و مناقب آل و اصحاب نبی

۹۲۵	ہفت بند	ملا حسن کاشی	۷۲۰ھ	۶۶
۱۰۲۹	روضۃ الشہدا	حسین بن علی واعظ	قریب ۹(?)	۱۸۹
۱۰۳۹	"	ولی ویلوری	۱۱۳۷	
۱۰۷۲	مرثیہ الوداع	مرزا بیجاپوری	۱۰۹۰ھ	۲۳۸
۱۰۲۸	دستگیر نامہ	لطفی	قبل ۱۱۰۰ھ	۱۸۸
۹۱۷	شاہ نامہ محمد حنیف	شیرن	۱۱۸۵ھ	۶۰
۱۰۴۸	حالات کربلا	-		۲۱۵
۱۰۱۷	روضۃ الانوار مجلس سوم	شاہ تجلی علی	۱۲۱۵ھ	۱۷۷
۱۱۳۷	تقریر الشہادتین	میر وارث علی سیفی	۱۲۶۰ھ	۳۰۴
۱۱۳۸	ترجمہ سر الشہادتین	حضرت شاہ	۱۲۷۰ھ	
۱۰۹۸	پنجۂ حیدری	میر دلاور علی دانش	۱۳۰۳ھ	۲۶۵
۱۰۵۰	چشمۂ نعمت	عبد الحی مولانی	۱۳۳۰ھ	۲۱۸
۱۰۵۳	ام الائمہ	قاضی محمد حسین وفا	۱۳۲۹ھ	۲۲۱

(ج) دیگر بزرگان مذاہب کے حالات و مناقب

۱۰۹۵	رشحات عین الحیات	علی بن حسین واعظ	۸۹۳ھ	۲۶۲
۹۱۰	قصص الانبیاء	شاہ غوثی ارکانی	۱۱۹۱ھ	۵۴
۹۱۱	"	"	"	۵۵
۹۱۲	"	"	"	"
۱۰۵۲	"	عبد الصمد ابن نصرت جنگ	۱۲۵۰ھ	۶۸
۹۲۶	شہادت نامہ	ناطق حیدرآبادی	۱۲۷۰ھ	۶۶

۹۲۷	دفاتر مہدویہ	-		۶۷
۹۲۸	مجالس مہدویہ	عالم	-	۶۸
۱۱۴۰	سنجات قاسم	محمد قاسم ابو العلائی	۱۲۵۰ھ	۳۰۶
۱۱۴۱	شجرہائے دادامیاں	امام الدین	۱۲۸۵ھ	۳۰۸

(د) سلاطین، امرا، علما، شعرا اور مقامات کے حالات

۹۳۴	خلاصۃ التواریخ	منشی سبحان رائے	۱۱۰۷ھ	۷۳
۹۶۴	تاریخ رشید الدین خانی	غلام امام خاں ترین	۱۲۷۰ھ	۱۳۳
۹۶۵	شش صوبہ جات دکن	"	۱۲۸۰ھ	"
۹۹۹	تاریخ ارسطو جاہ	میر احمد علی موسوی	قبل ۱۲۸۹ھ	۱۶۲
۱۰۴۹	تاریخ جیون خاں	؟	۱۳۰۵ھ	۲۱۶
۱۰۸۵	تاریخ افغانستان	ذو الفقار الدین جونپوری	۱۸۴۵ء	۲۵۴
۱۰۸۴	سفرنامہ افغانستان	سید فدا حسین	۱۲۶۰ھ	۲۵۳
۱۰۸۶	ضمیمہ تاریخ افغانستان و سندھ	میر اشرف علی	۱۸۴۵ء	۲۵۴
۱۰۵۱	تاریخ ظفرہ	گردھاری لال احقر	۱۱۸۵ھ	۲۱۹
۱۰۵۸	سفرنامۂ ہند	حکیم محمود صمدانی	۱۳۲۸ھ	۲۲۸
۱۰۹۶	سفرنامجات بمبئی و بنگال	نواب نجیب الدین خاں	۱۳۳۰ھ	۲۶۲
۹۳۹	تذکرہ صحائف الہدایہ	سید غلام قادر سامی	۱۱۷۰ھ	۷۸
۹۴۴	انتخاب کلمات الشعرا	مرزا افضل سرخوش	قبل ۱۱۱۷ھ	۸۶
۹۶۲	یادگار رنگیلی داس	رائے رنگیلی داس منصبدار	۱۳۰۷ھ	۱۲۸
۹۶۳	"	"	۱۳۰۸ھ	۱۳۰
۹۹۲	تاریخی خطوط عہد آصفجاہ		قبل ۱۱۷۵ھ	۱۵۵
۱۰۱۵	تذکرہ طوطیان ہند	تمکین کاظمی	۱۹۳۶ء	۱۷۵
۱۰۷۸	انشائے فضائل خانی	حافظ وجیہ الدین	۱۲۱۹ھ	۲۴۶

(۶) نظم (دیوان، کلیات، بیاض، انتخاب)

۱۰۱۳	دیوان حافظ	خواجہ حافظ شیرازی	-	۱۷۵
۱۰۱۴	"	"		۱۷۵

۱۰۴۱	دیوان جامی	عبدالرحمن جامی	قبل ۸۹۸ھ	۲۰۷
۱۱۲۷	״ نرگسی	نرگسی سرائی	۹۳۸ھ	۲۸۷
۱۱۲۸	״ آیتی	آیتی	قبل ۱۰۵۰ھ	۲۸۸
۹۳۱	״ سلطان	سلطان	۱۱۰۰ھ	۷۱
۹۴۵	״ مظہر	مرزا مظہر جان جاناں	قبل ۱۱۷۰ھ	۸۷
۱۰۸۹	״ ״	״	״ ۱۱۹۰ھ	۲۵۸
۹۳۲	״ یقین	انعام اللہ خاں	۱۱۶۱ھ	۷۱
۹۳۳	״ سودا	مرزا محمد رفیع	۱۱۹۵ھ	۷۳
۹۳۵	״ درد	خواجہ میر درد	قبل ۱۱۹۹ھ	۷۴
۱۱۵۰	״ عشق	مرزا جمال اللہ		۳۱۶
۱۰۴۳	״ مصحفی	شیخ غلام ہمدانی مصحفی	قبل ۱۲۴۰ھ	۲۱۰
۹۳۶	״ انشاء	میر انشاء اللہ خاں	۱۲۳۴ھ	۷۵
۱۰۸۸	״ قیس	محمد صدیق	۱۲۳۰ھ	۲۵۷
۱۰۷۳	״ برق	فتح الدولہ مرزا رضا	۱۲۵۰ھ	۲۳۹
۱۱۴۹	״ عصر	میر احمد علی عصر	۱۳۱۳ھ	۳۱۵
۱۱۳۲	״ محشری	محشری شاگرد علوی	۱۳۲۶ھ	۲۹۶
۱۱۳۳	״ دوم ״	״ ״	״	۲۹۹
۱۰۴۶	״ مشرف	آغا مجو مشرف	قبل ۱۳۰۰ھ	۲۱۳
۱۰۵۵	״ دوم ״	״	״	۲۲۳
۱۰۱۹	کلیات رمز	سدانند جوگی بہاری لال	۱۳۱۷ھ	۱۷۸
۱۰۲۰	״ فارسی	״ ״	״	۱۸۰
۱۰۲۱	مجموعہ کلام ہندی	״ ״	״	۱۸۱
۹۵۲	ارمغان عزیز	نواب عزیز یار جنگ	۱۳۴۸ھ	۱۱۴
۹۵۳	خم عشق	محمد رضا	۱۱۰۴ھ	۱۱۵
۱۰۱۱	بدایع الاسحار	جمال الدین محمد قواقی		۱۷۴
۱۰۲۲	کلام جان صاحب	میر یار علی جان		۱۸۲
۹۴۰	کشکول	مرزا عطا ضیا	۱۱۷۱ھ	۸۰
۹۴۸	بیاض میر جعفر علی	دبیر، زکی، ناجز	۱۲۳۵ھ	۸۹
۹۵۰	״ مومن	احسان، دلگیر، فصیح	۱۲۵۶ھ	۹۶
۹۵۱	بیاض عباس علی	میرن، غلامی	۱۱۹۵ھ	۱۰۶
۱۰۳۳	بیاض	اظہر، درگاہی، دبیر		۱۹۲
۱۰۳۴	״	شعرائے کرناٹک		۱۹۶
۱۱۳۱	״ کلام	قاسم، سراج، داود	۱۱۷۵ھ	۲۹۱
۱۱۳۴	״ تمکین	شہید، شرما، اظہر	۱۲۵۰ھ	۲۹۹
۱۰۹۹	״ اشعار	مختلف شعرا	قبل ۱۳۰۰ھ	۲۶۶
۱۱۳۰	منظوم اردو خطوط	مرزا یار علی و میر ابراہیم خاں	۱۱۷۵ھ	۲۸۹
۱۰۴۲	مثنوی باغ ارم	حکیم میر محمد یحییٰ ندرت	۱۲۴۴	۲۰۸
۱۰۰۱	قصائد و قطعات	امیر خسرو		۱۶۶
۱۰۰۵	مستزاد	رومی و عطار		۱۶۸

(۷) منظوم قصے

۱۰۳۰	خضر خانی و دول رانی	امیر خسرو	۷۱۵ھ	۱۸۹
۱۰۱۰	سحر حلال	اہلی شیرازی	قبل ۹۴۲ھ	۱۷۲
۹۰۱	گلشن عشق	نصرتی بیجاپوری	۱۰۶۸ھ	۴۱
۹۰۵	کام روپ کام لتا	محمد مراد	۱۰۹۶ھ	۴۷
۹۰۷	مہر و ماہ	سید مظفر	۱۱۱۲ھ	۴۹
۹۷۹	کتخدائی حسن و عشق	نعمت خاں عالی	قریب ۱۱۰۰	۱۴۷
۱۱۲۹	״	״	״	۲۸۹
۹۰۳	کام روپ کام لتا	تحسین الدین	۱۱۷۰ھ	۴۴
۹۰۸	سحر البیان	میر حسن	۱۱۹۹ھ	۴۹
۹۰۹	״	״	״	۵۲
۱۰۴۴	״	״	״	۲۱۱
۹۳۸	داستان چار چمن	مرزا عطا ضیا	۱۱۷۱ھ	۷۷
۹۴۶	منظومات ضیاء	״	״	۸۷
۹۱۹	پنچھی باچھا	وجدی	۱۱۴۶ھ	۶۳
۱۰۳۶	پنجۂ آفتاب مہر شاہ	مذنب	۱۲۱۵ھ	۲۰۳

۱۰۷۴	چھومنتر	ذوالفقار علیخاں صفا	۱۲۲۳ھ	۲۴۰
۹۱۳	پدماوت	عبرت و عشرت	۱۲۱۱ھ	۵۴
۹۱۴	ہفت سیر حاتم	نہال دکنی	۱۲۱۵ھ	۵۷
۹۲۰	، ،	، ،	، ،	۶۲
۹۲۱	، ،	، ،	، ،	۶۳

(۸) نثری قصے

۹۹۳	بہار دانش	عنایت اللہ لاہوری	۱۰۶۱ھ	۱۵۶
۹۰۴	کام روپ و کام لتا	میر عیسیٰ ہمت خاں	۱۰۹۶ھ	۴۶
۹۳۷	قصۂ شہزادۂ کاشغر	مرزا عطا ضیا	۱۱۷۱ھ	۷۶
۹۴۳	سجاترائے گدۂ مکتیسر	مرزا غلام علی جوہر	قبل ۱۱۷۱ھ	۸۵
۹۴۷	حکایات ضیا	مرزا عطا ضیاء	۱۱۷۱ھ	۸۸
۹۸۱	فسانۂ عجائب	مرزا رجب علی بیگ سرور		۱۴۸
۱۰۳۱	باغ و بہار	میر امن دہلوی		۱۹۱
۱۰۴۷	، ،	، ،		۲۴۱
۱۱۰۰	اخلاق ہندی	بہادر علی حسینی	۱۲۱۷ھ	۲۶۷
۱۰۳۷	قصۂ اصحاب کہف	-	قریب ۱۲۰۰ھ	۲۰۵
۹۸۸	خیابان مہدی	مہدی	۱۲۵۰ھ	۱۵۲

(۹) لغت و قواعد و عروض و انشا

۹۷۸	زبدۃ التصریف	ظہیر بن محمود علوی		۱۴۶
۹۸۷	زبدۃ	ظہیر بن محمود		۱۵۲
۹۸۰	حاشیہ شجرۃ الامالی			۱۴۸
۱۰۱۲	رسالہ عروض	ہلالی استرآبادی	۹۳۹ھ	۱۶۴
۱۰۳۵	مفید البیان	محمد صغیر الدین	۱۲۵۵ھ	۲۰۱
۱۰۵۶	لازم المبتدی	شیخ اشرف	۹۰۹ھ	۲۲۴
۱۰۷۰	ریختہ ہندی کی صرف و نحو	جان گلکرسٹ	۱۷۹۸ء	۲۳۷
۱۰۳۰	لغت ضیائی	عبدالرحمٰن	-	۲۰۷
۱۰۹۵	منظوم لغت	.	قبل ۱۱۰۰ھ	۲۶۱
۹۴۲	دستور العمل شاہنشاہی	اورنگ زیب عالمگیر	۱۱۱۶ھ	۸۲
۱۱۰۱	خطوط	، ،	قبل ۱۱۱۶ھ	۲۶۸
۹۴۱	مجموعۂ مکتوبات	مرزا عطا ضیاء	۱۱۷۱ھ	۸۱
۹۸۲	قانونچہ بہرہ بخش	امر سنگھ خاکی	۱۱۶۰ھ	۱۴۹
۹۹۴	انشائے بہتر	علاء الدین حسینی کرہلی	۱۲۶۸ھ	۱۵۶
۱۰۰۶	رقعہ	مولانا سمیع الدین دہلوی	۱۲۲۸ھ	۱۶۹
۱۰۱۸	مکاتبات علامی	ابوالفضل	۱۰۱۵ھ	۱۷۸
۱۰۵۴	انشائے زبان فارسی	؟	قبل ۱۲۵ھ	۲۲۲
۱۱۰۲	خطوط موسوی خاں	مرزا معز	قبل ۱۱۰۶ھ	۲۶۹
۱۰۶۹	خطوط فارسی	-	۱۲۱۵ھ	۲۳۶
۱۱۳۵	گلدستۂ انجمن	بالا پرشاد	۱۲۰۰ھ	۳۰۱
۱۱۳۶	سوال و جواب	چمن لال	۱۱۷۵ھ	۳۰۳
۱۰۰۹	شرح قطعہ عالی	غلام علی آزاد بلگرامی	قبل ۱۲۰۰ھ	۱۷۱
۹۶۶	قران السعدین	پنڈت دھرم نارائن	۱۸۴۷ء	۱۳۵
۹۶۷	، ،	سید اصغر علی	۱۸۵۲ء	۱۳۶
۹۶۸	، ،	کریم بخش	۱۸۵۲ء	۱۳۶
۹۶۹	جامع الاخبار	-	، ،	۱۳۷
۹۷۰	فوائد الناظرین	-	۱۸۴۵ء	۱۳۷
۹۷۱	، ،	-	۱۸۴۶ء	۱۳۹
۹۷۲	، ،	-	۱۸۵۴ء	۱۳۹
۹۷۳	دہلی اردو اخبار	محمد حسین آزاد	۱۸۵۱ء	۱۴۰
۹۷۴	، ،	، ،	۱۸۵۲	۱۴۱
۹۷۵	، ،	، ،	۱۸۵۴ء	۱۴۲

(۱۰) علوم و فنون و سائنس و ریاضی و نجوم

۱۰۰۸	رسالۂ علم حساب	نصیر الدین طوسی	قبل ۶۷۲ھ	۱۷۰
۱۰۳۸	تہذیب المنطق	سعد الدین تفتازانی	ـ	۲۰۵
۱۰۹۱	رسالہ گرہن	میر قمر الدین	۱۲۰۰ھ	۲۵۹
۱۰۹۰	رسالہ سہا مدری	؟	۱۲۷۰ھ	۲۵۹
۱۰۷۱	ریختہ ہندی کا رسم الخط	جان گلکرسٹ	۱۷۹۸ء	۲۳۸
۱۰۳۳	رسالۂ علم ہئیت	دار الترجمہ شمس الامرا	قریباً ۱۲۵۰ھ	۱۹۱
۱۰۵۷	ترجمہ شمس الہندسہ	حافظ شمس الدین فیض	۱۲۵۵ھ	۲۲۶
۱۰۰۰	رسالہ قطاع	محمد فیاض الدین خاں مشرف جنگ	۱۲۷۸ھ	۱۶۴

۸۶

تذکرۂ مخطوطات جلد پنجم

۹۰۱۔ گلشن عشق۔ ۱۰۶۸ھ۔ ملا نصرتی بیجاپوری — مثنوی اُردو

ملک الشعراء ملا محمد نصرت نصرتی دکن کے مشہور اور مقبول اساتذہ سخن میں سے تھے۔ ارکاٹ میں پیدا ہوئے۔ اور بیجاپور میں علی عادل شاہ ثانی کے دربار کے ملک الشعرا بنے۔ ۱۰۸۵ھ میں وفات پائی۔ مولوی عبدالحق صاحب نے ان کے حالات وکلام سے متعلق ایک مبسوط کتاب "نصرتی ملک الشعرائے بیجاپور" لکھ کر چھپوائی ہے اور ان کی ایک مثنوی "گلشن عشق" بھی ۱۹۵۲ء میں کراچی سے شائع کی ہے۔ ایک اور مثنوی "علی نامہ" (۱۰۷۶ھ) کو پروفیسر عبدالمجید صدیقی نے مرتب کرلیا ہے جو مجلس اشاعت دکنی مخطوطات کی طرف سے شائع ہو رہی ہے۔ ان کی ایک اور کتاب تاریخ اسکندری (۱۰۸۳ھ) بھی موجود ہے۔

"گلشن عشق" میں کنور منوہر اور مدمالتی کا قصہ منظوم کیا ہے۔ یہ اتنا مقبول ہوا کہ اس کے متعدد قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ صرف کتب خانہ سالار جنگ میں اس کے آٹھ نسخے محفوظ ہیں۔ ادارے کے کتب خانے میں بھی اس کے کئی نسخے ہیں جن میں سے چار کا ذکر نمبر ۵۶۵، ۶۰۹، ۶۲۳ اور ۶۸۶ پر تذکرۂ مخطوطات جلد سوم و چہارم میں گذر چکا ہے۔ یہ پانچواں مخطوطہ ہے۔

زیر نظر مخطوطہ بڑی حد تک مکمل اور نہایت قدیم ہے۔ خط ثلث میں ۱۱۰۰ھ کے قریب لکھا گیا ہے۔ بہت ہی کرم خوردہ ہو گیا ہے۔

ابتداء

صفت اس کی قدرت کی اول سراؤں — دھریا جس نے یو گلشن عشق ناؤں
کیا کر کرم عشق کا تس آبال — یو باغ آفرینش کا پکڑیا جمال

اس نسخے میں آخر کی صرف (۵۵) ابیات محفوظ نہیں ہیں۔ بحالت موجودہ ان ابیات پر ختم ہوتا ہے۔

اختتام

ہنر کا ملا موپ لئی پایہ دار — عمارت او چایا ہوں خوش پایہ دار
ہر اک داستاں بوستان گزیں — ہر یک بیت ہے یک محل جاں نشیں

یہ نسخہ مولانا سید علی اصغر بلگرامی صاحب (وظیفہ یاب صوبہ دار اورنگ آباد۔ مولف مآثر الکرام و مرتب حدیقۃ السلاطین) کا عطیہ ہے۔ اس کے سرورق پر ایک بیضوی مہر پر "کتب خانہ سید علی اصغر بلگرامی" کندہ ہے۔ ایک دوسری مربع مہر بھی ثبت ہے جس پر "محمد قطب الدین ۱۲۱۲ھ" کندہ ہے۔ گویا

یہ کتاب ۱۲۱۲ھ میں محمد قطب الدین کی ملک تھی۔
اوراق ۱۵۱ - ۱۴ سطور فی صفحہ - ۶" × ۸½"

۹۰۲ - مولود نامۂ نبیؐ - قریب ۱۱۰۰ھ - شاکر — مثنوی اردو

شاکر قدیم دکن کے ایک غیر معروف شاعر ہیں۔ ان کے دو مرثیے ادارے کی ایک بیاض نمبر ۸۲۹ میں محفوظ ہیں اور ان کا ذکر جلد چہارم کے صفحہ ۱۸۴ پر درج ہو چکا ہے۔ مذکورہ بیاض میں عبد اللہ قطب شاہ، وجہی، ملک خوشنود اور نصرتی کے مرثیے بھی محفوظ ہیں۔

زیر نظر مولود نامہ ان ہی مرثیہ گو شاکر کی تصنیف ہے۔ اس لیے کہ ان مرثیوں کی اور اس مثنوی کی زبان ایک ہی ہے۔ یہ ۱۱۰۰ھ سے قبل کے شاعر کا کلام ہے۔ یہی تخلص بعد کے ایک مدراسی شاعر شیخ محمد عبد القادر کا بھی تھا جو وانم باڑی کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے چندر بدن کے قصہ کو منظوم کیا تھا اور ان کی یہ مثنوی گلزار شاکر کے نام سے شوکت الاسلام پریس بنگلور سے ۱۹۰۰ء میں چھپی تھی۔ مگر وہ عہد حاضر کے شاعر تھے۔ شاکر مصنف مولود نامہ ان سے تین سو سال پہلے کے شاعر ہیں۔

اس مولود نامہ میں شاکر نے اپنے حالات نہیں لکھے۔ "سبب نظم" کے عنوان کے تحت جوابیات لکھی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بے تکلف محفل میں ان کے احباب نے بحث چھیڑی کہ دکنی زبان میں یوں تو بہت سے قصے لکھے گئے ہیں مگر کسی نے مولود نامہ نہیں لکھا۔ عربی اور فارسی میں البتہ ایسی کتابیں ملتی ہیں۔ اس لیے شاکر کو مجبور کیا گیا کہ وہ دکنی میں مولود نامہ لکھیں۔ شاکر نے لاکھ سمجھایا کہ مجھے شاعری سے دلچسپی نہیں اور میں اس فن سے واقف نہیں ہوں مگر مجبور ہو کر لکھنا پڑا۔ اس حصے کے چند ابیات یہاں درج کی جاتی ہیں تاکہ شاکر کے اسلوب اور زبان کے بارے میں اندازہ ہو سکے۔

محبت کی مجلس اتھی ایک ٹھار — تھے مجلس منے یار عالی وقار
کتے خوب صاحب ظریفاں اتھے — سخن آوری میں حریفاں اتھے

عربی سو مولود نبیؐ ٹھار ہے — وہی فارسی سوں کتے ہیں لکھے

توں کر ترجمہ فارسی کا اے یار — ہوے گا ترے ہات سوں یو نگار

کہ یاراں کہے اس پہ شاکر ہوا — مناجات منگنے کوں کوں ذاکر ہوا

اس کے بعد مناجات لکھنی شروع کی ہے۔ اس مناجات کے چند شعر یہ ہیں جن میں شاعر نے مثنوی لکھنا شروع کرنے کا ذکر بڑے طمطراق کے ساتھ کیا ہے۔

الٰہی کرم سوں توں کرنا عطا | بحق محمدؐ بخش مجہ خطا
یکایک مجہ الہام ہوا غیب تے | عطا مجہ ہو آیا یو لاریب تے
سو ہاتف نے مج کوں دیا یو خبر | تو لکھ سو مولود کر سر بسر
سو اس بات پر طبع جو تیز ہو | مرا فام زیرک جو گلریز ہو
چلیا بولتا ہوں وزن سنج سوں | لے کر آتیا ہیں اُتم گنج سوں
کہ ہے انت دل کا جو دریا اتھا | امولک رتن سوں وو بھریا اتھا
سو اس پاک دریا منے تے اُبل | خیالاں کے موجاں منے تے نکل

شاکر نے اپنا تخلص ہر عنوان کے خاتمہ میں التزام کے ساتھ لکھا ہے۔ مثلاً

نبیؐ کے شعر یو جتے خاص و عام | سو شاکر ہو رہیں گے محباں تمام

تمیں ہو کے شاکر رہو رات دن | پناہ حق کنے منگ سمایا کٹھن

بہر حال شاکر ہو رہنا بھلا | برہ کے نہ غم میں اپس کوں جلا

توں شاکر ہو اس نا دمیں پر ہو فدا | حقیقت تو لد کا کر ابتدا

افسوس ہے کہ یہ مخطوطہ ناقص الآخر ہے۔ مگر سواد مضمون کے لحاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف چند ابیات رہ گئی ہوں گی۔ بحالت موجودہ بھی اس میں دو ہزار پانچسو سے زیادہ ابیات محفوظ ہیں۔

اس مثنوی کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے ۔۔۔

کروں ابتدا میں بنام خدا | کہ او فہم ہو کر ہے وحدت سدا
سرانا صفت حمد او بیباک کوں | چنے جیو دیا اس مٹھی خاک کوں
و لے جیو کیا سو کسے نیں ہے خام | ہو حیران دھونڈتے ہیں سب خاص و عام
کہ جیو کوں سمجنا اہے لئی محال | سمجنے وہ جیو کوں ہے کس کی مجال
کہ جیو کوں سمجنا تھنا کام نیں | سمجنے کی گت یو کسے فام نہیں
تو قادر ہے قدرت میں پورا حکیم | توں دانندہ ہر راز کا ہے مقیم

اس طرح (۱۸) بیتیں لکھنے کے بعد سبب نظم کا عنوان قائم کیا ہے۔ اس کے بعد کے چند عنوان یہ ہیں ۔۔
مناجات آز درگاہ الٰہی ۔ بیان آغاز مولود پیغمبر۔ در بیان نور سلسلہ نبی ۔ بیان نور در سر عبداللہ۔ بیان دختر شہ روم ۔ بیان فاطمہ ۔ بیان عبداللہ وفات یافتہ ۔ بیان بی بی آمنہ در حمل آمدن ۔
اس سلسلہ میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ یہ صرف ولادت نامہ نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کی پوری سوانح حیات ہے۔ اس مخطوطہ کا آخری عنوان یہ ہے ۔۔

"دربیان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را وقت آخر شد وتمت الخیر لودن"

اس عنوان کے تحت حسب ذیل ابیات پر یہ مخطوطہ ختم ہوتا ہے۔

دیکھے ماہ آیا ربیع الاول — دلاں کے سنوئیں داغ دیتے بدل

اتھا بارواں روز اس ماہ کا — دوشنبہ تھا دن درد ہور آہ کا

بلایا خدانے سو آیا ندا — ضحی کے وقت سب سو کیتے ودا

جو رحلت کئے پر نزک کوئی نہ تھے — علی ہور عباس حسنین تھے

اتھے چار تن چار عناصر نمن — وہیں پاسباں ہو کے کرتے جتن

جو حیرت میں پڑتین دن لگ ہے — نہ تھا ویں تھا معراج اپنا کہے

تیجے دن ابابکر دوڑ آئیے — نبی کا یو احوال سب پائیے

کہ ناتم ہے کر یو سمجھ یو بیاں — ہور ناتم کا واں سب یو پایا نشاں

مرا ہے یو تحقیق ....

اس کے بعد کاتب نے یکایک لکھنا ترک کر دیا ہے جس کی وجہ سے نہ کتاب مکمل ہو سکی اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ کاتب کون ہے اور کب اور کہاں یہ نسخہ اس نے نقل کیا ہے۔

یہ مولود نامہ بھی ملا نصرتی کی "گلشن عشق" (نمبر ۹۰۱) کے ساتھ نقل کیا گیا ہے مگر اس کا خط ثلث آمیز نستعلیق ہے۔ عنوانات جو فارسی میں ہیں سرخ روشنائی میں لکھے گئے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں ایک ہی جلد میں مجلد ہیں اور بہت کرم خوردہ ہو گئی ہیں۔ مگر زیادہ تر حاشیے ہی متاثر ہوئے ہیں اور ابھی تک متن محفوظ ہے۔

اس مثنوی کے پہلے ورق کی پیشانی پر بھی "محمد قطب الدین ۱۲۱۱ھ" کی مہر ثبت ہے اور آخری ورق پر مولانا سید علی اصغر بلگرامی کی بیضوی مہر ثبت ہے جس پر "کتاب خانہ سید علی بلگرامی" کندہ ہے۔ یہ نسخہ انہی کا عطیہ ہے۔ کسی اور کتب خانے میں اس کے پائے جانے کا علم نہ ہو سکا اس لئے یہ مثنوی اہم اور نادر ہے۔

۸۹ ورق۔ فی صفحہ ۱۵ سطور۔ "۶ × "۸½

۹۰۳۔ کام روپ و کام لتا۔ ۱۱۷۰ھ۔ تحسین الدین — مثنوی اردو

تحسین الدین کی اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ غالباً ہندوستان میں نہیں ہے۔ انڈیا آفس لائبریری میں اس کے دو نسخے ہیں جن میں سے ایک مکمل ہے اور ایک ناقص الطرفین۔ انکا ذکر بلوم ہارٹ نے اپنے کٹلاگ کے صفحات ۶۶-۶۷ پر کیا ہے۔ مگر اس نے اس مثنوی کا نام غلط یعنی "کام روپ و کلا کام" لکھا ہے۔ حالانکہ محبوبہ کا نام زیر نظر مثنوی میں ہر جگہ کام لتا لکھا ہوا ہے نہ کہ کلا کام۔

ادارے کے نسخے میں ابتدائی چند ابیات محفوظ نہیں ہیں۔ یہ مخطوطہ اس طرح شروع ہوتا ہے۔

کہا حق میں ان کے خدائے کریم — یہ لولاک و یٰسین و طٰہٰ عظیم

جو باغ ازل کے ہیں سردار واں   بہار ابد ان پہ ہے جاوداں
ثنا کے گلاں ان پہ کر تو نثار   وہ محبوب رب کے ہیں یاراں چہار
ابوبکر اور عمر صاحب کمال   یو عثمان و حیدر ہیں اہل نوال

ذکر احوال پدر کام روپ

توں سن بعد اس کے ارے خوش سروپ   قصہ کام لتا اور کنور کام روپ
اول سن تو اس کے پدر کا بیاں   میں دیتا ہوں حالت سے اوس کے نشاں
اتھا گردیں ہند کے آشکار   اودہ نامی ایک ملک رنگیں بہار

چونکہ اس مخطوطہ میں ابتدائی اور آخری اشعار نہیں ہیں اس لئے مصنف کا نام اور سنہ تالیف کے بارے میں جو کچھ بلوم ہارٹ نے لکھا ہے اسی پر اکتفا کیا گیا ہے۔

اس مثنوی کا فرانسیسی ترجمہ پیرس کے مشہور پروفیسر اردو گارساں دتاسی نے کیا تھا اور یہ ترجمہ ۱۸۳۴ء میں پیرس سے چھپوایا تھا۔ اس کے بعد ۱۸۳۵ء میں اصل مثنوی بھی وہیں چھپوائی تھی۔

یہ قصہ فارسی میں بھی ۱۰۹۶ھ میں مراد نے منظوم کیا تھا۔ یہ مثنوی قصے کے اصل مصنف میر عیسیٰ ہمت خاں میراں کی فرمائش پر لکھی گئی تھی۔ میراں نے اپنا نثری قصہ "داستان ہمت" کے نام سے مرتب کیا تھا۔ اس فارسی نثری قصہ کا اردو نثر میں کندن لال لاہوری نے ترجمہ کیا تھا۔ اور یہی نثری ترجمہ نواب سالار جنگ مرحوم کے کتب خانے میں محفوظ ہے جس کا ذکر مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب نے اپنی مرتبہ و مطبوعہ فہرست کے صفحہ (۷۴۴) پر کیا ہے مگر ان کو مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا تھا۔ اس کا سنہ تصنیف انھوں نے "بعد ۱۲۱۱ھ" لکھا ہے۔ وہ نسخہ حیدرآباد میں ۱۲۴۸ھ میں میر ابوالقاسم طباطبائی نے نقل کیا تھا۔ ادارے میں اصل فارسی نثر اور مثنوی میں جو قصہ کام روپ لکھا گیا ہے اس کے نسخے بھی موجود ہیں جن کا ذکر اس کے بعد ہی درج ہے۔ تحقیقی کام کرنے والوں کو ان کی وجہ سے تقابلی مطالعہ میں سہولت ہو گی۔

انڈیا آفس کے مکمل نسخۂ مثنوی اردو میں کتابت کا سنہ درج نہیں ہے۔ البتہ وہ ناقص الطرفین نسخہ ۱۱۹۴ھ میں نقل کیا گیا تھا۔ ادارہ کا نسخہ نہایت عمدہ دیسی کاغذ پر شکستہ آمیز خط نستعلیق میں غالباً ۱۲۰۰ھ کے قریب نقل کیا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں اور اس مخطوطے پر اوراق کے جو نمبر ڈالے گئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی صرف ایک ورق اس میں محفوظ نہیں ہے۔ بحالت موجودہ اس میں دو ہزار چارسو ابیات ہیں۔ اس کا اختتام ان ابیات پر ہوتا ہے ؎

کنور کر سعادت یہ کورنش حصول   اور راجا کے کہنے کوں کر کے قبول
کہا اپنی خدمت میں اوس کوں اے شاہ   رکھو سایہ میں اپنی بے شک شباہ
دیا خوش رضا سے میں اوس کوں تجے   توں کر خوش رضا سے بھی رخصت مجے

یہ نسخہ کتب خانہ قلعہ کلیانی میں محفوظ تھا۔ چنانچہ وہاں کی مہریں اس پر موجود ہیں۔
۱۸ ورق - ۱۵ سطر فی صفحہ - ۴½ × ۷

۹۰۴۔ کام روپ و کام لتا (دستور ہمت)۔ ۱۰۹۶ھ۔ میر عیسیٰ ہمت خاں میر آں۔ نثر فارسی

اردو مثنوی کام روپ و کام لتا نمبر ۹۰۳ کا اصلی ماخذ یہی فارسی قصہ نثر ہے جس کو میر عیسیٰ ہمت خاں نے ۱۰۹۶ھ میں قلمبند کیا تھا اور بعد کو محمد مراد سے مثنوی کی شکل میں منظوم بھی کرایا تھا۔ یہ مثنوی بھی ادارے میں محفوظ ہے اور اس کا ذکر نمبر ۹۰۵ پر درج ہے۔

ہمت کے اس نثری قصہ کا ترجمہ بعد کو کندن لال لاہوری نے اردو نثر میں کیا تھا جس کا ایک نسخہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔

زیر نظر مخطوطہ "دستور ہمت" میں حمد و نعت کے مضامین نہیں ہیں۔ ایک دم قصہ شروع کر دیا گیا ہے۔ معلوم نہ ہو سکا کہ ہمت خاں نے ہی حمد و نعت سے آغاز نہیں کیا تھا یا کاتب نے ان کو ترک کر دیا ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ؎

"قصہ پردازان غرایب آثار داستان طرازان سوانح روزگار گل نخل بندان گلشن دانش و بینش و چہرہ آرایان بدایع کار خانۂ آفرینش چنیں روایت کنند کہ در شہر اودہ کہ از بلاد مشہورہ ہندوستان و رنگین تر چمنے از بوستان است در روزگار پیشیں فرماں روائے بود۔"

یہ نسخہ مکمل ہے اس کا خاتمہ ایک مثنوی پر ہوتا ہے جس کی چند ابیات یہ ہیں ؎

دلا تا کے بسخن پرداز بودن　　زہر لب گوش بر آواز بودن
دگر تا چند گفتن باید آموخت　　بہر افسانہ خواب خوش تواں سوخت
چو ایں صورت ز معنی گشت آگاہ　　بشد تاریخ ختمش نقش دلخواہ
۱۰۹۶
ہمیں باشد زہے فخر و مباہات　　کہ گاہے مصرعے زیں جملہ ابیات
زند ناخن بدل اہل سخن را　　برافروزد دماغ انجمن را

ممکن ہے کہ یہ ابیات اس کے منظوم قصے سے کاتب نے نقل کر لئے ہوں کیونکہ یہ اسی بحر میں لکھی ہوئی ہیں۔ ادارے میں اس مثنوی کا جو مخطوطہ محفوظ ہے وہ ناقص الآخر ہے اس لئے یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔

یہ نسخہ شکستہ آمیز خط نستعلیق میں بمقام حیدرآباد ۱۲۶۱ھ میں نقل کیا گیا تھا۔ عنوانات سرخ روشنائی میں درج ہیں۔ اس کے آخر میں کاتب بالا پرشاد نے حسب ذیل ترقیمہ لکھا ہے ـــ

"تمام شد قصۂ کام روپ و رانی کام لتا بتاریخ پنجم ماہ رجب المرجب ۱۲۶۱ھ بروز جمعہ بوقت دوپہر روز برآمدہ از کتاب رائے جسونت رائے بخط احقر بالا پرشاد ولد چمن لال، در بلدۂ فرخندہ بنیاد حیدرآباد در عہد نواب ناصر الدولہ بہادر۔"

ترقیمے کے بعد پانچ صفحات میں اصل کتاب کے عنوانات کی فہرست بھی وضاحت صفحات کے ساتھ بالا پرشاد ہی نے لکھ دی ہے اور آخری ورق پر یہ عبارت بھی درج کی ہے ـــ

"ایں کتاب قصۂ کام روپ بتاریخ بستم ماہ جمادی الثانی ۱۲۶۲ھ بروز دوشنبہ بدست محمد اسمٰعیل صاحب داروغہ بازار سکندر گنج بہ قیمت یک روپیہ فروخت نمودہ شد۔"

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں (۲۷۰) صفحات کی کتاب کی قیمت صرف ایک روپیہ تھی۔ اس آخری عبارت میں بازار سکندر گنج کا جو ذکر ہے وہ بازار اب حیدرآباد میں نہیں ہے اور اگر ہے تو بعد میں کسی اور نام سے موسوم ہو گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ سکندر جاہ آصفجاہ ثالث کے نام پر وہ آباد ہوا تھا جیسا کہ سکندرآباد اب تک انہی کے نام سے منسوب ہے۔

محمد اسمٰعیل صاحب کے بعد یہ قصہ عبدالغفور ابن امام صاحب اور عمر فتح چند کی ملک رہا۔ چنانچہ اولی الذکر کی خوبصورت مربع مہر اور فتح چند ۱۲۶۹ھ کی (پتے کی وضع کی) مہر اس کتاب کے پہلے صفحہ کی پیشانی پر ثبت ہے۔

۱۳۵ ورق۔ ۱۲ سطور فی صفحہ۔ ۹ × ۵ ½

۹۰۵۔ قصۂ کام روپ و کام لتا (منظوم)۔ ۱۰۹۶ھ۔ محمد مراد — مثنوی فارسی

فارسی کے نثری قصے کے مرتب ہمت خاں کی فرمائش پر محمد مراد نے یہ مثنوی ۱۰۹۶ھ میں منظوم کی تھی اور اسی کا ترجمہ بعد کو تحسین الدین نے ۱۱۷۰ھ میں اردو مثنوی (دیکھو نمبر ۹۰۳) کی شکل میں کیا تھا۔

یہ مخطوطہ ناقص الطرفین ہے اور بحالت موجودہ اس میں (۳۴۰۰) ابیات ہیں۔ عمدہ خط نستعلیق میں قدیم دیسی کاغذ پر لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ ان ابیات سے شروع ہوتا ہے ؎

نظر چوں نیک در اجرام کردند — ز شادی کام رویش نام کردند
شہ از شادی صلائے جام در داد — در گنجینہا را بند بکشاد
ز جودش عالمے دل شاد گردید — جہاں یکسر نشاط آباد گردید

اختتام ان ابیات پر ہوتا ہے ؎

کہ تا کے رنجہ دادی خویشتن را — بیارام اند کے بشنو سخن را
نشاط ایں جہاں بے مایۂ نیست — بہ آز صبر آزمائی عالمے نیست
جہاں را لے جہاں باں کار ننگست — مزاج مملکت آشفتہ رنگست

۱۱۴ ورق۔ (۱۵) ابیات فی صفحہ۔ ۸ ½ × ۵

---

۹۰۶ - چندر بدن و ماہیار - قبل ۱۰۴۸ھ - ملا مقیمی مثنوی اردو

ملا مقیمی کی اس مثنوی کا ایک اور مخطوطہ جو ۱۱۲۸ھ کا مکتوبہ ہے ادارے میں نمبر ۱۷۶ پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات تذکرہ جلد اول صفحہ ۲۷ و ۳۲ پر درج ہو چکی ہیں۔ اس کے اور دس نسخے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں اور اس کو مولوی اکبر الدین صدیقی صاحب نے متعدد نسخوں سے مقابلہ کر کے اپنے ایک بسیط مقدمے کے ساتھ مجلس اشاعت دکنی مخطوطات حیدرآباد کی طرف سے ۱۹۵۶ء میں شایع بھی کر دیا ہے۔ اس مقدمہ میں شرح و بسط کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ چندر بدن و ماہ یار کے قصہ کو اور کن کن شعراء نے منظوم کیا ہے۔ خود مقیمی کے حالات بھی تفصیل سے لکھے ہیں۔

زیر نظر نسخہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس میں عبداللہ قطب شاہ کی مدح کے اشعار بھی شامل ہیں جو کسی اور مخطوطے میں موجود نہیں ہیں۔ اب تک سمجھا جاتا تھا کہ مقیمی صرف بیجاپور کا شاعر تھا۔ مگر اس نسخے سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے یہ مثنوی حیدرآباد میں لکھی تھی۔ مدح بادشاہ کے عنوان سے جو ابیات لکھی ہیں ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ حیدرآباد میں عرصے تک رہا تھا اور یہاں کی تاریخی روایات سے واقف تھا۔ وہ لکھتا ہے ـــ

صفت بادشاہ سلطان عبداللہ

مقیمی توں کر صفت شہہ کا اِتا ‏ ‏ ‏ جنے تج کوں روشن کیا ہے اپتا
جو سلطان عبداللہ ہے شہ گھنبیر ‏ ‏ ‏ قمر شمس تے اس کا روشن ضمیر
کہ عدل ہور انصاف ہور داد کا ‏ ‏ ‏ او ہے بادشاہ حیدرآباد کا
امن میں خلق اس کے پرتو تلے ‏ ‏ ‏ جو سارے دکن میں درائی چلے
دکھن میں لیا کیا بلکہ ہے ہند میں ‏ ‏ ‏ اہے نام اس کا یہی سند میں
دکھن کے شہاں میں گرامی ہے او ‏ ‏ ‏ گرامی اہے ہور نامی ہے او
دکھن کے شہاں دیکھ پھر یوں کہے ‏ ‏ ‏ محمد قلی عصر کو آیا اہے
محمد قلی بھی شہاں دیک کس تحمر میں ‏ ‏ ‏ سو حاتم سا شاہ اس کے نت امر میں
ضحاک ہور فریدون سا شیر او ‏ ‏ ‏ کرے پل میں کئی دشمناں زیر او
ہے ایسا سو او بادشاہ بے بدل ‏ ‏ ‏ دکھن کے شہاں میں ہے او ات نول
مقیمی صفت شہ کی کر توں تمام ‏ ‏ ‏ اپتا توں قصہ کا بنا کر کلام

یہ مخطوطہ مکمل ہے اور اس مخطوطے میں جملہ (۴۹۹) ابیات ہیں۔ خط ثلث میں نہایت قدیم کاغذ پر ۱۱۰۰ھ سے قبل نقل کیا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ اس کی ابتدائی اور آخری ابیات یہ ہیں ـــ

ابتدا ـــ

رحیما خلق پر تو رحمان ہے ‏ ‏ ‏ نرنکھار بے چوں توں سبحان ہے
اندھیار اکرے ہور اجالا تہیں ‏ ‏ ‏ اُجالے سے سلاوے لتالے تہیں

کیا رزق سب پر یہی مقسوم توں ‏ ‏ ‏ قوی دست دائم ہے قیوم توں

اختتام

نہ اول نہ آخر نہ انہی سکت ‏ ‏ ‏ جو ہو تاں منے جیو رکھے لاسکت

دنیا تو فنا ہے مقیمی سبھی ‏ ‏ ‏ رہے گی دنیا میں نشانی یہی

مرتب قصے کا ہوا یاں تمام ‏ ‏ ‏ درود بر محمد علیہ السلام

مولوی اکبرالدین صاحب کی مطبوعہ چندر بدن اور اس مخطوطے کی آخری ابیات میں بہت کچھ فرق معلوم ہوتا ہے۔

۴۶ ورق۔ ۱۱ شعر فی صفحہ۔ "$\frac{1}{2}$۴ × $\frac{1}{2}$۵

۹۰۷۔ مہر و ماہ (ظفر نامہ عشق)۔ ۱۱۱۴ھ۔ سید مظفر ‏ ‏ ‏ مثنوی اردو

سید مظفر عہد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی کا شاعر ہے۔ جس کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ اس کی اس مثنوی کے دو نسخے کتب خانۂ سالار جنگ مرحوم میں بھی موجود ہیں لیکن دونوں ناقص الطرفین ہیں۔ مولوی نصیرالدین ہاشمی صاحب نے اپنی مرتبہ فہرست کے صفحات ۶۱۶۔۶۱۸ پر ان کی تفصیلات لکھی ہیں۔ لیکن مصنف کے بارے میں ان کو بھی کچھ پتہ نہ چل سکا۔ سید مظفر مازندرانی ابوالحسن قطب شاہ کا پہلا دیوان تھا اور بعد کو اس سے ناراض ہو کر اورنگ زیب کی خدمت میں اورنگ آباد چلا گیا تھا۔ وہ بہت علم دوست اور عالم آدمی تھا۔ اس کے کتب خانہ کی چند کتابیں ادارے میں موجود ہیں۔ جن پر خود اس کے دستخط اور تحریریں بھی موجود ہیں۔ یہ مثنوی اس کی تصنیف ہو سکتی تھی مگر اس میں مظفر نے جو حالات لکھے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کوئی صوفی شاعر تھا اور اس کے والد اور پیر و مرشد کا نام سید ایوب شاہ تھا۔ ان کے حالات اور توصیف میں بہت طوالت سے کام لیا ہے۔ اس حصے کی چند منتخب ابیات یہ ہیں۔

صفت سید ایوب شاہ

مرے تن کے من رب مرے والدین ‏ ‏ ‏ انو کی ہے خدمت سدا مجھ پو دین

مرے ہیں ولی نعمت نامدار ‏ ‏ ‏ انو پر سوں ہے جیو میرا انثار

دو عالم میں ان سوں مجھے عز و جاہ ‏ ‏ ‏ مرے پیر و مرشد ہیں ایوب شاہ

انو کی ہے خدمت سو طاعت مری ‏ ‏ ‏ جو ہے حکم ان کا عبادت مری

نبوت کے گلشن پر کا اختر ہے او ‏ ‏ ‏ ولایت کے دریا کا گوہر ہے او

رسالت کے بستاں کے قد نہال ‏ ‏ ‏ امامت کے گلزار کے گل جمال

شرافت کی مسند کے ہیں تکیہ گاہ ‏ ‏ ‏ مکان نجابت کے سقف پناہ

ہے علم حقائق کے او راز داں ‏ ‏ ‏ تجلی کے دیکھے عین سوں سب عیاں

جگر گوشۂ نقش خیرالنساء ‏ ‏ ‏ محب بہ پیمبر حبیب خدا

او ہے نورِ چشمِ حسین و حسن　　نبی کے خلاصے علی کے جیوں
کلام خدا کے موافق کلام　　کریں کاملاں سات مل صبح و شام
اُنو کے ہیں صحبت سنے کاملاں　　سکندر کے درپن سے روشن دلاں
مرید ایک کامل کی تعریف میں　　سناتا ہوں مجھن اتا لکھ کو دیں
سو او کون سو مولوی زماں　　زمیں پر فضیلت کے ہیں آسماں
ہر اک علم میں آج ہے منفرد　　ہمارے زمانے کے ہیں مجتہد
اول شیخ جامی کوں ملا کہے　　اتا مولوی شیخ احمد جو ہے

اس کے بعد اپنے والد کے مرید شیخ احمد کی تعریف کی ہے اور ان کو ابوالفضل سے زیادہ عالم و فاضل ظاہر کیا ہے۔ ان کے بعد اپنی والدہ کی تعریف لکھی ہے۔ اس حصہ کی چند ابیات یہ ہیں ؎

صفت والدۂ مصنف

کہوں یاں سوں ہیں مدح مادر مرے　　کہ او عفت فاطمہ خوش دھرے
اُنو شان و شوکت میں بلقیس ہے　　بزرگی میں جیوں کھم پو برجیس ہے
کہ او پاک دامن ہیں مریم صفت　　کہ دھرتے ہیں دایم دھرم ہور ست
اُنو کا ہے دل آئینہ یا ہے سور　　جو نورِ خدا داں کیا ہے ظہور
نجابت کے ہے چرخ کے آفتاب　　رسالت کے ہے برج کے ماہتاب
جو اپنے خداوند کے امر تئیں　　بجز امر حق کچھ کرے فرق نئیں
الٰہی مناجات دن ہور رین　　میں منگتا ہوں تجو در حقِ والدین
توں کر مجہ مناجات کوں مستجاب　　کہ اے خالق ماہتاب آفتاب
فلک پر مہ و مہر ہے جب تلک　　اُنو کوں تو خوش حال رکھ تب تلک
اچھو سر اُپر میرے او سائباں　　جو ہے لگ زمیں پر سدا آسماں

ماں باپ کی مدح سے پہلے شاعر نے اپنے بادشاہ اورنگ زیب کی جو صفات بیان کی ہیں ان سے خود شاعر کی طبیعت اور معیار کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس حصے کی چند ابیات یہ ہیں ؎

صفت بادشاہ اورنگ زیب غازی

شہِ کامراں شاہ ابلا بلی　　جہاں کے شہاں میں ہے بے شک ولی
خدا کے جو خاصاں میں خاصہ ہے او　　رسول خدا کا خلاصہ ہے او
سو او کن جو شاہ اورنگ زیب　　کیا فکر کوں دور اوس کا نہیب
دھریں لطف سو اس پو آلِ رسول　　اچھے شاخ پر سائباں جیوں کہ پھول
اسے اس کے سایہ میں خلقِ خدا　　دل و جاں سو کرتے دعا و ثنا
معلم ہو اک علم کا باعمل　　کیا ہے سبھی علم مشکل کوں حل

ہے معلوم علم حقائق اوسے ہے مکشوف رمز و حقائق اوسے
قوی طالع و شاہ اختر بلند کمند ست پکڑتا ہے کیواں کوں بند
نہ ہوتا اگر شاہ اے دستگیر تو ہوتا بلا میں سکندر اسیر
شجاعت میں رستم او پر لاف ہے صفت شہہ کی از قاف تا قاف ہے
شجاعت میں شاگرد شیر خدا غنیم اوس انگے جیوں غنم کا مندا
جہاں میں چلے فوج شہہ کی جہاں اٹھے غلغلا لامکاں لگ وہاں
سخاوت میں کیس اس کا ثانی نہیں ہور اس گیان کا کوئی گیانی نہیں
کہوں کیوں عدالت میں نوشیرواں او کافر ہے یہ شاہ اسلامیاں
سپر یوں دسیا خلق کوں شاہ کا کہ جیوں نون نصر من اللہ کا

میر جعفر علی زٹلی نارنولی نے اورنگ زیب کی جو اردو مدح لکھی تھی وہ بھی اسی بحر اور اسی اسلوب میں لکھی ہے۔ بعض مصرعے اور ترکیبیں بھی ایسی ہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زٹلی نے قیام دکن کے زمانہ میں یہ مثنوی ضرور پڑھی تھی اور اپنے خاص مزاحیہ انداز میں اس نے اسی مدح کا خاکہ اڑایا ہے۔

منظفر نے اپنی شاعری کی بہت مبالغہ آمیز تعریف بھی کی ہے اور لکھتا ہے کہ ذوقِ سخن نے اس کو مجبور کیا کہ کوئی عشقیہ قصہ لکھنا چاہیئے تاکہ ایک ایسی یادگار رہے جس کو پڑھ کر عاشق بے قرار ہو جائیں۔ مجھے فارسی قصہ مہر و ماہ نظر آیا اور میں نے خیال کیا کہ اس کا ترجمہ کر دوں مگر دیکھا تو معلوم ہوا کہ فارسی قصہ غلط لکھا گیا ہے اس لئے میں نے اپنے ذوقِ سخن کے مطابق اس قصہ کو خود ہی اپنے ذہن سے صحیح کر کے لکھا ہے۔ اس حصۂ مثنوی کی چند ابیات یہ ہیں ؂

دسیا قصۂ فارسی مہر و مہ منگیا کرنے دکھنی سوں میں ترجمہ
سو دیسے میں دل مجہ پایوں خبر نہ کر ترجمہ فارسی کا ظفر
لکھا ہے غلط قصۂ فارسی توں پڑھ دیکھ دل ہے ترا آرسی
ہوا دل سوں شاگرد میں شاد ہو او کہنے لگیا قصہ اوستاد ہو
لکھا ہوں یہ قصہ سراپا صحیح ہے معنی بلیغ و عبارت فصیح
لکھا ہوں میں یہ قصۂ مہر و مہ مطالعہ کریں تا گدا ہور شاہ
بہوت عاشقاں کی ہے اس بیچ نقل پڑا انتظار عاشق ہو کھوتا ہے عقل
رکھیا تو ظفر نامۂ عشق نام نکے عشق یہاں عقل کا نیں ہے کام
منظفر جو کچھ عشق کے کام ہیں بغیر از خدا کچھ کسے کام نہیں
جو کوئی عشق کا درد لیتا قبول خدا اس پہ خوشنود راضی رسول

ان ابیات میں جس فارسی قصہ کی طرف منظفر نے اشارہ کیا ہے وہ غالباً عاقل خاں رازی کی مثنوی مہر و ماہ ہے جو ۱۰۶۵ھ میں لکھی گئی تھی لیکن اس نے عاقل خاں کا نام تک نہیں لیا ہے بلکہ اس قصہ کو غلط اور

ناقص قرار دے کر خود سے ایک قصہ تصنیف کرنے کا ذکر کیا ہے۔

یہ مثنوی آخر میں مکمل ہے اور اس آخری حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قصہ کے علاوہ مظفر نے ایک اور مثنوی "پنجہ آفتاب" بھی تحریر کی تھی اور اس کو اس کتاب کی دوسری جلد قرار دیتا ہے۔

اس مثنوی کے ابتدائی ۶ صفحات غائب ہیں۔ اس میں بارہ ہزار سے زیادہ ابیات ہیں۔ مظفر طوالت اور تکرار کا عادی تھا۔ اس نے ہر عنوان کے خاتمہ پر اپنے تخلص کا شعر دہرایا ہے اور چرخیات کے عنوان سے بھی متعدد بیتیں لکھی ہیں۔ درمیان میں غزلیں، رباعیاں اور دوہرے بھی حسب ضرورت درج کئے ہیں۔ ایک غزل کا مقطع یہ ہے ؎

جو کوئی بند میں رکھا مجھ کو اسے پامال کر یا رب ۔۔۔ مجھے بند سوں چھڑایا سو اُسے خوشحال کر یا رب

ابتدا۔ ملا اس کو اسلام کے سو سینے ۔۔۔ کریں مجکوں نا آشنا ہوش نے
سوا دل ہو کو جو دونین ہے ۔۔۔ بشکل علم پس و پیش سے رہے
کریں سو دیس چاند جیوں کسب نور ۔۔۔ کرے کسب یوں نور جس رخ سے سور

اختتام۔ یہاں قصۂ مہر و مہہ ہو چکا ۔۔۔ یمن کا جو احوال باقی رہا
سو ہے قصۂ پنجۂ آفتاب ۔۔۔ بنی اک علیحدہ ہی خاصی کتاب
بجلد دوم ذکر او بالتمام ۔۔۔ مفصل ہوا ہے بیاں لا کلام
دیکھو دوسرے دفتر میں شوق سات ۔۔۔ کما حقہ پوری سمجھ ہوگی بات
میں اب ختم کر بات سے اپنے دھر ۔۔۔ کیا ختم نامہ یہ صلوات پر

ترقیمہ ۔۔ جناب معظمہ مکرمہ حاتم زماں، سخن فہم سخی، سخن سنج ملکۂ زماں۔ شہرۂ آفاق۔ قدر دان۔ سخن رس بادشاہزادی۔ ہر فن میں ممتاز بے نظیر صاحب لیاقت علم سے سرفراز۔ مرد و زن کی قدر شناس جناب محمدی بیگم صاحبہ عرف محمدی بیگم صاحبہ عمرۂ دولت میں روز بروز خدائے تعالےٰ ترقی افزوں کرے۔ بحق محمد و آلہ و اصحابہ۔ دوست خوش دشمن پایمال باد۔ مرقوم بتاریخ ۷ ربیع الاول ۱۲۱۳ھ باتمام رسید۔ ملتمس ہوں بسبب بیماری کے معاف کیجئے۔ محررہ مرزا عباس علی بیگ۔"

کاتب اور اس کی ممدوحہ محمدی بیگم کی نسبت کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ غالباً کسی ریاست کی بادشاہزادی تھیں۔

۸۴۴ صفحات۔ فی صفحہ ۱۹ سطور۔ ۸ × ۱۳

۹۰۸۔ سحر البیان۔ ۱۱۹۹ھ۔ میر حسن ۔۔۔ مثنوی اُردو

میر حسن دہلوی کی اس مشہور و مقبول مثنوی کے متعدد نسخے ادارے میں موجود ہیں جن میں سے حسب ذیل کا ذکر پہلی جلدوں میں گذر چکا ہے۔

	مخطوطہ نمبر	کتابت	جلد	صفحہ
۱۔	۱۴۷	۱۲۴۳ھ	اول	۹۶
۲۔	۳۲۱	۱۲۳۹ھ	دوم	۷۸
۳۔	۴۴۲	۱۲۲۸ھ	"	۷۹
۴۔	۴۷۳	۱۲۳۹ھ	اول	۲۷۵
۵۔	۴۰۴	۔	اول	۱۱۸
۶۔	۵۱۶	۱۲۷۷ھ	"	۹۵
۷۔	۵۱۸	۱۲۲۳ھ	"	۹۷
۸	۵۹۲	۱۲۳۷	سوم	۱۹۷

ان سب مخطوطوں کی خصوصیات اور میر حسن کے مختصر سے حالات ان کے بیان میں گذر چکے ہیں۔
زیر نظر مخطوطہ اس کا نواں نسخہ ہے اور یہ اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ حیدرآباد کے مشہور وزیر اور علم دوست امیر مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنۃ شاد کے عہد طفولیت کا مکتوبہ ہے۔
اصل مخطوطہ قدیم دیسی کاغذ پر سرخ جدولوں کے درمیان نہایت پاکیزہ خط نستعلیق میں لکھا گیا تھا۔ اس کے ابتدائی چار صفحات شاید تلف ہو گئے تھے تو مہاراجہ کشن پرشاد نے اپنے قلم میں ان کو نقل کر کے اس مثنوی کو مکمل کیا تھا اور اس کی جلد کے اندرونی صفحہ پر لکھا ہے۔
"ہوالعزیز۔ این کتاب بے نظیر راجہ کشن پرشاد بہادر است۔ اگر کسے دعوا کند باطل۔"
یہ عبارت اور خود کتاب کے چار صفحات مہاراجہ کے قلم میں ہیں سے

ابتدا۔ کروں پہلے توحید یزداں رقم — جھکا جس کے سجدے میں اول قلم
سرلوح پر رکھ بیاض جبیں — کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں

یہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ اس وقت آخری ابیات یہ ہیں سے

تھی ہمراہ یک اوس کے دخت وزیر — نہایت حسیں اور قیامت شریر
زلیس تھی ستارہ سی وہ دلربا — اسے لوگ کہتے ہیں نجم النسا

بحالت موجودہ اس مثنوی میں ۱۹۲۰ ابیات محفوظ ہیں۔ اس کی جلد پر عمدہ کشمیری کام کیا گیا تھا جس کے آثار نمایاں ہیں۔
کتاب کے پہلے صفحہ کی پیشانی پر ایک ہشت پہلو مہر ثبت ہے جس پر "غلام احمد" کندہ ہے۔
۶۴ ورق۔ فی صفحہ ۱۵ ابیات۔ $8\frac{1}{2} \times 5$″

۹۰۹۔ سحر البیان۔ ۱۱۹۹ھ۔ میر حسن دہلوی — مثنوی اُردو

ادارے کے کتب خانے میں میر حسن کی مثنوی کا یہ دسواں مخطوطہ ہے۔ اس سے پہلے جن نو مخطوطوں کا ذکر گذر چکا ہے ان کی تفصیل ابھی نسخہ نمبر ۹۰۸ کے سلسلہ میں درج کی گئی ہے۔
زیر نظر نسخہ ناقص الطرفین ہے مگر نہایت نفیس اور باریک کاغذ پر بہت ہی خاص اہتمام کے ساتھ اور عمدہ سیاہ و سرخ روشنائی میں لکھا گیا ہے۔ اس کی ابتدائی ابیات یہ ہیں سے

اڑا نور نرگس کی آنکھوں کا سب — ہوئے بال سنبل کے ماتم کی شب

لب جو کی اڑنے لگی گرد گرد — گلِ اشرفی نے کیا رنگ زرد

آخری ابیات یہ ہیں ؎

ملیں سب کے بچھڑے الٰہی تمام — بحق محمد علیہ السلام

ہوئے جیسے وہ شاہ ہوں شاد ہم — رہیں شہر میں اپنے آباد ہم

چونکہ آخری صفحہ محفوظ نہیں ہے اس لئے کاتب اور سنہ کتابت کا علم نہ ہو سکا۔ یہ مخطوطہ مولوی احمد اللہ خاں صاحب بی۔ اے، ڈپ ایڈ کا عطیہ ہے۔

۵۵ اوراق - ۱۴ ابیات فی صفحہ - "۶ × "۱۰½

---

۹۱۰ - قصص الانبیا (ریاض مسعود) - ۱۱۹۱ھ - شاہ غوث جامی و غوثی - مثنوی اردو

شاہ غوث ارکاٹی جامی اور غوثی دونوں تخلص کرتے تھے۔ ان کی حسب ذیل کتابیں ادارے میں موجود ہیں اور ان کے سلسلہ میں مصنف کا حال درج ہو چکا ہے۔ ۱۲۲۵ھ میں وفات پائی اور ارکاٹ میں دفن ہیں۔

نمبر ۳۹؎ روضۂ صفا عرف غوثیہ ۱۱۸۰ھ جلد چہارم صہ ۴۲

" ۱۳۲؎ ریاض مسعود عرف قصص الانبیا۔ دفتر اول ۱۱۹۱ھ جلد اول صہ ۴۲

" ۱۳۸؎ ضیافت نامہ۔ صہ ۹۱

زیرِ نظر نسخہ ریاضِ مسعود دفتر اول کی ایک اور مکمل نقل ہے جو بہت ہی خوش خط نستعلیق میں ۱۲۷۰ھ میں لکھی گئی ہے۔ اس کے اور نسخہ نمبر ۱۳۲ کی آخری ابیات میں کچھ فرق ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ؎

کروں حمد خدا اول بیاں میں — ثنا و صفت کو اس کی عیاں میں

کیا ارض و فلک کوں جس نے پیدا — جو کچھ مابین ہیں اس کے ہویدا

اختتامی ابیات یہ ہیں ؎

خدا کے کام میں حکمت ہے جانو — حکیم لم یزل اس کوں پچھانو

مجھے اپنی رضا پر رکھ خداوند — قضا پر کر عنایت صبر خاوند

عطا پر شکر کر میرے سوں اظہار — فضل کر گرچہ ہے غوثی گنہگار

اس دفتر اول میں تخلیق آدم سے ایوب علیہ السلام تک کے پیغمبروں کے حالات لکھے ہیں۔ اس میں چھ ہزار سے زیادہ ابیات موجود ہیں۔

ترقیمہ — "مالک این کتاب قصص الانبیاء حیدر حسین عفی اللہ عنہ است بفرمائش برادرم محمد مراد صاحب صوبہ دار ارقام پذیرفت مورخہ یازدہم ماہ صفر ۱۲۷۰ھ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔"

اس مثنوی کا ایک مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ میں بھی موجود ہے۔
۱۴۷ اوراق۔ ۲۱ سطور فی سطور۔ "۷ × "۱/۲ ۱۱

۹۱۱۔ قصص الانبیاء۔ دفتر دوم۔ ۱۱۹۱ھ۔ شاہ غوثیؔ ارکاٹی — مثنوی اردو

شاہ غوث جامی کی ضخیم مثنوی ریاض مسعود کا یہ دوسرا دفتر ہے۔ اس میں سکندر ذوالقرنین سے عیسیٰ علیہ السلام اور جرجیہ تک کے واقعات اور قصے درج ہیں۔ دفتر اول کا ذکر ابھی نمبر ۹۱۰ میں گذر چکا ہے۔
اس دوسرے دفتر میں پانچ ہزار پانچسو سے زیادہ ابیات ہیں۔

ابتداء۔—
کروں حمد و ثنا خلاق سبحاں — کیا پیدا ہنر سے تن سے جاں
کیا ارض و فلک یک پل میں پیدا — جو کچھ مابین ہے اس کے ہویدا
کہ جب چاہا کرے اپنے کو ظاہر — بنایا مصطفیٰ کا نور طاہر

اختتام۔—
اگرچہ نیں مرے کچھ نیک اعمال — نہیں حسنات کی کچھ مجہ منے چال
ترا افضال ہو تو سب ہے حاصل — کرے ناقص کو تو یک پل میں کامل
برکت سوں محمدؐ کے اے سبحاں — سلامت رکھ تو اس غوثی کا ایماں

ترقیمہ۔— "بعون ملک العلام کتاب قصص الانبیاء دفتر دوم بدست کاتب عقیدت داریں حیدر حسین عفی اللہ عنہ روز جمعہ مورخہ دوازدہم ماہ ربیع الاول ۱۲۶۹ھ نبوی بوقت سعید یک دنیم پہر روز بر آمدہ بود۔ بمنہ و کرمہ اتمام گردید۔"

عجیب بات ہے کہ دفتر اول کی کتابت کی تاریخ ۱۲۷۰ھ لکھی ہے اور دفتر دوم کی ۱۲۶۹ھ۔ یہ دونوں دفتر ایک ہی کاغذ پر ایک ہی خط میں لکھے گئے ہیں۔ البتہ دونوں کے درمیان کئی صفحات خالی ہیں۔ بالکل دوسری کتاب کے طور پر یہ دوسرا دفتر لکھا ہے۔ خود غوثیؔ نے بھی یہ تینوں دفتر علیحدہ علیحدہ کتابوں کی طرح جدا جدا حمد و نعت سے شروع کئے ہیں اور اختتام بھی اسی انداز میں کیا ہے۔
۱۳۵ ورق۔ ۲۱ سطور فی صفحہ۔ "۷ × "۱/۲ ۱۱

۹۱۲۔ قصص الانبیاء۔ دفتر سوم۔ ۱۱۹۱ھ۔ شاہ غوث جامیؔ غوثی — مثنوی اردو

مخطوطات نمبر ۹۱۰ و ۹۱۱ کے سلسلے کی یہ تیسری جلد ہے۔ اس میں قصص الانبیاء کا تیسرا دفتر ہے۔ یہ تینوں دفتر ایک ہی کاتب حیدر حسین نے محمد مراد صوبہ دار کی فرمائش پر ۱۲۶۹ھ و ۱۲۷۰ھ میں غالباً مدراس میں نقل کئے تھے۔
اس تیسرے دفتر میں صرف آنحضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و شمائل بیان کئے گئے ہیں۔

یہ ایک ہزار ایک سو پچیس (۱۱۲۵) ابیات پر مشتمل ہے۔

ابتدا۔ الٰہی ترا حمد مقدور نئیں — اگرچہ سخن کا یہ دستور نئیں
بجا ہے جو تیرا اثنا گر کہیں — یہ منہ اس ثنا بوں کے سانہیں

اختتام۔ حقیقت میں یہ ہے قرآں کی تفسیر — جو غوثی نے کیا لکھی ہیں تحریر
برکت سوں او یاراں کے اے کرتار — ترغیب سوں کرادا غوثی کو وادار
سلامت رکھ مرا ایماں داور — مجھے کر بحر عرفاں کا شناور
ہمیشہ غوث جاہی پر کرم کر — مرے لگ عزت و حرمت سنی دیگر

ترقیمہ ۔۔ ”مورخہ شانزدہم ماہ محرم الحرام ۱۲۶۹ھ زدست عاصی پر معاصی دارین حیدر حسین عفی اللہ عنہ حسب الفرمائش برادرم محمد مراد صاحب جمعدار عفی اللہ عنہ قلمی شد۔“

مقام کتابت نہیں لکھا۔ نوع خط اور کاغذ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مدراس میں لکھی گئی ہوگی۔

۷۲ ورق ۔ ۱۲ سطور فی صفحہ ۔ ″۷ × ″۱/۲ ۱۱

۹۱۳۔ بدماوت (شمع و پروانہ) ۔ ۱۲۱۱ھ ۔ از عبرت و عشرت — مثنوی اردو

ضیاء الدین عبرت رامپوری شاگرد نواب محبت خاں اور میر غلام علی عشرت شاگرد مرزا علی لطف کی اس مثنوی کے دو اور نسخے ادارے میں موجود ہیں جن کا ذکر جلد اول و سوم میں حسب تفصیل گذرچکا ہے۔

نسخہ نمبر ۱۷۲ سنہ کتابت ۱۲۵۱ھ جلد اول صفحہ ۱۸۸
〃 〃 ۶۳۶ 〃 ۱۲۴۹ھ 〃 سوم 〃 ۲۵۴

انہی نسخوں کے بیان میں اس کتاب کی اور مصنفوں کی تفصیلات لکھدی گئی ہیں۔ زیر نظر نسخہ سید شرف الدین عرف پیران حسینی ناگپوری نے فیض علی خاں عرف غلام محمد خاں حیدرآبادی کے لئے ۱۲۶۱ھ میں نقل کیا ہے۔ اس کے ابتدائی چند اوراق تلف ہو گئے ہیں۔ رواں خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ بہت کرم خوردہ ہو گیا ہے۔

آغاز ان ابیات سے ہوتا ہے ؎

کشش سے دل کی جو یہاں آہ نکلی — بشکل مد بسم اللہ نکلی
کرے ہے آہ جس دم جان آگاہ — معاً نکلے ہے اس کے منہ سے اللہ

آخری ابیات دوسرے نسخوں کے مطابق ہیں جو یہ ہیں ؎

یہ کہہ کر دل میں کی میں نے جو پھر غور — کوئی تاریخ کہئے اس کی خوش طور
کہا دل نے اسے دیکھے جو شاعر — بلاشک جانے تصنیف دو شاعر

اس کے اور ترقیمہ کے بعد سرخ روشنائی میں چند اور شعر درج ہیں جو یہ ہیں ؎

طاقت ہے رقم کی نہ مجھے تاب ہے غم کی | لا جلد خبر بیگ صبا میرے صنم کی
کیا تجھے لازم تھا اے دل مجھ سے ہونا بیوفا | بارک اللہ آفریں شاباش رحمت مرحبا
سیکھے ہو جان کس سے یہ دلبری کی طرزیں | ہر ہر قدم پہ غمزہ ہر جا پہ ناز کرنا
اس وقت کیفیت ہے پیناشراب گلگوں | یہ چاندنی کی راتیں یارب دراز کرنا

ترقیمہ "نسخہ پدماوت تصنیف میر ضیاء الدین عبرت و میر غلام علی عشرت بہ دستخط حقیر سید شرف الدین عرف پیراں حسینی ساکن ناگپور برائے مہربان افضل علی خاں عرف غلام محمد خاں باشندۂ حیدر آباد بنا بر یادداشت زمانہ نوشتہ دادہ شد بتاریخ غرہ جمادی الاول ۱۲۶۱ھ بروز جمعہ اختتام رسانیدہ شد۔"

ان کے بعد چند فارسی اشعار اور مذکورہ بالا چھ اردو شعر ہیں۔

۱۴۵ ورق۔ ۱۵ سطور فی صفحہ۔ "۶ × "۹ ۱/۲ ۱/۲

۹۱۴۔ ہفت سیر حاتم۔ ۱۲۱۵ھ۔ مہماںؔ — مثنوی اردو

اس مشہور و مقبول مثنوی کے دو اور مخطوطے ادارے میں محفوظ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

نمبر ۳۴ ۔ مکتوبہ رام پرشاد۔ مورخہ ۱۲۴۱ھ۔ جلد سوم ص ۵

" ۳۵ " کرم علی " ۱۲۶۳ھ " " ص ۶

انہی کے بیان میں اس مثنوی اور اس کے مصنف کے بارے میں تفصیلات لکھ دی گئی ہیں۔

زیر نظر مخطوطہ کڑپہ میں سید عبدالہادی ولد سید عبدالقادر نے ۱۲۵۶ھ میں نقل کیا ہے۔ ابتدا اور آخر سے مکمل ہے۔ خط معمولی نستعلیق ہے، کاغذ بہت ہی قدیم دیسی ہے۔ اکثر جگہ کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ پدماوت (نمبر ۹۱۳) اور یہ مثنوی ایک ہی جلد میں مجلد تھی۔ چنانچہ اس کے آخر میں حسین علیخاں کے اس جلد کو خریدنے کا اندراج موجود ہے۔

آغاز ــ
کرے کیا کوئی اس کا حمد و سپاس | کہ ہے ذات وہ بے گماں بے قیاس
ہوا تھا جو اس کو تماشے کا ذوق | سو اک آن میں بن گیا تحت و فوق

اختتام ــ
یہ باتیں جو مہماںؔ نے کہہ گیا | رہا وہ تو نہیں پر مزہ رہ گیا
خدا بن نہیں ہے کسی کو قیام | ہے سب سامعوں کو مرا اب سلام

ترقیمہ "کتاب ہفت سیر حاتم اتمام رسید۔ کاتب الحروف غریب نحیف، سید عبدالہادی ولد سید عبدالقادر ساکن و متوطن بلدہ کڑپہ بتاریخ بیست و یکم شہر رجب المرجب ۱۲۵۶ھ بروز شنبہ بوقت دو پہر روز برآمدہ بود از فضل اللہ تعالیٰ باتمام رسانید۔"

غزل صوفی — اس مخطوطے کے آخری ورق پر ایک شاعر صوفی (دیکھو جلد چہارم) کی ایک غزل درج ہے جس میں پانچ شعر ہیں۔ اس کا مطلع و مقطع یہ ہے ــ

صنم ہم آج کل کوچہ میں ترے تلوار بھی نہیں گئے　　رقیب روسیہ کو بے دھڑک ہم مار بھی نہیں گئے
یہ صوفی بھی نہیں غصہ سے ڈرنے کا ترے قاتل　　جو در پر سے اٹھا دوگے تیس دیوار بھی نہیں گئے

یہ مخطوطہ مولوی احمد اللہ خاں صاحب بی۔ اے، ڈپ ایڈ نے بطور عطیہ داخل کیا ہے۔

۲۱۸ ورق۔ ۱۳ سطور فی صفحہ۔ "$\frac{1}{2}$ ۶ × "$\frac{1}{2}$ ۹

۹۱۵۔ اعجاز احمدی۔ ۱۱۵۵ھ۔ نوازش علیخاں شیدا　　مثنوی اردو

نوازش علی خاں شیدا حیدرآبادی (۱۱۴۵ھ۔ ۱۲۱۰ھ) کی کتابوں میں اعجاز احمدی، روضتہ الاطہار، اور جامع الفواید کے کئی مخطوطے ادارے میں موجود ہیں اور ان کا ذکر اِن جلدوں میں حسب تفصیل ذیل درج ہو چکا ہے۔

مخطوطہ نمبر ۱۲۲	روضتہ الاطہار	جلد اول صفحہ ۶۵	مخطوطہ نمبر ۴۴۵	روضتہ الاطہار	جلد چہارم صفحہ ۱۹۹
" ۵۱۲	"	" سوم صفحہ ۴۲	" ۴۲۲	جامع الفواید	" " صفحہ ۱۶۸
" ۱۸۷	"	" چہارم صفحہ ۱۳۷	" ۳۲۲	اعجاز احمدی	" دوم صفحہ ۵۴
" ۸۴۲	"	" " صفحہ ۱۳۵	" ۸۸۳	"	" چہارم صفحہ ۱۳۹

شیدا اور اُن کی ان تینوں کتابوں کی تفصیلات اِن مخطوطوں کے سلسلہ میں درج ہو چکی ہیں۔

زیر نظر مخطوطہ خاص اہتمام کے ساتھ نہایت خوش خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات عمدہ سرخ روشنائی میں ہیں۔ ابتدائی ایک ورق غائب ہے اور آخر کے کئی اوراق نہیں ہیں۔ ابتدائی ابیات یہ ہیں :-

کرے ابو ہر جو اس کا نظر　　ہر اک بوند کی جائے برسے گہر
اگر عفو اس کا دیوے اذن عام　　ملے مفت عاصیوں کو دار السلام

اس مخطوطے کی آخری ابیات یہ ہیں سے

کہوں کھول تجہ سے بیاں وار سب　　کہے ان سیں عثماں لے والا نسب
غرض پوچھنے کا یہی ہے مرا　　کہ تجہ سا مہرباں نہیں دوسرا

۶۱ ورق۔ ۱۵ سطور فی صفحہ۔ "۶ × "۹

۹۱۶۔ اعجاز احمدی۔ ۱۲۵۵ھ۔ نوازش علی خاں شیدا　　مثنوی اردو

یہ اس مثنوی کا چوتھا نسخہ ہے جو ادارے میں محفوظ ہے۔ دوسرے مخطوطے نمبر ۳۲۲، ۸۸۳ اور ۹۱۵ پر موجود ہیں اور انہی کے بیان میں اس کی اور شیدا کی تفصیلات گذر چکی ہیں۔

زیر نظر نسخے کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ نواب فضل الدین خاں اقبال الدولہ اقتدار الملک

سر وقار الامرا وزیر اعظم حیدر آباد کی فرمائش پر ان کے عہد طفولیت میں لکھا گیا ہے۔ یہ سر وقار الامراء وہی امیر پایگاہ ہیں جنھوں نے قصر فلک نما محمد قلی قطب شاہ کے قدیم محل کو ہ طور کے کھنڈروں پر تعمیر کرایا تھا اور جن کے دور وزارت عظمیٰ میں حیدر آباد میں سررشتہ علوم و فنون قائم ہوا تھا جس کے لئے سید علی بلگرامی اور مولانا شبلی اور دوسرے مشاہیر بلائے گئے، جنھوں نے حیدر آباد میں ایک نظام یونیورسٹی قائم کرنے کی تحریک میں بڑی دلچسپی لی تھی۔

اس مخطوطے کی ایک دوسری اہمیت یہ ہے کہ اس پر نواب وقار الامراء کے خاندان کے متوسل اور حیدر آباد کے مشہور مورخ غلام امام خاں نے اس نوعمر امیرزادے کے لئے شاید نظر ثانی کی تھی اور خاتمہ پر اپنی طرف سے کچھ ابیات بھی اضافہ کی ہیں

یہ مخطوطہ مکمل اعجاز احمدی پر مشتمل نہیں ہے بلکہ نصف اول دفتر سوم سے شروع کیا گیا ہے۔ اس کا آغاز اس عبارت سے ہوتا ہے۔

"دربیان شرف بخش شدن اشرف الانبیاء بہ مدینہ مشرف زاد اللہ شرفاً۔

نصف اول دفتر سیوم۔

الٰہی تو کر فضل کا فتح باب — مجھے میرے مطلب سے کر کامیاب
عنایت کے لشکر کو دے میرے ساتھ — کروں نفس سے جنگ دن اور رات

اختتامی ابیات یہ ہیں جن میں آخری چار ابیات غالباً غلام امام خاں نے لکھی ہیں۔

مہینے تلک گوشت سے اس کے تب — صحابی کئے اپنا گذران سب
گئے جب یہ اپنے پہ سختی قبول — بفتح وظفر آئے نزد رسول

دیکھو ان کی تم دینداری کا حال
زباں اس بیاں میں ہماری ہے لال

دوم جلد جب ہو گئی یہ تمام — ہے محنت سے لکھا غلام امام
تھی ربیع الثانی کی پندرویں یار — بفضل خدا و نبی چار یار
دو شنبہ کا تھا روز با احتشام — لیا اس کے کہنے سے ہاتھوں کو تھام

میں تاریخ کا جو تجسس کیا
تو دل نے کہا حب خیر الورا

۱۲۵۸ھ

ترقیمہ :- تمام شد کتاب اعجاز احمدی بتاریخ یازدہم جمادی الثانی روز دوشنبہ ۱۲۷۵ھ بدست عبدالستار بن ...... بحسب خواہش فضل الدین خاں بہادر دام اقبالہ تحریر یافت۔

یہ مخطوطہ مولوی احمد اللہ صاحب بی اے، ڈپ ایڈ کا عطیہ ہے۔

۳۶۲ صفحات۔ فی صفحہ ۱۴ سطور۔ ۵ × ۹ ½"

۹۱۷ - شاہ نامہ محمد حنیف ۔ سنہ ۱۱۸۵ھ ۔ شیرن

مثنوی اردو

اس مثنوی کا ایک نسخہ جو مکمل ہے ادارے میں نمبر ۵۷۹ پر موجود ہے اور اس کا تفصیلی ذکر جلد سوم میں صفحات ص۱۷۱ ۔ ص۱۷۳ پر گذر چکا ہے ۔ یہ نسخہ ناقص الطرفین ہے ۔ پھر بھی اس میں ۵۱۰۰ ابیات محفوظ ہیں ۔ مکمل مثنوی میں جملہ ۵۵۰۰ ابیات شامل ہیں ۔ اس طرح اس مخطوطے کے صرف چند ہی ابتدائی اور آخری اوراق غائب ہیں ۔ بحالت موجودہ ان ابیات سے یہ مخطوط شروع ہوتا ہے ۔

ہوا فرزند تولد شہ کو با تاب　　اتھا دو پنجہ ، خورشید و ماہتاب
رسول اللہ منگائے اس پسر کوں　　اذاں بولے نبوت کے اثر سوں
اذاں در گوش کہہ اہل صفا نے　　رکھے جب نام ان کا مصطفےٰ نے
محمد شہ حنیف کر نام ان کا　　رکھے ہیں مصطفےٰ اکرام ان کا

آخری ابیات یہ ہیں :-

یزیداں پر چلے تھے شہ سطح پوش　　بڑے نزدیک آئے لے بکپڑ ہوش
نزیک دو نگر کے آئے شہ سواراں　　کہ تھے جس ٹھار پر وہ نابکاراں

یہ نسخہ مولوی احمد اللہ خاں صاحب مدرس گولکنڈہ ہائی اسکول کا عطیہ ہے ۔

۲۷۴ صفحات ۔ ۱۴ سطور فی صفحہ ۔ ۷" × ۱۰½"

---

۹۱۸ - فراید در فواید

مثنوی اردو

اس مثنوی کے مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا اور نہ یہ پتہ چل سکا کہ اس کا کوئی اور نسخہ کہیں موجود ہے یا نہیں ۔ اس کے آگے اردو نثر کا ایک دیباچہ ہے جس میں مصنف نے اپنے ماخذات اور کتاب کے موضوع کی وضاحت کی ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مثنوی میں حسب ذیل (۲۷) امور (جن کو مصنف نے فوائد لکھا ہے) کی تفصیلات لکھی گئی ہیں ۔ یہ سب امور شیخ جلال الدین سیوطی شافعی کی سات کتابوں سے ماخوذ ہیں ۔

۱۔ اقسام وحی ، ۲۔ کیفیت وحی ، ۳۔ نزول قرآن مجید ، ۴۔ حکمت نزول ، ۵۔ سورے اور آیتیں ۶۔ اجزائے قرآن ، ۷۔ سورے ، ۸۔ فضایل قرآن ، ۹۔ سوروں اور آیتوں کے فضائل ، ۱۰۔ قرآن اور بعض سورتوں کے خصائص ، ۱۱۔ جمع قرآن بہ زمانہ نبی ، ۱۲۔ کون کونسے اصحاب نے جمع کیا ، ۱۳۔ ہر صحابی کے قرآن کی ترتیب ، ۱۴۔ اصحاب میں قاری اور حافظ ، ۱۵۔ تلاوت قرآن مجید کے آداب ، ۱۶۔ عجائب قرآن ۱۷۔ قرآن کی وسعت معانی ، ۱۸۔ اعجاز قرآن ، ۱۹۔ احادیث کی اقسام ، ۲۰۔ وہ حدیث جس میں امت کو سلام بھیجا گیا ، ۲۱۔ نیک لوگ جن کو دوا اجر ملیں گے ، ۲۲۔ نیک لوگ جو حشر میں سایۂ عرش میں ہوں گے ، ۲۳۔ وہ سید جو سید نہیں ہیں ، ۲۴۔ سات چیزوں کا قبول کرنا سنت ہے ، ۲۵۔ سرور عالم کا لوزہ لگانا

۲۶۔ موم بتی کا نبی کے حضور میں روشن ہونا، ۲۷۔ شرعی ضیا فتیں۔

لیکن اس مخطوطے میں صرف ابتدائی ۸ فوائد محفوظ ہیں۔ اس مثنوی پر ابتداء میں اردو نثر میں جو دیباچہ ہے اس کا ابتدائی حصہ محفوظ نہیں ہے۔ بحالت موجودہ اس عبارت سے شروع ہوتا ہے ۔۔

"الاخبار المانورہ فی اطلا بالنورہ۔ پانچویں مسامرۃ السموع فی وصوعہ الشموع۔ چھٹی ملتقط الدار فی الفواید الغرر۔ ساتویں انجاجتہ الزرنبیہ۔ یہ ساتویں کتاب امام مسند آفاق مجتہد علی الاطلاق شیخ جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہیں"۔

دیباچہ کی آخری عبارت یہ ہے:۔

"اس رسالے کو قبول کر اور اوسے اہل دل کا مقبول کر اور بنانے والے اور پڑھنے والے اور لکھنے والے اور سننے والے کو اوس کے حسن نیت اور صدق ہمت دے اور خاتمہ اون کا ایمان پر کر اور عفو و عافیت سے اوس پر منت دھر"۔

اس کے بعد اصل مثنوی ان ابیات سے شروع ہوتی ہے ؎

پس از حمد خدا و نعت مختار — میں لکھتا ہوں فوائد اس میں اے یار
نہیں ہر فائدے کو اوس کے جوڑا — کروں جو وصف میں اس کا ہے تھوڑا
یہ نسخہ گرچہ ہندی میں ہے منظوم — بھی ہے اجمال سے ذکر اوس کا مرقوم

اسی سلسلہ کی چند اور ابیات یہ ہیں جن سے اس مثنوی کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

ہے ہندی کر کے اوس کو سہل مت جان — بغور و فکر اس کی قدر پہچان
ہے زبدہ کی کتاب معتبر کا — خلاصہ ہے تفاسیر و خبر کا
فراید در فواید اوس کا ہے نام — ذرا اوس کو کرے خوبی سے اتمام
کیا ہوں صاف اوسے ہندی زبان میں — کیا نیں شاعری کچھ اس بیاں میں
خدا و ندا بحق روح خاتم — بحق آل و صحب و غوث اعظم
مجھے اس نظم میں دے حسن نیت — ہور اپنی راہ میں دے مجھ کو ہمت

بحالت موجودہ یہ مخطوطہ ان ابیات پر ختم ہوتا ہے ؎

کہے گا بعد اذاں یارب یہ رحمت — رضا سے اپنے دے اوس کو کرامت
ہوئے گا اوس سے راضی حق تعالیٰ — کرے گا مرتبہ کو اوس کے بالا

یہ مثنوی خود مصنف کا مسودہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کے ہر صفحہ پر اردو نثر میں طویل اور تفصیلی حاشیے لکھے ہوئے ہیں۔ مثلاً

"علمائے اخبار اس باب میں حد سے بحار ہیں۔ میں بہت مختصر (کر کے) لکھا ہوں۔ ۱۲ منہ"

یہ مخطوطہ نہایت خوش خط نستعلیق میں بہت پاک صاف اور احتیاط سے لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ حاشیہ بھی اسی خط میں بہت نفاست سے لکھا گیا ہے۔

مولوی احمد اللہ خاں صاحب مدرس گولکنڈہ ہائی اسکول نے اس کو ادارے میں بطور عطیہ داخل کیا ہے۔
۱۵ ورق ۔ ۱۳ سطور فی صفحہ ۔ "۵ × "۱/۲ ۷

---

۹۱۹ - پنچھی باچا - ۱۱۴۶ھ - وجدی — مثنوی اردو

اس مشہور و مقبول مثنوی کے نو اور مخطوطے ادارے میں حسب ذیل تفصیل کے مطابق موجود ہیں۔

مخطوطہ نمبر ۵۸ جلد اول صفحہ ۶۱ — مخطوطہ نمبر ۵۲۶ جلد سوم صفحہ ۴۹
" " ۱۵۸ " " " ۶۰ — " " ۶۲۴ " " " ۲۳۷
" " ۲۲۸ " دوم " ۴۰ — " " ۶۲۹ " چہارم " ۷۰
" " ۱۰۱ " اول " ۱۱۲ — " " ۶۳۰ " " " ۷۱
" " ۵۱۱ " سوم " ۴۲

مصنف اور مثنوی کی تفصیلات ان کے بیان میں گذر چکی ہیں۔ زیر نظر مخطوطہ ناقص الطرفین ہے مگر عمدہ کاغذ پر خط نستعلیق میں قلمبند کیا گیا ہے۔ عنوانات اور اہم الفاظ پر خطوط سرخ روشنائی میں ہیں۔ ان ابیات سے شروع ہوتا ہے ؎

تم بیٹھے ہیں نیر امرت کا پنچھی — آس کرتے ہیں بہت جینے بدل
میں تو اپنے جیوں پہ آیا ہوں اُدھار — تا کروں اس جیو کوں جاناں پر نثار

اختتام۔ کھال اس کی کاڑ کر سولی دیا — بعد ازاں بیٹی کو کیں پنہاں کیا
شاہ دوسرے دن ہوا ہشیار جب — مارنے ہاراں کوں پوچھا حال تب

یہ مخطوطہ مولوی احمد اللہ خاں صاحب مدرس گولکنڈہ ہائی اسکول کا عطیہ ہے۔
۳۵ ورق ۔ ۱۵ سطور فی صفحہ ۔ "۶ × "۹

---

۹۲۰ - ہفت سیر حاتم - ۱۲۱۵ھ - مہمان دکنی — مثنوی اردو

اس مثنوی کے تین اور مخطوطے (نمبر ۳۴، ۳۵، ۹۱۴) ادارے میں محفوظ ہیں۔ ان کا بیان جلد چہارم میں صفحات ۷۵ تا ۷۷ پر اور اس جلد کے گذشتہ صفحات میں درج ہو چکا ہے اور وہیں اس کی تفصیلات بھی لکھی جا چکی ہیں۔

زیر نظر مخطوطہ ناقص الاول ہے۔ جلی نستعلیق خط میں ۱۲۶۶ھ میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ کاغذ قدیم دیسی ہے۔ ان ابیات سے شروع ہوتا ہے ؎

او منڈ آئی یک بادر کالی گھٹا — لگی پھرنے اس میں بجلی ہٹا

وہ کرمکھ نے حاتم کے آرو برو　　کیا سحر ہے یہ خبردار ہو

اختتام۔ یہ باتیں جو جہان نے کہہ گیا　　رہا وہ تو نیں پر مزہ رہ گیا
خدا بن نہیں ہے کسی کو قیام　　ہے سب سامعوں کو مرا اب سلام

ترقیمہ۔ "نام ایں کتاب حاتم ہفت سیر روز پنجشنبہ وقت دوپہر بعد نماز شروع کردن اما بعد یا نزدہم ماہ رجب ۱۲۶۶ھ لغایت آخر روز جمعہ شہر بست چہارم محرم الحرام ۱۲۶۷ھ نوشتہ۔ ایں سیر بعونہ تعالےٰ بخط احقر العباد محمد حمید ولد محمد سلطان"

اس کے نیچے ایک چھوٹی سی مربع مہر بھی ثبت ہے جس پر خط نستعلیق میں شیخ حمید ولد محمد سلطان ۱۲۲۵ھ کندہ ہے۔ یہ مخطوطہ مولوی احمد اللہ خاں صاحب مدرس گولکنڈہ ہائی اسکول کا عطیہ ہے۔

۸۹ ورق۔ ۱۴ سطور فی صفحہ۔ "۶ × "۱/۲ ۸

۹۲۱۔ ہفت سیر حاتم۔ ۱۲۱۵ھ۔ جہان　　مثنوی اردو

اس سے پہلے اس مثنوی کے چار نسخوں کا ذکر درج ہو چکا ہے۔ (دیکھو نمبر ۹۲۰)۔ یہ نسخہ ناقص الطرفین ہے مگر ابتدا کا صرف ایک ورق غائب ہے اور بہت خوش خط خفی نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ ابتدا حمد کی ان ابیات سے ہوتی ہے ؎

میں بےکس ہوں میرا نہیں اور کس　　نہ چاہیے مجھے کوئی تو ہی تو بس
پھروں ہوں جہاں میں ترا نام لے　　الٰہی مری آبرو تھام لے
اور جہان ہوں آجکل کوچ ہے　　سنبھالے زمانہ ترا بوجھ ہے

اختتام ان ابیات پر ہوتا ہے ؎

میں حاضر ہوں بس اس سے بہتر کیا　　مجھے جی کی پروا نہیں ہے ذرا
کیا ایک ہے بادشاہ دور تر　　اوسے یہاں کے احوال کی کیا خبر

یہ نسخہ بھی مولوی محمد احمد اللہ خاں صاحب مدرس گولکنڈہ ہائی اسکول کا عطیہ ہے۔

۷۲ ورق۔ ۱۵ سطور فی صفحہ۔ "۶ × "۱/۲ ۹

۹۲۲۔ معراج نامہ۔ ۱۰۸۰ھ۔ سید بلاقی　　مثنوی اردو

سید بلاقی کی اس مشہور اور اہم مثنوی کے حسب ذیل دو مخطوطے ادارے میں موجود ہیں۔
مخطوطہ نمبر ۹۸ جلد اول صفحہ ۲۷　　مخطوطہ نمبر ۱۵۹ جلد دوم صفحہ ۳۰
ان کی تفصیلات اور سید بلاقی کے حالات ان کے بیان میں گذر چکے ہیں۔ زیر نظر نسخہ مکمل ہے اور قدیم

کاغذ پر قلعہ کلیانی میں خاص اہتمام کے ساتھ نقل کرایا گیا ہے۔ جلد چمڑے کی بنائی گئی ہے۔ اس میں مکمل مثنوی محفوظ ہے اور (۶۵۷) ابیات ہیں۔

آغاز۔ اول نام اللہ بولوں احد | ثنا ہور صفت اس کی کرے عدد
ثنا اس اُپر نت سزاوار ہے | کر نہار قدرت میں کرتار ہے
کیا چاند، سورج، ستارے، فلک | زمیں، آسماں، جن و حور و ملک

اختتام۔ نہ حاکم کرے اس اُپر گہہ ستم | ز برکت محمدؐ نبی الختم
یو سید بلاقی نبی کا غلام | یو معراج کیا ہے لطف سوں تمام

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ آخر میں کتب خانہ اسٹیٹ کلیانی کی مدور مہر ثبت ہے۔
۲۶ ورق۔ ۱۵ اسطور فی صفحہ۔ "½۵ × ۴

۹۲۳۔ نان و نمک از فصیح لکھنوی — مثنوی اردو

اس مثنوی میں فصیح نے مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی معنوی کے انداز میں اس مثنوی اور مولانائے روم اور دیگر مولویوں کی ہجو لکھی ہے۔ ابتدا میں حمد و نعت و مناجات و منقبت ائمہ منظوم کی ہے اور اسی سلسلہ میں متعدد اصلاحی امور قلمبند کئے ہیں اور جگہ جگہ فارسی ابیات بھی شامل کی ہیں۔ مصنف کے بارے میں معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ یہ مثنوی سید مظفر حسین ولد سید حیدر علی نے ۱۳۱۱ھ میں انگریزی روبکاری کاغذ پر خوش خط نستعلیق میں لکھی ہے۔ لیکن ابیات مسلسل بطور نثر لکھی گئی ہیں۔ ہر بیت کے بعد سرخ روشنائی میں چار نقطے بنائے گئے ہیں۔ اس میں جملہ (۱۱۳۰) ابیات ہیں۔
مصنف نے مثنوی کے درمیان میں کئی جگہ اپنا تخلص اسطرح استعمال کیا ہے ؂

بس فصیح ایسے نہ واہی قول پڑھ | لعن کر نفرین کر، لاحول پڑھ
بس فصیح آگے ملامت تا کجا | کس طرف جاتا ہے تو مطلب پہ آ

اپنی مثنوی کا نام اس طرح واضح کیا ہے ؂

نان و حلوا شیخ کا مشہور ہے | آجکل نان و نمک کا شور ہے

ایک عنوان کے تحت مرزا کاظم علی کی مدح اس طرح کی ہے ؂

طالبِ حق میرزا کاظم علی | ہے دیارِ ہند میں الحق ولی
زہد سے اس کے ہے علم دیں کو زیب | اس کو دے سکتی ہو دنیا کیا فریب
زر ہے اس کے سامنے ذرہ سے کم | داغ کا رتبہ نہیں رکھتا درم
مجمع البحرین کی کر سیر چل | ہو رہے ہیں متحد علم و عمل

مولوی سید دلدار علی صاحب کی مدح کے سلسلہ میں ایک جگہ لکھنؤ کی تعریف اس طرح کی ہے ؂

لکھنؤ اب سبزوارِ ہند ہے دم بدم افزوں بہارِ ہند ہے

ابتدا ۔ مصرع برجستہ بسم اللہ ہے ہے یہ لاثانی خدا آگاہ ہے
اس میں ہے نامِ خدا نامِ خدا جو محیطِ کل ہے اور سب سے جدا

اختتام ۔ جبہ و دستار پر ہرگز نہ بھول رہنما کی شکل بن جاتے ہیں غول
مولوی کا قول ہے یہ معتبر چاہیے خوش صفا دع ماکدر
اے بسا ابلیس آدم طلعت است پس بہر دستے نباید داد دست

ترقیمہ ۔ الحمد للہ والمنہ کہ ایں مثنوی معنوی مسمی بنان و نمک الذ از نعماء ارض و فلک کہ آغاز افتتاح آں از تاریخ دہم ماہ ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ روز شنبہ شدہ بود بتاریخ ۱۹ منہ روز دوشنبہ خلعت اتمام پوشید ۔ از دست اقل ابن المرحوم السید حیدر علی السید مظفر حسین ......"

اسی اردو مثنوی کے ساتھ اسی کاتب نے مثنوی نان و حلوا بھی نقل کی ہے جس کا بیان اس کے بعد ہی درج ہے ۔

۲۰ ورق ۔ ۳۰ ابیات فی صفحہ ۔ ″۷½ × ۱۱½

---

۹۲۴ ۔ نان و حلوا ۔ ۱۰۳۰ھ ۔ بہاء الدین آملی بہائی   مثنوی فارسی

شیخ بہاء الدین آملی بہائی کی یہ مشہور مثنوی بھی اردو مثنوی نان و نمک (۹۲۳) کے ساتھ ہی سید مظفر حسین نے ۱۳۱۱ھ میں نقل کی ہے اور ایک ہی جلد میں محفوظ ہے ۔ خود نان و نمک میں فصیح نے اس مثنوی کا ذکر کیا ہے اور گویا اسی کے جواب میں اپنی اردو مثنوی لکھی ہے اور جس طرح بہائی نے فارسی میں عربی ابیات اور الفاظ کثرت سے شریک کی ہیں فصیح نے اردو میں فارسی ابیات شامل کی ہیں ۔

یہ مثنوی بھی نثر کی طرح مسلسل لکھی گئی ہے ۔ یعنی ہر سطر میں دو بیتیں برابر برابر درج کی ہیں ۔ خط خمدہ نستعلیق اور عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں

آغاز ۔ ایہا السامی عن العہد القدیم ایہا اللاہی عن النہج القویم
استمع ماذا یقول العندلیب حیث یروی عن احادیث الحبیب

اختتام ۔ یا بہائی اتخذ قلباً سواہ فہو ما معبودہ الا ہواہ

ترقیمہ ۔ الحمد للہ تعالٰی کہ ایں نسخہ شریفہ معارف آمود بتاریخ ۲۲ ماہ ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ روز پنجشنبہ اتمام پوشید بدست احقر السید مظفر حسین ۔"

اس کے نیچے ہی سے ہفت بند ملا حسن کاشی نقل کیا ہے جس کا ذکر نمبر ۹۲۵ پر درج ہے ۔

۷ ورق ۔ ۳۰ ابیات فی صفحہ ۔ ″۷½ × ۱۱½

۹۲۵۔ ہفت بند۔ ۷۲۰ھ۔ مُلّا حسن کاشی — منقبت فارسی

مُلّا کمال الدین حسن کاشی کا یہ ہفت بند بھی فارسی کی بہت مشہور نظم ہے۔ سید منظفر حسین کاتب نان و نمک (۹۲۳) و نان و حلوا (۹۲۴) نے انہی دو کے سلسلہ میں اس کو بھی ۱۳۱۱ھ میں نقل کیا ہے اور یہ تینوں نظمیں ایک ہی جلد میں مجلد ہیں۔

ابتدا۔ السلام اے سایہ ات خورشید رب العالمین — آسمان عز و تمکین آفتاب داد و دین
مفتی ہر چار دفتر خواجہ ہر ہشت خلد — داور ہر شش جہتہ اعظم امیر المومنین

اختتام۔ مثل تو جز مصطفےٰ صورت نہ بندد عقل را — معنی ایمان ما این است روشن والسلام
زائراں حضرت را بر در خلد برین — می رسد آواز طبتم فادخلوہا خالدین

ترقیمہ۔ "نقل این نسخہ شریفہ بتاریخ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ روز جمعہ باتمام رسید۔ السید منظفر حسین"۔
۴ صفحات۔ ۳۰ اشعار فی صفحہ۔ ½۷ × ½۱۱

۹۲۶۔ شہادت نامہ۔ قریب ۱۲۴۰ھ۔ ناطق — مثنوی اردو

اس مثنوی کا ایک اور ناقص الآخر نسخہ نمبر ۱۸ پر موجود ہے اور اس کا ذکر جلد اول صـ۲۳۶ و جلد چہارم صـ۱۵ پر گذر چکا ہے۔ وہاں اس کا نام قصۂ شہیداں لکھا گیا ہے۔ مگر اس مثنوی کے سرورق پر اس کا نام شہادت نامہ لکھا ہوا ہے۔

زیر نظر مخطوطہ میں مذکورہ نسخہ کے مقابل میں بہت زیادہ ابیات ہیں۔ مگر یہ بھی ناقص الآخر ہے۔ تاہم اس میں (۱۲۸۰) ابیات محفوظ ہیں۔ معلوم نہیں مصنف نے اور کتنی ابیات اس سلسلہ میں لکھی ہیں۔ ان دونوں کی ابیات میں بھی کافی اختلاف ہے جیسا کہ صرف ابتدائی بیت ہی سے ظاہر ہوگا۔

زیر نظر مخطوطہ	مخطوطہ نمبر ۱۸
کروں حمد خدا میں بیکراں ہی — اوا کوئی کرسکے یہ منہ کہاں ہی	اگر حمد خدا میں دو جہاں ہی — ادا کوئی کرسکے ہمت کہاں ہی

یہ نسخہ خاص اہتمام سے خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات اور خاص خاص لفظوں پر کشیدہ خطوط سرخ روشنائی میں ہیں۔ ہر صفحہ کے حاشیہ پر سلسلہ قائم رکھ کر ابیات لکھی گئی ہیں۔

اس کے مصنف ناطق نے ۱۲۳۷ھ کے واقعہ (حیدرآباد میں مہدوی اور سنی مسلمانوں کے درمیان معرکہ آرائی) کو مہدویوں کے نقطہ نظر کے مطابق بہت بے باکی اور جرأت کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ چونکہ وہ خود اس معرکہ میں شریک تھے اس لئے ان کے بیشتر بیانات مستند ہیں اور حیدرآباد کی سماجی و سیاسی تاریخ کے ایک گوشہ کو روشنی میں لاتے ہیں۔ شاعری کی حیثیت سے ناطق بہت کمزور ہیں۔ مگر واقعہ نگاری کے لحاظ سے ان کی یہ کوشش قابل قدر ہے۔ چونکہ اس کی تفصیلات جلد اول میں لکھی جاچکی ہیں اس لئے مزید تفصیل غیر ضروری ہے۔

آغاز ۔ کروں حمد خدا میں بیکراں ہے ۔۔۔ ادا کوئی کرسکے یہ منہ کہاں ہے
نہ لپشہ اڑ سکے عرش بریں تک ۔۔۔ نہ چیونٹی جاسکے ہفتم زمیں تک

اختتام ۔ تھا ان عربوں میں عبداللہ جمعدار ۔۔۔ تھا اس کا چاق جیسا دیو مردار
کیا ایسی بھی اس نے تیغ بازی ۔۔۔ کیا ہے القصہ بہت شخصوں کو غازی
غرض اس بھاٹ نے اس پر کیا وا ۔۔۔ رکھا رستم نے بھولے سور گردن مار
وہیں حبشی نے یک بندوق سر کر ۔۔۔ چلانے سے لگی گولی مقرر
سو اس پر بھی تبر اس نے بچایا ۔۔۔ قہر اس دشمن دیں کو دکھایا

یہ نسخہ محمد شاہ عالم خاں کی ملک رہ چکا ہے ۔ چنانچہ اس کے پہلے ورق پر ان کے کئی دستخط ثبت ہیں جن میں طرح طرح سے یہ نام لکھا گیا ہے۔

۳۲ ورق ۔ ۲۰ ابیات فی صفحہ ۔ ۸¼ × ۶½

---

۹۲۷ ۔ دفاتر مہدویہ — مثنوی اردو

یہ ایک ناقص الطرفین مثنوی ہے جس میں کسی شاعر نے امام مہدی جونپوری اور ان کے خلفاء کے حالات اور معرکہ آرائیاں بیان کی ہیں۔ خود مثنوی کا نام معلوم نہ ہو سکا اور نہ مصنف کے بارے میں تفصیلات ۔ اس مخطوطے میں ابتدائی (۴۸) صفحات غائب ہیں۔ جن میں پہلے تین دفتر (باب) درج تھے۔ چوتھے دفتر کی حسب ذیل ابیات سے یہ مخطوطہ شروع ہوتا ہے۔

یہ تسکین دے کر شہہ نکتہ سنج ۔۔۔ اٹھاتے ہوئے درد و تکلیف و رنج
روانہ ہوئے وہاں سے جانور کو ۔۔۔ بصارت دی اس دیدہ کور کو
صحابہ معزز مکرم تھے سب ۔۔۔ وہ پیش آئے با صد لحاظ ادب

یہ مثنوی معمولی خط نستعلیق میں روبکاری کاغذ پر ۱۳۰۰ھ سے قبل بغیر کسی اہتمام کے سادہ طریقے پر لکھی گئی ہے۔
چوتھا دفتر ان ابیات پر ختم ہوتا ہے ؎

مری عرض ہے خدمت خاص میں ۔۔۔ شیاطیں سے جیسا بچایا انھیں
مجھے ہاتھ سے نفس امارہ کے ۔۔۔ بچائے تو اللہ کے واسطے
ثنا خوان تو محو یاد توام ۔۔۔ تو مولا و من خانہ زاد توام

دفتر پنجم ان ابیات سے صفحہ ۶۷ پر شروع ہوتا ہے ؎

ہے ارقام یوں اک روایت قدیم ۔۔۔ کہ حضرت تھے کھانبیل میں جب مقیم
شب اک ایسی آئی مبارک نہاد ۔۔۔ شب قدر سے قدر میں تھی زیاد
معطر سیہ زلف خوباں کی طرح ۔۔۔ درخشندہ تھی خال جاناں کی طرح

ہوا اس میں افضال رب قدیر ملی حق سے تشریف اک بے نظیر

اس بیت کے بعد اس مخطوطے میں (۴۸) صفحات غائب ہیں اور پھر یہ صفحہ نمبر ۱۲۲ سے شروع ہوتا ہے جو دسویں دفتر پر مشتمل ہے۔ یہ دفتر اس بیت پر ختم ہوا ہے۔

شہادت کا یہ ہی سرانجام ہے نہ فتح وظفر سے ہمیں کام ہے

گیارہواں دفتر ان ابیات سے شروع ہوتا ہے ؎

روایت دگر ہے رقم در کتاب ملک جو الہداد تھے فیض یاب

سراپا جراحت میں وہ چور تھے ہمہ عضو زخموں سے معمور تھے

اسی دفتر کی حسب ذیل ابیات پر یہ مخطوطہ ختم ہوتا ہے ؎

وہی ان کے دستور و معمول تھے کٹاروں سے لڑنے میں مشغول تھے

سنو ذات انور کی ایک شمہ بات کہ واجب ہے اب آپ کا وصف ذات

اگرچہ ہے ذات اس کی قدسی صفات یہ ہے کچھ علے قدر طاقت کہاں

معلوم نہیں یہ مثنوی کتنے دفتروں پر مشتمل تھی۔ چونکہ اس کا کوئی اور نسخہ کسی اور کتب خانہ میں نظر سے نہیں گذرا اس لئے اس بارے میں مزید معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔

یہ نسخہ مولوی محمد احمد اللہ خاں صاحب مدرس مدرسہ گولکنڈہ ہائی اسکول کا عطیہ ہے۔

۹۳ صفحات ۔ ۲۲ ابیات فی صفحہ ۔ ۸½ × ۱۴

---

۹۲۸ - مجالس مہدویہ - عالم مثنوی اردو

یہ بھی ایک ناقص الطرفین مثنوی ہے جو اسی موضوع پر لکھی گئی جو مخطوطہ نمبر ۹۲۷ کا ہے مگر اس میں ہر باب کو مجلس کہا گیا ہے اور اس میں ایک جگہ شاعر نے اپنا تخلص بھی لکھا ہے۔ زبان کے لحاظ سے یہ زیادہ قدیم مثنوی ہے اور اس کی کتابت بھی خاص اہتمام کے ساتھ قدیم دیسی کاغذ پر سرخ و کبود جدولوں کے درمیان عمدہ خط نستعلیق میں کی گئی ہے۔ ہر مصرع کے اطراف میں حاشیہ کھینچا گیا ہے۔

ہر مجلس کا ابتدائی صفحہ بھی رنگین نقش و نگار سے آراستہ کیا گیا ہے۔ شاعر نے اپنا تخلص مجلس سوم کے آغاز میں اس طرح لکھا ہے ؎

بفضل حق جناب شاہ خوندمیر کرعالم مجلس سوم کو تحریر

یہ مخطوطہ صفحہ ۸۹ سے شروع ہوتا ہے۔ پہلے (۸۸) صفحات میں مجلس اول درج ہوگی۔ اس مخطوطہ کا آغاز دوسری مجلس کی ابیات سے ہوتا ہے ؎

کہو رمز الٰہی کے وہ باتاں کہو اسرار وہ سب مجھ کو اعیاں

کئے یوں عرض مہدی سے میاں نے وہ کب مخفی ہے اپنے سے سنانے

سبھی ہے حال وہ خاوند پہ اظہار　　نہیں خاوند سے ہے پوشیدہ اسرار

دوسری مجلس صفحہ ۹۴ کی ان ابیات پر ختم ہوتی ہے ؎

میاں خوندمیر سے سارے سنے حال　　خدا سے جو ہوا تھا تیں ہور قال
سبھی سن حال مہدی نے کہے یوں　　تفاوت نیں ہے سچ بولے میاں جیوں
میاں سچ معدن اسرار حق ہے　　میاں سچ مخزن انوار حق ہے
شہ کونین و مکاں پر اے عزیزاں　　پڑھو باصدقیت سے تم درود اں

صفحہ ۹۵ سے تیسری مجلس اس اعلیٰ اہتمام کے ساتھ شروع کی ہے جیسے کوئی نئی کتاب لکھی جاتی ہے۔ خط نسخ میں بزبان عربی حمد و نعت و درود مہدی موعود درج کر کے ان ابیات سے مجلس شروع کی گئی ہے ؎

بفضل حق جناب شاہ خوندمیر　　کر عالم مجلس سیوم کی تحریر
ہوئے بعد از میاں مہدی سے تلقین　　میاں کو یوں کہے تب مہدی دیں
اتا تم گھر کے تئیں جاؤ یہاں سے　　رہو جا گھر میں تم امن و اماں سے

یہ مخطوطہ تیسری مجلس ہی کی ان ابیات پر صفحہ ۱۱۳ پر ختم ہوتا ہے ؎

کسی کو مرتبہ یعقوب کا دے　　بھی درجہ وہ کسے ایوب کا دے
خلیل حق کا درجہ دے کے کس کو　　بھی دیگر مرتبہ یوسف کا کس کو

اس مثنوی کا نسخہ کسی اور کتب خانے میں غالباً نہیں ہے۔ اس کے بارے میں کوئی اور معلومات حاصل نہ ہو سکیں اور نہ یہ پتہ چلا کہ یہ کتنی مجلسوں پر مشتمل ہے۔

۲۴ صفحات - ۱۱ سطور فی صفحہ - "½ ۷ × "½ ۱۲ -

---

۹۲۹ - معجزات نبی - قبل ۱۱۰۰ھ - عالمؔ　　مثنوی اردو

یہ بھی ایک ناقص الطرفین مثنوی ہے جس میں آنحضرت سرور کائنات کے معجزے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کا مصنف بھی عالمؔ ہے مگر یہ وہی عالم نہیں معلوم ہوتا جو مخطوطہ نمبر ۹۲۸ کا مصنف ہے۔ یہ کوئی بہت قدیم شاعر ہے۔ اس نے اپنی مثنوی کا ہر عنوان نصرتی کی طرح ایک علیحدہ شعر میں لکھا ہے۔ اس کی کتابت بھی خط ثلث میں بہت ہی قدیم صندلی رنگ کے کاغذ پر سرخ جدولوں کے درمیان کی گئی ہے۔ عنوانات کے اشعار بھی سرخ روشنائی میں ہیں۔ کاغذ کرم خوردہ ہو گیا ہے۔

شاعر نے اپنا نام ہر عنوان کے خاتمہ پر ان ابیات میں لکھا ہے ؎

الٰہی توں عالم پو یوں کر کہ پار　　درخت امید اس کا کر باروار
الٰہی توں عالم اپر کر کہ پیار　　اس آزاد بندیاں تے کرنا شمار
الٰہی طفیل نبی نامور　　توں عالم پو تس مان تے لٹی پیار دھر
شفاعت کا تیرے نبی نام وار　　ہے کئی دن تے عالم لی امیدوار

الٰہی تو عالم کو یوں کر کہ پیار — طفیل محمدؐ کے ایمان تے مار
الٰہی تو عالم کوں از گمرہی — نکال اپنی دے معرفت کی شہی

آخری صفحہ پر ۲۲ ویں معجزے کا بیان ہے۔ معلوم نہ ہو سکا کہ اور کتنے معجزے منظوم کئے تھے۔ ابتداء میں حمد و نعت کے عنوانات ہیں۔ مگر درمیان سے کچھ اوراق غائب معلوم ہوتے ہیں۔ بحالت موجودہ اس مخطوطہ میں (۴۰۰) ابیات محفوظ ہیں۔

آغاز — یو کھانا کہاں کا بھیجے کچ تمیں — تو بولے بری تم سنیں گے ہمیں
صحابیاں نے سارے کہے یو بچار — کہ معلوم نیں ہم کو اے تاجدار

اختتام — تلک یو خبر سن کہ آنا پکار — قطاع الطریقاں ہزاراں ہزار
سکل مال دھن ان کا غارت کئے — سلامت نہیں تک کوں جانے دئیے

یہ مثنوی بھی اب تک کسی کتب خانے میں دریافت نہیں ہوئی ہے۔ یہ مخطوطہ مولوی احمد اللہ خاں صاحب بی۔اے، بی۔ایڈ کا عطیہ ہے۔

۱۵ ورق - ۱۵ سطور فی صفحہ - ″½۶ × ″½۹

---

۹۳۰ - چہار کرسی مسائل - ۱۱۹۶ھ - احمد خان شیرانی
قصیدہ اردو

طویل قصیدے کی شکل میں نواب حیدر علی خاں والیٔ میسور کے ایک ملازم احمد خاں شیرانی نے یہ مثنوی لکھی ہے جس میں مسلمانوں کیلئے ضروری معلومات (حالات سرور کائنات و اہل بیت اور ضروری فقہی مسائل) منظوم کر دی ہیں۔ اس کتاب کے چار نسخے کتب خانہ سالار جنگ مرحوم میں موجود ہیں۔ (فہرست مولوی نصیر الدین ہاشمی صفحات ۱۶۷ و ۱۶۸)۔ ادارے میں بھی اس کا ایک نسخہ نمبر ۴۸۵ پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات تذکرہ جلد چہارم میں صفحات ۴۳۵ و ۴۳۶ پر چھپ چکی ہیں۔ وہیں مصنف کے حالات بھی درج ہیں۔

زیر نظر مخطوطہ بھی مکمل ہے مگر اس کے آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ کاغذ اور خط اور روشنائی کے لحاظ سے سنہ ۱۲۰۰ھ کے قریب کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔ خط ثلث میں نہایت واضح لکھا گیا ہے۔ ہر صفحہ پر تین شعر ہیں مگر ہر شعر کو چار سطروں میں اس طرح لکھا ہے کہ ایک ایک مصرع ایک پورا شعر نظر آتا ہے۔

آغاز — او حق تعالےٰ ایک ہے اس کوں ہے لائق پادشاہیاں — او باپ ماں سوں نیں ہوا فرزند نیں وس عورتاں
نیں کوئی خدا دوجا سمج ہے یچ خدا جن جیو دیا — محمد رسول اللہ کوں قاصد خدا کے توں پچھان

اختتام — دیک مختصر اے مرد حق کرتا نظم محنت سمجھ — بھی سا پنج تج مسلے دسیں در کھول اس پر امتحان
مسئلے بیاں کر کے کیا احمد خاں شیرانی سمجھ — مسلے توں پڑنے شک ہے اک یاد مسلہ بر زباں
لکھا ہوں یو نسخہ سنو اے عزیز — کہ نصر من اللہ فتح قریب

یہ مخطوطہ مولوی احمد اللہ خاں صاحب مدرس گوکنڈہ ہائی اسکول کا عطیہ ہے — ۳۴ ورق، ۱۳ سطور فی صفحہ - ″۴ × ″½۶

---

۹۳۱ - دیوان سلطان - قریب ۱۱۰۰ھ - سلطان کلام اردو

سلطان دکن کے ایک مشہور صوفی اور اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے - ان کے مریدوں اور معتقدوں کی متعدد کتابیں ادارے میں موجود ہیں - (دیکھو مخطوطات نمبر ۱۷ و ۲۱۸) - خود ان کا مکمل دیوان بھی ادارے میں نمبر ۲۳۵ پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات جلد اول میں صفحات ۲۳۶ و ۲۳۸ پر درج ہیں -

زیر نظر مخطوطہ ان کے اسی دیوان کا ایک ناقص الآخر نسخہ ہے جس میں ردیف الف کی جلد اور ردیف ب کی ایک غزل محفوظ ہے - یہ مخطوطہ بہت قدیم ہے - جلی خط ثلث میں قدیم کاغذ پر لکھا گیا ہے - ہر غزل کا مقطع سرخ روشنائی میں لکھا گیا ہے - یہ مخطوطہ کتب خانہ تلکو کلیانی میں محفوظ تھا چنانچہ بعض صفحات پر وہاں کی مہر ثبت ہے - اس میں اکثر صفحات پر سیاہی پھیل گئی ہے اور سرخ روشنائی کے الفاظ بعض جگہ پڑھے نہیں جاتے -

آغاز - اوس پاک عشق بازکوں جب نہ اثر ہوا تب نور ذات جوش ہوا ز گنج بر ہوا
لس نور ذات نام رکھیا احمد وصفا سو وصف کی زباں ستی گنگا اجھر ہوا

اختتام - اس شرع کے احکام سوں خارج ہوے بدنام توں دے خوشی رضا نگ نام کوں یا ہو گنہ یا ہو ثواب
ہورے خبر مجذوب ہو مت غالب مغلوب ہو تب ہو خوشی محبوب ہو یا ہو گنہ یا ہو ثواب

۳۰ ورق - ۱۱ شعر فی صفحہ - ۶" × ۸"

---

۹۳۲ - دیوان یقین - قبل ۱۱۶۱ھ - انعام اللہ خاں یقین دہلوی کلام اردو

یقین دہلی کے مشہور اور مقبول شاعر تھے - ان کی جوانمرگی نے اردو کو ایک بڑے شاعر سے محروم کر دیا - ان کی شہرت بہت جلد دور دراز تک پہنچ گئی تھی - دکن کے بڑے بڑے شاعر اُن کی زندگی ہی میں ان کے پرستار بن گئے تھے - اورنگ آبادی شعرا میں لچھمی نارائن شفیق ان کے بڑے دلدادہ تھے اور اپنے تذکرہ "چمنستان شعرا" میں ان کی بڑی مداح سرائی کی ہے - شفیق کے جملہ معاصر شعرا یقین سے متاثر تھے - ان کے دیوان کی نقلیں اہتمام سے کی جاتی تھیں اور جنوبی ہند کے شہر شہر میں بطور سوغات بھیجی جاتی تھیں -

ادارے میں ان کے دیوان کے چار مخطوطے حسب تفصیل ذیل موجود ہیں ---

مخطوطہ نمبر ۱۳۶ - حسب فرمائش راجہ چندولال - جلد اول ص ۱۰۶
" " ۵۱۹ - کاتب غلام حسین ۱۲۲۳ھ " " ص ۹۷
" " ۵۲۱ - کتابت قبل ۱۲۲۳ھ " " ص ۱۰۱
" " ۷۰۰ - کاتب بنکٹ پرشاد ۱۲۴۵ھ " " ص ۳۰۲

ان سب کی تفصیلات درج ہو چکی ہیں -

زیر نظر مخطوطہ پانچواں دیوان ہے اور یہ مکمل ہے - دیسی کاغذ پر خاص اہتمام کے ساتھ تلکو کلیانی میں

نقل کرایا گیا ہے۔ کتب خانہ اسٹیٹ کلیانی کی مدور مہریں اس پر کئی جگہ ثبت ہیں۔ خط نستعلیق ہے اور جگہ جگہ سرخ روشنائی بھی استعمال کی گئی ہے۔ اس میں تقریباً ۹۰۰ شعر ہیں

ابتداء۔ کون کرسکتا ہے اوس خلاق اکبر کی ثنا — نارسا ہے شان میں جس کی پیمبر کی ثنا
مرپرا اس مونہ سے ہوسکتی ہے کب نعت رسول — یا ابوبکر و عمر عثمان و حیدر کی ثنا

اختتام۔ ہمیں دوزخ سے اتنا مت ڈرا زاہد کہ ظاہر ہے — خدا ایسا ستم کب اپنے بندوں پر روا رکھے
بقیں جاتا رہا گر بلبلوں کے ساتھ جانے دے — کوئی اس بے مروت دل کو اپنے پاس کیا رکھے

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔

۳۷ ورق۔ ۱۲ سطر فی صفحہ۔ "۵ × "۹ ½

۹۳۳۔ دیوان سودا۔ قریب ۱۱۹۵ھ۔ مرزا رفیع سودا — کلام اردو

مرزا رفیع سودا اردو کے بہت بڑے شاعر تھے۔ ان کے کلام کے اور نو نسخے ادارے میں موجود ہیں جن میں سے بعض (نمبر ۱۴۸ مکتوبہ ۱۱۹۵ھ) اور نمبر ۵۵ (جلد چہارم ص ۹۰) بہت اہم ہیں۔ موخر الذکر فارسی اور اردو دونوں کلام پر مشتمل ہے اور خود سودا کی زندگی میں جلی رسم الخط میں بمقام لکھنؤ نقل کیا گیا تھا اور مولانا حسرت موہانی کے یہاں رہ چکا ہے۔

زیر نظر دیوان اس سلسلہ کا دسواں مخطوطہ ہے اور صرف اردو کلام پر مشتمل ہے۔ یہ منشی سبحان رائے کی خلاصۃ التواریخ کے ساتھ منسلک ہے جس کو ۱۱۰۹ھ میں لالہ بھوگ چند ولد پوران چند نے نقل کیا ہے۔ اس دیوان کے آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ البتہ ابتدائی اور آخری ورقوں پر ایک مستطیل مہر ثبت ہے جو خلاصۃ التواریخ کے آخر میں بھی موجود ہے۔ مگر یہ مہر ہر جگہ مٹا دی گئی ہے۔

اس دیوان کے ابتدائی (۶۰) اوراق میں غزلیں درج ہیں جو جملہ ردیفوں میں ہیں۔ ان میں تقریباً ایک ہزار اشعار ہیں۔ ان کے ابتدائی اور آخری اشعار یہ ہیں ؎

ابتدا۔ مقدور نہیں اس کی تجلی کے بیاں کا — جیوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا
پردے کو یقیں کے در دل سے اٹھا دے — کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا

اختتام۔ اب لے تو گیا ہے پر اوسے دیکھیو ناداں — پل میں نہ اڑا دیو اگر بال و پر آوے
دیتا ہے کوئی مرغ دل اس شوخ کو سودا — کیا قہر کیا تو نے غضب تیرے پر آوے

غزلیات کے بعد قصیدے اور مخمس شروع کئے گئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے ؎

۱۔ قصیدہ در مدح بسنت خاں خواجہ سرائے محمد شاہ بادشاہ
۲۔ قصیدہ در احوال دہلی مسمی بہ شہر آشوب
۳۔ مخمس جس کا آخری بندیہ ہے ؎

فریاد کرکے جس سے کروں داد میں طلب | اس پردے میں طلب وو کرے مجکو ہے غضب
حاضر ہو دوسرا بھی تو معلوم ہوئے تب | سودا کسی کو وو تو ستاوے نہ بے سبب

کیا جانئے کہ تجھ سے یہ کیا بات ہوگئی

۴۔ قصیدہ مسمی بحر بیکراں در مدح حضرت شاہ علیہ السلام۔
۵۔ " در منقبت حضرت امام حسین علیہ السلام۔
۶۔ " در مدح امام رضا۔
۷۔ " در نعت حضرت سید المرسلین۔
۸۔ " در نعت سرور کونین۔
۹۔ " در منقبت امام عسکری۔
۱۰۔ " در منقبت امام مہدی آخرالزماں۔
۱۱۔ " در مدح نواب نظام الملک۔
۱۲۔ " در نعت و منقبت حضرت شاہ۔

اس شعر پر یہ مخطوطہ ختم ہوتا ہے ؎

یہ بھی صلہ نہیں ہے کم عرصہ حشر میں اگر | یاد کریں جو مجسے کو ایسے با احترام وو

اس کے بعد تمت تمام شد لکھ کر نیچے کئی بار "م" لکھا ہے۔ کاتب نے اپنا نام اور سنہ کتابت کچھ نہیں لکھا۔
خط نستعلیق شکستہ میں یہ مخطوطہ لکھا گیا ہے۔ مگر صحیح نقل کیا گیا ہے۔ کاغذ بوسیدہ اور کرم خوردہ ہو گیا ہے۔
مخطوطہ کے آخری ورق پر کسی اور شخص نے پھیکی سیاہی میں ایک غزل لکھی ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

دل مرا لے کے خدا جانے کدھر چھوڑ دیا | مجھے دیوانہ بنا لے کے ادھر چھوڑ دیا

اسی مخطوطے کے ساتھ خلاصۃ التواریخ بھی منسلک ہے جس کا ذکر نمبر ۹۳۴ پر درج ہے۔
عطیہ مولوی احمد اللہ خاں صاحب مدرس گولکنڈہ ہائی اسکول۔
۷۰ ورق۔ ۱۵ سطور فی صفحہ۔ ″۵½ × ″۹

۹۳۴۔ خلاصۃ التواریخ۔ ۱۱۰۷ھ۔ منشی سبحان رائے — تاریخ فارسی

دیوان سودا (نمبر ۹۳۳) کے ساتھ یہ فارسی تاریخ بھی منسلک ہے جو ناقص الآخر ہے۔ سبحان سنگھ منشی بٹالہ کے رہنے والے تھے اور عام طور پر سبحان رائے منشی کے نام سے مشہور تھے۔ انھوں نے عہد اورنگ زیب میں یہ مشہور تاریخ لکھی تھی۔ مگر زیر نظر مخطوطہ اس کا انتخاب ہے۔ مکمل تاریخ نہیں ہے۔ اس میں ابتدائی دیباچہ شامل ہے جس میں مصنف نے جن جن تاریخوں کو پیش نظر رکھ کر یہ کتاب تیار کی تھی ان کے نام اور خود کتاب کا نام وغیرہ بھی درج ہے۔ اس کے بعد شاہجہاں آباد کی تفصیلی تاریخ نقل کر دی گئی ہے۔ ناقص الاول ہے۔ اس مخطوطہ میں اس کی

ابتدا ان جملوں سے ہوتی ہے۔۔۔

" ومتابعت از دست نداد و بکار رام بامش وگلزار اعجاز گرائش محض سعادت وغیر عبادت میدانند۔ از یں جاست کہ ہر فرقہ مذہب خود را از واردات درگاہ الوہیت واوامر بارگاہ ربوبیت تصور نمودہ "

خاتمہ اس عبارت پر ہوتا ہے۔۔۔

" دار الخلافہ ومرکز سیاحان ہفت اقلیم وسیاران ربع مسکوں باں فراخی وکثرت آبادی شہرے بروے زمیں نشاں نمی دہند "

ترقیمہ۔ " تمام شد بتاریخ ہشتم شعبان ۱۲۰۱ھ صاف شدہ۔ لالہ بھوگ چند ولد پورن چند نقل نمودہ شد بوقت سہ گھڑی کشب اول روز پنجشنبہ اختتام یافت "

اس کے نیچے "م م" لکھا گیا ہے اور ایک مستطیل مہر ثبت ہے جو مٹا دی گئی ہے۔ یہ مخطوط نہایت شکستہ مگر پختہ خط میں لکھا گیا ہے۔ مولوی احمد اللہ خاں مدرس گولکنڈہ ہائی اسکول کا عطیہ ہے۔

۲۱ ورق۔ ۷ اسطور فی صفحہ۔ ۹ × ۵ ½

۹۳۵۔ دیوان درد۔ قبل ۱۱۹۹ھ۔ خواجہ میر درد

کلام اردو

خواجہ میر درد دہلی کے مشہور استاد سخن اور صوفی تھے۔ ان کے پانچ مکمل یا منتخب دیوان ادارے میں حسب تفصیل ذیل موجود ہیں :۔

مخطوطہ نمبر ۴۹۸۔ مکتوبہ نرمل ۱۲۶۲ھ۔ جلد دوم صفحہ ۱۵۰
" " ۴۹۹۔ مکتوبہ قریب ۱۲۰۰ھ۔ " " صفحہ ۱۵۱
" " ۵۲۳۔ مکتوبہ بیدر ۱۲۲۳ھ۔ جلد اول صفحہ ۱۰۱
" " ۵۹۱۔ ——— جلد سوم صفحہ ۱۹۷
" " ۵۹۵۔ مکتوبہ حیدرآباد ۱۲۲۵ھ۔ " " صفحہ ۲۰۲

ان کے علاوہ مختلف بیاضوں مثلاً نمبر ۸۲۲ و ۸۹۶ میں ان کا منتخب کلام محفوظ ہے جن کا ذکر جلد چہارم صفحات ۱۷۵ و ۲۶۶ پر گذر چکا ہے۔

زیر نظر مخطوطہ دیوان درد کا پانچواں نسخہ ہے۔ یہ ۱۲۶۹ھ سے قبل اورنگ آباد میں نقل کیا گیا تھا۔ خط نہایت پاک نستعلیق ہے۔ خاص اہتمام کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ہر غزل کے مقطع میں تخلص سرخ روشنائی میں لکھا گیا ہے۔ ابتدا مثنوی سے کی ہے جس میں (۹) ابیات ہیں۔

کردں پہلے توحید یزداں رقم — جھکا جس کے سجدے کو اول قلم
سر لوح پر رکھ بیاض جبیں — کہا دوسرا تجھ سا کوئی نہیں

حصہ غزلیات کی ابتدا ان اشعار سے کی ہے ؎

اے شمع روز بس کہ ترا انتظار تھا — میں رنگساں ہی شعلہ صفت بیقرار تھا
ظالم یہ صید دل سر فتراک ہے مرے — اس وقت سے سوار ہے کہ تو نے سوار تھا

اختتام۔ درد کا حال کچھ نہ پوچھو تم — وہی رونا ہے نت وہی غم ہے
جتنی بڑھتی ہے اتنی گھٹتی ہے — زندگی آپ ہی آپ گھٹتی ہے

آخری ورق محفوظ نہیں ہے۔ سرورق پر بطور ترقیمہ یہ عبارت درج ہے :۔

"این کتاب دیوان میر درد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہ قیمت چہار روپیہ خریدکردہ۔ تحریر فی التاریخ بست و پنجم شہر جمادی الاول ۱۲۶۹ھ نور محمد ولد بڑے صاحب ساکن اورنگ آباد"

۲۵ ورق۔ ۱۵ اسطور فی صفحہ۔ ۵" × ۱۰"

۹۳۶۔ دیوان انشاء ۱۲۳۳ھ۔ میر انشاء اللہ خاں — کلام اردو

میر انشاء اللہ خاں انشاء دلی کے مشہور شاعر تھے۔ لکھنؤ میں عروج حاصل کیا اور ۱۲۳۳ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے کلام کے اور تین نسخے ادارے میں حسب تفصیل ذیل موجود ہیں :۔

مخطوطہ نمبر ۲۱۵ ۔ مکتوبہ میر احمد علی عصر ۱۲۶۵ھ ۔ جلد اول صفحہ ۱۰۱
" " ۵۹۴ " سوم صفحہ ۲۰۱
" " ۵۲۴ کلیات ناقص الطرفین " اول صفحہ ۱۰۸

زیر نظر دیوان ناقص الطرفین ہے۔ مگر نہایت خوش خط اور بڑے اہتمام اور صحت کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ اکثر حاشیوں پر الفاظ کے نسخے اور اشعار درج ہیں۔ کاغذ قدیم اور روشنائی عمدہ ہے۔ ۱۲۵۰ھ سے قبل کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔ ہر غزل کے مقطع میں تخلص سرخ روشنائی میں لکھا گیا ہے۔ ان اشعار سے شروع ہوتا ہے ؎

ابتدا۔ بے تابی دل کے سبب اس شوخ تک انشاء — پہنچے یہ خدا واسطے پیغام ہمارا
اگر ہمارا کرے کوئی بند بند جدا — تو یہ قبول نہ ہو پر وہ خود پسند جدا

اختتام۔ تھے چند تار سوختہ کچھ اور شمع کا — پایا صبا نے صبح نہ مطلق سراغ تک
ساقی شراب لا کہ خوش آوے مجھے سبب — گلگشت باغ و سرو و سرور و فراغ تک

کاتب نے یکایک لکھنا بند کر دیا ہے اور صفحہ کا نچلا حصہ خالی رہ گیا ہے۔ کوئی ترقیمہ بھی نہیں۔ یہ نسخہ مولوی احمد اللہ خاں صاحب کا عطیہ ہے۔

۱۳ ورق۔ ۱۴ شعر فی صفحہ۔ ۵½ × ۸½

۹۳۷۔ قصہ شاہزادۂ کاشغر۔ ۱۱۷۱ھ ۔ مرزا عطا ضیا برہانپوری   قصہ فارسی

مرزا عطا ضیا ان مشہور فارسی و اردو شعرا میں سے تھے جن کے باعث اورنگ آباد مرکز علم و فضل و شعر و سخن بن گیا تھا۔ وہاں کے تذکروں (گل عجائب از تمنا وغیرہ) میں ان کو اردو کے اچھے شاعروں اور شاہ سراج اورنگ آبادی کے ارشد تلامذہ میں شمار کیا گیا ہے۔

وہ قصبہ دوور میں ۱۱۴۳ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ قصبہ برہانپور سے صرف (۲۰) میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ مرزا عطا کے نانا میر برہان اللہ وہاں کے حسینی سادات سے تھے۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد مرزا عطا برہانپور گئے اور وہاں فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۰ سال کی عمر سے شعر و سخن کا شوق تھا اور خوشنویسی اور عبارت آرائی کرتے رہے چنانچہ اس قصہ کے پہلے صفحہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ

"مشق یازدہ سالگی است۔"

یہ قصہ انھوں نے ۱۱۷۱ھ میں لکھا ہے اور اس سے قبل شاہ سراج اورنگ آبادی نے برہانپور کا سفر کیا تھا اور وہاں قدرے قیام بھی کیا تھا۔ اسی زمانے میں ضیاء نے اپنے اردو کلام پر ان سے اصلاح لی اور تخلص کی مناسبت ظاہر کرتی ہے کہ ضیاء تخلص بھی سراج کا عطا کردہ ہے۔

اس تصنیف کے آٹھ سال بعد ۱۱۷۹ھ میں موسیٰ خاں رکن الدولہ دیوان آصفجاہ کے بھائی میر حامد یار خان ارسلان جنگ کی مصاحبت اور ملازمت کے سلسلہ میں مرزا عطا اورنگ آباد گئے اور عرصہ تک وہاں قیام کیا۔ اس دوران میں میر غلام علی آزاد بلگرامی سے فارسی کلام میں اصلاح لیتے رہے۔ چنانچہ ان کی مدح میں رباعیاں وغیرہ لکھی ہیں۔

مرزا عطا کا اردو کلام اکثر تذکروں میں محفوظ ہے۔ انھوں نے غالباً ۱۱۹۲ھ کے بعد وفات پائی۔ اس لئے کہ اس سال تمنا نے شعرائے اردو کا ایک تذکرہ "گل عجائب" لکھا تھا جس میں ضیاء کو بقید حیات لکھا ہے۔

زیر نظر قصۂ شہزادۂ کاشغر" مرزا عطا کی ابتدائی تالیف معلوم ہوتا ہے اور یہ ان کی مکتوبہ بیاض کی ابتدا میں واقع ہے۔ اس بیاض میں ان کا کشکول بھی ہے۔ ان کی مثنوی چار چمن بھی اور ساقی کا تذکرہ بھی انھوں نے نقل کیا ہے۔ ان سب کا ذکر علیحدہ نمبروں کے تحت آئندہ درج ہے۔

مرزا عطا اعلیٰ پایہ کے خوشنویس بھی تھے۔ چنانچہ اس مخطوطے کی تمام تالیفات مختلف نوع کی خطاطی کے اعلیٰ نمونے ہیں۔

اس قصے کو شروع کرنے سے پہلے انھوں نے ایک دیباچہ لکھا ہے جس میں بیان کیا ہے کہ چند نوجوان دوست احباب جمع تھے اور اس صحبت میں ایک شخص نے ایک ایسا قصہ بیان کیا جو کسی نے نہیں لکھا تھا۔ دوستوں نے مجبور کیا کہ میں اس کو عمدہ عبارت میں لکھ دوں۔ تعمیل امر کے طور پر اس کو قلمبند کر رہا ہوں۔ اس دیباچہ کی ابتدائی و آخری عبارت یہ ہے۔

ابتدا۔ "نور جبینے کہ سواد الوجہ او طرۂ مہوشان نیک اختر و مہر طلعتان ضیا پرور سانحات حسرت می خزد و خیل شیدا صفتان روشن طبع از شرق تا غرب بہار سنبلستان می نمود۔"

اختتام۔ "چشم از ژرف نگاہان و معنی پناہان آں دارم کہ ہر سہو محت این کج مج زبان مبتی
.... رائم البدل، ہنر سازند و ہر حشوے کہ بنظر در آید آئینہ خاطر را از غبار طعنت
نہ پردازند۔"

اس کے بعد نئے صفحہ سے اصل قصہ شروع کیا ہے۔ مرزا عطا اس دور کی پر تکلف اور فصیح و بلیغ فارسی نگاری پر قادر تھے اور بہت مرصع عبارتیں لکھی ہیں۔

آغاز۔ "زچاک سینہ آہے می نویسیم کتابم حرف ماہے می نویسیم
محبت نامہ پرخار است امروز بہر برگ کاہے می نویسیم
راوی حسرت گزین و ناقل فطرت آگین چنین روایت می کنند۔"

اختتام۔ "و بخواندن این آیۂ کریمہ گمان باطل شہزادہ را بگردان کنا باندہ شہید اُ شاہد
بینی و بینکم۔ شہزادہ در کنارش گرفت و برادر خود خواند و بقدر اعلے رسانند۔ مصرعہ
قصہ موقوف داد سر کوتاہ ....."

ترقیمہ۔ "این چند سطور با قصور من مقام بیتالہ فی الشہر شعبان المعظم بتاریخ ہم روز چہار شنبہ
ما بین اشراق و چاشت سنہ ۱۱۶۹ فصلی جلوس سلطان عزیز الدین محمد عالمگیر ثانی خلد اللہ ملکہ
...... پیرایۂ اختتام و صورت انصرام یافت۔ چشم از ناظران انصاف سیر و قاریان اخلاق
پرور آں کہ گر نسیان کتابت و نقصان عبارت معذور دارند و دل را بہ تربیت اصلاح
بسپارند۔ سنہ ۱۱۷۱ھ

خمیر آدم خاکی ز سہو و نسیان است بہ عیب ہر کہ بخندد خلاف انسان است

محرر و مصنف اضعف العباد اخف الاجساد مرزا عطا ضیا متوطن بلدۂ دار السرور برہانپور"

یہ مخطوطہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ اس کے آخر میں ان کے دستخط عنایت جنگ ثبت ہیں۔
۲۰ صفحات۔ ۲۲ سطور فی صفحہ۔ "۵ × "۸

۹۳۸۔ داستان چار چمن۔ ۱۱۷۱ھ۔ مرزا عطا ضیا برہانپوری — مثنوی فارسی

اس مثنوی کے مصنف مرزا عطا ضیا کے ایک نثری قصہ کا ذکر ابھی نمبر ۹۳۷ پر گذر چکا ہے۔ یہ مثنوی بھی خود مصنف کی مکتوبہ ہے اور ۱۱۷۱ھ میں تصنیف کی گئی ہے۔ چنانچہ اس کے آخر میں سنہ تصنیف و کتابت اس طرح لکھا ہے ؎

بند لب را ضیا ز حرف و ہوس کہ زگفتن بہ است ضبط نفس
گوہر نظم متصل سفتم انچہ گفتند دوستاں گفتم
نامہ را کہ نظم کردم من پنج گنج است و نیز چار چمن

در زمانہ کہ نامۂ رنگیں یافت اتمام و شد بفیع قریں
بود از عہد ہجرت احمد یک و پنجاہ و بست و یازدہ صد

اس کے بعد کی ابیات بطور ترقیمہ ہیں۔ اس مثنوی کا آغاز اس طرح کیا ہے :۔

" آغاز داستان چہ دستان چار چمن مشتہر بہ رفتن دختر شبرنگ عیارہ روز اول

در جوہری بازار و خرید کردن دراز جو ہر یان زر و دینار و گریختن آں طرار غدار براہ فرار

بشنو از من کہ گویم از فرہنگ رہزنے بود نام او شب رنگ
عامیاں بے گنہ اسیر او رورواں دل فگار تیر او

اس مثنوی میں عورتوں کی عیاری و مکاری کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ نہایت عمدہ خط نستعلیق میں یہ مثنوی لکھی گئی ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں لکھے گئے ہیں۔ یہ بھی بمقام بیتالہ ۱۱۷۱ھ میں ۳ ذی الحجہ کو مکمل کی ہے۔ کل (۳۴۳) ابیات پر مشتمل ہے ۔

ترقیمہ ۔ بود از عہد ہجرت احمد یک و پنجاہ و بست و یازدہ صد
سیوم شہر ذیحجہ معروف قصہ شد ختم و درد سر موقوف
یوم سہ شنبہ بود و وقت چاشت ریخت کلکم ہر انچہ در دل داشت
بود بر رایک خلافت دیں شاہ گیتی ستاں عزیز الدین
سبزہ تر بود و موسم ژالہ قصہ مرقوم شد بہ بیتالہ
گر تو تعداد نظم پرسی چیست آمد ابیات سی صد و سہ و دو بست

یہ مخطوطہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ اس کے بعد ہی سامی کا تذکرہ صحایف الہدایہ نقل کیا گیا ہے جس کا ذکر نمبر ۹۳۹ پر درج ہے۔

۲۲ صفحات۔ ۱۵ ابیات فی صفحہ۔ ۵" × ۸"

۹۳۹۔ تذکرۂ صحایف الہدایہ۔ قبل ۱۱۷۱ھ۔ سید غلام قادر سامی تذکرہ فارسی

سید غلام قادر سامی اورنگ آباد کے مشاہیر شعرائے اردو میں سے تھے۔ ان کی ایک اردو مثنوی مہرو شمشاد ادارے میں نمبر ۵۱۴ پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات اور سامی کے حالات جلد اول صفحہ ۲۷۲ و ۲۷۳ پر درج ہو چکے ہیں۔

سامی کے دادا سید فیض اللہ کو شاہجہاں نے ہدایت اللہ خاں کا خطاب دیا تھا۔ عالمگیر کی فوج کے ساتھ اورنگ آباد آئے اور یہیں رہ گئے۔ شہزادہ محمد اعظم نے ان کو اپنے کتب خانے اور جواہر خانے کا داروغہ بنایا تھا۔ اس کی رحلت کے بعد خانہ نشین ہو گئے۔ سامی کے والد کو آصف جاہ اول نے نو صدی منصب پر سرفراز کیا تھا۔ آخر عمر میں ترک دنیا کر کے رشد و ہدایت کی طرف راغب ہوئے اور حج کے لئے چلے گئے تھے۔ لہ

جہاز میں وفات پائی۔

ساؔمی کی اردو مثنویوں اور غزلوں کا ذکر تو تذکروں میں ملتا ہے اور سرو و شمشاد کے مخطوطے بھی موجود ہیں لیکن ان کے اس تذکرہ کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ اس لئے یہ نادر مخطوطہ ہے مگر افسوس ہے کہ اس مخطوطہ میں ان کا پورا تذکرہ محفوظ نہیں ہے بلکہ مرزا عطا ضیاؔ نے صرف اس کے منتخب اشعار ۱۱۸۱ھ میں نقل کئے ہیں۔ ان اشعار پر شاعروں کے صرف نام لکھے ہیں، حالات درج نہیں ہیں اور ناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ ساؔمی نے صرف ایران و توران کے امراء و مشاہیر شعرائے فارسی کو منتخب کیا تھا۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

سلطان حسن والیٔ گیلان۔ سلطان سلیم خاں۔ سلطان سلیماں خاں۔ سلطان حسین مرزا۔ بدیع الزماں مرزا۔ فریدوں حسین مرزا۔ شاہ غریب مرزا۔ محمد مومن مرزا۔ امیر ہمایوں۔ عسکری مرزا۔ عبداللہ خاں۔ شاہ عادل۔ میرزا شاہ حسین۔ میر عبدالباقی باقی۔ میر قوام الدین حسین اصفہانی۔ میر محمد یوسف خلقی۔ میر تقی الدین محمد۔ میرزا مشرف۔ میر حسین قدسی کربلائی۔ میر ہادی۔ میر حاج خراسانی۔ مولانا جامی۔ مرزا قاسم قاسمی خراسانی۔ میرزا اصغر فنائی رضوی۔ امیر سید شریف۔ شاہ طاہر کاشانی۔ قاضی روح اللہ۔ امیر عبدالباقی۔ قاضی محمود۔ امیر عبدالکریم۔ امیر حسین گیلانی۔ خلیفہ اسداللہ اصفہانی۔ امیر سلطان ابراہیم امیر۔ امیر ہمایوں اسفرائنی۔ میر علی عرب کربلائی۔ امیر راستی تبریزی۔ امیر عزیز اللہ ابہری۔ قاضی محمد درامینی۔ قاضی عطاء اللہ درامینی۔ امیر کمال الدین حسین خلقی۔ میرک خواجہ ہراتی۔ قاضی سید حسن حزنی استرابادی۔ امیر حسن فندرسکی۔ امیر خانزادہ دلبری۔ شاہ قاسم عراقی۔ امیر عاشقی تربتی۔ میر علی اکبر مشہدی۔ امیر واقفی نیشاپوری۔ سید مرتضیٰ۔ امیر بیخودی ہمدانی۔ امیر صدر الدین محمد اسکوی۔ امیر قمر الدین محمود۔ امیر نظام الدین احمد۔ امیر ابوالمحامد۔ امیر واہبی استرآبادی۔ امیر رضائے سمنانی۔ میر سل ساوہ۔ میر اسیلی قمر۔ میر شمس الدین محمد کرمانی۔ میر مرادی استرآبادی۔ میر ہاشمی بخارائی۔ نوربخشی۔ میر حسن عیدل کاشانی۔ میر محمد سنجر کاشانی۔ میر عزیز قلندر کاشانی۔ امیر عطائی کاشانی۔ قاضی مسعود۔ امیر حسین التعضات۔ امیر مطلبی توفی۔ سید محمد عوالمی۔ امیر فضلی ہمدانی۔ امیر ضیائے نیشاپوری۔ امیر سعد الملک قزوینی۔ میرزا محسن استرآبادی۔ میر حیدر سبزواری۔ امیر قربی گیلانی۔ سید باقر سمنانی۔ میر فدائی استرآبادی۔ امیر معز الدین موسوی۔ امیر میرک اصفہانی۔ میر رضائی رضوی۔ مولانا ہلالی استرآبادی۔ مولانا آصفی ہراتی۔

اسی طرح اور بیسیوں شعرا کے اشعار درج کئے گئے ہیں۔ میرزا عطا ضیاؔ نے اس تذکرے کو اس عنوان کے تحت لکھنا شروع کیا ہے۔

"ابیات مجموعہ تذکرہ صحائف الہدایہ من تالیف ساؔمی"

ابتدا۔ سلطان حسین والیٔ گیلان

قاتل من چو بسوے من محزوں گذرد   چشم پرخون مرا بیند و از خوں گذرد

اختتام۔ رباعی ایضاً (مولانا جامی)

خوں در جگرم ز لعل جاں پرور تست   تنگی دلم ز حقۂ گوہر تست

ہر تار ز کاکلت جدا فتنہ گریست   حاصل کہ تمام فتنہا در سر تست

اس کے آخر میں میرزا عطا نے کوئی ترقیمہ نہیں لکھا ہے بلکہ اپنا کشکول لکھنا شروع کر دیا ہے جس کا ذکر نمبر ۹۴۰ کے تحت درج ہے۔

اس مخطوطے کا خط نہایت پاکیزہ نستعلیق شکستہ آمیز ہے۔ شعراء کے نام سرخ روشنائی میں لکھے گئے ہیں۔ ۱۱۷۱ھ میں بمقام بیتالہ نقل کیا گیا ہے۔

نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے

۶۰ صفحات۔ ۲۰ سطور فی صفحہ۔ ۵ × ۸

۹۴۰۔ کشکول (نظم) ضیا۔ ۱۱۷۱ھ۔ مرزا عطا ضیاء — کلام فارسی

مرزا عطا ضیا نے بمقام بیتالہ یہ ضخیم کشکول لکھی ہے۔ اس میں نظم بھی ہے اور نثر بھی اور دونوں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ نظم کا حصہ تاریخی نقطۂ نظر سے بھی زیادہ اہم ہے کیونکہ اس میں جن ہم عصر شعراء کا کلام منتخب کیا ہے ان کے ناموں کے آگے مرحوم یا سلمہ لکھا گیا ہے جس سے تحقیق کرنے والوں کو بعض شاعروں کی تاریخ وفات متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔

چونکہ یہ بیاض ۱۱۷۱ھ میں لکھی گئی تھی اس لیے حسب ذیل شعراء اس سنہ سے قبل وفات پا چکے تھے۔

میر افضل ثابت دہلوی۔ میر محمد امین برہانپوری۔ مرزا عبدالقادر بیدل۔ میرزا جعفر دہلوی۔ مرزا جلال اسیر۔ متوسل خاں۔ صائب شیرازی۔ شاہ فضلی صاحب۔ خواجم قلی خاں موزوں۔ مرزا ترک علی بیگ واصل خجستہ بنیادی۔

حسب ذیل شعراء کے ساتھ سلمہ لکھا گیا ہے۔ گویا ان کا ۱۱۷۱ھ تک زندہ رہنا یقینی ہے۔

شاہ سراج اورنگ آبادی۔ نقد علی خاں ایجاد حیدرآبادی۔ مرزا مغل کمتر۔ میر غلام علی آزاد۔ میر مختار علیخاں ارشد۔ میرزا بہادر خاں برہانپوری۔ قاضی میر عبدالقادر مہربان۔ میر قمر الدین منت دہلوی۔ مولوی محمد باقر شہید خجستہ بنیادی۔ وزارت خاں نثار۔ میرزا ایزد بخش۔ عارف الدین خاں عاجز۔ شاہ غلام قادر سامی خجستہ بنیادی۔ شیخ نور محمد عاصی برہانپوری۔ مرزا اعظم قلی ناصر خجستہ بنیادی۔ مرزا مظہر۔ شیخ گلشن علی جونپوری۔

بعض دیگر مشاہیر شعراء جن کے کلام کے وافر نمونے اس کشکول میں موجود ہیں یہ ہیں۔

طاہر غنی کشمیری۔ مرزا یار بیگ تورانی۔ فیضی۔ میر سید محمد مشتاق صفاہانی۔ ناصر علی۔ مرزا معز الدین موسوی فطرت۔ محمد علی ماہر۔ اخوند محمد باقر مشتاق۔ ملا مالک قمی بیجاپوری۔ مرزا طاہر وحید دہلوی۔ میر مہدی متین برہانپوری۔ میر عبدالولی عزلت گجراتی۔ شیخ محمد علی حزیں۔ سراج الدین علیخاں آرزو۔ شیخ محمد مراد وفا۔ میر عبدالحکیم حاکم لاہوری۔ میر افضل ثابت الہ آبادی۔ امیر خسرو دہلوی۔ نعمت خاں عالی۔ ارادت خاں واضح۔ شیخ محمد ولی گجراتی۔ نواب خورسند محمد دہلوی۔ جوگیداس برہمن۔ نواب دلاور خاں نصرت۔ عبدالرحیم خان خاناں۔ امیر حسن دہلوی۔ ملا فائق۔ ملا جویا۔ ملا شیدا۔ قاضی میر۔ میرزا افضل سرخوش۔ قاسم دیوانہ۔ رضا بیگ خجستہ بنیادی۔ قاسم مشہدی۔ تجلی۔ بہشتی۔ مرزا ابوالمعالی عالی۔ قزلباش خاں امید۔ قاضی براتی ایثار خجستہ بنیادی۔ میر عبدالجلیل بلگرامی۔

ان میں بہت سے شاعر اورنگ آباد اور برہانپور سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسرے شعراء کی نسبت یہ اندازہ ہوتا

ہے کہ وہ اس دور میں برہانپور میں بہت مقبول تھے۔ چونکہ یہ کشکول بہت خفی قلم میں خوش خط لکھی گئی ہے اور اس کے مرتب اور کاتب اردو اور فارسی کے ایک مشہور شاعر مرزا عطا ضیا ہیں اس لئے اس میں کلام بہت زیادہ ہے اور عمدہ ہے بالکل صحیح نقل کیا گیا ہے۔ اس میں متعدد اردو شاعروں کا فارسی کلام محفوظ ہے جو تحقیقی کام کرنے والوں کو بہت مدد دے گا۔

۶۰ صفحات۔ کسی صفحہ پر (۴۰) اور کسی پر (۲۵) شعر ہیں۔ "۵×"۸۔

۹۴۱۔ مجموعہ مکتوبات۔ ۱۱۷۱ھ۔ مرزا عطا ضیا — انشا فارسی

مرزا عطا ضیا برہانپوری کے یہ فارسی مکتوبات نثر کشکولِ نظم (نمبر ۹۴۰) کے ساتھ ایک ہی جلد میں اور مسلسل لکھے گئے ہیں۔ اس میں اکثر خطوط نادر و کم یاب ہیں۔ کیونکہ وہ خود ضیا نے لکھے ہیں۔ ان کی نقل کسی اور کتاب یا کتب خانے میں موجود نہیں ہے۔ وہ دراصل ضیا کے مسودے ہیں اور یہ انکی نجی بیاض میں درج ہیں۔ ان میں سے بعض اہم خطوط کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱۔ بنام نواب ارسلان جنگ (ورق ۱۵ ب) میر حامد یار خاں ارسلان جنگ آصفجاہی دیوان میر موسیٰ خاں رکن الدولہ کے بھائی تھے اور تذکرہ گل عجائب میں اسد علی خاں تمنا نے لکھا ہے کہ ۱۱۶۹ھ میں ضیا ان کی ملازمت میں شامل ہو کر اورنگ آباد آئے۔ لیکن یہ خط ۱۱۷۱ھ سے قبل لکھا گیا اور اس میں ضیا نے جس انداز میں آم کی ایک ڈالی بھیجنے کا تذکرہ لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت ہی سے وہ ان کی سرکار میں ملازم ہونے کے امیدوار تھے۔ اس خط کا خلاصہ یہ ہے۔

"صحیفہ شریفہ جو عنایت سے مملو تھا خیر و عافیت کی خبر لایا۔ میں نے اس خط کے آنے سے پہلے ہی آم کی ایک ڈالی ارسال خدمت کی ہے۔ اس سال ضلع میں آم کی فصل اچھی نہیں ہوئی۔ اس کے علاوہ فوج کی آمد کے باعث بھی کمیاب ہو گیا۔ میں نے اپنے آدمی قصبۂ نند گاؤں بھیج کر خریدے۔ اگر اچھے نہ ہوں تو معاف فرمائیں۔ اب دو ڈالی آم اور بھیج رہا ہوں۔ مجھے خیر خواہوں میں سے سمجھیں اگرچہ بے رزق ہوں۔"

۲۔ بنام نواب شیخ علی خاں بہادر (۲۲ ب) یہ خط بہت پر تکلف ہے اور اس میں ان کپڑوں کی رسید لکھی گئی ہے جو نواب نے عنایت کئے تھے۔

۳۔ بنام سید شاہ سراج الدین سراج (۲۲ ب) پہلے (مخطوط نمبر ۹۳۷ کے سلسلے میں) لکھا جا چکا ہے کہ سراج ۱۱۷۱ھ سے قبل برہانپور گئے تھے اور ضیا نے ان سے اردو کلام پر اصلاح لی تھی۔ اس کا ثبوت اس خط کے القاب سے بھی ملتا ہے جو یہ ہے:۔

"رقعہ بہ زبدۂ عوارف عالی مزاج قدوۂ سوالک والا خراج حضرت سید شاہ سراج الدین عاشق لا احتیاج حرس اللہ تعالیٰ عن البلیات۔۔۔

اے آنکہ باوج طبع رخشاں ماہے — در کشور فہم شاہ عالی جاہے
دارد نظرے بفیض عام تو ضیا — شاید یابد مراد خاطر خواہے

اصح الاعتقاد واثق الانقیاد بندۂ خاک پا غلام بے ریا مرزا عطائے ضیا کہ چراغ فطرتش از اقتباس تجلائے انوار اصلاح آں نیر اعظم سپہر سخن پردازی مجلا و شمع فکرتش از پرتو شعاع لمعات ادراک آں ماہ منیر چرخ عبارت سازی مستنا است ......"

اس خط کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے چند روز سے یہ دھن سمائی ہے کہ پاکیزہ اشعار اور اعلیٰ مضامین کے رقعات جمع کر کے مرتب کروں اور ان کے مطالعہ سے استفادہ کروں اس لئے درخواست ہے کہ آپ نے خواجہ نعمت اللہ خاں کے نام جو خط لکھا تھا اور جس میں "یاران ظاہر درست و باطن خراب و عزیزان کم سوالی و حاضر جواب" کی شکایت لکھی تھی اس کو اپنے قلم گوہر بار سے لکھ کر "نور دیدۂ احباب صدر دفتر عملی میرزا مغل" کو عنایت فرمائیں اور ان کو اجازت دیں کہ مجھ تک پہنچائیں۔ اس خط کو اس شعر پر ختم کیا ہے :۔

حضرت سید سراج الدین بود استاد ما — یا فتیم از بحر معنی گوہر مقصد ضیا

۴۔ جواب مخالفاں در توصیف قلعہ بیتالہ (ورق ۲۴ الف) یہ خط دراصل قلعہ بیتالہ کی خصوصیات کے بارے میں لکھا ہے جس سے اس زمانے میں اس کی جو حالت تھی واضح ہوتی ہے۔ اس کی ابتداء اس طرح کی ہے :۔

"بیتالہ دژیست چوں دل دوں ہمتاں پست فطرت مختصر"

وہاں کے قلعہ میں جو ہتھیار رہتے تھے اور اس میں جو تالاب تھا اور تالاب کے کنارے جو مسجد ہے ان تمام کی تفصیلات لکھی ہیں۔

۵۔ رقعہ سراج بنام خواجہ نعمت اللہ خاں (ورق ۴۲) یہ وہی خط ہے جو ضیا نے شاہ سراج سے طلب کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا مغل کتر حسب خواہش لے آئے اور ضیا نے اس کشکول میں اس کو درج کر دیا۔ چونکہ یہ اردو کے مشہور شاعر سراج کی تحریر ہے اس لئے اس کی ابتدائی و آخری عبارت درج ذیل ہے۔

ابتدا۔ "گل رعنائے من!

گرمجوشی ہائے مصلحت آمیز سرد مہران زمانہ..... سراج پروانہ چراغ کہ از تب فراق محبت اکثرے از آشنایان زمانہ کہ بقا ہر چوں شعلہ"

اختتام۔ "از خیالات دوستاں باستاں کہ منقول افواہ عوام است معقول دانستہ یاد گزیں عقل القلوب چراغ ہدایت پیش رونہادہ از تاریکی کدورت دل برآرد۔"

۶۔ رقعہ ضیا (ورق ۱۱ ب) یہ خط ضیا نے اپنے کسی بزرگ (والد یا نانا) کو غالباً قلعہ بیتالہ سے لکھا تھا جس میں اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اگرچہ میں آپ سے دور ہوں لیکن جس طرح کہ موتی دریا سے باہر ہو کر بھی اسی سے تعلق رکھتا ہے اور جس طرح ہر پرندہ جو ہوا میں اڑتا ہے آخر کار اپنے آشیانہ کو واپس جاتا ہے اسی طرح میں بھی حسب شعر بلالی اسیر آپ ہی کے خیال میں رہتا ہوں۔ وہ شعر یہ ہے :۔

سر سجود در تو دارم بحق کعبہ در تو دارم — زمین چہ پر سی سرے کہ دارم سر تو دارم

۷۔ خط ضیا بنام شاہ سراج (ورق ۶ ب) سراج کے کسی خط کے جواب میں بطور رسید لکھا ہے۔ اس کا ابتدائی حصہ درج ذیل ہے جس سے معلوم ہوگا کہ وہ سراج کی کتنی عزت کرتے تھے۔

نام تو بود سراج کاشانۂ دل — یاد تو کند بنور حل مشکل
دل گشتہ تہی ز خود چو خاتم از شوق — تا نام تو چون نگین نماید منزل

قبلہ آمال و کعبہ اعمال من سلامت

مستغرق طوفان بحر الانسان مرکب الخطا۔ متلاشی لآلی صدف و نہی النفس عن الہوی مرزا عطائے ضیا صبح و مسا متصور آن ارباب صدق و صفا چون متفق اللفظ و المعنی اشتغال داشتہ بہ ادائے مطارق طرائق آداب و اجلائے مناول نیاز بلا حساب سواد الوجہ مراد را کالبدر منور ساختہ معروض می دارد۔

۸۔ خط ضیا بنام میر حامد یار خان (ورق ۶) اس خط میں ضیا نے اپنے بیروزگار ہونے اور اپنے بھائی کے ساتھ خان کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی ہے۔

"ارادۂ سفر و تہیہ سیاحت بدل داشتہ کہ در معنی از وطن دور افتادن عبارت بہ مراد مقرون شدن است اما توشہ در حیات و ممات شرط افتادہ است و فقیر از آن بے بہرہ۔"

۹۔ خط بنام حامد یار خان ارسلان جنگ (غالباً) (ورق ۱۲ ب) اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب سکندر مکاں (غالباً ناصر جنگ) نے شراب پینا، بیچنا، بنانا ممنوع قرار دیا تھا اور جو لوگ اس کے عادی تھے بہت پریشان تھے۔ ضیا نے ان سب کی طرف سے استدعا کی ہے "منشور رخصت از دیوان رحمت بادشاہی صادر گردد و آب رفتہ بجوئے شکستۂ شیشہ باز آید۔"

غرض اسی طرح متعدد خطوط ہیں جن میں سے بعض کے مکتوب الیہ کے نام معلوم نہیں ہوتے۔ اس مجموعۂ رقعات کے ابتدا میں ایک دیباچہ بھی لکھا ہے جس میں اس کا سبب تالیف بیان کیا ہے اور اپنے دوست مرزا مغل کمتر کی فرمائش کو اس کا باعث قرار دیا ہے۔

اس دیباچہ کا آغاز اس طرح کیا ہے۔

"فریفتہ حسن شاہد ضمن سکت نجا۔ مقید اجر از قصب السبق رضا۔ میرزا عطا کہ از چند روز پائے طبیعت را در دامن خموشی کشیدہ و مقدار منطق را بقسطاس زبانی سنجیدہ میدانست کہ خطوط این فن در پے طالی و کمال این شیوہ را در رنگین زوالیست۔"

اس کے بعد مرزا مغل کمتر کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

"اما بہرہ اندوز دبستان استاد ازل میرزا مغل احتیاط خاطر سکوت گزین این ملال

قریں را مقدم نداشتہ بخواندن بیتے کہ ......"

مرزا مغل بکمتر شاہ سراج اورنگ آبادی کے شاگرد تھے۔ اورنگ آباد میں پیدا ہوئے تھے۔ انکے دادا سمرقند سے عہد اورنگ زیب میں اورنگ آباد آئے تھے اور نواب غازی الدین خاں فیروز جنگ کے توسط سے بادشاہی منصب پر سرفراز ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر برہانپور آتے جاتے تھے اور عطا کے بہت دوست تھے۔ ان ہی کی فرمائش پر رقعات کا یہ مجموعہ مرتب کیا تھا۔ میرزا مغل نے ۱۱۸۳ھ میں اورنگ آباد ہی میں وفات پائی۔

اس مجموعہ میں مرزا عطا نے اپنی ذاتی مراسلت کے علاوہ بعض دوسرے مشہور رقعات بھی نقل کیے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ رقعہ ملا طاہر غنی کشمیری (ورق ۲۰)
۲۔ رقعہ ملا طغرائے مشہدی (۲۰ ب)
۳۔ فرمان شہنشاہ بنام نصیر الدولہ چین قلیچ خاں
۴۔ فتح نامہ بہ آصف جاہ نظام الدولہ بہادر
۵۔ بنام وزارت خاں نثار
۶۔ فرمان بادشاہ بمہر وزیر الممالک صفدر جنگ بہادر
۷۔ رقعہ ملا رونقی ہمدانی بنام حکیم رکن الدین
۸۔ بنام نواب صمصام الدولہ بہادر۔
۹۔ رقعہ لالہ چمپا لال منشی حیدر جنگ بنام لالہ چمن لال منشی صمصام الدولہ۔
۱۰۔ جواب از طرف چمن لال عبارت از منولال مرقومہ محمد یوسف۔

یہ مجموعہ خطوط شکستہ خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے اور مختلف صفحات میں منتشر ہے۔ بالعموم بطور بیاض صفحہ کے گوشے سے یہ خطوط لکھے گئے ہیں۔ انہی کے درمیان دستور العمل شاہنشاہی بھی درج ہے جس کا ذکر نمبر ۹۴۲ پر درج ہے۔

کسی صفحہ پر (۳۰) اور کسی (۲۰) سطریں ہیں۔ "۵ × "۸۔

۹۴۲۔ دستور العمل شاہنشاہی۔ اورنگ زیب عالمگیر غازی — نثر فارسی

مرزا عطا ضیا نے اپنے مکتوبات (نمبر ۹۴۱) سے قبل اورنگ زیب کا یہ فرمان جلی خط میں درج کیا ہے۔ چونکہ یہ بجائے خود ایک علحدہ رسالہ ہے۔ اس لئے اس کی تفصیلات یہاں درج کی جاتی ہیں۔ اس دستور العمل کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

"دستور العمل حضرت شاہنشاہی بہ عاملان ممالک محروسہ و بہ متصدیان مہمات مرجوع نوشتہ شد۔

ایں منشور آداب الہٰی و دستور العمل کار آگاہی از منبع عاطفت و معدن رافت شاہنشاہی صدور یافتہ کہ منتظمان کارگاہ سلطنت و کارپردازان بارگاہ خلافت از فرزندان اقبال مند و نوئینان اخلاص منش و امرائے عالی مقدار و سائر منصبداران و عاملان و کوتوالان باید

روش عمل نمودہ در انتظام امصار و قریات و سایر کثرات فرمان پذیر باشند۔"

اس دستور العمل میں اورنگ زیب نے انتظام سلطنت کے بارے میں بہت عمدہ باتیں بیان کی ہیں جو اس کے سالہا سال کے تجربہ کا نچوڑ ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی کہی ہے کہ حاکم کو چاہیئے کہ رعایا کے مذہب میں دخل نہ دے۔ اس کا اختتام اس عبارت پر ہوتا ہے —

"گذرہائے آب و دریا را برائے غسل مردان آب بردالستن جدا سازند و برائے زنان گذرہائے دیگر مقرر گردانند۔"

۱۰ صفحات۔ ۱۹ سطور فی صفحہ۔ ۵" × ۸"

۹۴۳۔ توصیف جاترائے گڈہ مکتیسر۔ قبل ۱۱۷۱ھ۔ مرزا غلام علی جوہر — نثر فارسی

مرزا غلام علی جوہر غالباً کوئی بنگالی انشاء پرداز تھے۔ انھوں نے اپنے ۱۴ دوستوں خواجہ عطا۔ امیر گسائیں۔ عزیز بیگ۔ افضل بیگ۔ میر محمد زماں۔ قایم بیگ۔ میر جعفر۔ شیخ ماہر وغیرہ کے ساتھ تیرتھ گڈہ مکتیسر کی یاترا اور گنگا مہاگیرتی کے اشنان کو جانے اور اس سلسلے میں جو واقعات پیش آئے ان کو مزاحیانہ انداز میں قلمبند کیا ہے۔ درمیان میں اردو شعر اور ہندی دوہے بھی لکھے ہیں۔

مرزا عطا ضیا برہانپوری نے ۱۱۷۱ھ میں جب کہ وہ قلعہ بیتالہ میں مقیم تھے اپنے دوست مرزا مغل کمتر اورنگ آبادی کی فرمائش پر جہاں مختلف خطوط اور فرامین وغیرہ مرتب کرنے کے لئے جمع کئے تھے اس رسالہ کو بھی اپنی بیاض میں نقل کیا ہے۔ اس کی ابتدا اس عنوان کے تحت کی ہے —

" رقعہ در توصیف جاترائے گڈہ مکتیسر من تصنیف مرزا صاحب مرزا غلام علی المتخلص بہ جوہر"

اس رسالہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے —

" منقول از مقولہ سرمست لاابالی گدا بنگالی آں کہ روزے ایں عاصی را ہولے سیر تیرتھ گڈہ مکتیسر و عزم اشنان دریائے گنگا مہاگیرتی باتفاق یاران شیر افگن و جوانان کفار بعضی ......"

اس رسالہ کا اختتام اس عبارت پر کیا ہے —

" بہادران از انجا باتفاق یک جا شدہ بر مقام منزل گاہ مرزا چچو بیگ آمدند و نقل حاضری از شیرینی و نمکیں طلبیدہ باہم یکجا شدہ بر خم زنگ کینہ کدورت نمودہ عذر خواہی کردہ ہر دو فرقہ جدا گشتہ بر اسپاں سوار شدہ روانہ منزل مقصود شدند رقعہ موقوف دراہ ہر کوتاہ — والسلام۔"

یہ رسالہ اعلیٰ درجہ کے خط نستعلیق شکستہ کا بہترین نمونہ ہے۔ مرزا عطا نے ہر صفحہ ایک نئے انداز سے عمدہ سیاہی اور سرخ روشنائی میں لکھا ہے۔ کوئی صفحہ گوشہ سے شروع کیا ہے اور کوئی بطور کتاب درمیان سے۔

بعض صفحات میں تحریری کشتیاں بنائی ہیں۔

تحفہ نواب عنایت جنگ بہادر

۹ صفحات۔ ۲۷ سطور فی صفحہ۔ "۵ × "۸

۹۴۴۔ انتخاب تذکرہ کلمات الشعرا۔ قبل ۱۱۷۰ھ۔ افضل سرخوش کلام فارسی

میر افضل سرخوش اورنگ آباد کے ان تذکرہ نگاروں میں سے ہیں جنھوں نے اپنی کتابوں کے ذریعہ سے ۱۱۰۰ھ سے ۱۲۰۰ھ کے درمیانی زمانے کے ہندوستانی ادب اور سماج کی تاریخ محفوظ کر دی ہے۔ ان کا تذکرہ کلمات الشعرا (اب تک میری نظر سے نہیں گذرا اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ کس کتب خانے میں موجود ہے۔

زیر نظر مخطوطہ میں اس تذکرے سے مرزا عطا ضیا برہانپوری نے اپنی پسند کے اشعار بعنوان ذیل نقل کرتے ہیں۔

"نقل از تذکرہ میر افضل سرخوش کہ مسمی بتذکرہ (کلمات الشعراء) کردہ شد۔"

تذکرہ کا نام حاشیہ میں کچ گیا ہے۔

مرزا عطا نے جن شعراء کا کلام نقل کیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:۔

الٰہی ہمدانی۔ مرزا ابراہیم ادھم۔ ظفر خاں احسن۔ آصف قمی۔ ملا محمد سعید اشرف۔ محمد ابراہیم انصاف۔ میر محمد احسن ایجاد۔ بینش کشمیری۔ رفیع خاں باذل۔ میرزا عبدالقادر بیدل۔ ملا رضا علی تجلی۔ عبداللطیف خاں تنہا۔ حافظ جمال تلاش۔ میر مفاخر حسین ثاقب۔ آقا نجف علی جرات۔ محمد ایوب خاں جودت۔ حکیم حاذق۔ امتیاز خاں خالص۔ مرزا خلقی۔ قاسم خازن۔ مرزا رضی دانش۔ ملا داغ۔ محمد امین ذوقی۔ عاقل خاں رازی۔ مرزا حسین بیگ رفیع۔ میر محمد علی راسخ سیالکوٹی۔ میر محمد زماں راسخ۔ میر روحی۔ میر رضی۔ محمد رضا کشمیری۔ ملا رضوان۔ زکی۔ محمد قلی سلیم ترشیزی۔ سالک قزوینی۔ حاجی محمد اسلم سالم کشمیری۔ میر سید علی سید۔ سید علی خاں جواہر رقم۔ میر جلال الدین سیادت لاہوری۔ ملا سرابی۔ محمد افضل سرخوش (بہت زیادہ کلام ہے) ملا شیدا۔ میر شوقی۔ میر شرف الدین حسین۔ شوکت بخاری۔ میر صیدی۔ آقا صادق۔ صبوحی۔ میر ضیاء الدین دہلوی۔ طالب املی۔ ملبمی۔ محمد طاہر ظہوری۔ خواجہ عبدالرحیم عابد، خواجہ عبداللہ عرفاں۔ عالمی۔ میر برہان غروری۔ غنیمت ہندی۔ مرزا فصیحی۔ آقا محمد ابراہیم فیضان۔ عبدالرزاق فیاض۔ محمد دارا شکوہ قادری۔ قدسی۔ میر کلاں۔ عبدالرحیم کم گو۔ لبنیٰ تھانیسری۔ محمد رفیع واعظ۔ حسن بیگ واثق۔ درویش والہ۔ ملا ہلی۔ عبدالواحد وحشت تھانیسری۔ محمد عاشق ہمت۔ محمد ہاشم۔ میر غلام علی ارشد۔ میر غلام علی آزاد۔ میر یوسف سلمہ۔ عزلت۔ مرزا کلب علی بیگ نادر شاہی۔

ان ناموں کے تحت صرف اشعار، رباعیاں اور قطعات وغیرہ درج ہیں۔ شاعروں کے حالات نہیں ہیں معلوم نہ ہو سکا کہ اصل تذکرے کی عبارتیں کیسی ہیں۔

آغاز۔ مطلع

خورشید می سازد رخت کاشانہ را   سرخ می گردد زباں در وصف زلف شانہ را

زبس طراوت رویش نمی تواں دانست   کہ شبنم است بگل تا گرہ بہ پیشانی

اختتام۔

عزلت می شناسد ہر کہ دارد نور بینائی بہ   پنجتن پل چار دہ تن عین اللہ اند و بس

عزلت

شرح شوقت نمی نویسم دیدہ خوں پالگفت   جای سرخی باش بگذارید من خواہم نوشت

اس کے بعد دیوان مظہر شروع کیا گیا ہے جس کا بیان نمبر ۹۴۵ میں درج ہے۔

تحفہ نواب عنایت جنگ بہادر۔

۲۵ صفحات۔ ۲۴ اشعار فی صفحہ۔ "۵ x "۸

۹۴۵۔ دیوان مرزا مظہر۔ قبل ۱۱۷۱ھ۔ مرزا مظہر جان جاناں — کلام فارسی

مرزا عطا ضیا نے اپنی کشکول میں دیگر منتخبات نظم و نثر (دیکھو ۹۳۷ تا ۹۴۴) کے ساتھ دلی کے مشہور فارسی و اردو شاعر مرزا مظہر جان جاناں (۱۱۱۱ھ۔ ۱۱۹۵ھ) کا دیوان بھی نقل کیا ہے۔ اس دیوان کے کئی مخطوطے ادارے میں محفوظ ہیں جن میں سے حسب ذیل کی تفصیلات اس سے قبل درج ہو چکی ہیں۔

مخطوطہ نمبر ۵۔ مکتوبہ ۱۲۳۷ھ۔ جلد دوم ص ۲
" " ۵۵۴ " ۱۲۳۲ھ " سوم ص ۱۰۲
" " ۷۶۶ " ۱۱۷۹ھ " چہارم ص ۱۰۹

زیر نظر چوتھا مخطوطہ ہے اور مذکورہ بالا تینوں نسخوں سے زیادہ قدیم ہے اور ایک اعلیٰ پایہ کے شاعر کا مکتوبہ ہے اس لئے اہم ہے۔ اس کی کتابت ۱۱۷۱ھ میں بمقام قلعہ بتیالہ کی گئی ہے۔ خط بہت نفیس ہے اور بہت صحیح لکھا گیا ہے۔ غزلیات کے بعد رباعیات اور پھر مثنوی لکھی گئی ہے۔

آغاز   یارب بہ بار ضعف رسید است سر مرا   اکنوں بسان حلقہ مکن در بدر مرا
یارب چہ پیچیدہ صبا کہ بناز و بغنچہ زار   روزی مکن بہ لشکر دلہا ظفر مرا

اختتام۔   دگر لب وا مکن افسر فضولیست   طلب از حاجت افزوں تر فضولیست
ز تحریرم غرض عرض ہنر نیست   دماغم را ازیں بوہا خبر نیست

اس دیوان میں تقریباً (۶۸۰) اشعار ہیں۔

۴۴ صفحات۔ ۲۰ شعر فی صفحہ۔ "۵ x "۸

۹۴۶۔ منظومات ضیا۔ ۱۱۷۱ھ۔ مرزا عطا ضیا برہانپوری — کلام فارسی

مرزا عطا ضیا برہانپوری نے اپنی کشکول (نمبر ۹۳۷ تا ۹۴۶) میں دوسرے شاعروں اور ادیبوں کے منتخبات کے ساتھ ساتھ خود اپنی چند طویل مثنویاں بھی لکھی ہیں جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔ ان سب مثنویوں میں تقریباً چار سو ابیات ہیں اور ہر مثنوی میں ایک نیا قصہ علیحدہ لکھا گیا ہے۔ مگر ان سب کا موضوع عورت اور اس کی عیاری اور عقلمندی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مرزا عطا مجرد تھے اور انھوں نے عورتوں کے بارے میں دوسروں سے

جو قصے سنے تھے ان کو منظوم کر دیا ہے۔

۱۔ قصۂ بقال۔ مثنوی۔ (۸۵) ابیات

آغاز۔
شبے مجلس دوستاں جمع بود — پری پیکرے درمیاں شمع بود
مے لالہ گوں منزل جام داشت — کباب از جگر سوز در کام داشت

اختتام۔
جواں را پری بند در شیشہ شد — کہ بقال را دیو اندیشہ شد
رگ شہوت نفس را کار داد — بسوراخ چرمی سرمار داد
درشتی و نرمی ہم در بہ است — چو رگ زن کہ جراح و مرہم بہ است

۲۔ عزت مرد و زن۔ مثنوی (۱۰) ابیات

آغاز۔
شبے گرمی بزم احباب بود — بجام بلوریں مے ناب بود
زدہ حلقہ در بزم از اہل ظریف — صغیر و کبیر و ثمین و نحیف

اختتام۔
چہ خوش گفت دانندہ زیر فلک — کہ ناید حشم جز بضرب کتک
زناں را ز پوشاک زر عزت است — ہمہ دولت مرد از شہوت است

۳۔ مکر زناں۔ مثنوی (۹۳) ابیات

آغاز۔
شبے داشتم در چراغاں نشست — صراحی بکف بود و ساغر بدست
بجا بود از فلک دوراں دماغ — دل از جوش می بود در سیر باغ

اختتام۔
مجرد کہ خسپد در آغوش کشت — بہ از مردم بندۂ زن زشت
نگہدار یارب ز مکر زناں — تجرد عطا کن ازیں رہ زناں

۴۔ عشق بادشاہ۔ (ناقص الآخر) مثنوی (۹۱) ابیات

آغاز۔
شنیدم کہ فرماندہ بے نظیر — ز دست فلک داشت درد ضمیر
طبیباں بہ تشخیص او سو مزاج — حکیماں از و قاصر اندر علاج

اختتام۔
نیاید ز دل اضطرابے بسر — کہ تہمت بدیگر نباشد ہنر
بجو نوبت بدبخت شاہ اید بکار — دل مردہ را ماند با خود قرار

یہ تمام مثنویاں بطور بیاض لکھی گئی ہیں۔ خط نہایت خفی لکھا اعلیٰ درجہ کا ہے۔ "۵ x "۸

۹۴۷۔ حکایات ضیا ۱۱۷۱ھ۔ مرزا عطا ضیا

نثر فارسی

مرزا عطا برہانپوری نے اپنی کشکول کے حصۂ نثر میں یہ تین حکایتیں فارسی نثر میں لکھی ہیں جو کافی طویل ہیں۔ ان کا موضوع بھی منظومات ضیا (م ۹۴۶) کی طرح عورت اور اس کی چالاکی ہے اور ان میں وہ عریانیت تک پہنچ گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سماج میں اس قسم کے قصے عام تھے اور عورتیں عام طور پر مکار اور چالاک سمجھی جاتی تھیں۔

۱- حکایت زنے دانا و شوہر ناداں — آغاز۔۔ "شخصے چوں سگ مردہ فربہ و مانند خر کلاں ابلہ مردود فراست مصور سر خاں بود۔"

انختام ۔۔ "جواں راگفتہ ، زن دانائی افتاد۔ زیاد بگریختہ و جوان ناداں مزاج از نیمۂ راہ باد یں بسمت خانہ گردید۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔"

۲- حکایت شوہر دانا و زن ناداں — آغاز ۔۔ "حلاتے زنے داشت بے حیائے کہ ہیچ کس از دست بے باکی اور ہائی نیافتہ و روے از عصمت بر تافتہ۔"

اختتام۔۔ "طلاق را مراد غیر مترتب رد نمود و بہ بے غمی عمر بسر می برد۔ کمال است در نفس انساں سخن زیادہ چہ۔"

۳- حکایت شحنہ (مزاحی) — آغاز ۔۔ روزے بزبانے اعزائے کہ گفتش نسیم شگوفہ قلب محزوں و ہر سخن طیب فزایش آبدارہ از در مکنوں بود۔"

اختتام ۔۔ د ہر شحنہ کہ دراں دیار منسوب می شد بہ میامن این سزا گہ د ایں چنیں حرکات ناموضوع نمی گشت و بہ تضیع اوقات اشتغال نمی داشت۔ فسق بریدہ و کالائے مجوا مطلقاً سوختہ شد۔ واللہ اعلم بالصواب ۔۔

بزاحت نہ گفتم ایں گفتار — پذل بگزار و جد از و بر دار

یہ تمام حکایتیں بطور بیاض ہر صفحے کے گوشے سے لکھی گئی ہیں۔ یہ تمام رسائل نواب عنایت جنگ بہادر کے عطیہ ہیں۔ "۵ × ۸"

۹۴۸- بیاض میر جعفر علی۔ ۱۲۳۵ھ — مراثی نظم و نثر اردو و فارسی

یہ ایک قدیم دکنی بیاض ہے جو ۱۲۱۱ھ سے ۱۲۳۵ھ کے درمیانی زمانے میں مختلف اوقات میں لکھی گئی ہے۔ کاتب بھی مختلف ہیں اور یہ سب زیادہ تر کم سواد اور غلط نویس ہیں۔ اس میں فارسی اور اردو اور ہندی اشعار، نظمیں، رباعیاں، تعویذ، عمل عملیات، دواؤں کے نسخے اور اوراد و وظائف سبھی شامل ہیں۔ پہلے صفحہ پر اور درمیان میں بھی میر جعفر علی ۱۲۳۵ھ کی مستطیل مہر ثبت ہے۔ درمیان میں میر منور علی کی غزلیں ہیں جو غالباً صاحب بیاض کے فرزند ہوں گے اور اپنا کلام بعد کو اضافہ کیا ہے۔ اس میں جو قابل ذکر نظم و نثر شامل ہیں اس کی تفصیل یہ ہے :-

۱- نظم فارسی۔ وضاحت اعداد حروف ابجد

آغاز

الف یک شد و دو باشد بے — جیم سہ دال چار پنجش ہے

واد شش داں ز ے بہ ہفت تمام — حے بداں ہشت طوے نہ انگار

اختتام۔ نطے نہ صد بود ہزار است غین   عشقبازاں جمع کردہ بہ یمین

اس کے بعد متعدد صفحات میں اردو، فارسی اشعار اور خانگی حسابات اور آصفجاہ کا نسخہ قوت باہ اور حلوہ کی ترکیبیں لکھی ہیں۔ یہ حصہ ۱۲۱۹ھ کی کتابت ہے۔

۲۔ مرثیہ۔ مرزا دبیر

۷۶ بند ہیں۔

آغاز۔ جب ہو گیا تباہ سفینہ نجات کا   اور ناخدا بھی غرق ہوا کائنات کا
اب خشک ہو گیا ہے یہ چشمہ حیات کا   تھا کشتیِ فلک کو سہارا ثبات کا
کوثر کے قطرہ قطرہ سے شور و فغاں ہوا
.... طوفاں عیاں ہوا

اختتام۔ ہر چند اختتام روایت نہیں ہنوز   ہر آہ مومنوں کی ہے شمع جہاں فروز
پر اے دبیر آتش غم ہے ہر دل میں سوز   کر یہ دعا خدا سے ہر اک شب ہر ایک روز
گردش میں جب تلک فلک کینہ جو رہے
یارب علی کے دوستوں کی آبرو رہے

اس کے بعد متعدد صفحات یا تو خالی ہیں یا دواؤں کے نسخے درج ہیں۔ انہی میں سے ایک پر سید مظفر علی بخاری کی مستطیل مہر ثبت ہے جس پر ۱۲۳۲ھ کندہ ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ نجی حسابات اور تعویذ ۲۰ صفر ۱۲۰۷ھ اور ۱۷ شعبان ۱۲۰۷ھ کی درمیانی تاریخوں میں لکھے گئے ہیں۔ یہ حصہ بیاض یہاں ختم ہو جاتا ہے اور اب دوسری جانب سے بیاض کی کتابت شروع ہوتی ہے۔

۳۔ رسالہ بندوق (فارسی)

یہ سات صفحات کا ایک رسالۂ نثر ہے جس میں تصوف کے مضامین ایک انداز تر کا کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ ہر صفحہ میں دس سطریں ہیں۔

آغاز۔ "بداں کہ راویان اخبار راہ حق و گوشہ نشیناں وادی مطلق و۔ جاں بازاں منزل وحدت کہ دریں منزلے وادی مطلق بودند از سبب سری کشند۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق رہنمائے ہادی رحمت اللہ والصلوات والسلام می فرمایند۔ چنانچہ چند کلمہ در بیان تفنگ برائے جاں منافقاں است و کشندۂ کافراں۔"

اختتام۔ "تفنگ انداز را باید کہ دل خود در سخاوت دارد کہ بجائے او را غفلت نہ آید۔ در مصر از ہر چہ در کسب بندوق پیدا کنند بنام بزرگاں فاتحہ کردہ بخشش کنند کہ بندوقچی را ہمہ عمر حسن نماید۔"

ترقیمہ۔ "ایں رسالۂ بندوق از نیاز گل محمد بیگ بتاریخ سلخ ربیع الاول ۱۲۳۲ھ تحریر یافت روز جمعہ در خانہ مرزا مذکور۔"

اس کے بعد بیاض میں پھر دوسری طرف سے لکھنا شروع کیا گیا ہے۔ فارسی میں حضرت غوث اعظم دستگیر کی منظوم منقبت لکھی ہے۔ اس کے بعد میر جعفر زٹلی کی یہ غزل ہے۔

۴- غزل - میر جعفر علی زٹلی

چھ شعر ہیں۔

مطلع — اے سراج بزم دولت از تو روشن دو سرا — کیا سبب تاریک ہے اب تک ہمارا جھونپڑا
مقطع — ہے قسم تم کو زٹلی کی خبر لینا مدام — کیونکہ سگ تم دن ہوئے ہم تو تمارا گو چڑا

۵- غزل - مرزا دبیر سلمہ اللہ

۸ شعر ہیں۔

مطلع — بتاؤ ہم تمہارے کاکل و عارض کو کیا سمجھیں — اسے ہم سانپ سمجھیں اور اسے من سانپ کا سمجھیں
مقطع — دبیر ان ساری تشبیہوں کو رد کر کے یہ کہتے ہیں — سویدا اس کو سمجھیں اور اسے نور خدا سمجھیں

اسی سلسلہ میں ریختہ منور علی کے عنوان کے تحت یہ شعر لکھا ہے ؂

جانی مرا مجھے ملا دیر و حرم سے کیا غرض — پیارا یہ گلشن ہوا باغ ارم سے کیا غرض

۶- جنگ نامہ بھنگی و پوستی

یہ اردو نثر میں ایک قصہ ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے دلچسپ ہونے کے علاوہ اس لئے بھی اہم ہے کہ اس میں اس عہد کی بعض سماجی باتیں بھی محفوظ ہو گئی ہیں مثلاً فوج میں کن کن ملکوں اور علاقوں کے لوگ ملازم رہتے تھے ان کی تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں کس طرح دور دور کے لوگ آتے تھے اور خود ہندوستانی علاقوں کے لوگ اپنے وطن کے لحاظ سے کس طرح ایک دوسرے سے ممیز کئے جاتے تھے۔ اس حصہ کی عبارت یہ ہے:-

"بھنگی قلعہ آرام گڈھ پر آیا۔ پوستی ملک ملک کے لوگ اپنی سرکار میں نوکر رکھا تھا۔ کئی قوم، کئی ذات، کئی فرقے کے لوگوں کو پکارا کہ اے عربستانی، مازندرانی، ایرانی، تورانی، خراسانی، یمانی، ترکستانی، ہندستانی، چینی، ماچینی، ختنی، یمنی، روسی، طوسی، شیرازی، تبریزی، بخاری، قریشی، حبشی، حلبی، فاریابی، مغربی، مشرقی، دمشقی، خلماقی، عراقی، منصوری، بصری، مصری، کاشمیری، نوری، کابلی، بنگالی، سرہندی، اردبیلی، گنجامی، بادامی، مخزومی، بلخی، ملاجی، ماہوری، لاہوری، برہانپوری، راجوری، کولاری، سورتی، گجراتی، ماورالنہری، سمرقندی، بغدادی، مقصود آبادی، شاہ جہان آبادی، اورنگ آبادی، حیدرآبادی، محسن آبادی، اللہ آبادی، دکھنی، کرناٹکی، افغان، چوغان، اصفہان، شیران، ہمدان، کاشان، منیری، بہاری، دوڑو پکڑو مارو توڑو لوٹو حریفوں کو جانے نہ دیو۔ دست بدست گل بگل یوں مل جاؤ ؂

نبات وصل را بیا بیختند — چو شیر و شکر در دہاں ریختند"

اس قصہ سے اسی قسم کی اور مفید سماجی معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس کا مصنف کون تھا اور اس نے کب یہ قصہ تالیف کیا تھا۔

آغاز — "سن تازہ امعانی داز شوق زندگانی۔ حقیقت گذشتہ شاعراں بیان کرتے ہیں، ہوائے

سیمیں نے کہا۔ پوستی نے کہا کہ مبادا بھنگی خیال فاسد سوں لڑے گا، کرے گا۔ اس میں بہتر اپنی محافظت کے واسطے کوٹ اٹھانا۔"

اختتام۔ "سوا ایسے میں حیات بی بی اور رحمات بی بی دو نو بہنوں کے درمیان میں قضیہ ہوا۔ حیات بی بی رہی بیٹ اور رحمات بی بی لے گئی کھینچ۔ تمت تمام شد۔"

اس اردو قصے کا کاتب کم سواد ہے۔ اکثر الفاظ کی املا غلط ہے، کوئی ترقیمہ بھی نہیں ہے۔ جملہ (۸) صفحات ہیں۔ ہر صفحہ پر دس سطریں ہیں۔ خط جلی معمولی نستعلیق ہے۔ مخطوطہ کرم خوردہ ہے اس لئے بعض الفاظ پڑھے نہیں جاتے۔ اس قصہ کے بعد دو تین ورق خالی ہیں، پھر شرح کارخانجات کے عنوان کے تحت اس قدیم زمانے میں کسی سلطنت کے انتظام کیلئے کون کون سے دفاتر قائم ہوتے تھے۔ ان کے نام لکھے ہیں۔ ان دفاتر کو قطب شاہی دور میں کارخانہ جات کہا جاتا تھا۔ چنانچہ ایسے (۳۶) دفاتر کے نام لکھے ہیں۔ یہ معلومات تاریخی تحقیقات کے طالب علموں کے لئے مفید ہیں۔

۷۔ فالنامۂ منظوم (فارسی)

اس بیاض میں شرح کارخانہ جات کے بعد ایک منظوم فارسی فالنامہ ہے۔ نثری تمہید کے بعد ایک نقشہ بنا کر عبارت میں اعداد لکھے ہیں پھر منظوم فالنامہ لکھا ہے۔

آغاز۔ این فال تو اصل ہوش و جاں است | یا دولت و بخت کامران است
مقصود تو جملہ حاصل آید | زیرا کہ دلیل شادمان است

اختتام۔ اگر ہشت است نیاید کشت درین کار | وگر نہ باشی اندر رنج بسیار
ہر آنکس کو شک آرد اندرین فال | زبانش وقت جاں دادن بود لال

یہ فالنامہ ۱۱ صفحات میں درج ہے۔ ہر صفحہ پر ۱۰ شعر ہیں۔ تقریباً ایک سو ابیات ہیں۔ نہ مصنف کا نام معلوم ہو سکا اور نہ کاتب کا۔ اس کے بعد مختلف فارسی اور اردو اشعار درج ہیں جن میں حسب ذیل رباعی کسی قدیم اردو شاعر کی بھی شامل ہے سے

محبت کی نظر مجھ پر کیا کر | ملا آنکھوں میں آنکھیں دل دیا کر
خدا کی سوں ترا اس میں بھلا ہے | نہ اتنا سخت توں اپنا جیا کر

اس سلسلے میں مختلف نسخے اور اوراد لکھے ہیں جن میں ایک عمل کے سلسلہ میں "شیخ سلطان بادشاہ ساکن بیجاپور" کا نام درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عہد کے ایک بڑے عامل تھے۔ اسی سلسلہ میں حضرت شمس تبریز کی مناجات نقل کی ہے۔

۸۔ مناجات فارسی شمس تبریز

۲۰ شعر

آغاز۔ از درد بے قرارم فریاد رس الٰہی | کس نیست جز تو یارم فریاد رس الٰہی

اختتام۔ شمس گنا ہگارم نام سیاہ کارم | عمر لیست طبع کارم فریاد رس الٰہی

۹۔ وصیت نامۂ رسالت پناہ (اردو نثر)

تین صفحات کا رسالہ ہے۔

آغاز۔ "یا علی جو کوئی فجر کا نماز کر کہ بیٹھے خدا کے ذکر میں۔"

اختتام ۔ یا علی خصوت کرو شنبہ کی رات کہ فرزند ہو آئے گا تو عالم ہونے گا۔ علی شہادت کی موت سوں مرے گا۔

۱۰۔ ریختی ہاشمی

غالباً بیجاپور کے ہاشمی ہیں۔ اس غزل میں (۶) شعر ہیں۔

مطلع ۔ مرا نک ہات چھوڑو جی ہے کل سوں درد شخنے کا تمہارے پاؤں پڑتی ہوں مجھے حاجت ہے نہانے کا

اس کے بعد میر جعفر زٹلی کا کچھ کلام ہے جو کرم خوردہ ہونے کے باعث ٹھیک طور پر پڑھا نہیں جاتا۔

۱۱۔ قطعہ منور

غالباً منور علی ہیں جن کا ایک شعر اوپر درج کیا جا چکا ہے۔ اس نظم میں (۱۵) شعر ہیں۔ مشہور شاعروں بشیرتی، نصرتی، غواصی اور ولی کے قصیدوں کی زمین میں یہ قطعہ لکھا ہے۔

مطلع ۔ کھڑا رہتا ہے مجھ آنکھوں میں وہ خورشید تابانی زلیخا دیکھ جس کو بھول جاوے مہ کی تابانی

مقطع ۔ مجھے معلوم ہوتا ہے یہ مصرع میں سنا تو نے چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

۱۲۔ ریختہ عاجز

عنوان پر عاجز لکھا ہے۔ مقطع میں شیخ علی لکھ کر پھر شیخ حیدر بنایا ہے۔ یہ غزل عاجز اورنگ آبادی سے پہلے کے کسی شاعر کی ہوگی۔ اس میں (۵) شعر ہیں۔

مطلع

تری لال چولی کے دیکھے سے آکر جوبن نے کیا ہے مرے دل پہ پھندا
اڑا دشت وحشت نے ویراں کیا ہے خوش آتا نہیں مجکوں دلکم نہ ونڈا

مقطع

ارے شیخ علی اب کہاں لگ پھرے گا تو وحشت کے جنگل میں بھٹکا ہی بھٹکا
عقل کے شہر میں تو آجا شتابی اکھاڑ اب جوبن کے تو پھندے کا ڈنڈا

۱۳۔ قطعہ کریم

مذکورہ ریختہ کے بعد کئی رباعیاں اور قطعے لکھے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

اے عزیزاں جہاں میں نیں یاری مکر اب جھوٹ کی رہی باری
دیک اشراف سے کریں نخرا اب کمیناں ہوئے ہیں درباری
عاشقاں کے رمز کوں کیا جانیں اصل میں آپ تھے او بازاری
آخری دور میں کریم ہر گز نگذرف کی نہ کر تو آب یاری

۱۴۔ مخمس عاجز

(۱۶) بند ہیں۔ آخری بند یہ ہے ؎

ہے گدا درگاہ تیری کا یہ عاجز دلفگار مانگتا ہوں دین و دنیا تم سبی دیو ایک بار
مدعا اس کا تہیں بر لاؤ یا شاہ نامدار واسطے حسنین کے پھر رسول کردگار
یا امیر المومنیں مشکل مری آساں کرو

۱۵۔ غزلیات سوز و میر

سوز کی اس غزل میں (۷) شعر ہیں۔ مطلع یہ ہے ؎

مری جان جاتی ہے یارو سنبھالو کلیجے میں کانٹا چبا ہے نکالو

میر کی غزل کا مطلع ہے ؎

قتل کئے پر غصہ کیا ہے لاش مری اٹھوانے دو جان سے ہم بھی جاتے رہے ہیں تم بھی آؤ جانے دو

۱۶- غزل ارشاد

۱۱ شعر

مطلع- جب سے وہ شمع رو کو ہوائے پتنگ ہے دل دور ہو کے اس کے پتنگ کا تنگ ہے

اس بیاض کے ایک کاتب غلام حیدر کی شادی (۲۷ ربیع الثانی ۱۲۰۹ھ) کی تاریخ اور شب گشت کا وقت وغیرہ بھی لکھا ہوا ہے۔

اس بیاض کی جملہ تحریریں معمولی نستعلیق خط میں غلط سلط لکھی گئی ہیں۔ نواب عنایت جنگ بہادر کی عطیہ ہے۔ اسی میں ایک طویل نظم امداد نامۂ ناصر بھی شامل ہے جس کا ذکر نمبر ۹۴۹ میں درج ہے۔ یہ مخطوطہ بہت ہی کرم خوردہ ہو گیا ہے اور اکثر جگہ پڑھا نہیں جاتا۔

۱۲۶ ورق- مختلف تعداد سطور فی صفحہ- ۴ × ۶½

۹۴۹- امداد نامہ- قریب ۱۲۰۰ھ- ناصر نظم اردو

یہ طویل نظم بطور مخمس لکھی گئی ہے۔ اس میں جملہ ۶۲ بند ہیں۔ ہر بند کے آخری مصرعے میں ایک ہی ردیف "مشکل مری آساں کرو" درج ہے۔ چونکہ یہ ایک ایسی بیاض میں درج ہے جو ۱۲۰۷ھ اور ۱۲۲۵ھ کے درمیانی زمانے میں باوقات مختلف لکھی گئی ہے اس لئے یہ امر یقینی ہے کہ یہ ۱۲۰۰ھ سے قبل کی تصنیف ہے۔ یہ بات اس طرح سے بھی ٹھیک معلوم ہوتی ہے کہ اس میں ایسے بزرگوں اور صوفیوں کا ذکر نہیں ہے جو ۱۲۰۰ھ کے بعد بحیثیت ولی کے مشہور ہوئے۔ مثلاً شاہ رفیع الدین قندھاری وغیرہ۔

اس نظم میں یوں تو جملہ پیغمبروں اور دنیائے اسلام کے متعدد بزرگوں سے مدد چاہی گئی ہے اور ان کو نام بنام امداد کے لئے پکارا ہے مگر ہمارے لئے اس کی اہمیت اس لئے ہے کہ ہندستان اور خاص کر جنوبی ہند کے ان اولیاء اللہ کے نام اس کے ذریعہ سے معلوم ہو جاتے ہیں جو ۱۲۰۰ھ کے قریب صاحب کشف و کرامات اور اہل اللہ مشہور تھے۔

افسوس ہے کہ مصنف ناصر نے جو بہت پریشان حال اور مستحق امداد نظر آتے ہیں اپنی خستہ حالی کے علاوہ اس نظم میں اپنی نسبت کچھ نہ لکھا اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ کہاں لکھی گئی ہے۔ گمان غالب یہ ہے کہ حیدرآباد کے باشندے ہوں اس لئے کہ یہاں کے بزرگوں کے نام سب جگہوں سے زیادہ ہیں۔ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے دکن کے ان تمام مقامات کی سیاحت کی تھی جن کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ اکثروں کے ساتھ وہاں کے محلوں اور اس حصہ کا نام لیا ہے جہاں ان بزرگوں کی درگاہیں ہیں۔ اس طرح ناصر بھی ولی کی طرح ایک جہاں گرد شاعر تھے اور نہ معلوم کیا بپتا پڑی تھی کہ نہ صرف اولیاء اللہ بلکہ ستاروں اور نچھتروں سے بھی مدد کے خواہاں ہیں۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا شاید ایسے ہی موقعوں پر صادق آتا ہے۔

اس طویل نظم میں جن مقامات کے اولیاء کا ذکر ہے۔ ان کے نام بلحاظ حروف ابجد ترتیب دے کر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ ان سے ناصر کی معلومات اور سیاحی کی وسعت کا بھی اندازہ ہوسکے گا۔

۱۔ آسیر۔ شاہ گوہر۔
۲۔ آشٹی۔ شاہ پیر۔
۳۔ اجمیر۔ خواجہ معین الدین چشتی۔
۴۔ ارکاٹ۔ شاہ ٹیپو۔
۵۔ اروگل۔ شاہ حلیم۔
۶۔ اپور۔ شاہ علی، شاہ کمال الدین، شاہ نظام الدین۔
۷۔ الند۔ لاڈلے مشائخ۔
۸۔ اندور۔ شاہ عالم۔
۹۔ اورنگ آباد۔ شاہ نور، شیخن شاہ۔
۱۰۔ ادگیر۔ شاہ جیلون، شاہ ناہر۔
۱۱۔ ایلال۔ شاہ بالے۔
۱۲۔ ایچپور۔ شاہ رحمٰن دولہ
۱۳۔ باکنڈہ۔ شاہ فخر الدین، بڑے صاحب۔
۱۴۔ بجواڑہ۔ شاہ غالب۔
۱۵۔ برہانپور۔ شاہ بھکاری۔
۱۶۔ بودھن۔ شاہ سہاگ۔
۱۷۔ بھروچ۔ گنج ریحاں۔
۱۸۔ بیجاپور۔ شاہ امین الدین علی۔
۱۹۔ بیدر۔ شاہ فضل اللہ، شاہ کالے من اللہ، شاہ ملتانی بادشاہ، شاہ کنج نشین۔
۲۰۔ پاتور۔ شاہ بابو۔
۲۱۔ پاک پٹن۔ شیخ فرید شکر گنج۔
۲۲۔ پٹن۔ اسحاق صاحب۔
۲۳۔ ترخیاپلی۔ شاہ نطہر۔
۲۴۔ تل گھاٹ۔ شاہ شبلی، شاہ رضی اللہ۔
۲۵۔ چاندہ۔ راج باگ سوار۔
۲۶۔ چینچولی۔ خداوند شاہ۔
۲۷۔ حیدر آباد۔ شاہ موسیٰ، شاہ مومن، حسین شاہ ولی، شاہ یوسف برہنہ، میر مومن، محمود شاہ ولی، شاہ جھاڑو، بوڑلے شاہ، شاہ من اللہ، بادشاہ، شاہ ولی، شاہ عبداللہ، شاہ جان اللہ، شاہ شریف اللہ، شاہ جلال گنج رواں (کٹورہ حوض)۔
۲۸۔ خلد آباد۔ شاہ برہان الدین زرزری، شاہ راجو قتال، ملک عنبر، شاہ حسن۔
۲۹۔ دودیال۔ شاہ داؤد، جعفر شاہ۔
۳۰۔ دھارور۔ شاہ حمزہ۔
۳۱۔ دہلی۔ شاہ قطب الدین، شاہ نظام الدین، شاہ نصیر الدین، امیر خسرو۔
۳۲۔ رائچور۔ شاہ جلال۔
۳۳۔ روپڑ۔ شاہ خالق۔
۳۴۔ سنجاپور۔ شاہ عطاء اللہ۔
۳۵۔ مرو نج۔ شاہ ولی حیدر۔
۳۶۔ سگر۔ صوفی سرمست۔
۳۷۔ سورت۔ غیب شاہ
۳۸۔ سیب گھاٹ۔ شاہ کبیر اللہ
۳۹۔ شنکرم۔ شاہ اولیاء
۴۰۔ عمدہ نگر۔ یسین صاحب۔
۴۱۔ تنہ معار۔ سانگڑے سلطان، حاجی سیاح۔
۴۲۔ کاد کی۔ شاہ سکندر۔
۴۳۔ کرال۔ شاہ بوعلی قلندر۔
۴۴۔ کلیانی۔ شاہ تاج الدین، موج دولہ۔
۴۵۔ کوٹ بھنلہ۔ بہادر شاہ۔
۴۶۔ کوکن۔ شاہ لنگی۔
۴۷۔ کوہیر۔ شاہ مولانا
۴۸۔ گجرات۔ محبوب عالم، شاہ احمد گنج، شاہ وجیہ الدین۔
۴۹۔ گرمٹلا۔ شاہ خنگ سوار۔
۵۰۔ گلبرگہ۔ بندہ نواز گیسو دراز۔
۵۱۔ گھوڑواڑی۔ شاہ اسمٰعیل۔
۵۲۔ لاہور۔ شاہ حسین دیدار۔
۵۳۔ لنکا۔ شاہ نخے۔
۵۴۔ میرج۔ شاہ شمنا۔
۵۵۔ منگلور۔ شاہ بدر الدین، شاہ بہاؤ الحق۔
۵۶۔ میدک۔ شاہ ولی اللہ ولی۔
۵۷۔ نارنول۔ شاہ ترکمان۔
۵۸۔ نربدا۔ شاہ پیارے۔
۵۹۔ نصر آباد۔ سید السادات۔
۶۰۔ نلگنڈہ۔ شاہ لطیف
۶۱۔ نندیال۔ شاہ جمال الدین۔
۶۲۔ ورنگل۔ شاہ بیابانی، شاہ علی گوہر، شاہ میراں۔
۶۳۔ یلغرب۔ شاہ زینا۔

۶۴۔ یلگنڈل۔ مستان شاہ، شاہ قادر۔ ۶۵۔ یلواڑہ۔ شاہ راجن۔

ان مقامات کے اولیاء اللہ کے علاوہ حسب ذیل بزرگوں کے بھی اس نظم میں نام موجود ہیں مگر مقام کا نام نہیں لکھا ہے۔

شاہ کبور اللہ، شاہ تیمور، معظم شاہ، شاہ فصیح الدین، پیر شاہ دستار، شاہ مخدوم، شمس عالم، شاہ بوتا، شاہ قابل شاہ، شاہ عالم، شاہ عبداللہ، جمن جوتی، شاہ دلاور پیر، شاہ غیب، نوگزی صاحب، شاہ سوار پہلوان، شاہ جہانگیر وغیرہ۔

اس نظم کا پہلا بند یہ ہے:۔

یا اللہ العالمین مشکل مری آساں کرو　　اے کہ خیر الناصرین مشکل مری آساں کرو
اے دو جگ کے حاکمیں مشکل مری آساں کرو　　قادرِ قدرت امیں مشکل مری آساں کرو
ورد ہے میرا یقیں مشکل مری آساں کرو

آخر کا تین بند یہ ہیں:۔

یہ دن ہور برج بارہ گردش افلاک توں　　اے ستارے سات تم دکھلاؤ نا دشمن کا موں
آٹھ کونے کو کتا ہوں امن و اماں سے رہوں　　زندگی ہے لگ الہیں کے دل پہ نا غم کوں پھوں
یا رجال الغیب تم مشکل مری آساں کرو

ہے نکمتر چرخ میں بولوں تو ہی چونسٹھ آئے　　کر نگہبانی مری دکھلاؤ مجھ کو نیک گھاٹ
جو اچھے دشمن مرا اوس کوں کرو جیوں بیسی تنے　　بولتا ہوں یہ رمل نالے ہے مرے اوپر کپاٹ
اے شہ غیب اللسان مشکل مری آساں کرو

ہیں جہاں میں کئی ولی سا کن جو ہیں ہر نزلو　　نام ہے ان اولیاں کے یو مجھے تا صرادھا
ورد کر سب کے تئیں اپنی زباں او پر قرار　　خوب ہے سنجھ میں کرنا تجے ایسا بچار
بول سب کوں دم بدم مشکل مری آساں کرو

اس نظم کا کاتب نہایت کم سواد ہے۔ کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ املا اکثر غلط ہے اور شعر بھی غلط نقل کیے ہیں۔
یہ نظم بیاض میر جعفر علی (نمبر ۹۴۸) میں شامل ہے۔ عطیہ نواب عنایت جنگ بہادر۔
۱۴ صفحات۔ فی صفحہ ۱۳ شعر۔ ۴ ½ × ۸

۹۵۰۔ بیاض مومن ۱۲۵۶ھ۔ مراثی احسان، دلگیر، فصیح، خلیق، قاسم وغیرہ　کلام اردو

یہ بیاض حیدرآباد کے ایک علم دوست خاندان کے مختلف افراد نے ایک سو سال (۱۲۳۹ھ سے ۱۳۳۹ھ تک) کے درمیانی عرصہ میں لکھی ہے اور ان سبھوں نے اپنے اپنے مکتوبہ مرثیوں کے آخر میں ترقیمے لکھے ہیں اور اپنے ناموں کے ساتھ تاریخ کتابت بھی لکھ دی ہے۔ ان کے نام اور کتابت کے سال اس شجرہ سے واضح ہوں گے۔

میر خیرات علی

دختر - زوجہ سید عسکر علی (۱۲۳۹ھ)

میر مومن علی　　　　میر اکرام علی (۱۲۵۶ھ)

سید صفدر علی (۱۳۳۵ھ)

سید اکبر علی (۱۳۳۹ھ)

ان میں آخری دو اصحاب سید صفدر علی اور سید اکبر علی خود بھی شاعر تھے اور ان کی نظمیں بھی اس بیاض میں درج ہیں۔ یہ دونوں نرمل (ضلع عادل آباد) میں مقیم تھے۔

اس بیاض میں فارسی کے دو شاعروں قدسی اور سلیمی کے کلام کے علاوہ اردو کے حسب ذیل ۱۳ شاعروں کے مرثیے، نوحے یا سلام درج ہیں۔

۱۔ احسان (نمبر ۱۶، ۲۲، ۲۵)　۲۔ خلیق (نمبر ۱۰، ۱۱)　۳۔ فصیح (نمبر ۵، ۱۳)

۴۔ دلگیر (نمبر ۹، ۲۱)　۵۔ قاسم (نمبر ۱۵، ۱۷)

حسب ذیل شاعروں کی ایک ایک نظم شامل ہے:۔

۶۔ مشتاق (نمبر ۱۳)　۷۔ ناظم (نمبر ۱۲)　۸۔ حامد (نمبر ۲۰)　۹۔ عاشق (نمبر ۲۹)　۱۰۔ اکبر (نمبر ۲۷)

۱۱۔ صفدر (نمبر ۲۳)　۱۲۔ دبیر (نمبر ۶)　۱۳۔ عشق (نمبر ۱۹)

ان کے علاوہ چند اردو مرثیے اور کلام ایسا بھی اس بیاض میں درج ہے جن کے مصنفوں کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ ذیل میں بیاض کے اوراق کے لحاظ سے مندرجہ نظم و نثر کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:۔

۱۔ ابتدائی (۱۵) اوراق میں قرآن شریف کے مختلف سورے لکھے گئے ہیں اور یہ حصہ سورۂ مزمل پر ختم ہوا ہے مگر یہ سورہ مکمل نہیں ہے۔

۲۔ مرثیہ علی اکبر | مصنف کا نام درج نہیں کیونکہ یہ ناقص الآخر ہے۔ آخر کے صرف ایک دو بند محفوظ نہیں ہیں۔ بحالت موجودہ ۱۸ بند ہیں۔ (ورق ۱۶ - ۱۸)

ابتدا۔　اکبر کو جو کہتے ہیں کہ ہم شکل نبی تھا　　اور مظہر انوار جناب صمدی تھا
فی الواقعی ایسا ہی بلاشک وہ ولی تھا　　صورت میں پیمبر تھا تو سیرت میں علی تھا
شان شہ معصوم تھی گفتار سے پیدا
اور شوکت شبیر تھی رفتار سے پیدا

اختتام۔　ہوگا کوئی تم میں سے اگر صاحب اولاد　　وہ جانتا ہوگا مری اس وقت کی فریاد
گم ہوگیا رن میں مرا اکبر سا پری زاد　　پھرتا ہوں اسے ڈھونڈھتا با خاطر ناشاد
مانی نہیں جوانی علی اکبر کی لی ہے
میں روتا ہوں تم ہنستے ہو کیا سنگدلی ہے

۳۔ مرثیہ - مشتاق | ۱۷ بند۔ (ورق ۱۹ - ۲۳) اس میں حافظ تاج الدین مشتاق میرٹھی حیدرآباد

ہیں مقبول اور استاد سخن سمجھے جاتے تھے مگر یہ کوئی دکنی شاعر معلوم ہوتے ہیں جن کی تفصیلات کا پتہ نہ چل سکا۔

ابتدا۔ برچھی علی اکبر کو جس وقت لگی کاری — جا کٹ کے لگہ جی پر اس ظلم ستی ماری
گھوڑے سے گرا جس دم منہ پہ وہ یکباری — وہ شکل پیمبر کی تو ہو ہیں بھری ساری
جب مار لعینوں نے ہے ہے علی اکبر کو
کہنے لگے آپس میں مارا ہے پیمبر کو

اختتام۔ اب شاہ کے ماتم کا ہو کس سے بیاں سارا — اس غم کے تو کہنے سے ہوتا ہے جگر پارا
زہرا کا موا بیٹا ہے ہو گیا اندھیارا — سیاہی ہی نہیں چلتی لکھنے سے قلم ہارا
مشتاق سے اب کوئی تقریر نہیں ہوتی
شبیر کے ماتم کی تحریر نہیں ہوتی

ترقیمہ۔ "بوقت عصر بتاریخ بستم ماہ صفر المصفر ۱۲۵۹ھ ۔ میر اکرام علی برادر میر مومن علی صاحب قبلہ ولد سید عسکری علی صاحب قبلہ تمام کر د برائے خالہ صاحبہ قبلہ دختر میر خیرات علی صاحب قبلہ مرحوم و مغفور نوشتہ دادہ شد"۔

اس کے بعد چار صفحات میں فارسی اشعار اور نظمیں نقل کی ہیں جن میں حسب ذیل غزل قدسی بھی شامل ہے۔

۴۔ غزل فارسی۔ قدسی

۹ شعر ہیں۔ (ورق ۲۵)

مطلع۔ مرحبا سید مکی مدنی و عربی — دل و جاں باد فدایت کہ عجب خوش لقبی
مقطع۔ سیدی انت حبیبی و طبیب القلبی — آمدہ سوے تو قدسی پے درماں طلبی

۵۔ مرثیہ۔ فصیح

۲۸ بند (ورق ۲۶ - ۳۰)۔ ناسخ کے شاگرد مرزا جعفر علی فصیح مشہور مرثیہ گو شاعر تھے۔ یہ غالباً ان ہی کا مرثیہ ہے۔

ابتدا۔ عازم جنگ ہو زینب کے جو دلدار آئے — رن میں کس شان سے کھینچی ہوئی تلوار آئے
سامنے ان کے جو صف باندھ کے کفار آئے — گفتگو کرتے یہ آپس میں ستمگار آئے
یہ پریزاد ہوا پر سے پرے لہراتے ہیں
دیکھو کس شان سے میداں میں چلے آتے ہیں

اختتام۔ آگے خاموش ہو اب تا بکجا طول فصیح — عرض کر حق سے کہ ہو مرثیہ مقبول فصیح
غم میں رہتا ہے شہیدوں کے تو مشغول فصیح — ناز کی مرثیہ میں ہے ترے معمول فصیح
نقل مضمون کسی کا نہیں کرنا بہتر
ایسے کہنے سے تو واللہ کہ مرنا بہتر

۶۔ سلام۔ سلامت علی دبیر

۴ شعر (ورق ۳۱)

ابتداء۔ فصل خزاں جو گلشن شاہ زمن میں ہے مجرائی گل دریدہ گریباں چمن میں ہے
اختتام۔ پھولوں سے کیوں فضا نہ بھرے اپنی جھولیاں گلچیں خزاں رسول خدا کے چمن میں ہے
ترقیمہ۔ "باقی آئندہ لکھا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ دستخط سید عسکر علی۔ رمضان ۱۲۳۹ھ"

۷۔ نسخۂ بواسیر۔ فیض اللہ خاں ساکن قصبہ پاتھری۔ ورق (۳۲)

۸۔ نوحہ فارسی۔ سلیمی ۱۴ اشعر۔ ورق (۳۳)

مطلع۔ زہرا بہ محشر آید با حوریاں سیہ پوش پیراہن حسین را افگندہ بر سر دوش
مقطع۔ خاموش شو سلیمی کز نوحۂ غریباں از کوہ نالہ برخواست دلہائے سنگ در جوش
اس کے نیچے دوسرے قلم اور روشنائی میں دستخط اور تاریخ رمضان ۱۲۹۰ھ درج ہیں۔

۹۔ مرثیہ۔ دلگیر ۲۲ بند۔ ورق ۳۴ تا ۳۷

ابتداء۔ ہو کے مجروح جو بابا کو پکارا اکبر آئیے جلد کہ کام آیا تمہارا اکبر
شاہ نے جانا گیا دشت میں مارا اکبر چلے کہتے ہوئے ہے ہے مرا پیارا اکبر
آ کے مقتل میں جو دیکھا تو وہ جانی گم ہے
ساری لاشیں ہیں یہ وہ احمد ثانی گم ہے
اختتام۔ خیمہ میں شاہ کے جب ہو گیا اک حشر بپا لاش فرزند کی شہ لے گئے خیمہ لے کے اٹھا
رکھ کے مقتل میں کہا چین ہے سوئے بیٹا شاہ کا حال نہیں جاتا ہے اب مجھ سے کہا
رو رو دلگیر دعا کر یہ جناب باری
صدقے میں شبیر کے دے میری مرادیں ساری

۱۰۔ مرثیہ۔ خلیق ۲۳ بند۔ ورق ۳۸۔ ۴۱
میر مستحسن خلیق میر حسن کے بیٹے تھے اور میر احسن خلق کے چھوٹے بھائی۔ لکھنو کے مشہور مرثیہ نگار سلسلے کے بانی ہیں۔

ابتداء ہوا صغریٰ پہ جب ظاہر کہ بابا کا سفر ٹھہرا مجھی کو چھوڑنا گھر میں انھیں مدنظر ٹھہرا
یہ شب ہے درمیاں میں کوچ کرنے کا سحر ٹھہرا دم اس بیمار کا غم سے لبوں پر آن کر ٹھہرا
لگی کہنے الٰہی آج میرا دم نکل جائے
جو بابا کے جدا ہونے کا دل سے غم نکل جائے
اختتام۔ یہ سن ہم سائیاں روتی ہوئیں دو زین چشم نم ہر اک نے کھول سر صغریٰ کے ساتھ آ کر کیا ماتم
بچھا کر ماتمی صف وگ لے بیٹھے اسے باہم وہ کہہ کر ہائے بابا ہائے بھائی ہوتی تھی بے دم

خلیق اب کیا لکھوں صغرا کو جیسی بیقراری تھی
جو دن کو شور و افغاں تھا تو شب کو آہ و زاری تھی

۱۱۔ مرثیہ ۔ خلیق

۲۷ بند ۔ (ورق ۴۲ ۔ ۴۶)

ابتدا۔ میدان کی رخصت علی اکبر نے جو چاہی — رونے لگے موں دیکھ کے محبوب الٰہی
بانو کے پڑی زورق دل پر یہ تباہی — دل ڈوب گیا چھا گئی آنکھوں میں سیاہی
زینب سے لگے کہنے مری داد کو پہنچو
فریادی ہوں تم سے مری فریاد کو پہنچو

اختتام۔ جب گر پڑے اس لاش پر اور چھاتی لگایا — سر دیر تلک منہ سے نہ اکبر کے اٹھایا
حضرت نے اسے لاش سے رو رو کے چھڑایا — میدان میں لے جا کے پھر اکبر کو سلایا
اکبر کی خلیق آگے نہ روداد بیاں کر
کر سینہ زنی شاہ کی اور غم میں فغاں کر

۱۲۔ مرثیہ ۔ ناظم

۳۰ بند (ورق ۴۷ ۔ ۵۱)

معلوم نہیں کہ یہ مرثیہ ناظم لکھنوی کا ہے یا کسی اور ناظم کا۔

ابتدا۔ یارو عدن میں فاطمہ عریاں بسر ہے آج — اور جیب چاک حضرت خیر البشر ہے آج
اس درد و غم سے شیر خدا نوحہ گر ہے آج — یعنے رسول زادہ بہ رنگ دگر ہے آج
یثرب کے جو مکین تھے وہ بے مکاں ہیں آج
کونین کہے ــــ بے خانماں ہیں آج

اختتام۔ اب آگے اہل بیت کی زاری لکھوں میں کیا — ناظم دعا یہ مانگ تو خالق سے ہاتھ اٹھا
میں چین سے رہوں مجھے دنیا کا غم نہ ہو
لیکن غم حسین ؑ مرے دل سے کم نہ ہو

۱۳۔ مرثیہ ۔ فصیح

۳۸ بند (ورق ۵۲ ۔ ۵۸)

ان کے ایک اور مرثیہ کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

ابتدا۔ شادی سے فراغت ہوئی جب ابن حسن کو — اور بیاہ کے سسرال سے لایا وہ دولہن کو
خیمہ میں ہوئی دھوم کہ حضرت چلے رن کو — پوشاک طلب کی ہے بلایا ہے بہن کو
ہتھیاروں کے صندوق نکلواتی ہے زینب
فرزندوں کی پوشاک بدلواتی ہے زینب

اختتام۔ یہ بین سکینہ نے جو رو رو کے کیے اس دم — شبیر کے خیمے میں ہوا حشر کا عالم
دولہن بھی پڑی پانو پر اس شیر کے بے دم — تھا خانۂ شادی میں عجب اس گھڑی عالم

اب عرض فصیح کی ہے حسین ابن علی سے
مسنون رہے خاک مری خاک شفا سے

۱۴۔ مرثیہ ۔ ؟

۱۵ بند۔ (ورق ۵۹ ۔ ۶۱)

ابتدا۔ جس گھڑی ہر یہ سقائے حرم جا پہنچا بحر جرات کا شناور لب دریا پہنچا
کر کے تنہا شہ مظلوم کو تنہا پہنچا پھر ہوا غل کہ علم دار حسینؑ آپہنچا
بے شبہ شیر الٰہی کا ہے اک شیر آیا
شیر آیا یہ بزور دم شمشیر آیا

اختتام۔ آکے دکھلائیے حوران بہشتی کو جمال پھیک اس پانی کو کوثر کا پیو آب زلال
فاطمہ کہتی ہیں تجھ کو کہ خوشا تیرا حال آئے ہیں تا در فردوس پئے استقبال
قصر یاقوت یہ رضوان بھی ہیں در کھولے
ہیں ترے واسطے آغوش پیمبر کھولے

اس کے بعد ورق ۶۲ پر دوسرے قلم اور روشنائی میں کاتب نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے۔
"الراقم فقیر حقیر خاکپائے خلق اللہ میر مومن علی ولد میر عسکر علی"۔
اس کے دو صفحات بعد ورق ۶۲ ب پر لکھا ہے۔
"ایں کتاب از ملک سید صفدر علی است"۔
یہ صفدر علی غالباً مومن علی یا ان کے بھائی میر اکرام علی کے فرزند ہیں جنھوں نے ورق ۲۳ ب پر ترقیمہ لکھا ہے۔

۱۵۔ نوحہ ۔ قاسم

۸ شعر۔ (ورق ۶۴ ب ۔ ۶۵)

یہ غالباً وہی سید قاسم بن سید محمد شاہ ہیں جن کا سلسلہ نسب اسی بیاض کے ورق ۱۱۶ ب پر درج ہے اور جو امام علی نقی تک منتہی ہوتا ہے۔

ابتدا۔ کربلا سے جو ادھر باد صبا آتی ہے مجرئ نکہت خون شہدا لاتی ہے
تعزیہ ہوتا ہے شبیر کا جس جا اوپر فاطمہ رونے کو ہر صبح و مسا آتی ہے

مقطع۔ کربلا میں کہیں قاسم کو بھی جانا ہو نصیب جاتے ہیں روضہ پر اور خلق خدا آتی ہے

۱۶۔ مرثیہ ۔ احسان

۳۰ بند۔ (ورق ۶۵ ب تا ۸۰)

یہ مرثیہ معلوم نہیں کہ احسان لکھنوی کا ہے یا حیدر آباد کے شاعر میر عباس علی خاں احسان ولد سہام جنگ کا جو اس دور کے مشہور شاعر تھے اور ۱۲۳۰ھ میں فوت ہوئے تھے۔

ابتدا۔ خلد کے در پہ جب اکبر کی سواری پہنچی پیشوائی کو محمدؐ کی پیاری پہنچی
اس کے پاس آکے جو وہ بی بی بجا ری پہنچی بولی لو میں بھی بصد گریہ و زاری پہنچی
کہہ کے یہ دیکھ کے اس لال کو دلگیر ہوئی
زخمی پوتے سے غرض دادی بغلگیر ہوئی

اختتام۔ آگے خاتون قیامت کی کہوں کیا زاری
خون ہے اشک کے جا آنکھوں سے اس کے جاری
گذری سجاد پہ جو کچھ کہ مصیبت بھاری
وہ نہیں تجھ سے کہی جاتی ہے اس دم ساری
میں جو احسان ہوں اس درد میں جی کھوتا ہوں
علی اکبر کے لئے صبح و مسا روتا ہوں

۱۷۔ سلام۔ قاسم

۵ اشعر (۸۱ تا ۸۲)۔

یہ غالباً عطا حسین خاں تحسین صاحب نوطرزِ مرصع کے پوتے ہیں۔ لکھنؤ کے شعراء میں سے تھے۔

مطلع۔ اے مجرئی بالونے کہا ہاتھوں کو مل کر
کیا مر گیا بچہ یہ مرا گود میں پل کر
مقطع۔ کیا ہند میں اوقات تلف کرتا ہے قاسم
آنکھوں سے لگا روضۂ شبیر کو چل کر

۱۸۔ مرثیہ۔ ناقص الآخر

۲۰ بند۔ (۸۳۔۸۷)

ابتدا۔ ہے روایت سید مظلوم نے کس کر کمر
عابد بیمار کے بستر پہ آیا چشم تر
بولا کیا غش میں پڑے ہو یک ذرا اٹھو پسر
واسطے امت کے میں دینے چلا ہوں اپنا سر
دیکھنا مجھ باپ کا اس دم اگر درکار ہے
کھول آنکھیں دیکھ لو یہ آخری دیدار ہے

اختتام۔ ہاتھ کٹ گئے تو یہ اس عمو کے شیدا نے کہا
مرعبی میرا کاٹ لے عمو پر اب تو ہاتھ اٹھا
سن کے یہ ظالم نے وہاں اس گل کا وہ نازک گلا
پھول کے مانند ہے ہے کر دیا تن سے جدا
ہائے جب ظالم جدا سر اس کا تن سے کر گیا
نیم بسمل سادہ بچہ وہاں تڑپ کر مر گیا

۱۹۔ نوحہ۔ عشق (؟)

۹ شعر۔ (ورق ۸۹ ب)

ابتدا۔ مومنو ساقی کوثر
جب مدینہ کا سفر کر
گیا کربل کے وہ اندر
خلف حیدر صفدر
اختتام۔ وہ مقرر ہے خدارا
اس کو ہے عشق جارا

۲۰۔ مرثیہ۔ حامد

۳۱ بند۔ (ورق ۹۰ تا ۹۶)

ان کے حالات کا پتہ نہ چل سکا کہ یہ کون تھے اور کہاں کے شاعر تھے۔

ابتدا۔ بن باپ گئی شام میں جس آن سکینہ
ہر ایک کا منہ تکتی تھی حیران سکینہ
اور نانو سے کہتی تھی کہ قربان سکینہ
بابا سے ملے کو لئے عنوان سکینہ
عباس کہاں، اکبر و اصغر کہاں بھائی
یہ کس کی ہمیں فوج یہاں گھیر کے لائی

اختتام۔ یہ کہہ کہ وہ جنگل کو گئی با دلِ نالاں — اور سونے کے رہنے کو ملا خانۂ زنداں
حامد گئی زنداں میں سکینہ بھی وہ ناداں — رہتی تھی تصور میں پدر کے وہ ہر اک آں

نکلا آہ پھر بس کہ اسے ماتم بابا
دادی کی طرح مرگئی وہ در غم بابا

۲۱۔ مرثیہ۔ دلگیر

۴۴ بند۔ (ورق ۹۷ تا ۱۰۷)

ان کے ایک اور مرثیہ کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔

ابتدا۔ کٹ گیا جب سرِ سردارِ دو عالم تن سے — نکلی تکبیر کی آواز کٹی گردن سے
متصل خیمۂ عصمت جو بہت تھا رن سے — زینب اس وقت میں کیا دیکھتی ہے روزن سے

خیمہ کی سمت چڑھائی ہوئی بے پیروں کی
کرنے تیاری لگی طوق کے زنجیروں کی

اختتام۔ بین زینب نے یہ جس وقت کئے مقتل پر — اونٹ سے گر پڑی وہ خستہ جگر بیٹے کے سر
دم بدم کہتی تھی ہے ہے مرے بھائی سرور — اس کی فریاد سے وہاں ہوگیا برپا محشر

آگے فریاد نہ زینب کی بیاں کر دلگیر
ماتم شاہ میں فریاد و فغاں کر دلگیر

۲۲۔ مرثیہ۔ احسان

۴۴ بند۔ (ورق ۱۰۸ تا ۱۱۶)

یہ غالباً دکن کے شاعر میر عباس علی خاں احسان ولد سہام جنگ ہیں جن کا ایک اور مرثیہ نمبر ۱۶ پر گذر چکا ہے۔

ابتدا۔ ہوئی زینب کے تولد سے علی گھر شادی — دیئے زہرا کو ہر اک بی بی مبارک بادی
یعنی بیٹی یہ مبارک تجھے اے شہزادی — حق تعالےٰ ترے گھر رکھے مبارک بادی

یہ سخن سن کے سبھی شاد وہاں ہونے لگے
پر رسول عربی ڈھانپ کے مونہ رونے لگے

اختتام۔ قتل شوہر نے کیا ہے ترے میرا بھائی — فوج اس کی مجھے یاں قید ہے کر کر لائی
یہ سخن سن کے بہت روئی ہے اور چلائی — رک جا احسان نہ کہہ چھاتی تب اب بھر آئی

عرض کر حضرت زینب سے یہ اب پھر کر بین
مرثیہ ہو مرا سرسبز برائے حسنین

۲۳۔ نوحہ۔ صفدر علی

۸ شعر۔ (ورق ۱۱۷)

صفدر اس بیاض کے کاتبین میں سے ہیں اور غالباً مومن علی یا اکرام علی کے فرزند تھے۔

مطلع۔ چشم تر یہ اشک برساتی رہی — موتیوں کی آب وہ جاتی رہی
مقطع۔ جب شہادت راہ بتلاتی رہی — حُر کو قوم شام بہکاتی رہی

ترقیمہ۔ "سید صفدر علی - ۲ محرم الحرام ۱۲۳۵ھ - بمقام زمل۔"

۲۴۔ نسب نامہ سید حاتم شاہ
(ورق ۱۱۷ ب)

اس نسب نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ سید حاتم شاہ ولد سید قاسم شاہ کا سلسلہ حضرت امام علی نقی تک پہنچتا ہے۔ اس بیاض میں جن قاسم کے مرثیہ ہیں وہ غالباً اپنی سید حاتم کے والد سید قاسم بن سید محمد شاہ بن سید مسعود شاہ ہیں۔

۲۵۔ مرثیہ۔ احسان
۳۴ بند (ورق ۱۱۹ تا ۱۳۴)۔

ان کے اور دو مرثیوں کی تفصیلات اوپر گزر چکی ہیں۔

ابتدا۔
جب قید میں مرگئی شہ مظلوم کی پیاری — یعنی کہ سکینہ جگر افگار بچاری
بانو نے کہا ہائے مری راج دلاری — سجاد لگا کہنے یہ با گریہ و زاری
نہ دفن کا اسباب نہ سامان کفن کا
کس طرح ہو مدفن مری مظلوم بہن کا

اختتام۔
یہ سنتے ہی سجاد سے با دیدۂ پرنم — زینب لگی ہونے کو جدا بھائی سے جس دم
شبیر کی تربت پہ عجب ہو گیا عالم — احسان بیاں آگے نہ کر شاہ کا ماتم
سجاد کے ہمراہ وہ زہرا کی پیاری
سر پیٹتے ہوئی شہر مدینہ کو سدھاری

ترقیمہ۔ "تمام شد ہفدم ربیع الاول۔"

۲۶۔ مرثیہ۔ ؟ (ناقص الآخر)
۸ بند (ورق ۱۳۵ تا ۱۳۶)

ابتدا۔
ہے روایت ہوئے جب قتل امام دو جہاں — تن تو مقتل میں رہا سر ہوا کوفے کو رواں
اہل بیت نبوی سات چلے خورد و کلاں — سینہ سوزاں دل بریاں سر عریاں گریاں
کیا کہوں میں کہ جو سجاد کو بیماری تھی
لب تلک سانس کے آنے کی بھی دشواری تھی

اختتام۔
کوسوں تک رستے میں اس راہ کے دیکھا تھا نہ چاہ — دھوپ سے پیاس سے سجاد کا تھا حال تباہ
سر سے تا ناخن پا غرق پسینے میں وہ شاہ — سخت مشکل تھی رہ اک گام بھی طے کرنی راہ
لو کے شعلے تھے اور آگ کی گرمی کیا چیز
آتش و دھوپ بھی ہرگز نہیں ہوتی تھی تیز

۲۷۔ سلام۔ اکبر ۱۳۳۹ھ
۱۱ شعر (ورق ۱۳۷)

یہ سید اکبر علی اکبر کا مرثیہ ہے جو اس بیاض کے کاتبین میں سے تھے اور اس خاندان کے فرد ہیں۔

مطلع ۔ جس کو کہ محمدؐ نے کاندھے پہ بٹھایا ہے / اے مجرئی سر اس کا نیزے پہ چڑھایا ہے

مقطع ۔ فردوس میں گھر ہوگا لاریب ترا اکبر / شبیرؑ کے ماتم میں رویا ہے رلایا ہے

ترقیمہ ۔ "تصنیف شدہ است ۔ ۲۷ رمضان المبارک سنہ ۱۲۲۹ھ ۔ بقلم خود سید اکبر علی ۔ ۲۷ رمضان از مقام قصبۂ نرل ضلع عادل آباد نوشتہ است ۔ سید اکبر علی ۱۲۲۹ھ ۔"

۲۸ ۔ رقعۂ سکندر جاہ آصفجاہ ثالث بنام منیر الملک دیوان

ورق ۱۳۹ ب

سلاطین آصفی کی اصلی تحریریں یا ان کی نقلیں کم ملتی ہیں ۔ اس لحاظ سے اس بیاض میں سکندر جاہ کا جو خط ان کے وزیر اعظم منیر الملک کے نام ہے ایک نادر تحریر ہے ۔ اس میں بادشاہ نے اپنے وزیر کی مرسلہ دواؤں کو ناپسند کرنے اور آئندہ سے احتیاط کرنے کی تنبیہہ دی ہے ۔

"ادویات مرسل کہ لائق استرداد بود رسید ۔ بپاس خاطر آں مقتبس انوار خیر خواہی مرتقی مدارج پذیرائی شد ۔ اگر مجدداً ناحیہ ایں چنیں ادویہ غبار انگیز عتبۂ فلک رتبہ بابدولت خواہد شد مسترد خواہد گردید ۔ زیادہ چہ نویسد ۔"

اس کے بعد دو تین صفحات میں مختلف اردو اشعار لکھے گئے ہیں ۔

۲۹ ۔ مرثیہ بہ شکل مربع ۔ عاشق

۲۱ بند ۔ ورق ۱۴۲ ب ۔ ۱۴۶

یہ کوئی مشہور اور اعلیٰ پایہ شاعر کا مرثیہ نہیں معلوم ہوتا ہے ۔ معلوم نہیں یہ عاشق کون تھے ۔ قدیم شاعر معلوم ہوتے ہیں ۔

ابتداء ۔ اہل انصاف سے منصف ذرا انصاف کرو / کیا حسین ابن علی نے کیا انصاف کرو
جو سلام اس کو نہ کہنے دیا انصاف کرو / اس کا سجدہ میں کٹے سر جدا انصاف کرو

اختتام ۔ عاشق اب کیا لکھے احوال امام دوسرا / وہ یہ کہتا رہا سر کاٹ لیا اہل جفا
تن سے جس وقت ہے سر ہوگیا خنجر سے جدا / تن کہا ہاتھوں پہ سر کو اٹھا انصاف کرو

ترقیمہ ۔ "تمام شد ۔ ہذا تحریر غلام زاد امام حسین علیہ السلام ۔ مومن ۔"

۳۰ ۔ رقعہ تعلیم ملھیڑ

ورق ۱۴۸ ب

یہ منظوم رقعہ اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ اردو کے ابتدائی منظوم رقعوں میں سے ہے اور اس سے سنہ ۱۲۵۱ھ کے قریب حیدر آباد کی تعلیم ملھیڑ کی مصروفیات ظاہر ہوتی ہیں ۔ اس نام کا محلہ اب تک حیدر آباد میں موجود ہے ۔

اس رقعہ کے آخری تین شعر یہ ہیں ۔

پنجتن کے وصف میں رطب اللساں ہیں قدسیاں / اور ہمیشہ مومناں کو بھی یہی زیبا ہے کام
شہر میں تعلیم جہاں ملھیڑ کی مشہور ہے / آپ نے بھی دیکھا ہوگا اور سنا ہوئے گا نام
دن کو شب کو یہاں اکیسویں تاریخ کو / منقبت پڑھئے اور عشق اللہ زیادہ والسلام

یہ بیاض خوش خط جلی نستعلیق خط میں لکھی گئی ہے ۔ ہر صفحہ کے اطراف سرخ روشنائی میں جدولیں کھینچی گئی ہیں ۔ نواب میر سعادت علی رضوی صاحب ایم ۔ اے ابن سر تاج جنگ مرحوم ابن محبوب نواز جنگ ناظم الدولہ ابن جلال الدو

کی عطیہ ہے۔ سعادت علی صاحب مجلس اشاعت دکنی مخطوطات کے شریک معتمد ہیں اور ان کی کتابیں کلام الملوک، طوطی نامہ اور مثنوی سیف الملوک از غواصی شائع ہو چکی ہیں۔

۱۴۸ اوراق۔ فی صفحہ تعداد سطور مختلف ہے۔ "۴ × "۹

۹۵۱۔ بیاض میر عباس علی ۱۱۹۵ھ۔ کلام میرن، غلامی، تراب الدین وغیرہ نظم و نثر فارسی و اردو

اردو اور فارسی نظم و نثر کی ایک قدیم بیاض ہے جو ۱۱۹۴ھ اور ۱۱۹۵ھ میں غالباً مدراس اور ترچناپلی میں لکھی گئی ہے۔ اس کے کاتبوں میں اس کے مالک میر عباس علی کے علاوہ میر اکبر علی رضوی اور سید اسمٰعیل ولد عبدالغفور شامل ہیں۔

اس کے مالک نے ورق ۷ ب پر لکھا ہے:۔

"مالک ہذا البیاض بندہ لم یزلی میر عباس علی۔

ہست ایں بیاض عہد شباب ما — لعنت براں کسے کہ بدزود بیاض ما"

میر اکبر علی رضوی نے ورق ۸۰ ب پر اور سید اکبر علی رضوی نے ورق ۳۹ پر وضاحت کر دی ہے کہ انھوں نے میر عباس علی کی فرمائش پر یہ نظم قلمبند کی ہے۔

میر عباس علی پختہ عقاید کے شیعہ تھے اور انھوں نے اپنے معتقدات کے مطابق نظمیں اور نثری رسائل اور اوراد و وظائف اس میں بطور یادداشت لکھے اور لکھوائے ہیں اور زیادہ حصہ حضرت علی کی مدح و منقبت کے لئے وقف کیا ہے۔

اس میں جو فارسی نظمیں ہیں ان کے مصنفوں میں کاشی، حافظ، صائب، نسیمی، شمس تبریزی، جامی، عرفی، خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قابل ذکر ہیں۔

اردو شاعروں میں حسینی، تیغری، میرن سبزواری، عنایت، قادر، غلامی، ثنا خواں، تراب الدین، اخلاص اور سراج شامل ہیں جن میں حسینی اور میرن کی ایک سے زیادہ نظمیں ہیں۔

فارسی نثر کا ایک رسالہ "در بیان زیارت ہائے چہار دہ معصومین" بجائے خود ایک علیحدہ کتاب ہے جو (۱۴) ابواب پر مشتمل ہے۔ مگر پوری بیاض میں مختلف اوراق پر پھیلا ہوا ہے اور ہر باب کے بعد خالی اوراق میں نظمیں لکھی گئی ہیں اس لئے اس کو جداگانہ نمبر کے تحت نہیں لکھا گیا بلکہ اسی بیاض کے دوسرے مضامین نظم و نثر میں شامل رکھا گیا ہے۔ اب ان کی تفصیلات درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ فارسی میں ایک مختصر رسالہ جس میں مہینے کی مختلف تاریخوں میں جو تاریخیں نحس ہوتی ہیں ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ مولف کا نام درج نہیں ہے۔ ۴ صفحات۔ (ورق ۱۲۱ تا ۱۲۳)

ابتدا۔ "در بیان دانستن روز ہائے نحس۔ در ہر ماہ ہفت روز نحس اند۔ باید دانست۔"

اختتام۔ "اگر کسے بتاریخ بست و نہم حجامت کرد در بلا افتد۔ اگر کسے بتاریخ سلخ حجامت کرد مبارک است۔ تمام شد۔"

۲۔ ہفت بند۔ کاشی دیکھو جلد چہارم ۲۲۹۔ اس نظم میں (۹۲) شعر ہیں۔ (ورق ۱۱۵۔ ۱۱۹)

ابتدا۔ السلام اے سایہ ات خورشید العالمین ۔۔۔ آسمان عز و تمکین آفتاب داد و دیں
مفتی ہر چار دفتر خواجہ ہر ہشت خلد ۔۔۔ داور ہر شش جہت اعظم امیر المومنیں

اختتام۔ مثل تو جز مصطفےٰ صورت نہ بندد عقل را ۔۔۔ معنی ایمان ما ایں است روشن والسلام
زایران روضہ ات را بر در خلد بریں ۔۔۔ می رسد آواز طبتم فادخلو ہا خالدیں

۳۔ منقبت۔ حافظ ۱۰ شعر (ورق ۱۱۳۔ ۱۱۴)

ابتدا۔ آں نگین باغ وفا آں سرو بستان صفا ۔۔۔ خورشید برج ارتضیٰ یعنی علی مرتضیٰ
مقصود امر کن فکاں مطلوب ہم جسم و جاں ۔۔۔ مفتی دریں انس و جاں معنی حرف انما

اختتام۔ نازم بہ بخشش ہر کسے را از درون دل نیے ۔۔۔ تا از میاں گیرد بسے دست من ......
حافظ خموشی بیش کن در کار خود اندیش کن ۔۔۔ قطع نظر زیں پیش کن گر سر نیاید مر ترا

۴۔ فاتحہ بر روح امام حسین فارسی و عربی میں دو صفحات پر مشتمل ہے۔

۵۔ مناقب۔ میرن سبزواری بشکل مسدس۔ ۱۲ بند۔ ہر بند کے آخر میں ایک ہی شعر دہرایا ہے (ورق ۱۱۰۔ ۱۱۱) ادارے میں ان کا بہت کلام محفوظ ہے اور اس سے پہلے کی جلدوں میں ان کے حالات کی تفصیلات درج ہو چکی ہیں۔ دیکھو جلد چہارم ۹۶

ابتدا۔ کچھ طور زمانے کا نظر آتا ہے بد ہے ۔۔۔ ہر ایک لگا رکھنے کے تئیں بغض و حسد ہے
اختتام۔ میرن سے کئی روبرو تجہ شاہ کے آکر ۔۔۔ کہتے ہیں تیرے سامنے دو ہاتھ اٹھا کر

ہاں کر مری مشکل کو تو حیدر کا اسد ہے
یا حضرت عباس علی وقت مدد ہے

۶۔ منقبت۔ حسینی یہ بشکل مسدس ۵ بند ہیں۔ ان کا اور کلام بھی ادارے میں موجود ہے۔ جلد چہارم صفحہ ۱۲۵ ملاحظہ ہو۔

ابتدا۔ چمن مدینے کے گل ہیں بے بہار علی ۔۔۔ خدا کا باغ نبی جس میں گلعذار علی
اختتام۔ کہے حسینی نا تو نوی ہو تیرا گدا ۔۔۔ مدح تری کوں کروں ہوں مخالفوں کو بلا
عدو کی روح پہ کرتا ہوں لعن طعن سدا ۔۔۔ نہیں ہے آتش دوزخ سوں درمیان بلا

بروز حشر نہیں دیکھو غمگسار علی

۷۔ منقبت۔ جعفری یہ بشکل مسدس۔ ہر بند کے آخر میں ایک ہی شعر دہرایا ہے۔ جملہ (۱۹) بند ہیں۔ (۱۰۷۔ ۱۰۹)۔ ان کا اور کلام بھی ادارے میں موجود ہے۔ حالات وغیرہ کے لئے دیکھو

چہارم صفحہ ۲۳۰

ابتدا۔ دو جگ ہے نام تیرے سے آباد یا علیؓ — مصحف میں ہے لکھا ترا استاد یا علیؓ
روح الامیں کے ہو گئے تم استاد یا علیؓ — میری تمہیں سیں ہوئے گی امداد یا علیؓ
تم پاس اب میں لیایا ہوں فریاد یا علیؓ
دیو داد اور مراد کر و شاد یا علیؓ

اختتام۔ تم شاہ دو جہاں ہو میں بندہ ہوں جعفری — رکھ لیجو آبرو مری ہے دور آخری
من بعد مصطفےٰ کے تم ہی ہو وصی علیؓ — محتاج ہر کسی کا نہ کیجو مجھے کبھی
تم پاس اب میں لیایا ہوں فریاد یا علیؓ
دیو داد اور مراد کر و شاد یا علیؓ

م۔ عربی آیات ہیں جن کے بعد خدائے تعالیٰ، آنحضرت رسول خداؐ، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، امام حسنؓ اور امام حسینؓ میں سے ہر ایک کے (۹۹) نام لکھے ہیں۔

۹۔ منقبت شاہ ولایت۔ عنایت

(ورق ۹۸ - ۹۹)۔ ۱۲ بند بشکل مسدس ہیں۔ ہر بند کے آخر میں ایک ہی شعر دہرایا ہے۔ تفصیلی حالات اور دیگر کلام کے لئے دیکھو تذکرہ جلد اول۔

ابتدا۔ اے وصی مصطفےٰ اور اے مرتضیٰ انتخاب — ذات تیری ہے مقدس اے شہ عالی جناب
لو خبر جلدی سے تم اس دکھ میں آ میری شتاب — کیتا ہوں دکھ درد اور اندوہ سے ہوں اضطراب
یا علیؓ یا الیا یا بوالحسن یا بو تراب
حل مشکل سرور دیں شافع یوم حساب

اختتام۔ کیتا ہے عاجز عنایت یا وصی مصطفےٰ — تم کرو مقصود دل میرے کا حاصل مدعا
اور دیو مجھ کو شفا ہر شہید کربلا — یہ دعا پڑھتا رہوں دن رات ہر دم بر ملا
یا علیؓ یا الیا یا بوالحسن یا بو تراب
حل مشکل سرور دیں شافع یوم الحساب

۱۰۔ مناجات۔ صائب ۱۰۹۰ھ

۱۲ بند بشکل مسدس۔ ہر بند کے آخر میں ایک ہی شعر دہرایا گیا ہے۔

ابتدا۔ یارب توئی بری و منزہ ز ہر خطا — خلاق و بندہ پرور و قیوم و کبریا
از لطف خویش بر مس ما زن تو کیمیا — داریم روز و شب بدرت روئے التجا
یارب بفضل خویش بکن حاجتم روا
دغفر لنا بفضلک یا سامع الدعا

اختتام۔ بعد از ہزار در نود و ہشت شد تمام — توفیق داد در شب جمعہ مرا امام
کردم دعائے دولت ہر چاردہ تمام — خواہم بروے روضہ ہر یک کنم سلام

یارب بفضل خویش کن حاجتم روا
واغفر لنا بفضلک یا سامع الدعا

۱۱۔ منقبت۔ نسیمی | ۲۸ شعر۔ (ورق ۹۵ ب ۔ ۹۶)۔ یہ غالباً امیر سید عماد الدین نسیمی متوفی ۸۳۰ھ ہیں۔ لیکن یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔

ابتدا۔ از الف اول امیر عالم اعلیٰ علیؑ ست — افتخار اولیا اوّلد مولانا علی ست
اختتام۔ کے شود خوار و خجل در دین و در دنیا کہ او — چوں نسیمی در دجانش یا محمدؐ یا علیؑ ست

۱۲۔ منقبت۔ حسینی | ۱۲ بند۔ (ورق ۹۴۔ ۹۵)۔ ان کی ایک اور نظم کا ذکر اسی مخطوطے کے بیان میں اوپر گذر چکا ہے۔

ابتدا۔ دم بدم اے دل تو پڑھ نام علیؓ — مت کرے اس ورد میں تو غافلی
مشکل اندر ہم خفی و ہم جلی — یہ ذکر کرتے ہیں سب انبیا و ہم ولی
یا علیؓ مولا علیؓ مولا علیؓ

اختتام۔ روز محشر کا کرے گا جب خدا — خلق کے سب نیک و بد کا فیصلہ
آں زماں خلد بریں ما تو دلا — صدق سوں کرتا حسینی یہ سدا
یا علیؓ مولا علیؓ مولا علیؓ

۱۳۔ قصیدہ۔ حافظ | ۲۷ شعر۔ (ورق ۹۲۔ ۹۳)

ابتدا۔ پس از حمد خدا وندے کہ بے مثل ست و بے ہمتا — ثنا و نعت پیغمبر زجان و دل کنم انشا
اختتام۔ یہ بخشاید ازاں بگذر بحق آل پیغمبر — ز دست ساقی کوثر چشانش جرعۂ فردا

۱۴۔ منقبت۔ شمس تبریزی | مخمس ۔ ۱۹ بند (۸۸۔ ۸۹)

ابتدا۔ آنکہ در علم شریعت کاملی — در طریقت با حقیقت واصلی
خوب از ہمیں گر عاقلی — یا علیؓ ابدًا للہ یا علیؓ
مشکلم بکشائے باللہ یا علیؓ

اختتام۔ شمس تبریزی ثنا خوان علیست — دوستدار آل و اولاد علیست
تیغ چشم خارجی و خار چیست — یا علیؓ اللہ للہ یا علیؓ
مشکلم بکشائے باللہ یا علیؓ

۱۵۔ سلام۔ قادر | ۶ شعر۔ (ورق ۸۷ ب)۔ ان کے بارے میں جلد چہارم ملاحظہ ہو۔

مطلع۔ مہر نور قل ہو اللہ احد لیجو سلام — مطلع اسرار اللہ الصمد لیجو سلام

مقطع۔ از رہ اخلاص قادر عرض کرتا ہے یہی — خدمت عالی میں مجکوں اور مرا لیجو سلام

ترقیمہ۔ منقبت مقدسہ تصنیف شمس تبریز علیہ الرحمہ وسلام تصنیف قادر و رباعی در باعی دیگر بموجب فرمودہ میر عباس علی صاحب سلمہ اللہ الاکبر فقیر حقیر سراپا گنہگار سید اسمٰعیل بن عبدالغفور ترقیم نمودم۔ (ورق ۸۰ ب)

۱۶۔ منقبت۔ میرن سبزواری ۱۲ بند۔ (ورق ۸۶ ب۔ ۸۷)۔ ان کی ایک اور نظم کا ذکر ابھی اسی مخطوطے کے سلسلے میں گزر چکا ہے۔ ان کی متعدد نظمیں ادارے کے متعدد مخطوطوں میں محفوظ ہیں۔ زیر نظر منقبت کی ابتدا و اختتام اس طرح کی گئی ہے۔

ابتدا۔ اے شاہ کون و مکاں دو جہاں کے پشت پناہ — سچے حبیب خدا کے ہو تم تو شاہنشاہ
میں اک غلام گنہگار ہوں بہ حال تباہ — عرض کروں کہ مجھ اوپر رہے کرم کی نگاہ
تصدق اپنے نواسوں کا یارسول اللہ
کہو کریں مری مشکل کو حل حضرت شاہ

اختتام۔ صدائے ہاتف غیبی ہوی بلایا شاہ — یہ سبزواری میرن ہے فدائے حضرت شاہ
مطالب اب ترے دل میں کوئی ہو خاطر خواہ — پھر اس دعا کو پڑھا کر تو ں بامداد و پگاہ
تصدق اپنے نواسوں کا یارسول اللہ
کہو کریں مری مشکل کو حل حضرت شاہ

۱۷۔ منقبت۔ جامی ۱۳ شعر۔ (۸۵ ب۔ ۸۶)

مطلع۔ علی شاہ حیدر اماماً کبیراً — ز بعد نبی شد نصیر اً نظیرا
مقطع۔ ز تو ہست نہ پوشیدہ احوال جامی — کہ ہستی بہ معنی سمیع بصیرا

۱۸۔ منقبت اردو۔ غلامی ۱۹ بند۔ (ورق ۹۰ ب۔ ۸۱)۔ غلامی کا بہت سا کلام ادارے میں محفوظ ہے۔ دیکھو جلد چہارم۔

ابتدا۔ آفتاب صبح وحدت ہے امیر المومنین — آسمان عز و رفعت ہے امیر المومنین
مبدع انوار قدرت ہے امیر المومنین — بانی بنیان کثرت ہے امیر المومنین
باعث ایجاد خلقت ہے امیر المومنین

اختتام۔ گر خدانخواستہ مشکل ہے تجکوں روبکار — یا اگر سختی سیں ہے در پیش تیرا روزگار
ورد کر اپنا غلامی رات دن ہفتاد بار — لافتا الا علی لاسیف الا ذوالفقار
اب محب اہل دعوت ہے امیر المومنین

اس کے بعد آصفجاہ اول شاکر کا یہ شعر لکھا ہے ؎

شاکر ز حدیث نبوی شد بہ یقینم — بے حب علی آب ز کوثر نتواں یافت

۱۹۔ منقبت (مخمس) ۱۴ بند۔ (ورق ۵۔ ۷۔ ۶) ۔ مصنف کا تخلص ٹھیک طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ ممکن ہے فقیرانی ہے۔ ۱۱۰۰ھ کے بعد سے اس قسم کے عجیب و غریب تخلص رکھتے تھے جو ۱۲۰۰ھ تک جاری رہے۔

ابتدا۔ یا مرتضیٰ اسن التجا میری خدا کے واسطے — جلدی سیں میری کر مدد اب مصطفےٰ کے واسطے
دے داد میری یا علی خیر النساء کے واسطے — مانگتا ہوں اپنا مدعا دے مجتبےٰ کے واسطے
مجہ حال پر کیجو کرم شہ کربلا کے واسطے

اختتام۔ یا ذو المنن یا بو الحسن فی الخلق نائب بوتراب — مجہ کام کوں مت دیر کر کرنا ہی تم کوں شتاب
اوروں کے ہیں والی بہت مجکوں تمہی ہو عالیجناب — حسنین کے در کا گدا ہوں میں در حال یاب
مطلب فقیرانی کا کہہ جلدی خدا کے واسطے

۲۰۔ ہفت بند عرفی (فارسی) ہر بند میں (۱۳) شعر ہیں۔ (ورق ۷/۴ ب۔ ۵۱)

ابتدا۔ السلام اے اشرف خلق اللہ العالمین — قبلۂ ام القریٰ تکبیرۃ الاحرام دیں
اسم اعظم عقل کل مالک رقاب انس و جاں — آیت رحمت امام دیں امیر المومنین

اختتام۔ گرچہ سلمان و ابوذر نیست اما سالہا — ذاکر شاہ شہیدان است ثنا خواہ شما
بایدش معنوں چو اخلاص تو در جاں داشتن
شاعری بنگر کہ باید شعر پنہاں داشتن

۲۱۔ مدح نہرولی۔ تراب الدین (مخمس) ۸ بند۔ (ورق ۳۶) ۔ ہر بند کے آخر میں ایک ہی شعر دہرایا گیا ہے۔ مصنف کے بارے میں تفصیلات کا علم نہ ہو سکا۔

ابتدا۔ ہیں گل باغ نبوت ابتدا نہرولی — میوۂ شجر ولایت انتہا نہرولی
دُر دریائے امامت پیشوا نہرولی — اختر برج کرامت مقتدا نہرولی
فیض بخش دو جہاں آل عبا نہرولی

اختتام۔ اے تراب الدین تمہارے ہی غلاموں کا غلام — اس کوں تم ممتاز کرنا دین و دنیاں میں تمام
مانگتا ہے علم و سایہ عاطفت کا تجہ مدام — اس پو تم اپکار کرنا دو جہاں میں صبح و شام
فیض بخش دو جہاں آل عبا نہرولی

۲۲۔ رسالہ زیارت چہاردہ معصومین یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے اور زیارتیں عربی زبان میں لکھی گئی ہیں جن میں اہل بیت کے لئے نام بنام دعائیں اور ان کے دشمنوں خصوصاً بنو امیہ اور ظالمان کربلا پر نام بنام لعنت کی گئی ہے۔

یہ رسالہ پوری بیاض پر پھیلا ہوا ہے اور اس میں چودہ باب ہیں۔ ہر باب کے درمیان جو خالی صفحات

چھوڑے گئے ہیں۔ ان میں وہ فارسی و اردو منقبتی نظمیں اور مختلف اشعار لکھے گئے ہیں جن کی تفصیلات اب تک درج کی گئیں اور آئندہ درج ہو رہی ہیں۔

اس رسالے کے ہر باب میں پہلے ہر امام کے مختصر حالات اور پیدائش اور وفات کی تاریخیں لکھی گئیں ہیں اور پھر زیارت پڑھنے کا طریقہ فارسی میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد عربی میں زیارت کی عبارت لکھی ہے۔ چونکہ یہ بیاض کے مختلف اوراق میں منتشر ہے اس لئے ہر باب کے اوراق کی وضاحت درج ذیل ہے۔

باب سوم	زیارت حسن المجتبیٰ	(ورق ۱۱۲)
" چہارم	" ابا عبداللہ الحسین	(" ۸۳ب - ۸۴)
" پنجم	" خامس آل عبا سرور شہدا	(" ۶۲ب - ۶۳)
" ششم	" امام زین العابدین	(" ۵۹ب - ۶۲)
" ہفتم	" امام محمد باقر	(" ۵۵ - ۵۸)
" ہشتم	" امام جعفر صادق	(" ۵۳ - ۵۵)
" نہم	" امام موسیٰ کاظم	(" ۳۲ب - ۳۵)
" دہم	" امام رضا	(" ۳۰ب - ۳۲)
" یازدہم	" امام محمد تقی	(" ۲۸ب - ۳۰)
" دوازدہم	" امام علی نقی	(" ۲۶ - ۲۸ب)
" سیزدہم	" امام حسن عسکری	(" ۲۳ب - ۲۶)
" چہاردہم	" امام محمد مہدی	(" ۲۱ - ۲۳ب)

اس میں ابتدائی دو باب موجود نہیں ہیں۔ درمیان میں دوسری ادعیہ و اوراد بھی شامل ہیں۔

۲۳۔ مناجات۔ ثنا خواں (مخمس)

۱۱ بند۔ (ورق ۱۸ - ۱۹)۔ شاعر کا تخلص ہی ثنا خواں ہے جیسا کہ عنوان پر لکھا گیا ہے اور آخری بند میں بھی درج ہے۔

ابتدا۔
اول و آخر بتاؤ کون ہے غیر از علیؑ — ظاہر و باطن بتاؤ کون ہے غیر از علیؑ
نقش پیمبر بتاؤ کون ہے غیر از علیؑ — شافع محشر بتاؤ کون ہے غیر از علیؑ
ساقی کوثر بتاؤ کون ہے غیر از علیؑ

اختتام۔
کون ہے بتلا مجھے صاحب دلدل سوار — بت شکنی کر کے دین کس نے کیا آشکار
بھیجے گا کس کے تئیں غیب سے حق ذوالفقار — کس کا ثنا خواں ہی شیر دہنگ مور و مار
شاہ ولایت بتاؤ کون ہے غیر از علیؑ

۲۴۔ منقبت۔ سراج (مسدس)

۷ بند۔ (ورق ۱۷) ہر بند کے آخر میں ایک ہی شعر دہرایا گیا ہے۔

ابتدا۔ رتبہ دیا ہے تم کو ں جو سبحان یا علیؑ
دیکھے نبی نے عرش پہ اوشان یا علیؑ

حق کی تو کائنات کا سلطان یا علیؓ　　تمنا یہ ملک دل کا ہے قربان یا علیؓ
تعریف تیری کیا کرے انسان یا علیؓ
جبریل تیرا بھاٹ تو جمان یا علیؓ

اختتام۔ حق نے عطا کیا ہے ولایت کا تم کو راج　　فرماں عطا کیا ہے امانت کا تخت و تاج
شاہ شہید حق کے ہوئے حق سے تم کو کاج　　حسنین کے تصدق میں آبرو و سراج
تعریف تیری کیا کرے انسان یا علیؓ
جبریل تیرا بھاٹ تو جمان یا علیؓ

۲۵۔ منقبت۔ اخلاص (مربع) ۱۱ بند۔ (ورق ۱۵۔ ۱۶)۔ اخلاص کے بارے میں تفصیلات جلد اول میں شائع ہو چکی ہیں۔ ان کا بہت کچھ کلام ادارے میں محفوظ ہے۔

ابتداء۔ کیوں نہ ہو اعدائے دیں پر تو مظفر یا علیؓ　　کیوں نہ یک حملے سیں توڑے در تو خیبر یا علیؓ
تجھ بدن پر فضل حق سجتا ہے بکتر یا علیؓ　　لطف پیغمبر ترے دلدل کے پاکھر یا علیؓ

اختتام۔ اب ترے مشکل کشائی کی مجھے بھیجے سند　　سخت مشکل ہے محمدؐ شاہ تم تجھو مدد
دوست میرے تندرست و دشمناں بیمار رد　　عین عرض اخلاص رکھتا ہے یہ اکثر یا علیؓ

۲۶۔ مخمس۔ فدوی ۷ بند۔ (۱۳ ب ۱۴)۔ فدوی خاں فدوی کے کلام اور حالات کے بارے میں دیکھو جلد چہارم۔ یہ غالباً انہی کا مخمس ہے جو بہت دلچسپ ہے۔ اس نظم کے مصنف کا تخلص آخری بند کے لحاظ سے اشرف بھی ہو سکتا ہے۔ مگر عنوان مخمس فدوی قائم کیا گیا ہے۔

ابتداء۔ اے جان من کہا تو کہی موں سنبھال بول　　جادو نین کہا تو کہی موں سنبھال بول
سرو چمن کہا تو کہی موں سنبھال بول　　گل پیرہن کہا تو کہی موں سنبھال بول
اے من ہرن تو کہی موں سنبھال بول

اختتام۔ دکھ سن مرا کہا تو کہی بول شب تمام　　خدمت کروں کہا تو کہی پاؤں دھو مدام
فدوی ترا کہا تو کہی ہور ہو غلام　　اشرف ہوں میں کہا تو کہی چھوڑ ننگ نام
پر مکر و فن کہا تو کہی موں سنبھال بول

۲۷۔ سلام۔ میرن سبزواری ۱۴ شعر۔ (ورق ۱۱)۔ ان کا مزید کلام اسی بیاض میں موجود ہے جس کا ذکر ابھی گذر چکا ہے ؎

مطلع　فی النور نبی احمد مختار پہ صلوات　　فرخندہ لقا حیدر کرار پہ صلوات
مقطع۔　میرن کی طرح بول تو پاکیزہ نسب ہے　　اے مومن دیندار دہ و چار پہ صلوات

اس کے بعد کے اوراق پر متعدد نسخے لقمان حکیم کے اور دوائیں لکھی گئی ہیں۔ یہ نظم میں بھی ہیں اور نثر میں بھی۔ اسی سلسلہ میں ایک نظم بھی درج ہے جس میں ہر مہینہ کا چاند دیکھ کر کیا چیز دیکھنی چاہیے اس کی تفصیل لکھی ہے۔

۲۸- رسالۂ الفاظ اذاں واقامت وغیرہ

یہ رسالہ بھی فارسی میں ہے ۔ اس میں اذاں، اقامت، قراءت، قنوت، تشہد، اذکار اور نماز روزمرہ میں جو عربی الفاظ و آیات استعمال کی جاتی ہیں ان کے فارسی میں معنی لکھے گئے ہیں اور سمجھایا گیا ہے ۔ یہ رسالہ ورق ۳۹ تا ۴۴ پر لکھا گیا ہے ۔ اس کے آخر میں یہ ترقیمہ درج ہے :-

"بخط عاصی فقیر حقیر سید اکبر علی رضوی بخاطر میر صاحب مشفق مہربان نیاز منداں
میر عباس علی صاحب مرقوم نمودہ شد ۔ ۱۱۹۵ھ ۲۶ ماہ محرم"

۱۲۴ ورق - ۱۴ اسطور فی صفحہ - ۴½" × ۸"

۹۵۲- ارمغان عزیز ۱۳۴۸ھ - نواب عزیز یار جنگ عزیز — کلام اردو

نواب عزیز یار جنگ عزیز ابن مشرف جنگ فیاض حیدر آباد کے مشاہیر شعرا سے تھے ۔ پہلے احمد علی عصر تلمیذ حضرت فیض سے اصلاح لی تھی اور ان کے بعد نواب مرزا خاں داغ کے شاگرد رشید بنے اور حیدر آباد میں ان کے جانشین سمجھے جاتے تھے ۔ انھوں نے شاعری کے مجموعوں کے علاوہ کئی کتابیں بھی مرتب کی تھیں ۔ وہ ادارۂ ادبیات اردو کے ابتدائی رفقا اور معاونین میں سے تھے اور کئی مخطوطات اور مطبوعات کتب خانے کے لئے عطا کی تھیں ۔

ان کے ایک اور دیوان کا مخطوطہ بھی ادارے میں نمبر ۸۹۳ پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات جلد چہارم میں شائع ہو چکی ہیں ۔

زیر نظر مخطوطہ ان کے ایک مجموعہ ارمغان عزیز جلد دوم کا مسودہ ہے جو کسی خوش نویس سے خوش خط لکھایا گیا تھا ۔ مگر اس کاتب نے رسم الخط کی جدید معیاری خصوصیات کا خیال نہیں رکھا تھا اسلئے عزیز نے خود اپنے قلم سے جگہ جگہ اس مخطوطہ میں اصلاح کی ہے ۔ اس لحاظ سے یہ مخطوطہ اہمیت رکھتا ہے اور آئندہ تحقیقی کام کرنے والوں کی مدد کرے گا ۔

ابتدا - کچھ اس طرح مرے لب پر خدا کا نام آیا — ہوا یہ شور کہ موسیٰ کا ہم کلام آیا
خبر نہیں مجھے کس بے نشاں کا ہوں شیدا — کہ میرے ذہن میں مضمون ناتمام آیا

اختتام - کیا جوش پہ ہے رنگ گلستان دکن آج — ہیں مست طرب زمزمہ سنجان دکن آج
ہر غنچۂ گل کی ہے زباں پر یہ ترانہ — ہو عید مبارک تمہیں سلطان دکن آج

اس دیوان میں جملہ ردیفوں میں کلام موجود ہے ۔

غزلوں کے بعد سلام، خمسے، رباعیاں اور قطعات تاریخی بھی درج ہیں ۔ موخر الذکر صرف مدح آصفجاہ سابع سے متعلق ہیں ۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں صرف تاریخ رجب ۱۳۴۸ھ درج ہے ۔

یہ دیوان ڈاکٹر محمد نظام الدین صاحب سابق صدر شعبہ فارسی جامعہ عثمانیہ کا عطیہ ہے جو عزیز کے نواسہ داماد ہیں ۔

۲۰۹ صفحات - ۱۱ اسطور فی صفحہ - ۶" × ۸"

۹۵۳۔ خمِ عشق۔ ۱۱۰۴ھ۔ محمد رضا — مجموعۂ کلام فارسی و اردو

محمد رضا شطاری گجرات کے ایک غیر معروف فارسی و اردو کے شاعر ہیں جن کی نسبت اب تک کوئی معلومات حاصل نہ تھیں۔ ان کے اس مجموعہ کلام کا بھی کوئی اور نسخہ کہیں موجود نہیں ہے۔ یہ مجموعہ خود ان کا مسودہ ہے اس لئے بطور خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس کے ورق ۱۲ پر بعنوان "حکایت سرگذشت" مصنف نے اپنے جو حالات لکھے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے۔

"میں ایک سپاہی نوکر پیشہ تھا اور چھوٹا بڑا منصب (عہدہ) رکھتا تھا۔ میرے یہاں تازی گھوڑوں اور گایوں اور گدھوں کی قطار تھی۔ چند اونٹ بھی تھے اور نیزہ و علم بھی۔ مکان، روزگار، خویش و اقربا، خادمین، نوکر چاکر اور چند سپاہی بھی شب و روز میری ڈیوڑھی پر رہتے تھے۔ مگر نوکر تھا اس لئے دوسروں کے آگے سر جھکانا پڑتا تھا۔ کبھی نواب کی نظر ٹیڑھی ہو جاتی اور کبھی دیوان میری بات نہ سمجھتا۔ وہ مہربانی سے جاگیر دیتا تو یہ کہتا کہ میں نہیں ملنے دوں گا۔ اس طرح کی شاہی نوکری مجھ سے نبھتی نہیں تھی۔ ہر شخص اپنا کام مجھ سے نکالنا چاہتا تھا اور میں حیران رہتا تھا کہ کیا کروں کیا نہ کروں۔ کبھی قرض لینا پڑتا اور کبھی ساری نقد رقم قرض کی ادائی میں صرف ہو جاتی۔ غرض ان باتوں سے طبیعت ملول ہو گئی اور زمانہ سے رنج و غم اٹھا کر فال نکالی تو آواز آئی کہ عمر باد صرصر کی طرح گذر رہی ہے۔ دنیا کی فکروں کا نتیجہ پریشانی ہے۔ بہتر ہے کہ کار آخرت میں مصروف ہو جاؤں۔ دنیا میں سوائے ذکر خدا کے اور کوئی کام اہم نہیں ہے۔ اس لئے جمعہ ۲۷ رجب ۱۰۳۴ھ کو ترک دنیا کر کے پیر کے یہاں گیا اور ان کے قدم پکڑ لئے (اس کے بعد اپنے پیر کے اوصاف بیان کئے ہیں)۔ صاحب ملک دل محمد جیو کو میں عربی کہوں کہ عجمی۔ ان کے جیسا خدا اکرم چشم آسمان نے نہیں دیکھا۔ جب میں نے ان کے قدم چومے تو فرمایا کہ اپنے پر نظر رکھو۔ تمہارے دل میں شاہباز لاہوتی دم بدم جلوہ دکھاتا رہتا ہے۔ میرے پاس دل کے راستے سے حاضر رہو تا کہ معلوم ہو کہ میں کون ہوں۔ مہر و وفا کے بیج بوؤ تا کہ تمہارے جسم میں تیرے پھل نکلیں۔ جب وحدت ذات سے واقف ہو جاؤ گے تو معلوم ہو جائے گا کہ اصل و جوہر تو دہی ہو۔ میں نے کوشش کی کہ تمام کاموں کو چھوڑ کر اس مدعا کے لئے مصروف ہو جاؤں۔ غرض نشۂ توحید میں ایسا مست ہو گیا کہ ہوش آیا تو پتہ چلا کہ اب تک مردہ تھا اگرچہ جی رہا تھا۔ ہر حال میں یاد ہمارے ساتھ ہے۔ وہ کیا اچھا وقت تھا جب اس بات کا پتہ چلا۔"

یہ نظم تقریباً (۸۰) اشعار پر مشتمل ہے لیکن نواب اور بادشاہ کا نام لکھا اور نہ مقام ملازمت۔ صرف ترک ملازمت کی تاریخ اور مرشد کا نام اس سے معلوم ہوتا ہے۔ انہی مرشد کی تعریف میں ایک جداگانہ نظم بھی حمد و نعت و منقبت کے سلسلہ میں لکھی ہے جس میں (۳۵) شعر ہیں۔ چند منتخب شعر یہ ہیں ؎

فی منقبت الشیخ الکبیر میاں محمد جیو قدس سرہٗ

مدح شیخ بہ زباں ناید راست   وصف فیاض کجا در خور ماست

مطلع نور محمدؐ اسمش — آں کہ مد نظرش جملہ خداست
ہمہ از علم لدنی پر نور — سینہ اش مخزن اسرار صفاست
سخنش جملہ حدیث و آیہ — طلعت انورش اللہ نماست
در شریعت و طریقت راسخ — در حقیقت شدہ بے چون و چراست
فیض بخشے کہ مراحلت دو کون — از درش حاصل ہر شاہ و گداست
ذات مستجمع اوصاف کمال — در صفاتش ہمگی ایں غوغاست
در سنہ الف و ثلاثین و ثمان — محتجب گشتہ ازیں دار فناست
حرف غم از عدد غم کن دور — تاکہ تاریخ شود بے کم و کاست
اے رضا وصف چنیں کس کہ کند — آنکہ وصفش بزباں ناید راست (ورق ۲۷ب)

افسوس ہے کہ اس کتاب سے محمد رضا کی طرح ان کے مرشد کے بارے میں بھی کوئی خاص معلومات حاصل نہ ہو سکیں صرف ان کی تاریخ وفات ۱۰۳۰ھ کا پتہ چلا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف چار سال اپنے مرشد کی خدمت میں رہ سکے تھے۔ اس کتاب کے آخری حصہ میں بھی انھوں نے اپنے مرشد کی وفات پر ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے جو یہ ہے ؎

عارف اکمل محمد جیو بحق — ہادی خلق و عجم بود و عرب
خواست از دنیا سوئے عقبیٰ آورد — از کلام جانفزا بربست لب
ہاتفی گفت اے رضا در ہجر تش — از شمار سال می گیر از طرب
تا شود تاریخ سال و ماہ و روز — چار شنبہ چارم ماہ رجب (ورق ۵۳)

اس قطعہ سے معلوم ہوا کہ چہار شنبہ ۴ رجب ۱۰۳۰ھ کو میاں محمد جیو فوت ہوئے تھے۔

رباعیات کے حصہ میں ایک عبارت لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد رضا نے اپنے مرشد کی وفات کے دو سال بعد ۱۶ شہر ذوالقعدہ ۱۰۳۲ھ کی رات میں آنحضرت رسول خدا کو خواب میں دیکھا تھا۔ یہ عبارت درج ذیل ہے۔

"بتاریخ ۱۶ شہر ذوالقعدہ ۱۰۳۲ھ در واقعہ بدولت پائے بوس حضرت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مشرف و معزز و مفتخر گردید۔ ایں رباعی بر زبان دار بار جاری بود۔ فرمودند کہ یاد بگیر۔ و لکرت خواندند تا فقیر حقیر یاد گرفتہ۔ تتمہ ایں خواب طویل است۔ رباعی را نجستہ تبرکاً و تیمناً نوشتہ۔" (ورق ۰۰)

ورق ۳۲ پر ایک قطعہ لکھا ہے جس میں اپنی بیوی کی تاریخ وفات لکھی ہے۔ اس قطعہ کی ابتدا اس طرح کی ہے ؎

بود ہم صحبتی مرا یک چند — عیشہا داشتم بہ او دلخواہ
در خلا و ملا مصاحب نیک — روز و شب بود با من او ہمراہ
جمع بودیم ہمچو مغز بدام — رشک چوں برد دہر چشم سیاہ
ناگہانی اجل رسید باو — مجلس عیش شد مصیبت گاہ

غرض ان دونوں کی محبت کو زمانہ کی آنکھوں کی نظر بد لگ گئی اور یکایک اس کا انتقال ہو گیا۔ اس نظم کے آخری حصہ میں اس کی تاریخ پیدائش ۱۰۰۰ھ اور عمر (۳۶) سال اور تاریخ وفات ۹ رمضان سہ شنبہ ۱۰۳۶ھ ان میں

مستخرج کی ہے ؎

چونکہ صابر شدم شکیبم گفت   باشش راضی بکردۂ اللہ
نہم صوم و صبح شنبہ بود   روح پاکش بشد بہ نزہت گاہ
مولدش بہ رضا و عمر الٰہ   سال تاریخ شد رضاء اللہ
۱۰۰۲   ۴۶   ۱۰۴۸

محمد رضا کے حالات اس تمام مجموعے سے صرف اتنے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے گجراتی شاعر ہونے کے ثبوت میں اس مجموعہ میں صرف دو جگہ اشعار ملتے ہیں۔ ایک نظم جو اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں لکھی ہے۔ اس کا ایک بیت ورق ۴۵ پہ یہ ہے ؎

در عشق گجراتی لیسر اسلام و کفرم شد زلیمر   در عشق خوش دارم مقرائے دوستاں من چوں کنم

ورق ۴۲ ب کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ

"بسلطان محمود غفر اللہ علیہ نوشتہ شدہ بود"

اس کے ساتھ جو نظم ہے اس میں سلطان محمود کا ذکر اس طرح کیا ہے ؎

آں کہ محمود چو اسمش شدہ مشہور بہ سلطاں   یا بابہ رخ الیشاں بنویسد بنویسد
آں کہ از مردم ایراں بود از جملہ امیراں   خبر یار خراساں بنویسد بنویسد
زخم عشق محبت چو زدہ جوش دل من   لازم آمد بہ حبیباں بنویسد بنویسد

اس نظم کا آخری شعر یہ ہے ؎

خبر شوق محمد کہ بہ محمود رساند   کہ رضا را ز محباں بنویسد بنویسد

اس میں غالباً سلطان محمود شاہ ثانی گجراتی متوفی ۹۶۱ھ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس نظم میں غالباً اس خط کا ذکر ہے جو محمد رضا کے مرشد میاں محمد جیو نے سلطان محمود کو لکھا تھا۔

میاں محمد جیو غالباً حضرت سید محمود ابن شاہ شیخ جیو الموسوم بہ سید جلال ابن سید محمود ابن قطب عالم سید برہان الدین کے فرزند تھے۔ شیخ جیو نے ۹۴۱ھ میں پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی تھی۔ (تفصیلات کے لئے دیکھو مرات اسکندری صفحہ ۱۹۴)

محمد رضا اپنے مرشد کے بعد تقریباً (۷۰) سال زندہ رہے اور اپنی درازی عمر کا انھوں نے اس مجموعہ کے کئی اشعار میں ذکر کیا ہے۔ اپنی بیوی کی وفات کے قطعہ تاریخ میں ایک بیت لکھی ہے ؎

از درازی عمر صد افسوس   کہ بہ یک دم گذشتہ و شد کوتاہ

اسی طرح ایک نظم "در منقبت پیر دستگیر" میں ورق ۵۲ ب پر لکھا ہے ؎

عصائے پیری من پیر دستگیر شدہ   قد خمیدہ من چوں کماں و تبر شدہ
ز خدمت در پیر مغاں بہر دو جہاں   گدائے میکدہ را بیں کہ چوں امیر شدہ

ایک اور نظم میں اپنے پیر کی ورق ۵۵ پر اس طرح مدح لکھی ہے ؎

پیر فیض من بہ خاص و عام   دست شفقت بفرق سر دارد

دم باکش حیات و عمر ابد　　　نطق او زندگی ثمر دارد
اسم خویش میاں محمد جیو　　　کہ بہ اہل نیاز سر دارد
لقب او بڑا میاں در دہر　　　گرچہ از دہر الحذر دارد

اسی طرح متعدد نظموں میں اپنے مرشد کے فیوض باطنی کی تفصیلات لکھی ہیں۔

محمد رضا کی شاعری دراصل ان کے دل کی پکار ہے۔ وہ اعلیٰ پایہ کے شاعر ہیں اور زیادہ تر دلی جذبات و کیفیات قلمبند کرتے ہیں۔ قصۂ سکندر و دارا بیان کرنے میں ان کو دلچسپی نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اتنے بڑے مجموعے میں اپنے زمانہ اور ماحول کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ وہ بیرونی دنیا سے زیادہ اپنے ہی دل کی دنیا میں محو تھے اور یہی ان کے مرشد کا حکم بھی تھا۔ اس امر کی طرف یوں تو اکثر نظموں میں اشارے کئے ہیں مگر ایک طویل نظم محض اس موضوع کے لئے وقف کی ہے۔ اس کے چند اشعار یہ ہیں — (ورق ۱۵ ب)

شاعراں از برائے مطلب خویش　　　مدح گو در ثنائے میر و وزیر
گاہ نظمے کہ سر زدہ از من　　　از برائے کسے نہ شد تحریر
شعر مردم چو اطعمہ الواں　　　نظم احقر جو است و نان فطیر
لذت خورد چو ضعیفاں راست　　　نان جو باشد از برائے فقیر
بس درو مدح پیر خود می گو　　　مدح تو نیست گرچہ در خور پیر
نیست از گفتگوے فائدہ　　　خویشتن را بروں فگن ز ضمیر
نیست خود نیست ہست ہست کیست　　　ہست مطلق بداں صغیر و کبیر

ایک جگہ اپنی نسبت شطاری کا ذکر اس طرح کیا ہے — (ورق ۲۶)

باش راضی بہ وحدت احمد　　　کہ محمد رضا ز شطارہ است

۲۔ اردو کلام

اس مجموعہ میں اردو الفاظ اور ترکیبیں بہ کثرت درج ہیں مگر ایک طویل نظم بعنوان ریختہ لکھی ہے جس میں اردو اشعار بھی لکھے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں —

بے خود ز خود بودم شبے دیدم کہ یک نوشیں بجے　　　در حسن ماہ نخشبے اے بھائیو ہوں شتوں کروں
کاجل تا تک، دانتوں مسی، رتناں نے نینو گھر بسی　　　مکھ کھول کر مجہ سوں ہنسی اے بھائیو ہوں شتوں کروں
سب جوت اپسمیں پر دھری سرتا قدم نازوں بھری　　　عاشق نوازی منہ کری اے بھائیو ہوں شتوں کروں
...... بھر کہ کر کری دھر مانگ موتی کی لڑی　　　ٹیکی جڑا دن سوں جڑی اے بھائیو ہوں شتوں کروں
ہاتھ آرسی مکھ دیکھتی آپس کوں آپی سیکھتی　　　سب تیرن اپنی پیکھتی اے بھائیو ہوں شتوں کروں
اندر لباس زرزری آئی سجیں حور و پری　　　من میت سب مجہ پر پری اے بھائیو ہوں شتوں کروں
جگ جوت سوں نینو بھری دل کے پیچھے آ کر کھڑی　　　مد کے بد ہانے پر بھری اے بھائیو ہوں شتوں کروں
از ناز جسم پر حیا ساغر بد ستم بھر دیا　　　مد ہوش ہو کرمے پیا اے بھائیو ہوں شتوں کروں
برسات کی ہوے گھٹا یا دل چلے دامن اچا　　　بجلی کڑکتی جھلملا اے بھائیو ہوں شتوں کروں

یہ مخطوط خود محمد رضا کا لکھا ہوا مسودہ ہے۔ جگہ جگہ اشعار اور مصرعے تمزد کر کے رد و بدل کیا گیا ہے اور حاشیوں پر نئی نظموں کا اضافہ بھی کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب کیفیت طاری ہوتی تھی اس خم عشق میں اضافہ کیا جاتا تھا۔ مثلاً حاشیہ ورق ۳۷ب پر جس نظم کا اضافہ کیا ہے اس کا مطلع یہ ہے ؎

یا زخم عشق در جوش آمدہ — عالمے از شوق در ہوش آمدہ

یہ نظمیں اور غزلیں (۸۱) اوراق پر مشتمل ہیں گویا ان میں تین ہزار سے زیادہ اشعار ہیں۔ ان کے بعد ایک صفحہ خالی چھوڑ کر ورق ۸۲ب سے نئی کتاب کے طور پر مثنوی خم عشق لکھی گئی ہے جس میں (۱۴۰) ابیات ہیں۔

ابتداء۔ بہ بسم اللہ قلم را گیر در دست — بہ الرحمن رحیم از عشق شو مست
خوش آں عشقے کہ آں خلاق دادار — نمایاں سازدت ہر لحظہ دیدار

اختتام۔ گدارا باد نوشا نوش جامش — ز الہام است ایں ہر دم پیامش
رضا از حال می گوید نہ از قال — اگر عاشق شدی دانی تو احوال

رباعیات خم عشق

مثنوی کے بعد ہی دوسرے صفحے (ورق ۸۶ب) سے فارسی رباعیاں لکھی گئی ہیں جو تقریباً ایک سو ہیں۔ ان میں بھی تصوف و عرفان کے مضامین ہیں۔

ابتداء۔ در مجلس دہر ساز ہستی ہمہ پوچ — خیر بادۂ عشق وے پرستی ہمہ پوچ
پوچ است جہاں و اعتبارات جہاں — دریاب کہ رفت وقت مستی ہمہ پوچ

اختتام۔ در ظاہر و باطن بہ خدا باید بود — اندر ہمہ دم ز خود جدا باید بود
ہادی صراط مرتضیٰ دانستہ — پیوستہ شرع مصطفےٰ باید بود
من عاشق مست چشم شہلائے توام — من شیفتہ ایں قد و بالائے توام
تو بے خبر از جان من خستہ راز — رحمے بنما کہ سخت رسوائے توام

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ آخری ورق پر نیچے کو حاشیہ پر ایک مستطیل مہر ثبت ہے جس پر خط طغریٰ میں "شیخ محمود قادری ۱۱۰۹ھ" کندہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ ان کی ملک رہ چکا ہے۔ اس مجموعے کے پہلے ورق پر خود محمد رضا نے سرخ روشنائی میں یہ عبارت لکھی ہے ؎

"الجزو الاول من خم عشق محمد رضا عفی عنہ۔"

یہ نسخہ بہت ہی خفی خط نستعلیق میں بہت عمدہ لکھا گیا ہے۔ (۹۱) اوراق۔ ۱۹ اسطور فی صفحہ "۴×"۸۔

۹۵۴۔ رسالہ وجودیہ۔ قبل ۱۱۰۰ھ۔ سید میراں حسینی خدا نما — نثر اردو

حضرت سید میراں حسینی خدا نما حیدر آباد کے بڑے مشہور صوفی اور شاعر و ادیب اور شاہ امین الدین بیجاپوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ مشہور ہے کہ ان سے اورنگ زیب عالمگیر کی گفتگو ہوئی تھی اور ان کے لقب خدا نما پر سوال و جواب دکن میں ضرب المثل ہے۔ وہ ۱۱۰۰ھ میں فوت ہوئے اور ان کی درگاہ اور گنبد حیدر آباد

میں اب تک موجود اور مقبول ہے۔ ان کی اور ان کے مریدوں کی کئی کتابیں ادارے میں موجود ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ مشہور اردو نثر کی مبسوط کتاب ترجمہ شمائل الاتقیا ہے جس کا ذکر جلد اول ۲۲۹ پر اور جلد چہارم میں گذر چکا ہے۔

میراں جی کی غزلیں بھی متعدد بیاضوں میں محفوظ ہیں۔ دیکھو جلد اول ۱۵۲ و جلد سوم ۲۸۲۔ ان کی ایک نظم خوش نامہ کا ذکر جلد اول ۶۴ پر چھپ چکا ہے اور اسی کے سلسلہ میں ان کے حالات بھی لکھے گئے ہیں۔

میراں جی کے رسالۂ وجودیہ کے دو مخطوطے بھی ادارے میں محفوظ ہیں (دیکھو جلد اول صفحات ۱۹۹ و ۲۵۰)۔ مگر عجب بات یہ ہے کہ وہ دونوں اور زیر نظر مخطوطہ آپس میں بالکل مختلف ہیں۔ ان میں سے کسی کی عبارتیں ایک دوسرے سے نہیں ملتیں۔

زیر نظر مخطوطے کے ترقیمے میں اس کے کاتب محمد تسلیم نے کتاب اور مصنف کا نام اور سنہ کتابت لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ میراں جی کا رسالہ ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ـــ

"خوب صفتاں بے شمار اس صاحب کوں جس نے کنت کنزاً مخفیاً کا منظر رچیا لینے چھپے گنج تھیں۔ مبدا نور کر کر عارف لے ممتنع میا لے سینچر کیا اور ممکن تھیں شور کپڑا کہ واجب نگوں اُپرایا۔ ہور نعمت بے حد اس کے پیغمبر رسول اللہ پر جے ظہور کا سبب اس کی ذات با صفات تھیں ہوا۔ ہور رحمت ان گنت اس کے یاراں پر جے شہسوار دین ہور دنیا کے اتھے۔
اے سالک پہچان اس کے وجود کوں۔"

آخری عبارت یہ ہے ـــ

"یوں اس ہی ذات خدا کی ہے ہور ہر ایک چیز میں بھی یو نچ ہے۔ اس کی گواہی خدا دیا ہے کہ وہو بکل شئ علیم و ہو علےٰ کل شئ محیط۔"

ترقیمہ ـــ "تمت تمام رسالہ وجودیہ من کلام سید میراں خدانما خلیفہ شاہ امین اللہ۔ کتبہ العباد محمد تسلیم بواسطۂ محب حقیقی نورم بیگ سلمہٗ اللہ تعالیٰ۔ تاریخ نوزدہم شہر محرم الحرام ۱۰۷۵ھ در قصبہ کلیان۔"

لیکن روشنائی اور کاغذ کے لحاظ سے اس مخطوطہ کی کتابت ۱۱۷۵ھ کی معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کاتب نے سہواً سنہ غلط لکھدیا ہو۔ یہ مخطوطہ قلعہ کلیانی کے کتب خانہ ہی میں محفوظ تھا۔ چنانچہ اس پر وہاں کی مدور مہر بھی ثبت ہے۔ اگر سنہ کتابت ۱۰۷۵ھ ہی صحیح ہے تو یہ مخطوطہ شاہ میراں جی خدانما کی وفات کے صرف پانچ سال بعد لکھا گیا تھا اور اس لحاظ سے بڑی اہمیت کا مالک ہے۔

یہ رسالہ مجموعہ ختم عشق (نمبر ۹۵۳) کے ساتھ مجلد ہے لیکن دونوں کا خط اور کاتب جدا جدا ہیں۔ ختم عشق کے کاتب تو خود اس کے مصنف علی رضا ہیں جنھوں نے ۱۱۸۰ھ کے قریب اس کی کتابت کی۔

یہ مخطوطہ اس دور کی عام اردو کتابوں کے برخلاف خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے حالانکہ اس عہد میں خط ثلث عام طور پر دکنی کتابوں کے لئے رائج تھا۔ (۹) صفحات۔ ۱۳ سطور فی صفحہ۔ "۸ × ۴"

۹۵۵۔ مغزِ مرغوب ۔ شاہ کمال

مثنوی اردو

رسالۂ وجودیہ (نمبر ۹۵۴) کے کاتب ہی نے اس کے بعد اور اسی خط اور انداز میں یہ مختصر سی مثنوی بھی قلمبند کی ہے۔ مگر ابیات مسلسل بطور نثر لکھی ہیں۔

شاہ کمال کے حالات زندگی سخاوت مرزا صاحب نے تفصیل سے لکھ کر شائع کئے ہیں۔

ابتدا۔ احدٗ محمدؐ علی امام دایم ان سوں حال ۔ سب خاصوں سوں اللہ اللہ تو آکھو گیاں کمال

مغز مرغوب دھریا جانو اس نسخے کا نام ۔ مرشد موکھوں سمجھے تو ہوئے کشف تمام

بست نظم اور تین زیادت اس کا سب حساب ۔ ہر سن پچھان لے رہے تو ہر نعمت کا لاب

اختتام۔ تیجا آپ نہیں سو بوجھے کیتا کلام ایتیت ۔ ہر جو رہمی یعنی ان کوں تو تن سروپ نیست

اس پوچھے آپ نہیں بھی برتے توں میں تو نہیں ۔ شاہ کمال کے پگوں لاگے اس پر جوں میں ہیں

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے کاتب بھی محمد تسلیم ہی ہیں جنھوں نے رسالہ وجودیہ ۱۱۷۶ھ میں قصبہ کلیانی میں نورم بیگ کے لئے لکھا ہے۔

اس منظوم رسالے میں حسب ذیل ابواب ہیں۔

باب ۱ بیان چہار وجود	باب ۲ بیان چہار فرشتہ
" ۳ بیان چہار فہم	" ۴ بیان چہار نفس
" ۵ بیان چہار راہ	" ۶ بیان چہار منزل
" ۷ بیان پانچ نوکر	" ۸ بیان چہار شہادت

یہ رسالہ اتنا مختصر لکھا گیا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف عنوانات ہیں۔ مگر فنی زبان اور تصوف کی اصطلاحوں میں اجمال کے ساتھ مطالب سمجھایا گیا ہے اس لئے ممکن ہے کہ پورا رسالہ اتنا ہی ہو۔

اس کے اختتام پر کچھ احادیث اور فارسی اشعار لکھے گئے ہیں۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے بلکہ یہ مقفیٰ عبارت کسی اور کم سواد کاتب نے لکھی ہے۔ یہ اس لئے اہم ہے کہ اردو میں ہے۔ املا بھی غلط ہے۔ صحیح املا کے ساتھ یہاں نقل کی جاتی ہے۔

"ایں کتاب ملک فلاں بن فلاں اہے والسّلام خیر الکلام۔ جنت میں مقام شیطان ہمارا غلام۔ شیطان کوں موں میں کانٹیاں کی لگام لا ہے۔ والسّلام۔"

یہ مخطوطہ عمدہ نستعلیق خط میں لکھا گیا ہے۔ مگر ابیات بطور نثر مسلسل لکھی ہیں۔ خم عشق (نمبر ۹۵۳) اور رسالۂ وجودیہ (نمبر ۹۵۴) کے ساتھ مجلد ہے۔ جلد چمڑے کی قدیم ہے جس پر عمدہ نقش و نگار کے آثار بھی موجود ہیں۔

۸ صفحات ۔ فی صفحہ ۱۳ سطور ۔ "۴×۸"۔

۹۵۶۔ تن نامہ (قریب ۱۱۰۰ھ)۔ برہان الدین جانم بیجاپوری اردو نثر

یہ قدیم اردو نثر کا ایک رسالہ ہے جس میں انسان کے جسم اور مختلف اعضاء کا بیان صوفیانہ اور عارفانہ نقطۂ نظر سے لکھا گیا ہے۔ اس کے مصنف کا نام درج نہیں اور نہ ہی کتاب ہی کا نام کہیں لکھا ہے۔ کوئی ترقیمہ بھی نہیں ہے۔ مگر اسی جلد میں اسی کاتب نے اس رسالۂ نثر کے بعد دو فارسی نظمیں شمس تبریزی اور خواجہ بندہ نواز کی نقل کرنے کے بعد شاہ برہان الدین جانم سے منسوب ایک اردو نظم لکھی ہے اور اس رسالے کی زبان و اسلوب بھی شاہ برہان الدین کے رسائل کی طرح ہے۔ اس لئے اس کو راقم نے انہی کی تالیف قرار دیا ہے۔ مگر یہ امر بھی توثیق طلب ہے۔

یہ رسالہ موضوع کے لحاظ سے بہت دلچسپ ہے۔ اس میں جملہ انسانی اعضاء کی خصوصیات پر تصوف کی اصطلاحوں میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ عربی حمد و نعت و درود کے بعد اردو عبارت کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے:۔

"یو تن واجب الوجود۔ اس کوں خدائے تعالیٰ پانچ چیزوں سوں پیدا کیا۔ سو کون۔ ماٹی۔
پانی۔ آگ۔ بارا۔ خالی۔
ماٹی کے گن پانچ = ہڈاں۔ رگاں۔ گوشت۔ چمڑا۔ بال۔
پانی کے گن پانچ = مغز۔ جلاب۔ خوی۔ ارخت۔ آب منی۔
بارے کے گن پانچ = ہلنا۔ چلنا۔ بھکنا۔ بسرنا۔ کانپنا۔
آگ کے گن پانچ = بھوکہ۔ پیاس۔ سستی۔ نیند۔ ہضم۔
خالی کے گن پانچ = مہر۔ بخیلی۔ غصہ۔ ڈر۔ امید۔"

اس کے بعد ہر ایک کی خاصیت بھی۔ محل وغیرہ تفصیل سے قلمبند کی ہے۔

ایک جگہ انسانی تن کو زمین سے جو مشابہت ہے اس کی تفصیل اس طرح لکھی ہے:۔

"زمیں پر جیوں دریا ہے تیوں اس تن میں پیٹ ہے۔ زمین پر جیوں پہاڑ ہے تیوں اس تن میں ہڈاں ہیں۔ زمین پر جیوں ندیاں ہیں تیوں اس تن میں رگاں ہیں۔ زمیں پر جیوں جھاڑ ہے تیوں اس تن میں بال ہیں۔ زمین کے جھاڑ پر جیوں جناور ہے ساڑھے تین لاکھ کروڑ آنگ کے بال ہیں۔"

یہ رسالہ معمولی نستعلیق خط میں لکھا گیا ہے۔ ناقص الآخر ہے۔ کاتب نے صفحہ کے درمیان سے یکایک کتابت ترک کر دی ہے۔ اس کا اختتام اس عبارت پر ہوتا ہے:۔

"نفس لوامہ سو خدا کا امر کرتا ہور اپنے بھلائے کچھ نہیں کرتا۔ خاصیت اس کی کم کھانا، کم بولنا، کم سونا، کم چلنا۔ قلب سوں اس دل بغیر روح متحرکہ کوں قید کر ہمارا نہیں۔ عقل وہم سو ہر ایک چیز کوں اس کے کام کے لایق جاننا۔ فرشتہ موکل مہتر اسرافیل۔ سو یتے بارے کا حوالے کا فرشتہ ہے۔ بارے کوں بہوت جلدی ہے۔ ہور اس تن کوں بھی جلدی ہے۔ اس واسطے اس تن کا موکل اسرافیل کوں رکھے ہیں۔ یعنی روحانی تن کوں پرورش کرنا شہادت

وجد اسو ممکن کوں گذر کر ممتنع "

یہ مخطوطہ نواب میر سعادت علی صاحب رضوی کا عطیہ ہے۔

۷ ورق - ۱۲ سطور فی صفحہ - "۴ × "$6\frac{1}{2}$ -

۹۵۷۔ منظومات۔ (قبل ۱۱۰۰ھ) شمس تبریز، خواجہ بندہ نواز۔ برہان الدین جانم نظم اردو و فارسی

تن نامہ (نمبر ۹۵۶) کے بعد اسی کاتب نے شمس تبریز، خواجہ بندہ نواز اور برہان الدین جانم کی نظمیں نقل کی ہیں جن میں موخرالذکر بہت اہم ہے۔

۱۔ شمس تبریز کی ایک مشہور غزل کے (۹) شعر ہیں۔ مطلع و مقطع یہ ہے ـــ

چہ تدبیرے مسلماناں کہ من خود را نمی دانم ــــ نہ ترسا و یہودیم نہ گبرم نا مسلمانم

الا اے شمس تبریزی چرا مستی دریں عالم ــــ بجز مستی و مدہوشی نباشد کار سامانم

۲۔ خواجہ بندہ نواز کی نعت کے ۱۲ شعر ہیں۔ مطلع و مقطع یہ ہے ـــ

چند سوزم در فراقت یا محمدؐ مصطفےٰ ــــ کے بہ بینم من جمالت یا محمدؐ مصطفےٰ

شد حسینی جاں غلام از بندگانت اے نصیر ــــ جملہ امت را شفاعت یا محمدؐ مصطفےٰ

۳۔ برہان الدین جانم کی ایک اردو نظم بطور غزل درج ہے۔ مگر دراصل یہ ایک مرثیہ ہے۔ اور اگر یہ برہان الدین جانم ہی کا ہے تو معلوم ہوگا کہ محمد قلی قطب شاہ کے علاوہ ۱۱۰۰ھ سے قبل دوسرے شعرا بھی مرثیے لکھا کرتے تھے۔ خاص کر بیجاپور کے کسی اتنے قدیم اردو مرثیے کا اب تک پتہ نہیں چلا تھا۔ گویا یہ اردو کے ابتدائی مرثیوں میں سے ہے اور اس لحاظ سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس سے پہلے کے کسی اور مرثیہ کا اب تک کسی کو علم نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سنی المذہب صوفیوں ہی نے مرثیہ نگاری کی ابتدا کی تھی۔

اس مرثیہ میں ۱۶ شعر ہیں۔ چند شعر درج ذیل ہیں ـــ

محرم کا چندر پھر گگن پہ لے ماتم ہوا پیدا ــــ محباں کے دلاں میں سب شہاں کا غم ہوا پیدا

مکاں ست گنج مخفی کا لیا ہے جبیں سفلی کا ــــ بھر اگر رسم علوی کا یو سب عالم ہوا پیدا

احد وحدت میں احمد ہو ہوا ظاہر محمدؐ ہو ــــ حسین سرور او ظاہر اسم اعظم ہوا پیدا

مطیع العلم جوں سرور علی تھے باب جوں رہبر ــــ سو معنی علم کا ظاہر شہ اکرم ہوا پیدا

رہیا طاقت نہ طاعت کوں دیئے تشبیہ راحت کوں ــــ سو اس غم کی جراحت کوں نہ کیں مرہم ہوا پیدا

جناور وحش ہور طیران سو دریا کے ہو ہوجاں ــــ تم حبیب کے غم کے فوجاں لے شبہ کے سم ہوا پیدا

شہاں کے تیں سرانے کوں نیابت غم کا پانے کوں | یو دکھ شہہ کا بجھانے کوں سو جام جم ہوا پیدا
ہوا ماتم رسول اوپر علی ہور فاطمہ اوپر | نین نرگس کے پھولاں پر انجو شبنم ہوا پیدا
جلی قلبی میں غم بستا سو روحی میں عیاں دستا | یو ہے سری سو والبستا خفی جانم ہوا پیدا

لیکن اس مرثیے کی زبان نسبتاً صاف ہے اور اس کے مقطع میں لفظ روحی کے آنے سے مجھے شبہ ہے کہ یہ پیرزادہ روحی کا مرثیہ ہوگا۔ لیکن اس مرثیہ کے عنوان پر صاف طور پر شاہ برہان الدین درج ہے اور آخری شعر میں جانم پر تخلص کی علامت دی گئی ہے اور اس جلد کے ابتدائی اوراق میں برہان الدین جانم کا ایک رسالہ نثر درج ہے۔ ان سب امور کے پیش نظر اس کو برہان الدین جانم ہی کا مرثیہ قرار دیا جا سکتا تھا مگر اسی مرثیہ کا بیان تذکرہ جلد اول میں صفحہ ۲۶۴ پر روحی کے مرثیہ کے طور پر درج ہو چکا ہے۔ اس مرثیہ کے بعد چند صفحات پر قرآنی آیات اور عربی عبارتیں درج ہیں۔ ایک صفحہ پر حضرت غوث اعظم کے سلسلہ میں مرید کرنے کا صیغہ لکھا ہے اور دوسرے صفحہ پر صحابہ کرام اور اہل بیت نبی کی وفات کی تاریخیں فارسی عبارت میں لکھی ہوئی ہیں۔

خط نسخ و نستعلیق معمولی شکستہ آمیز ہے۔ کاغذ قدیم ہے۔ کوئی ترقیمہ نہیں۔ رسالہ تن نامہ شاہ برہان الدین جانم (نمبر ۹۵۶) کے ساتھ مجلد ہے۔ نواب میر سعادت علی صاحب رضوی ایم اے کا عطیہ ہے۔

۹ صفحات۔ ۱۲ سطور فی صفحہ۔ ''۴ × ''۶½۔

۹۵۸۔ چہار نامہ و رسالہ چہار پیر و چہاردہ خانوادہ (قبل ۱۱۰۰ھ) — نثر فارسی

۱۔ رسالہ چہار نامہ — یہ فارسی نثر میں ایک تصوف کا رسالہ ہے جس میں اکثر اسلامی مشاہیر کو چار قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مثلاً

چار پیر شریعت ــ آدم صفی اللہ۔ نوح نبی اللہ۔ ابراہیم خلیل اللہ۔ محمدؐ رسول اللہ۔
چار پیر طریقت ــ ابوبکر صدیقؓ۔ عمر ابن الخطابؓ۔ عثمان ابن عفانؓ۔ علی ابن ابی طالبؓ۔
چار پیر حقیقت ــ موسیٰ کلیم اللہ۔ عیسیٰ روح اللہ۔ داؤد خلیفۃ اللہ۔ محمدؐ رسول اللہ۔
چار پیر خلافت ــ خواجہ حسن بصری۔ کمیل بن زیاد۔ خواجہ قاضی شریح۔ اویس قرنی۔
چار پیر خانوادہ ــ امام حسنؓ۔ امام حسینؓ۔ خواجہ حسن بصری۔ کمیل بن زیاد۔
چار پیر اقطاب ــ سید عبدالقادر جیلانی۔ شیخ ابو مدین شعیب مغربی۔ سلطان احمد کبیر رفاعی۔ شیخ ابواسحاق ابراہیم۔
چار پیر رکن ــ شیخ عبدالکریم۔ شیخ عبدالرحیم۔ شیخ عبدالجلیل۔ شیخ عبدالرشید۔
چار پیر اخلاص ــ خواجہ معین الدین چشتی۔ شیخ شہاب الدین سہروردی۔ خواجہ بہاء الدین نقشبندی۔ شیخ بدیع الدین شاہ مدار۔
چار پیر اسمات ــ ترکستان خواجہ احمد۔ خراساں امام علی موسیٰ رضا۔ کوہستان شاہ ناصر خسرو۔ ہندوستان شیخ فرید شکر گنج۔

ب۔ رسالہ چہار پیر و چہاردہ خانوادہ

چہار نامہ کے بعد ایک اور چھوٹا سا فارسی نثر کا رسالہ ہے جس میں عربی حمد و نعت کے بعد رسالہ کا موضوع اور خواجہ حسن بصری کے ارشادات بیان کئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے :۔

حضرت علی کے چار مرید تھے۔ امام حسن، امام حسین، کمیل بن زیاد، خواجہ حسن بصری۔

خواجہ حسن بصری کے چار مرید تھے۔ شیخ حبیب عجمی، عبدالواحد بن زید، رابعہ بصری، کمیل بن زیاد۔

شیخ حبیب عجمی خلیفہ حسن بصری سے (۹) خانوادے نکلے۔

۱۔ حبیبیان۔ عبدالرحمن سے نکلا۔
۲۔ طیفوریاں۔ سلطان بایزید بسطامی سے نکلا۔
۳۔ کرخیاں۔ شیخ معروف کرخی سے نکلا۔
۴۔ سقطیاں۔ شیخ سری سقطی سے نکلا۔
۵۔ جنیدیاں۔ شیخ جنید بغدادی سے نکلا۔
۶۔ گازرونیاں۔ شیخ ابوسعید گازرونی سے نکلا۔
۷۔ طوسیاں۔ خواجہ عیاض طوسی سے نکلا۔
۸۔ فردوسیاں۔ سلطان احمد کبیر فردوسی۔
۹۔ سہروردیاں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی۔

خواجہ عبدالواحد بن زید خلیفہ حسن بصری سے (۵) خانوادے نکلے۔

۱۔ زیدیاں
۲۔ عیاضیاں۔ فضیل بن عیاض سے نکلا۔
۳۔ ادہمیاں۔ سلطان ابراہیم ادہم سے نکلا۔
۴۔ ہبیریاں۔ خواجہ ہبیرۃ البصری سے نکلا۔
۵۔ چشتیاں۔ خواجہ قطب الدین مودود چشتی سے نکلا۔

اس طرح صوفیا کے (۱۴) خانوادے جاری ہوئے۔

اس رسالے کے بعد فارسی نظم میں ہر مہینے کی جو تاریخیں منحوس ہوتی ہیں ان کی وضاحت آٹھ ابیات میں بیان کی ہے۔ اس مثنوی کی ابتدائی اور آخری بیت یہ ہے سے

ہفت روزے نحس باشد در مہے ۔۔۔ زاں حذر کن تا نیابی ہیچ رنج

ہفت و پنج دندان حضرت شد شہید ۔۔۔ آں زجنگ کافراں آزار دید

یہ تمام چھوٹے چھوٹے رسائل مخطوطات نمبر ۹۵۶ و ۹۵۷ کے ساتھ ایک ہی کاغذ اور قلم سے لکھے گئے ہیں اور ایک ہی ساتھ مجلد ہیں۔ کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ نواب میر سعادت علی رضوی صاحب کا عطیہ ہے۔

۷ صفحات۔ ۱۳ سطر فی صفحہ۔ "۴ × "۶

۹۵۹۔ لگن نامہ۔ (قریب ۱۱۰۰ھ) نظم اردو

یہ ایک دلچسپ اور اعلیٰ پایہ کی مثنوی ہے جس میں دکن کے کسی صوفی شاعر نے عورتوں کو مخاطب کرکے نصیحتیں کی ہیں اور تصوف کے مضامین سلیس اور اچھے شاعرانہ پیرائے میں منظوم کئے ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ مثنوی ناقص الآخر ہے۔ اس کے مصنف کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ ممکن ہے شاہ میراں جی ثانی خدانما کی

تصنیف ہو۔ اتنا ظاہر ہے کہ سنہ ۱۱۰۰ھ اور سنہ ۱۱۸۰ھ ہجری کے درمیانی زمانہ کے دکنی شاعر تھے۔ اس مثنوی کا آغاز اس طرح کیا ہے ؎

تمنا کوں اے سہیلیاں پیو سوں لجا ملاؤں
ٹک کان دھر سنو تو میٹھا بچن سناؤں

پیو کے اوپر سوں یاروتن من الیس کا وارو
پیو کوں سمجھ کے دل میں یک دم نکو بسارو

پیو کے چرن کی ماٹی سر سر نین میں بہاؤ
مثل عبیر اوس کوں ماتھے اوپر لگاؤ

پیو باج کوئی سانچا ساتھی ملے نہ دوجا
کیوں تج کوں اے سہیلی دنیا کا عشق سوجھا

جوبن پو ہو چلی بھول مد مست اے دیوانی
جوبن کے آوے نبیں چلنے لگی اوتانی

اس مثنوی میں بحالت موجودہ (۷۴) ابیات ہیں اور اس کی آخری ابیات یہ ہیں ؎

کانوں سوں دل کے سن لے کیا خوب اے سخن ہے
ارواح جانور ہے اور پنجرہ بدن ہے

دایم رہے نہ ہرگز ارواح تجہ بدن میں
قایم رہیں نہ پھولاں کھل کھل کے پھولین میں

اپنے چمن کے پھولاں نالے اپیچ توڑے
اس جھاڑ بار کانے اوس کوں بھی کون چھوڑے

او پھول بھی اپن ہے بلبل بھی اواپن ہے
قمری بھی اواپن ہے سنبل بھی اواپن ہے

گلشن بھی اواپن ہے سنبل بھی اواپن ہے
جنگل بھی اواپن ہے اور باغ بھی اپن ہے

اول بھی اواپن ہے آخر بھی اواپن ہے
باطن بھی اواپن ہے ظاہر بھی اواپن ہے

پوری نظم شعری محاسن اور عمدہ نصائح سے معمور ہے اور اب تک کسی اور کتب خانہ میں اس کے موجود ہونے کا علم نہ ہو سکا اس لئے اہمیت رکھتی ہے۔

اس مخطوطے کے آخری ورق پر ایک اردو رباعی درج ہے جس میں شاہ سراج اورنگ آبادی کی ہجو لکھی گئی ہے۔ اس ہجو سے معلوم ہوتا ہے کہ برہان پور میں سراج کے حاسد بھی موجود تھے اور جب وہ برہان پور گئے تھے اور وہاں کے متعدد شاعر مرزا عطا ضیاء وغیرہ ان کے شاگرد ہوئے تو دوسرے اساتذۂ سخن حسد کی آگ میں جلنے لگے۔ شاہ سراج کے سفر برہان پور کے ذکر کے لئے دیکھو مخطوطات نمبر ۹۳۷ تا ۹۴۷ جن کی تفصیلات اسی جلد میں درج کی گئی ہیں۔

رباعی - ہجو شاہ سراج

بھیک کے لے ہاتھ کانسے آئے ہیں
موت شربت کے پیاسے آئے ہیں
شہر برہان پور میں میاں سراج
مامار جلو کے نواسے آئے ہیں

اس رباعی سے سراج اورنگ آبادی کی زندگی کے ایک رخ پر روشنی پڑتی ہے اس لئے اہم ہے۔

یہ مخطوطہ غالباً برہان پور میں لکھا گیا ہے۔ معمولی خط نستعلیق میں ہے۔ کاتب نے اپنا نام لکھا اور نہ سنہ کتابت۔ یہ لگن نامہ بھی تن نامہ، چہار نامہ (مخطوطات نمبر ۹۵۶ ۹۵۸) کے ساتھ ایک ہی کاغذ اور خط میں لکھا گیا ہے اور ان کے ساتھ ہی مجلد ہے۔ نواب میر سعادت علی رضوی صاحب نے ادارے میں بطور تحفہ داخل کیا ہے۔

۸ صفحات - ۱۲ سطور فی صفحہ - ۴ × ۶½

۹۶۰۔ ریحان معراج (۱۲۴۷ھ)۔ سید ضمیر لکھنوی — مثنوی اردو

اس مثنوی کا ایک اور مخطوطہ جو ناقص الاول ہے۔ ادارے میں نمبر ۵۴۸ پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات جلد سوم کے صفحات ۸۸ تا ۹۰ پر لکھی جا چکی ہیں۔ وہ نسخہ ۱۲۸۰ھ کی کتابت تھا اور زیر نظر مخطوطہ ۱۲۶۵ھ کا مکتوبہ ہے گویا اس سے قدیم ہے اور تالیف سے صرف (۱۸) سال بعد نقل کیا گیا ہے۔

یہ مخطوطہ ابتدا اور آخر سے مکمل ہے اور جلی نستعلیق خط میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں اور سرورق پر عربی میں یہ عبارت بخط نسخ درج ہے۔

"ھذا ھوالکتاب المستطاب المسمیٰ بریحان معراج الموافق لاحادیث الامامیہ وقد ذکرہ المجلسی فی حیواۃ القلوب۔ وتاریخ النظم فیضان شاہ سنہ ۱۲۴۷ھ"

ابتدا۔
کروں حمد پروردگار قدیم — کریم و رحیم و سمیع و بصیر
وہی خالق ظلمت و نور ہے — دلوں سے قریب چشم سے دور ہے

اختتام۔
ہوا ختم معراج نامہ جو ہیں — ہوئی فکر تاریخ کی دل نشیں
ندا آئی ہاتف کی بے اشتباہ — کہو اس کی تاریخ فیضان شاہ

اس مخطوطہ میں غلام نجف کا فارسی قطعہ تاریخ درج نہیں ہے جو مخطوطہ نمبر ۵۴۸ میں شامل ہے۔

ترقیمہ۔ "الحمد للہ کہ کتاب ریحان معراج بتاریخ یکم شہر جمادی الاول سنہ ۱۲۶۵ھ روز چہارشنبہ ...... باختتام رسید۔"

کاتب کا نام بعد میں کسی نے اس طرح قلمزد کر دیا ہے کہ پڑھا نہیں جاتا۔ ادارے میں نواب عنایت جنگ بہادر نے بطور عطیہ داخل کیا ہے اور اس کے پہلے ورق پر ان کے دستخط اور مہر "مصدر الطاف و عنایت حسین" ثبت ہے۔

۹۴ ورق۔ ۱۰ سطور فی صفحہ۔ "۸×"۱۱۔

۹۶۱۔ موضح قرآن۔ (۱۲۰۵ھ)۔ شاہ عبدالقادر دہلوی — نثر اردو

دہلی کے مشہور و معروف خاندان مصنفین کے ایک فرد شاہ عبدالقادر ابن شاہ ولی اللہ ابن شیخ عبدالرحیم محدث دہلوی کی اردو تفسیر قرآن کا یہ مخطوطہ اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ یہ اسی سال نقل کیا گیا ہے جس سال کہ ترجمہ کیا گیا تھا۔ شاہ عبدالقادر نے سبب تالیف کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ۔

"کلام پاک اوس کا عربی زبان میں ہے اور ہندوستانی کو اس کا ادراک محال۔ اس واسطے اس بندۂ عاجز عبدالقادر کو خیال آیا کہ جس طرح ہمارے والد بزرگوار حضرت شیخ ولی اللہ بن عبدالرحیم محدث دہلوی برجستہ فارسی کر گئے ہیں۔ سہل و آسان اب ہندی زبان میں قرآن شریف کو ترجمہ کرے۔

الحمد للہ کہ سنہ ۱۲۰۵ بارہ سو پانچ میں میسر ہوا۔ اب کئی باتیں معلوم رکھیے ....
چوتھی یہ کہ اول فقط ترجمہ قرآن کا ہوا تھا۔ بعد اس کے لوگوں نے خواہش کی تو بعضے فوائد زاید بھی متعلق تفسیر داخل کئے۔ اوس فائدے کے امتیاز کو صرف ف نشان رکھا۔ اگر کوئی مختصر چاہے صرف ترجمہ لکھے .... اور اس کتاب کا نام موضح قرآن ہے اور یہی اس کی صفت ہے اور یہی اس کی تاریخ ہے۔

اس مخطوطے میں صرف نصف قرآن کا ترجمہ شریک ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ــــ

"الٰہی شکر تیرے احسان کا ادا کر دں کس زبان سے کہ ہماری زبان گویا کی اپنے نام کر اور دل کو روشنی دے اپنے کلام کر۔"

اس مخطوطے کا اختتام اس عبارت پر ہوتا ہے ــــ

"پھر جس کو امید ہو ملنے کی اپنے رب سے سو کرے کچھ کام نیک اور ساجھا نہ رکھے اپنے رب کی بندگی میں کسی کا۔"

ترقیمہ ۔ "تمت تمام شد نصف تفسیر کلام اللہ در زبان ہندی گفتہ حضرت مولوی صاحب قبلہ شاہ عبدالقادر صاحب برادر حضرت مولوی صاحب قبلہ مولوی عبدالعزیز صاحب سلمۂ اللہ تعالیٰ بتاریخ بست و دوم شہر جمادی الثانی سنہ ۱۲۰۵ ہجری بوقت چہار گھڑی شب گذشتہ با تمام رسید۔"

کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ مگر ترقیمے کی طرز عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاہ عبدالقادر صاحب کے کوئی شاگرد ہوں گے اور یہ مخطوطہ تالیف تفسیر کے چند ماہ کے اندر ہی اصل مسودے سے نقل کیا گیا تھا اور اس لئے اہمیت رکھتا ہے۔

اردو عبارتوں کا خط عمدہ نستعلیق ہے اور قرآنی آیات پاکیزہ اور خوش خط نسخ میں لکھی گئی ہیں۔ پہلے صفحہ کی پیشانی پر سید امجد علی خاں کی ایک مستطیل مہر ثبت ہے جس پر نام کے ساتھ ۱۲۱۳ھ کندہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی ملک رہ چکا تھا۔ ادارے میں نواب عنایت جنگ بہادر نے بطور عطیہ داخل کیا ہے اور اس کے آخری ورق پر ان کی ایک بیضوی مہر ثبت ہے جس پر ان کے نام کا سجع "مصدر الطاف و عنایت حسین ۱۳۳۶ھ" کندہ ہے۔

۳۷۳ ورق ۔ ۱۴ سطور فی صفحہ ۔ "۷ × "۱/۲ ۹

---

۹۶۲ ۔ یادگار بنکٹی داس ۔ سنہ ۱۳۰۷ھ ۔ رائے بنکٹی داس منصبدار — تاریخ نثر اردو

بنکٹی داس ولد گردھر داس حیدر آباد کے منصبدار علاقۂ رکاب سعادت اور نواب میر محبوب علی خان غفران مکان آصفجاہ سادس کے دست گرفتہ اور ان کی سرکار میں نائب سررشتہ دار تھے۔ ان کے والد راجہ رنچھوڑ رائے آصفجاہی کے ہمشیر زادے تھے۔ رنچھوڑ رائے کے جد امجد رائے برج داس کو سنہ ۱۱۱۴ھ میں اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے رائے کے خطاب اور منصب ہفت صدی پر سرفراز کر کے آصفجاہ کا رفیق بنایا تھا۔ وہ سررشتہ دار منصبداران

مد خرچ کے عہدہ پر فائز اور اورنگ آباد اور دلی میں آصفجاہ کے ساتھ مقیم تھے۔ ان کے بعد ان کے فرزند لالہ ادتم رام اور ان کے بعد راجہ بلب داس ان آبائی عہدوں پر یکے بعد دیگرے سرفراز رہے۔ بلب داس نادر شاہ کی آمد دہلی کے وقت آصفجاہ کے ہمراہ تھے اور بعد میں ناصر جنگ اور صلابت جنگ کے زمانہ میں بھی خدمت سررشتہ داری منصبداران پر مامور تھے۔ ان کی وفات پر ان کے فرزند رائے برج الیشور داس کو صلابت جنگ نے خدمت سررشتہ داری اور ایک ہزار و پانصدی منصب سے نوازا تھا۔ ان کے فرزند مادھو داس کو نظام علی خاں آصفجاہ ثانی نے بتاریخ ۲۷ رجب ۱۲۰۳ھ جلوس شاہ عالم ہفت صدی منصب اور سررشتہ داری بخشی۔ ان کے بعد ان کے فرزند رائے جدکاری داس اس خدمت پر مامور ہوئے تھے۔ ان کا انتقال ۱۲۴۹ھ میں ہوا تو نواب ناصر الدولہ آصفجاہ رابع نے ان کے فرزند راجہ رگھوناتھ داس کی سرپرستی کی اور ان کو خطاب راجہ اور ایک ہزاری منصب سے سرفراز کیا۔ اس وقت سے یہ راجہ صاحب ۱۳۰۱ھ تک اسی خدمت پر مامور تھے اور اپنی بہن کے بیٹے نکھٹی داس کو حکم دیا تھا کہ اردو میں آصفی حکمرانوں کے حالات مرتب کریں۔ چنانچہ یہ کتاب انہی کے حکم پر مرتب ہوئی ہے اور اس کے سبب تالیف میں نکھٹی داس لکھتے ہیں :۔

"یہ مور ضعیف حسب فرمائش راجہ صاحب موصوف کے اپنی ناقص عقل سے مختصر حال خاندان آصفیہ کا اور ان کے وزیروں کا تواریخوں سے بہ تجسس تمام منتخب و ہموار کر کے روشن و مبرہن کرتا ہے۔"

یہ تاریخ نو طبقوں یا ابواب پر منقسم کی گئی ہے جن کی تفصیل یہ ہے :۔

طبقہ ۱ میر قمرالدین نظام الملک آصفجاہ ۱۰۸۲ھ ۔ ۱۱۶۱ھ
" ۲ میر احمد علی خاں ناصر جنگ ۱۱۳۶ھ ۔ ۱۱۶۴ھ
" ۳ ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ ۔ ۱۱۶۴ھ
" ۴ سید محمد خاں صلابت جنگ ۔ ۱۱۷۷ھ
" ۵ میر نظام علیخاں آصفجاہ ثانی ۱۱۴۷ھ ۔ ۱۲۱۸ھ
" ۶ میر اکبر علیخاں سکندر جاہ ۱۱۸۱ھ ۔ ۱۲۱۸ھ
" ۷ میر فرخندہ علیخاں ناصر الدولہ ۱۲۰۹ھ ۔ ۱۲۷۳ھ
" ۸ میر تہنیت علیخاں افضل الدولہ ۱۲۴۳ھ ۔ ۱۲۸۵ھ
" ۹ میر محبوب علیخاں آصفجاہ سادس ۱۲۸۳ھ ۔

یہ تاریخ بہت اختصار کے ساتھ مرتب کی گئی ہے اور تاریخوں اور سنوں کے اندراج میں کافی صحت اور تجسس سے کام لیا گیا ہے۔ اس کا آغاز اس طرح کیا ہے :۔

"الحمد للہ احسان اس خدا کا کہ جس نے ارض و سما کو پیدا کیا اور زبان انسان کو واسطے اپنی حمد بیان کرنے کے اپنے کرم سے گوہر معنی بخشا اور گویا کیا۔ تب وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے۔ قلم جو لکھے اوس سے افزود ہے۔"

اسی سلسلہ میں اپنا نام اور سرکاری تعلق اس طرح واضح کیا ہے :۔

"یہ مسمی نکھٹی داس خلف الصدق گردھر داس منصبدار علاقہ رکاب عالی تنخواہ یاب خزانہ صرف خاص و دست گرفتہ نواب میر محبوب علی خاں بہادر فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک آصفجاہ بہادر مدظلہ العالی دام اقبالہ کا ہے اور مدام سے راجہ صاحب راجہ رگھوناتھ رائے آصفجاہی

سررشتہ دار منصبداران رکاب سعادت و دیوانی کی پیش دستی میں عمر اپنی بسر برد کرتا ہے۔"

اس تاریخ کا اختتام اس عبارت پر ہوتا ہے:۔

"حق تعالیٰ اس رئیس کو ہم غربایان کے سر پر تا ابد مدت قائم دائم رکھے۔ فقط۔ واضح باد کہ این یادگار بتاریخ بیست و ششم شہر جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ روز دوشنبہ بفراغت سہ گھنٹہ روز باقی ماندہ صورت اختتام یافت اللہ بس باقی ہوس۔"

ترقیمہ:۔ "الداعی نیاز کیش رنگیلداس خلف الصدق رگھناتھ داس منصبدار ہمشیرہ زادہ حقیقی راجہ رنچھوڑ رائے آصفجاہی سررشتہ دار منصبداران۔"

اس کے محاذی لکھا ہے:۔ "سرمایہ بہار یادگار بنکٹی داس۔" ۱۳۰۷ھ

اس ترقیمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے کاتب خود مصنف کے ابن عم تھے اور انھوں نے اپنے چچیرے بھائی کے مسودہ کو خاص اہتمام کے ساتھ نارنجی رنگ کی دوہری جدولوں کے درمیان خوش خط نستعلیق میں نقل کیا تھا۔ اسی روشنائی میں سرورق کو بھی نقش و نگار سے آراستہ کیا ہے اور ہر رئیس کے حالات الگ سرخی قائم کر کے لکھے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس علم دوست خاندان کے افراد اب بھی موجود ہیں یا نہیں۔ تاہم دیباچہ کتاب اور ترقیمہ سے اس کی نسبت جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ان کے لحاظ سے اس خاندان کا شجرہ مرتب کر کے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

شجرۂ خاندان مصنف بنکٹی داس

رائے بھکاری داس ولد مادھو داس آصفجاہی
متوفی ۱۲۴۵ھ ۔ ہفت صدی منصبدار عہد ناصر الدولہ

راجہ رنچھوڑ داس (سررشتہ دار منصبداران رکاب سعادت) — دختر

گردھر داس ← بنکٹی داس ۔ مصنف تاریخ ہذا

رگھناتھ داس ← رنگیلداس ۔ کاتب تاریخ ہذا

یہ مخطوطہ یادگار بنکٹی داس نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ اس کے سرورق پر ان کی ایک چھوٹی مستطیل مہر ثبت ہے جس پر "عنایت جنگ ۱۳۲۴ھ" کندہ ہے اور آخری صفحہ پر ترقیمے کے قریب ایک بیضوی بڑی مہر ثبت ہے جس پر مصدر الطاف و عنایت حسین ۱۳۳۶ھ کندہ ہے۔

۱۵ صفحات ۔ ۸ سطور فی صفحہ ۔ "۹ × ۶½

۹۶۳۔ یادگار بنکٹی داس۔ (۱۳۰۸ھ) ۔ رائے بنکٹی داس منصبدار — تاریخ نثر اردو

اس نام کی ایک مختصر سی کتاب کا ذکر ابھی نمبر ۹۶۲ پر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام بھی وہی ہے مگر یہ اس سے بہت بڑی تاریخ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ نقش اول تھا۔ اس کو بنکٹی داس نے جب مرتب کر کے اپنے

بزرگ اور مربی راجہ رنچھوڑ داس کی خدمت میں پیش کیا تو انھوں نے مشورہ دیا ہوگا کہ اس کو بڑے پیمانے پر بطور مبسوط تاریخ مرتب کریں جس کی بنا پر یہ تاریخ مرتب کی گئی ہے جو نہ صرف نقش ثانی ہے بلکہ ہر لحاظ سے ایک علیحدہ کتاب بن گئی ہے۔ اس کی ابتدائی اور آخری عبارتیں بھی علیحدہ ہیں اور مضامین بھی بہت تفصیل سے اور متعدد نئے عنوانات قائم کر کے اضافے کئے گئے ہیں۔ اسی تاریخ میں مولف نے اپنے اور راجہ رنچھوڑ داس کے وہ تاریخی حالات درج کئے ہیں جن کا خلاصہ مخطوطہ نمبر ۹۶۲ کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے۔

اس تاریخ میں نہ صرف ہر رئیس دکن کے حالات درج ہیں بلکہ اس کے دور حکومت کی تفصیلات اور اس عہد کے وزرا اور دیگر مشاہیر کے بھی تاریخی حالات لکھدیئے گئے ہیں۔ اس طرح یہ عہد آصفی کی ایک مکمل اور عمدہ مستند تاریخ بن گئی ہے اور اس کی تصنیف میں مصنف نے مزید ایک سال صرف کیا ہے۔ چنانچہ ۱۳۰۸ھ تک کے واقعات اس میں نظر سے گذرتے ہیں۔ آصفی بادشاہوں، وزیروں اور امیروں کے علاوہ تاریخ کی اس دوسری ترتیب میں شہر حیدرآباد کے بارے میں علمی اور کلچرل معلومات بھی محفوظ کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ اس کی ضخامت پہلے مسودۂ تاریخ (مخطوطہ نمبر ۹۶۲) سے دس گونا بڑھ گئی ہے۔

یادگار بنکٹ داس کے نقش اول میں صرف (۹) طبقے یا باب ملتے ہیں۔ زیر نظر تاریخ میں مزید تین فصلوں کا اضافہ کیا ہے جس میں دسویں فصل کا عنوان ہے۔

"مدار المہامان سرکار آصفیہ کے بیان میں"

اس فصل کے تحت جملہ بڑے وزیروں کے خاندان، کارنامے اور ان کی باقیات کی تفصیل لکھی گئی ہے۔

ان کے نام یہ ہیں:۔

عہد آصفجاہ اول

۱۔ شیخ محمد اعظم
۲۔ کھیم کرن
۳۔ محمد انور اللہ خاں ۱۱۵۰ھ
۴۔ خدا بندہ خاں
۵۔ مرزا علی نقی
۶۔ نقد علی خاں ایجاد
۷۔ پورن چند

عہد ناصر جنگ

۸۔ صمصام الملک شاہنواز خاں ۱۱۶۳ھ

عہد مظفر جنگ

۹۔ رام داس دیناناتھ ۱۱۶۴ھ

عہد صلابت جنگ

۱۰۔ حامد اللہ خاں مبارز الملک ۱۱۶۴ھ
۱۱۔ سید لشکر خاں نصرت جنگ رکن الدولہ ۱۱۶۵ھ
۱۲۔ صمصام الملک شاہنواز خاں ۱۱۶۷ھ
۱۳۔ راجہ تلجی پرشاد
۱۴۔ حیدر جنگ ۱۱۷۰ھ
۱۵۔ بسالت جنگ ۱۱۷۱ھ
۱۶۔ شیر جنگ

عہد نظام علی خاں

۱۷۔ مہاراجہ پرتاب ونت وٹھل راس ۱۱۷۶ھ
۱۸۔ میر موسیٰ خاں رکن الدولہ ۱۱۸۰ھ
۱۹۔ حیدر یار خاں شیر جنگ منیر الملک
۲۰۔ وقار الدولہ ۱۱۸۹ھ
۲۱۔ غلام سید خاں ارسطو جاہ ۱۱۹۷ھ

عہد اکبر علی خاں سکندر جاہ

۲۲۔ میر ابوالقاسم میر عالم ۱۲۱۹ھ
۲۳۔ منیر الملک ۱۲۳۴ھ
۲۴۔ مہاراجہ چندولال ۱۲۴۸ھ

عہد ناصر الدولہ و افضل الدولہ

۲۵۔ سراج الملک ۱۲۵۹ھ
۲۶۔ محمد فخر الدین خاں شمس الامراء ۱۲۶۵ھ
۲۷۔ راجہ گنیش رائے ۱۲۶۷ھ
۲۸۔ سراج الملک ۱۲۶۷ھ
۲۹۔ تراب علی خاں سالار جنگ ۱۲۶۹ھ

عہد میر محبوب علی خاں

۳۰۔ لائق علی خاں عماد السلطنت ۱۳۰۱ھ
۳۱۔ مظہر الدین خاں آسمان جاہ ۱۳۰۴ھ

بارھویں فصل پیش کاروں کے حالات میں لکھی ہے جن کے نام یہ ہیں :-

عہد آصفجاہ

۱- مورو پنڈت

عہد ناصر جنگ و مظفر جنگ

۲- عوض بیگ شاہ بیگ خاں } ۱۱۶۱ھ

عہد صلابت جنگ

۳- راجہ جگ دیو سنہ ۱۱۶۴ھ

عہد نظام علی خاں

۴- دھونڈو پنڈت راجہ رائے راباں
۵- راجہ شام راج } سنہ ۱۱۸۵ھ

۶- رگھوتم راؤ راجہ اندر بہادر

عہد سکندر جاہ و ما بعد

۷- راجہ چندو لال سنہ ۱۲۲۱ھ
۸- راجہ رام بخش سنہ ۱۲۵۹ھ
۹- مہاراجہ نریندر بہادر سنہ ۱۲۶۹ھ

رائے نکھچی داس نے اپنے زمانہ کے اہل حیدر آباد کی خصوصیات بھی جگہ جگہ تفصیل سے بیان کی ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں :-

"یہاں کے لوگ صاحب سلیقہ و باحیا و خلیق و ذی مروت و خوش خلق و سخی و شجیع و خدا ترس ہیں اور دین داری میں پکے اور صوم و صلوٰۃ کے پابند اکثر غربا ہیں۔ ہر سال عشرۂ محرم میں یہاں ہنود اور اہل اسلام باہم نیاز و فاتحہ امام مظلوم جناب سید الشہداء کی بہت اعتقاد و صدق دل سے ادا کیا کرتے ہیں۔"

اس کے بعد پانچویں تاریخ محرم کے لنگر کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ ایک اور جگہ حیدر آباد کے بارے میں لکھا ہے کہ :-

"اب شہر حیدر آباد دکن نہایت آباد ہے۔ بلکہ اقلیم ہندوستان میں دار السلطنتہ بزرگ یہی ہے اور مامن مسافران ہفت اقلیم کا بن گیا ہے۔"

اس تاریخ کا آغاز اس عبارت سے ہوتا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ نقش اول میں اور اس نقش ثانی میں کتنا فرق پیدا ہو گیا ہے :-

"حمد بے حد باغبان حقیقی و شکر سپاس نخل بند گلستان تحقیقی کو سزاوار ہے کہ اس گلشن موجودات و چمن کائنات کو گلہائے رنگا رنگ و صورت ہائے بوقلموں سے زیب و زینت بخش کر گل نیلوفر کو آفتاب عالم تاب سے تاب دیا اور بلبل ہزار داستاں کو روئے گل پر شیدا کیا۔"

خاتمہ اس عبارت پر ہوتا ہے :-

"شہر سے لنگم پلی کے باغ تک سواریوں کی کثرت سے نہایت ہجوم رہتا ہے۔ سرکار سے تین روز کی تعطیل ہر محکمہ کو ہوتی ہے۔ مستورات پارسا اور شریف خاندان کی ایسے میلے اور تماشوں میں نہیں جاتی ہیں۔ خداوند کریم اس شہر کو آباد اور باشندوں کو یہاں کے شاد صحیح و سالم قائم و دائم سلامت با کرامت رکھے۔ بحق نون و الصاد۔"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ مولف ہی کا مسودہ ہو۔ اس کے نیچے نواب عنایت جنگ کے دستخط ہیں اور حاشیہ پر مہر مصدر الطاف و عنایت حسین سنہ ۱۳۳۶ھ ثبت ہے۔

پہلے ورق پر یا فتاح اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کتاب شروع کی گئی ہے۔ اس کے حاشیے پر نواب عنایت جنگ بہادر کی چھوٹی مہر عنایت جنگ سنہ ۱۳۴۳ھ ثبت ہے اور دوسری طرف نواب صاحب نے کتاب اور مصنف کا نام اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے۔

۷۶ اوراق - ۱۱ سطور فی صفحہ - ۸ × ۱۲

۹۶۴۔ تاریخ رشید الدین خانی۔ (سنہ ۱۲۷۰ھ)۔ غلام امام خاں ترین نثر اردو

غلام امام خاں ترین بن حیدر ولد محمد مشہور خاں بلک نے نواب رشید الدین خاں اقتدار الدولہ وقار الامراء کی فرمائش پر ہندوستان کی ایک بسوط تاریخ اردو میں سنہ ۱۲۷۰ھ میں قلمبند کی تھی جو دو بار چھپ چکی ہے۔

زیر نظر مخطوطہ اسی تاریخ کا ایک حصہ ہے اور اس کے دوسرے مطبوعہ ایڈیشن کے (جو مطبع خورشید جاہی میں سنہ ۱۳۰۲ھ میں چھپا تھا) صفحات ۱۶۳ تا ۱۹۱ کے اجزا پر مشتمل ہے۔ چونکہ اس کے کاتب وہی ہیں جنہوں نے مخطوطہ نمبر ۹۶۳ یعنے یادگار بنکٹی داس نقل کیا ہے اور اس کا خط اور کاغذ بھی وہی ہے اس لئے اس کے سرورق پر نواب عنایت جنگ بہادر نے اپنے قلم سے "از بنکٹی داس آنجہانی" تحریر فرمایا ہے۔

یہ مخطوطہ اس عنوان سے شروع ہوتا ہے:۔

"بادشاہان دکن اور وہاں کے طرفدار اور روسائے مستقل وغیر مستقل کے بیان میں۔"

اصل عبارت کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:۔

"پوشیدہ نہ رہے کہ تحقیقات سے محمد قاسم فرشتہ کے ایسا پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ دکن نام تیسرا بیٹا ہند بن حام بن نوح علیہ السلام کا اس مملکت وسیع کو آباد کر کے اپنے سے نامزد کیا ہے۔"

اختتام:۔

"فرنگی لوگ کہ قلعہ اکنکنڈ کا جو قرب وجوار بندر جیپول کے ہے ان کے قبضہ میں تھا، متانت اور استحکام پر اس کے مغرور ہو کر ارباب اسلام کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور مقام ایذا اور اہانت میں ان کی سعی کرتے تھے۔ نظام شاہ وہاں جا کر محاصرہ کیا۔ تمت۔"

اس کے بعد دو صفحات خالی چھوڑ کر ششش صوبجات دکن کے فردہائے جمع کامل نقل کئے ہیں جو مطبوعہ تاریخ رشید الدین خانی کے صفحات ۴۲۸ تا ۴۳۰ کے مطابق ہیں۔ یہ حصہ ۱۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے بعض فرد کی تاریخ رشید الدین خانی میں موجود نہیں ہیں۔

اس کے آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے جس کی وجہ سے نام کاتب اور تاریخ کتابت کا پتہ نہ چل سکا۔ غالباً سنہ ۱۳۰۰ھ کی کتابت ہے۔ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔

(۳۱) ورق۔ (۱۳) سطور فی صفحہ۔ "۱/۲ ۷ × ۱/۲ ۱۱"

۹۶۵۔ ششش صوبہ جات دکن۔ (سنہ ۱۲۸۰ھ)۔ غلام امام خاں ترین نثر اردو

تاریخ رشید الدین خانی کے مصنف غلام امام خاں کی یہ ایک دوسری تالیف ہے اور اس میں بعض جگہ اپنی پہلی تالیف کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ لکھا ہے:۔

"احوال بھینوں کا تو سب راقم نے رشید الدین خانی میں کہہ دیا ہے۔ حاجت تکرار کی کیا ہے۔" (ورق ۳ ب)

اس کتاب میں اب سے سو سال پہلے حیدرآباد میں اردو کی جو حالت تھی اور اس زبان کا مرکز کس شہر کو سمجھا جاتا تھا اس کے بارے میں مولف نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں ان کا علم دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ غلام امام خاں لکھتے ہیں:

"زمانۂ کثیر سے سب جائے کے مسلمان لوگ ہندی اردو بولتے ہیں۔ مگر اردو زبان ایسی نہیں ہے جو ہر کوئی بولے۔ اپنے اپنے حوصلہ موافق بولتے ہیں۔ ان میں شعرا فصیح ہیں اور خاص اردو تو شہر لکھنو کی خاص ہے۔ سو وہاں کے لوگ بھی سیکھنے میں مشقت اٹھاتے ہیں اور حیدرآباد اور اس کے اطراف و جوانب میں خصوص بیجاپور میں دکنی زبان تھی۔ وے لوگ اپنے روزمرہ موافق اس زمانہ میں کتابیں نظم و نثر لکھے ہیں۔ ان میں ولی اور سراج یہ دونوں شاعر فصیح تھے۔ اب ہرچند کہ لوگ یہاں کے اردو نہیں جانتے پر ان کی زبان پر ہنستے ہیں۔ مگر اب کے شاعر یہاں کے چونکہ بہت شعرا ہند کے یہاں آئے ہیں۔ ان سے صحبت رہی ہے اور دواوین متقدمین کے دیکھتے ہیں اردو سیکھنے ہیں اور یہاں کے استادوں سے سند کرتے ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ بعض قابل یہاں کے لفظ فارسی عربی گفتگو میں ملاتے ہیں اور تس پر فخر کرتے ہیں۔ نہیں جانتے کہ یہ کمال عیب ہے۔ نامہ نگار تیس سال سے درپے اصلاح اپنی زبان کے ہے بلکہ اس میں ایک رسالہ لکھا ہے کہ بکار آمد دوسروں کا ہو اور تانیث و تذکیر کا امتیاز پیدا کریں۔ پوربی کا حرف اوس کی جا پر استعمال کریں اور قدیم زبان تلنگی، مرہٹی، کنڑی ہندو لوگ کہا کرتے ہیں اس کو معیوب جانتے ہیں اور بعضے ہلکے پیشے کے مسلمان شاگرد پیشہ کے لوگوں میں سے جو کوئی زبان سیکھ لیتا ہے اس کو بہت حقیر جانتے ہیں۔

اب زبان یہاں کی بہت درست ہوئی ہے اور آئندہ توقع ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ وہاں لکھنو کی بھی زبان روز بروز متغیر ہوتی جاتی ہے کہ اب نہایت درجہ فصاحت کی ہے۔ نہیں معلوم آگے کیا ہو۔"

اس کتاب میں دکن کے حسب ذیل صوبوں کے حالات میں شہروں کی خصوصیات، باشندوں کی تفصیلات اور آمد و خرچ کے حسابات وضاحت سے لکھے ہیں:—

۱۔ صوبہ محمد آباد بیدر ۲۔ صوبہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد ۳۔ صوبہ خجستہ بنیاد اورنگ آباد
۴۔ صوبہ بیجاپور ۵۔ صوبہ خاندیس برہان پور ۶۔ صوبۂ برار

یہ کتاب نواب عنایت جنگ بہادر کی ملک رہی چنانچہ اس کے ابتدائی اور آخری صفحات پر ان کی مہریں ثبت ہیں اور پہلے صفحہ پر نواب صاحب نے اپنے قلم سے "از شگفتہ داس منصبدار آنجہانی" تحریر فرمایا ہے۔ ان کو یہ مغالطہ اس وجہ سے ہوا ہے کہ اسی کاغذ، قلم اور خط میں شگفتہ داس کی "یادگار" (مخطوطہ نمبر ۹۶۱) لکھی گئی ہے۔ اس مخطوطہ کی ابتدائی اور آخری عبارتیں یہ ہیں:—

آغاز "بعض کا قول ہے کہ اس ملک کو دکن اس واسطے کہتے ہیں کہ یہ جنوب رویہ ہند کے واقع ہے اور دکن زبان ہندی میں جنوب کو کہتے ہیں۔"

اختتام۔ "اب نامہ نگار ثانیاً تعداد اور صوبجات دکن کا مع مداخل و مخارج عہد اسلام کے دوسری کتاب سے بیان کرتا ہے۔ من بعد بعدہٗ ہر ایک صوبہ کا دوسرے سے جو بائیس صوبوں میں باہم دیگر واقع ہے گذارش کرے گا۔"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ صرف نواب عنایت جنگ کی بیضوی مہر ثبت ہے جس پر مصدر الطاف و عنایت حسین ۱۳۳۶ھ ثبت ہے۔

(۱۸) ورق۔ (۱۴) سطور فی صفحہ۔ "۷½ × ۱۱½"

۹۶۶- قران السعدین (جلد دوم)۔ جولائی تا یکم نومبر ۱۸۴۷ء۔ پنڈت دھرم نرائن۔ نثر اردو

یہ دلی کا ایک ہفتہ وار اردو اخبار تھا جو پنڈت دھرم نرائن کے اہتمام سے مطبع العلوم مدرسہ دہلی سے چھپتا تھا۔ بیس سال قبل ادارے میں اس کی متعدد جلدیں فروخت کے لئے آئی تھیں۔ اس وقت ادارے میں اتنی مالی سکت نہ تھی کہ سب جلدیں خرید کرلی جاتیں۔ اس لئے چند سالوں کے فائل تو خرید لئے گئے اور چند کی قلمی نقل کرائی گئی۔ نقل کراتے وقت اس کا التزام کیا گیا کہ صفحہ بہ صفحہ اور کالم بہ کالم نقل کیا جائے یعنے نسخہ جس لفظ سے شروع ہوتا ہے اور جس لفظ پر ختم ہوتا ہے اس نقل میں بھی اس کے مطابق عمل کیا گیا ہے تاکہ آئندہ تحقیقی کام کرنے والوں کو صفحات وغیرہ کا حوالہ دینے میں سہولت رہے۔

زیر نظر مخطوطہ قران السعدین کی جلد دوم کا نصف آخر ہے یعنے جولائی ۱۸۴۷ء کے اخبار سے شروع ہوتا ہے اور یکم نومبر ۱۸۴۷ء کے اخبار پر ختم ہوتا ہے۔ کاتب نے ابتدائی دو پرچوں کی پیشانی پر اخبار کی تفصیلات نہیں لکھی ہیں۔ البتہ ۱۶ اگست کے شمارے سے آخر تک برابر تفصیلات لکھی گئی ہیں۔

اس جلد کا آغاز اس عبارت سے ہوتا ہے۔

"واضح ہو کہ چند سال پہلے اسی مجسٹریٹ ضلع دہلی نے بشرکت اکثر صاحبان عالی شان اور روساء شہر کے چندہ ڈالکر ایک کمیٹی واسطے پرورش محتاجوں کے مقرر کی تھی۔"

۱۸۴۷ء کے قران السعدین کے جنوری سے جولائی تک کے شمارے (یعنی جلد دوم کا نصف اول) ۳۹۸ صفحات پر مشتمل تھے۔ چنانچہ یہ مخطوطہ نمبر صفحہ ۳۹۹ سے شروع ہوتا ہے اور اس کا اختتام یکم نومبر یوم دوشنبہ کے شمارے (صفحہ ۵۵۵) پر ہوتا ہے۔ یہ پرچہ مرزا غالب کے ترکیب بند اسیری پر ختم ہوتا ہے۔ جس کا آخری بند یہ ہے

اختتام۔

دل و دستے کہ مرا بود فرو ماند زکار — شب و روزے کہ مرا بود سر آمد گوئی

سرگزشتم ہمہ رنج و الم آرد گفتی — سرنوشتم ہمہ خوف و خطر آمد گوئی

بہرۂ اہل جہاں چوں زجہاں درد و غم ست — بہرۂ من زجہاں بیشتر آمد گوئی

یہ پورا ترکیب بند ادارے کی طرف سے ایک کتاب "یوسف ہندی قید فرہنگ میں" مولفہ محسن بن شبیر میں شائع کیا جا چکا ہے۔ (۱۵۷) صفحات۔ ۱۳ سطور فی صفحہ۔ "۷½ × ۱۰"۔

۹۶۷۔ قران السعدین۔ جنوری تا جون ۱۸۵۲ء۔ سید اصغر علی نثر اردو

اسی ہفتہ وار اردو اخبار کی جلد دوم بابتہ ۱۸۴۷ء کی تفصیلات ابھی (مخطوطہ نمبر ۹۶۷ پر) گذر چکی ہیں۔ یہ جلد بھی اسی سلسلہ میں نقل کرائی ہوئی کتابوں میں سے ہے۔ اس میں جلد ہفتم کے شمارے ۱ تا ۲۵ مکمل موجود ہیں یعنے ۶ر جنوری سے ۲۲ جون ۱۸۵۲ء تک کے اخبارات کی نقلیں اس میں محفوظ ہیں۔ یہ اخبار اس زمانے میں سید اصغر علی کے اہتمام سے مطبع العلوم متصل تھانہ کشمیری دروازہ سے شائع ہوتا تھا۔

۲۰ر جنوری ۱۸۵۲ء کے شمارے میں میجر جان جاکوب بہادر غضنفر کی ایک طویل فارسی مثنوی بعنوان نقشہ شطرنج شائع کی گئی ہے۔ اس جلد کا آغاز اس عبارت سے ہوتا ہے۔

"بقیہ مختصر حال بخارا

پست قدم یعنے وے طالب علم کہ جو سال بھر میں سی تہذیب تک تحصیل کرتے ہیں تین طلبی سالانہ پاتے ہیں۔"

اس جلد کا اختتام ۲۲ر جون ۱۸۵۲ء کے شمارے پر ہوتا ہے جس کی آخری عبارت یہ ہے:۔

"بعد ازاں لارڈ ایلین برہ صاحب بہادر نے انتظام ہند کی نسبت ۱۹ دفعہ کا گذارش نامہ پیش کیا کہ جس کی تفصیل طول کے باعث بیان نہیں کی جاتی۔"

۲۸۹ صفحات۔ ہر صفحہ میں دو کالم۔ ۲۱ سطر فی کالم۔ ۱۰×۷½

۹۶۸۔ قران السعدین جلد ہشتم۔ جنوری تا جولائی ۱۸۵۳ء۔ کریم بخش نثر اردو

اس ہفتہ وار اخبار کی دو اور جلدوں (دوم و ہفتم) کی تفصیلات ابھی (مخطوطات نمبر ۹۶۶ و ۹۶۷) کے بیان میں گذر چکی ہیں۔ زیر نظر مخطوطہ میں ۴ر جنوری سے ختم جولائی تک کے پورے شماروں کی نقل محفوظ ہے۔ آخری چند صفحات کا درمیانی حصہ دیمک کے باعث خراب ہو گیا ہے۔

۱۸۵۳ء میں یہ اخبار کریم بخش کے اہتمام سے مطبع العلوم متصل گذر کشمیری دروازہ دہلی چھپتا تھا۔ زیر نظر جلد کا آغاز اس عبارت سے ہوتا ہے:۔

"بقیہ علم و دولت

شرم و حیا جو کہ جزو ایمان ہے اس کے پرتو سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔"

اختتام۔ "اگر ہم غور کریں تو ہمیں دریافت ہوگا کہ یہی ایک امر بڑا باعث اس کے فرق کا ہے جو درمیان وحشی اور آپ ہیں۔ ان سب چیزوں کو جن کی اسے احتیاج ہوتی ہے تیار کرتا ہے اور آپ ہی خیاط اور قصاب اور چمار اور"

۳۷۲ صفحات۔ دو کالم فی صفحہ۔ ۲۱ سطر فی کالم۔ ۱۰×۷½

۹۶۹۔ جامع الاخبار مدراس۔ جلد ۱۲ (۱۸ اکتوبر ۱۸۵۲ء تا ۱۸ اکتوبر ۱۸۵۳ء) نثر اردو

ادارے کے نقل کرائے ہوئے دوسرے ہفتہ وار اخباروں کی جلدوں کا بیان مخطوطات نمبر ۹۶۶ تا ۹۶۸ پر گزر چکا ہے۔ جامع الاخبار مدراس سے ہفتہ میں ایک بار پیر کے دن شائع ہوتا تھا۔ زیر نظر مخطوطے میں اس اخبار کی بارہویں جلد کے شمارے محفوظ ہیں جو ۱۸ اکتوبر ۱۸۵۲ء سے ۱۸ اکتوبر ۱۸۵۳ء کے درمیانی زمانہ سے متعلق ہیں۔ جلد بندی کے وقت جلد ساز نے ان کو بے ترتیب آگے پیچھے کر دیا ہے۔ مثلاً ۱۸ اکتوبر ۱۸۵۲ء کے پرچے کے بعد ۲۴ جنوری ۱۸۵۳ء کا پرچہ لگا دیا ہے۔ پھر مسلسل تاریخوں کے چند اخباروں کے بعد ۲۵ اکتوبر ۱۸۵۲ء کا سلسلہ شروع کیا ہے۔

اس مخطوطے کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے ــــ

"خلاصۂ احکام سرکار دولت مدار مدراس ۱۲۰۔ ۱۵ اکتوبر سنہ ایہ بی گارڈن صاحب پرنسپال صدر امین ترچناپلی کے اپنی خدمت کی چارج ڈبلیو بولتہ صاحب کے ذمہ کر دیئے۔"

۱۸۵۳ء کے ابتدائی دو مہینوں کے اخبارات کو درمیان میں سے دیمک نے ناقص کر دیا ہے مگر صفحات کا اوپری اور نچلا حصہ محفوظ ہے۔ درمیانی حصہ کو بھی جیلیٹن کا غذ لگا کر محفوظ کر دیا گیا ہے ــــ

اس جلد کا آخری اخبار، ۷ مارچ ۱۸۵۲ء مطابق ۲۶ جمادی الاول ۱۲۶۹ھ کا ہے۔ اس کی آخری عبارت یہ ہے:

"اہل اسلام بلا علاج ہو کے سب ظلم و تعدی کا ایک محضر تیار کر کے سشن جج کے نزدیک گذرانے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا کیا جواب ہوتا ہے معلوم نہیں۔ یہ فتنہ و فساد ایک سال سے برپا ہے جب تک کہ مسلمان پولیس نہ ہوگا تب تک برقرار رہے گا۔ ۱۸ جمادی الاول ۱۲۶۹ھ"

۹۶ صفحات۔ ۲۱ سطور فی کالم۔ دو کالم فی صفحہ۔ "۷×"۱۰

۹۷۰۔ فوائد الناظرین۔ ۲۳ مارچ ۱۸۴۵ء تا ۲۹ دسمبر ۱۸۴۵ء نثر اردو

۱۸۵۷ء سے قبل کے اردو اخباروں قران السعدین اور جامع الاخبار کی جلدوں کے حالات ابھی نمبر ۹۶۶ تا ۹۶۹ پر درج ہو چکے ہیں۔ یہ بھی اسی سلسلہ کا ایک اخبار فوائد الناظرین ہے جو ۲۳ مارچ ۱۸۴۵ء سے شائع ہونا شروع ہوا تھا۔ چنانچہ زیر نظر مخطوطہ پہلے شمارے سے شروع ہوتا ہے۔ چونکہ یہ اردو اخبار صاحبان مجمع فوائد العام کے زیر اہتمام دہلی اردو اخبار کے ضمیمہ کے طور پر شایع ہونا شروع ہوا تھا اس لئے اس کے پہلے شمارے کا آغاز "فواید علم" کے عنوان پر ایک مضمون سے شروع ہوتا ہے۔

اس مخطوطے کی ابتداء ایک فہرست سے ہوتی ہے جو ۵ صفحات پر مشتمل ہے اور جس میں اس اخبار کے ابتدائی ۸۴ مضامین کی فہرست صفحات کی صراحت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ ان میں سے بعض عنوان یہ ہیں ــــ

شمارہ ۱ بیان سرکار کمپنی انگریزی کا	صفحہ ۵	شمارہ ۲ قواعد سیاست	صفحہ ۲
" ۱ طبیعیات	" ۷	" ۳ "	" ۱۳

شمارہ	مضمون	صفحہ	شمارہ	مضمون	صفحہ
شمارہ ۸	جر ثقیل	صفحہ ۱۷	شمارہ ۸	باعث کم رواج ہونے علوم کا ہندوستان میں	صفحہ ۱۹
″ ۸	بیان ترمومیٹر کا	″ ص ۳۳	″ ۸	بیع بیان ایر پمپ کے	″ ص ۴۱
″ ۱۵	بیان پن چکی کا	″ ص ۵۵	″ ۱۶	حال بو علی سینا کا	″ ص ۶۱
″ ۱۶	حال محمود غزنوی کا	″ ص ۶۲	″ ۱۷	حال سقراط کا	″ ص ۶۵
″ ۱۸	تاریخ انگلستان	″ ص ۷۲	″ ۱۹	حال ارسطو	″ ص ۷۳
″ ۱۹	رسالہ پیمائش کمپاس کا	″ ص ۷۳	″ ۱۹	بہت خرچ کرنا	
″ ۲۰	حال بقراط		″ ۲۰	تاریخ ایران	
″ ۲۰	حال زردشت کا	″ ص ۷۸	″ ۲۰	تربیت لڑکوں کی ہندوستان میں	″ ص ۷۹
″ ۲۱	کسوف اور خسوف کے بیان میں	″ ص ۸۱	″ ۲۰	اصول علم حساب	″ ص ۸۲
″ ۲۱	جبر و مقابلہ	″ ص ۸۳	″ ۲۲	تربیت کرنا لڑکیوں کا	″ ص ۸۴
″ ۲۴	علم اخلاق میں	″ ص ۹۴	″ ۲۶	دخانی کل	″ ص ۱۰۳
″ ۳۰	اصول علم انتظام مدن	″ ص ۱۱۸	″ ۳۱	ہیپو پوٹیمس	″ ص ۱۲۱
″ ۳۱	بادشاہ رچرڈ	″ ص ۱۲۲	″ ۳۱	حال نادر شاہ	″ ص ۱۲۴
″ ۳۳	فتح علی شاہ ایران	″ ص ۱۲۹	″ ۳۳	فوائد شاعری کے	″ ص ۱۳۴
″ ۳۵	ذکر در باب رشوت کے	″ ص ۱۳۸	″ ۳۵	ویدانت	″ ص ۱۳۸
″ ۳۵	مجمل حال قوس قزح کا	″ ص ۱۳۹	″ ۳۶	محمد علی پادشاہ مصر	″ ص ۱۴۱
″ ۳۸	ٹیلیگراف	″ ص ۱۴۹	″ ۳۸	حال درخت بڑ کا	″ ص ۱۵۱
″ ۴۰	تذکرہ تلسی داس اور سور داس کا	″ ص ۱۵۸	″ ۴۱	در باب دخانی کشتی	″ ص ۱۶۱
″ ۴۱	لنکا سے موتی نکالنے کا بیان	″ ص ۱۶۳	″ ۴۲	اعتدال کے فوائد	″ ص ۱۶۵
″ ۴۲	چرخی کا بیان	″ ص ۱۶۶	″ ۴۳	حال روشنی کے مینار کا	″ ص ۱۶۹
″ ۴۴	حال مس میرزم	″ ص ۱۷۲	″ ۴۴	حال علم ہیئت	″ ص ۱۷۵
″ ۴۵	بیان بیلون یعنی برج ہوا کا	″ ص ۱۸۱	″ ۴۷	حال سخاوت کا	″ ص ۱۸۵
″ ۴۸	نزلہ اور زکام کا	″ ص ۱۹۱	″ ۴۸	سوالات علم طبیعی	″ ص ۱۹۲

پہلا شمارہ (بابت ۲۲ مارچ ۱۸۴۵ء) فوائد علم کے عنوان کے تحت حسب ذیل عبارت سے شروع ہوتا ہے۔

"اکثر آدمی کہتے ہیں کہ ہم فلانا علم کیوں تحصیل کریں وہ تو ہمارے پیشے میں کام نہیں آتا۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ جاننا چاہیے کہ تحصیل کرنا ہر علم کا انسان کے حق میں بہتر ہے۔ کوئی علم ایسا نہیں جس کے جاننے سے ہم کو کوئی قباحت لازم آئے۔

یہ مضمون بہت طویل ہے اور ۸ صفحات (۱۶ کالموں) پر بسیط ہے۔ اس جلد میں ۲۹ دسمبر ۱۸۴۵ء تک جملہ شمارے بہ تمام و کمال نقل کئے گئے ہیں۔ آخری شمارے کی آخری عبارت یہ ہے :-

"جو شخص اس کتاب کے مضامین پر خوب قادر ہو جائے گا۔ اوسے نقط مختلف قسم کے حساب ہی نہیں آجائیں گے بلکہ اوسے قوت واسطے تصنیف کرنے کتابوں کی علم حساب میں حاصل ہو جائے گی اور سوائے اس کے اور مشکل کتابیں علم ریاضی اور علم ہئیت کی اوس کے سمجھ میں آجائیں گی۔"

"باہتمام صاحبان مجمع فوائد العام کے مکان مولوی محمد باقر میں زیج پریس پنڈت موتی لعل پرنٹر اور پبلیشر دہلی اردو اخبار کے چھاپہ ہوا۔ فقط۔"

یہ اخبار بھی صفحہ بہ صفحہ اور کالم بہ کالم اصل اخبار کی سائز کے کاغذ پر احتیاط کے ساتھ نقل کرایا گیا ہے۔

۴۸ صفحات۔ ۲۷ سطور فی کالم۔ ۲ کالم فی صفحہ۔ "½ ۹ × ½ ۱۴

۹۷۱۔ فوائد الناظرین۔ (۱۲ جنوری ۱۸۴۶ء تا ۷ ستمبر ۱۸۴۶ء) نثر اردو

فوائد الناظرین کی پہلی جلد (بابت ۱۸۴۵ء) کا ذکر ابھی مخطوط نمبر ۹۷۰ پر گذر چکا ہے۔ یہ اس کی دوسری جلد ہے جو شمارہ نمبر ۲۲ سے شروع ہوتی ہے۔ اس میں ۱۲ جنوری سے ۷ ستمبر ۱۸۴۶ء تک کے شمارے (یعنی نمبر ۲۲ تا ۳۹) محفوظ ہیں۔

۱۲ جنوری ۱۸۴۶ء کا پرچہ اس عبارت سے شروع ہوتا ہے ــ

"طبیعیات۔ حرارت کے بیان میں

یہ مضمون ایک صاحب نے جو اپنے تئیں راستی جو کہتے ہیں ہمارے پاس بھیجا ہے اور وہ حال حرارت کا بہت توضیح اور بلاغت سے لکھتے ہیں اور اخیر میں حکماء یونان پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب وجود حرارت کا مانا اوس وقت وجود برودت کا ماننا کچھ ضروری نہیں۔"

اس جلد کے آخری پرچہ (یعنی بابت ۷ ستمبر ۱۸۴۶ء) کی آخری عبارت یہ ہے ــ

"جناب مہتمم فوائد الناظرین صاحب۔ سلامت!

فدوی ایک پرچہ سنانے بری عادتوں اور رسموں بیچ دیار ہندوستان کے اور در باب بہت سی باتیں علم و ہنر کی جاری کیا چاہتا ہے سو اشتہار یہ ہے جو میں نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ اس اشتہار کو عنایت فرما کر اپنے پرچہ فیض مرتع میں جا دیجئے تاکہ نظر ناظرین سے گذرے اور جس کے دل میں آوے وہ اسے خریدے آپ کو خیر خواہ رعایا سمجھ کر۔"

۱۵۲ صفحات۔ ۲۷ سطور فی کالم۔ دو کالم فی صفحہ۔ "½ ۹ × ½ ۱۴

۹۷۲۔ فوائد الناظرین۔ ۶ جنوری ۱۸۵۴ء نثر اردو

۱۸۴۵ء و ۱۸۴۶ء کے پرچوں کے ساتھ چند خالی صفحوں کے بعد فوائد الناظرین کا ۶ جنوری ۱۸۵۴ء کا یہ اخبار مجلد ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:۔

"ترقی ہر شئے کی منحصر ہے اوپر حسن انتظام ملک کے۔

"ازروے تاریخ معلوم ہوتا ہے کہ زمان پیشین میں جتنے ہندو راجا گذرے کسی کے عہد میں انتظام ہر طرح کا جو ملک اور بادشاہت میں درکار ہے نہ تھا۔"

اس پرچہ کی آخری عبارت یہ ہے۔

"حیوانات خشکی اور تری کی دریافت کر کر اون کی تعداد بر معہ اون کے حالات اور فواید جو ان کے تیل یا گوشت سے پائے گئے ہیں درج سفرنامہ ہا کئے ہیں۔"

۴ صفحات۔ ۲۷ سطور فی کالم۔ دو کالم فی صفحہ۔ $14\frac{1}{2} \times 9\frac{1}{2}$

۹۷۳۔ دہلی اردو اخبار۔ (۵ر جنوری ۱۸۵۱ء تا ۲۸ر دسمبر ۱۸۵۱ء) محمد حسین آزاد نثر اردو

اب سے بیس سال قبل ادارے کے لئے جن قدیم اردو اخبارات کی نقلیں کرائی گئی تھیں ان میں سے قران السعدین کے تین، جامع الاخبار کے ایک اور فوائد الناظرین کے تین مخطوطوں کا ذکر ابھی نمبر ۹۶۶ تا ۹۷۲ کے سلسلہ میں گزر چکا ہے۔ انہی کی طرح مولانا محمد حسین آزاد کے مشہور و معروف دہلی اردو اخبار کی بھی حسب ذیل جلدوں کی نقلیں ادارے میں موجود ہیں:۔

۱۔ ۵ر جنوری ۱۸۵۱ء تا ۲۸ر دسمبر ۱۸۵۱ء
۲۔ ۴ر جنوری ۱۸۵۲ء تا ۲۶ر دسمبر ۱۸۵۲ء
۳۔ ار جنوری ۱۸۵۴ء تا ۳۱ر دسمبر ۱۸۵۴ء

ان کے علاوہ بعض اصل مطبوعہ جلدیں بھی ادارے میں موجود ہیں اور ان کی تفصیل ادارے کی فہرست کتب خانہ مطبوعات میں شائع ہو چکی ہے۔ مخطوطہ نمبر ۹۶۶ کی وضاحت کے سلسلہ میں یہ لکھا جا چکا ہے کہ ادارہ جن کو خرید سکا خرید لیا اور باقی کی نقلیں کرائی تھیں اور یہ نقل عین مطابق اصل کرائی گئی ہے یعنی صفحہ بہ صفحہ اور کالم بہ کالم، تاکہ تحقیقی کام کرنے والے اطمینان کے ساتھ اصل مطبوعہ اخبار کے صفحہ کا حوالہ دے سکیں۔

زیر نظر مخطوطے کا آغاز ۵ر جنوری کے اخبار سے ہوتا ہے۔ اس کی ابتدائی عبارت یہ ہے۔

"جناب نواب گورنر جنرل بہادر

اخبار لاہور سے واضح ہوتا ہے کہ دایرہ دولت جناب نواب محتشم الیہ ۱۰ر تاریخ دسمبر روز چہارشنبہ کو نو بجے صبح کے مقام سروکی میں پونچا اور فوج انگریزی مقام مذکور نے حسب دستور جمع ہو کر مراتب سلامی اور تعظیم و تکریم کے ادا کئے۔"

اس اخبار کی پیشانی پر اخبار کا نام اور قیمت اور تاریخ سنہ وغیرہ کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔

دہلی اردو اخبار

قیمت ماہواری دو روپے اور جو پیشگی دیں تو ۱۲ششماہی اور ۲۰ سالانہ

نمبر ۱ تاریخ ۵ر جنوری ۱۸۵۱ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۲۶۷ ہجری روز یکشنبہ جلد ۱۳

اس جلد میں ۱۸۵۱ء کے جملہ اخبار مکمل ہیں۔ اس سال (۵۲) پرچے شائع ہوئے تھے۔ یہ اس اخبار کی تیرھویں جلد ہے۔ اس کا اختتام ۲۸ ڈسمبر کے شمارے کی اس عبارت پر ہوتا ہے ـــــ

"وصول قیمت اخبار سرکار جناب مہاراجہ پرتاب چند بہادر سے معرفت میر مردہ علی صاحب من
ابتدائے یکم ستمبر ۱۸۴۹ء لغایۃ آخر ماہ اگست ۱۸۵۱ء ۔ مطلعہ
باہتمام بندہ سید حسین پرنٹر و پبلیشر دہلی اردو اخبار پریس"۔

۲۰۸ صفحات ۔ ۳۲ سطور فی کالم ۔ دو کالم فی صفحہ ۔ ″$9\frac{1}{2} \times 14\frac{1}{2}$

---

۹۷۴ ۔ دہلی اردو اخبار ۔ ۴ جنوری ۱۸۵۲ء تا ۲۶ ڈسمبر ۱۸۵۲ء — نثر اردو

یہ اس اخبار کی چودھویں جلد ہے۔ تیرھویں جلد کا ذکر ابھی نمبر ۹۷۳ پر گذر چکا ہے۔ اس کا افتتاح ۴ جنوری مطابق ۱۱ ربیع الاول ۱۲۶۸ھ روز یکشنبہ کے اخبار سے ہوتا ہے۔ اس سال بھی اس کے (۸۲) شمارے شایع ہوئے تھے جن کی مکمل نقل اس مخطوطہ میں موجود ہے۔ آغاز اس طرح ہوتا ہے ـــــ

"نواب گورنر جنرل بہادر

حقیقتاً واضح ہوتا ہے کہ امیر کبیر جناب نواب گورنر جنرل بہادر ۲۰ تاریخ ماہ گذشتہ کو شاہجہاں پور میں رونق افروز ہوئے اور ۲۲ تاریخ ماہ مذکور کی صبح وہاں سے طرف فرخ آباد کے رخصت فرما ہوئے"۔

اس جلد کا آخری اخبار ۲۶ ڈسمبر ۱۸۵۲ء روز یکشنبہ نکلا تھا۔ اس کی آخری عبارت یہ ہے ـــــ

"مہتمم صاحب اخبار کوہ نور کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ بموجب مضمون اشتہار مندرجہ اخبار دریائے نور عوض اس اخبار کے کوہ نور عنایت کیا کریں اور یہاں سے بھی اوس کے عوض دہلی اردو اخبار روانہ ہوا کرے گا۔ فقط۔

باہتمام بندہ سید حسن مہتمم دہلی اردو اخبار پریس"۔

ترقیمہ ـــ کاتب الحروف میر شبیر احمد تشبیر ـــ ۳۰ تیر ۱۳۵۲ف ۔ م ۵ جون ۱۹۴۳ء

اخباروں کی یہ نقلیں ادارے نے مختلف اصحاب سے کرائی تھیں کیونکہ کئی جلدوں کی تھوڑی سی مہلت میں نقل کر لینی تھیں اور پھر قراءت سماعت کر کے ان کی تصحیح بھی ضروری تھی اس لئے متعدد اصحاب اس کام پر مامور کئے گئے تھے جن میں سے حسن اتفاق سے اس جلد کے کاتب نے اپنا نام اس کے آخر میں لکھ دیا ہے۔ معلوم نہیں اب وہ کہاں ہیں۔ مجھے تو اب یاد بھی نہیں رہا کہ کن کن سے نقل کرائی گئی ہے۔ البتہ ایک دو جلدیں میرے ایک شاگرد اور مشہور افسانہ نگار رشید قریشی ایم۔ اے کی مکتوبہ معلوم ہوتی ہیں۔

اس سال شہزادہ مرزا جواں بخت کی شادی لال قلعہ میں دھوم دھام سے ہوئی تھی جس کی تفصیلات ۱۱ اپریل کے پرچے میں درج ہیں مگر ۲۵ اپریل کے شمارے میں "علامی فہامی ملک الشعراء خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم خاں ذوق

اوستاد سلطانی کا وہ مشہور قصیدہ تتمہ لگا کر مکمل شائع کیا ہے اور اس پر ادارتی نوٹ کے آخر میں لکھا ہے۔

"سنا گیا ہے کہ اسی ہفتہ میں حضور حضرت سلطانی اور ملکہ سلطانی بلقیس دورانی جناب نواب زینت محل بیگم صاحب کے حضور میں پڑھا گیا جس کے جلدو میں حضور سلطانی سے قبائے ملبوس خاص اور جناب ملکہ سلطانی کے حضور سے خلعت فاخرہ بہت بیش بہا باعزاز و افتخار نام عطا ہوا۔"

اس قصیدے کا مطلع یہ ہے۔

پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوشتر آسماں ۔۔۔ کھائے اگر ہزار برس چکر آسماں

۸ر اگست کے اخبار میں اس مشاعرہ کا ذکر ہے جو مرزا نور الدین بہادر شاہی بنیرہ مرزا سلیمان شکوہ نے منعقد کرایا تھا اور اس میں مرزا غالب نے جو غزل پڑھی تھی وہ بھی ایک نوٹ کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔

"غزل نجم الدولہ محمد اسد اللہ خاں بہادر المتخلص غالب کی راقم اخبار کے پاس پونہچی سو درج اخبار ہوئی ہے۔ فصاحت و بلاغت ایک ایک شعر سے ہویدائے ناظرین ہو گی۔"

مرزا غالب کی غزل کا مطلع یہ ہے ؎

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں ۔۔۔ خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

اس کے بعد ۲۲ر اگست کے اخبار میں بہادر شاہ ظفر کی غزل بھی جو اسی زمین میں لکھی ہوئی ہے شائع کی ہے جس کا مقطع یہ ہے ؎

اے ظفر دل کی پریشانی کا میری ہے اثر ۔۔۔ یہ جو اس کافر کی زلفیں بھی پریشاں ہو گئیں

۱۰ر اکتوبر کے شمارے میں مرزا غالب کا وہ فارسی قصیدہ درج کیا ہے جو بہادر شاہ کی سالگرہ کی تقریب میں سنایا گیا تھا اس کا مطلع ہے ؎

ردیف شعر ازاں کردم اختیار گرہ ۔۔۔ کہ از من است برابروے شہریار گرہ

دوسرے ہی ہفتہ میں یعنی ۱۷ر اکتوبر کے اخبار میں اس قصیدہ کا جواب حافظ غلام رسول ویراں شاگرد ذوق کا شائع کیا گیا ہے جس کا مطلع ہے ؎

چناں بخاطرم افگندہ روزگار گرہ ۔۔۔ کہ اوفتادہ بتار نفس ہزار گرہ

یہ اخبارات اردو ادب اور کلچر کی تاریخ نگاری کے لئے بے حد ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

۱۹۸ صفحات ۔ ۳۲ سطور فی صفحہ ۔ ۲ کالم فی صفحہ ۔ "½۹ × "½۱۴

---

۹۷۵ ۔ دہلی اردو اخبار ۔ جلد ۱۶ (۱۸۵۴ء) ۔ محمد حسین آزاد ۔۔۔ نثر اردو

اس مشہور اردو اخبار کی دو اور سالانہ جلدوں (بابت ۱۸۵۱ء و ۱۸۵۲ء) کی تفصیلات ابھی نمبر ۹۷۳ و ۹۷۴ پر گزر چکی ہیں۔ اس سال اس اخبار کے ۵۲ ہفتہ وار شمارے شائع ہوئے اور ان سب کی مکمل نقل اس مخطوطے میں محفوظ ہے۔ اس کا آغاز یکم جنوری ۱۸۵۴ء کے شمارے سے ہوتا ہے جس کی ابتدائی عبارت یہ ہے۔

"سندھ

وہاں کے اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ اضلاع سندھ بالا میں قوم مرای اب تک مائل ایذا رسانی و فساد انگیزی ہیں۔ شکارپور کی ایک چٹھی سے ظاہر ہوتا ہے کہ چند روز ہوئے کہ انھوں نے خیال اوترنے کا میدانوں میں کیا تھا اور ان توپوں کے ہمراہ لانے کا ارادہ رکھتے تھے جو کہ انھوں نے ۱۸۵۵ء میں سیاہ کلب بورن صاحب سے لی تھیں۔"

۱۵؍ جنوری کے شمارے میں بہادر شاہ ظفر کی ایک غزل اور سلام۔

۲۲؍ جنوری 〃 〃 〃 کی ایک اور ذوق کی ایک غزل۔

۲۹؍ جنوری 〃 〃 〃 〃 کی دو غزلیں درج ہیں۔

ان کے بعد بھی اکثر شماروں میں بادشاہ کی غزلیں شامل ہیں۔ اس سال ابوظفر بہادر شاہ اور لال قلعہ کے شہزادے شعر و سخن کی طرف بہت زیادہ مائل تھے۔ چنانچہ اس کے بعض پرچوں میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے۔

دہلی اردو اخبار کی یہ جلد ۱۳؍ دسمبر ۱۸۵۲ء کے شمارے پر ختم ہوتی ہے۔ اس کی آخری عبارت یہ ہے۔

"دہلی۔

اس ہفتہ میں اگرچہ کبھی کبھی ابر خفیف بھی محیط آسمان رہا لیکن اکثر اوقات مطلع صاف رہا اور ہوا اور سردی کی شدت رہی۔ بروقت اختتام تحریر اخبار پھر کچھ کچھ ابر نمودار ہے۔ بارش کا یہ اثر تو ہوا ہے کہ نرخ غلہ بہت ارزاں ہو گیا ہے۔"

باہتمام بندہ محمد حسین پرنٹر و پبلیشر دہلی اردو اخبار پریس۔"

ترقیمہ۔ "کاتب الحروف ابوسعد سید اسمٰعیل شوراپوری۔"

ابوسعد سید اسمٰعیل سید ادارے کے قدیم معاون اور رفیق کار ہیں۔ شاعر بھی ہیں۔ سید تخلص ہے۔ ان کی نظمیں اور غزلیں سب رس میں چھپتی رہتی ہیں۔ زمانہ کی ناموافقت کے باعث آجکل نرمل میں بے روزگار ہیں اور تنگی میں گذر رہی ہے۔ اس کے باوجود وہاں ادارے کا کام کرتے رہتے ہیں اور ادارے کے اردو امتحانات میں امیدواروں کو شریک کرانے اور نرمل کو مرکز امتحانات بنانے میں سعی بلیغ کرتے رہتے ہیں۔ ادارے کے کتب خانے کو بعض نوادر ادب بھی بطور تحفہ عطا کئے ہیں۔ دفتر رجسٹریشن میں نقل نویس تھے اور بہت اچھے خوش نویس ہیں۔ چنانچہ یہ جلد بہت پختہ اور صاف خط میں نقل کی ہے۔

۲۳۴ صفحات۔ ۳۵ سطور فی کالم۔ ۲ کالم فی صفحہ۔ "½ ۹ × "½ ۱۴

۹۷۶۔ زاد المومنین۔ قریب ۱۱۰۰ھ — مثنوی اردو

اسی نام کی ایک فارسی کتاب ادارے میں نمبر ۱۲۷۱ پر موجود ہے اور اس کا اجمالی بیان جلد دوم صفحات ۵۴ و ۵۵ پر درج ہو چکا ہے۔ وہ دراصل شاہ راجو بن شاہ منور اللہ کے مواعظ و ملفوظات پر مشتمل ہے جو ان کے ایک مرید

حسین بن حسن نے مرتب کئے تھے۔ اس کا مخطوطہ بہت قدیم اور مطلا و مذہب ہے اور گولکنڈہ کے شاہی کتب خانہ کے لئے لکھا گیا ہے۔

زیر نظر نسخہ بعد کی کتابت ہے اور خط ثلث میں لکھا گیا ہے۔ اس میں ایک طویل اردو مثنوی ہے جو امامیہ عقاید کو واضح کرتی ہے۔ اس کے مصنف کا نام معلوم نہ ہوسکا ممکن ہے خادم مہدی ہو۔ اس مثنوی کے ابتدائی حصہ سے جہاں مصنف نے کتاب کے موضوع اور نام وغیرہ کی بابت لکھا ہے۔ چند ابیات درج ذیل ہیں ؎

امام الوقت کوں ہیں خوب ایس جاں — بندیا ہوں یاد میں اس کے دل و جاں
خدایا خادم مہدی ہوں دل سوں — شرف دے فدویت کا اس کی مجہ کوں
عقاید کا اتا کرتا ہوں مذکور — مکلف امر سوں جس سب ہیں مامور
رسالہ گرچہ مبسوط اس بیاں میں — لکھیا ہوں یادگار اس ہے جہاں میں
ولیکن مختصر لیک ہے بہتر — کہ تا ہر یک کوں ہوئے آسان از بر
تکر یو میں کیا ابیات منظوم — سو زاد المومنین سوں کر کے موسوم

ان ابیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی موضوع پر مصنف نے ایک اور مبسوط کتاب لکھی تھی مگر اس کا نام نہیں لکھا۔ یہ دوسرا مختصر رسالہ استفادۂ عام کے لئے منظوم کیا ہے۔ مگر اس مختصر میں بھی (۶۲۰) ابیات ہیں۔

اس کے بعد ایمان کے حسب ذیل پانچ ارکان کی تفصیل لکھی ہے ؎۔

۱۔ توحید ۲۔ عدل ۳۔ نبوت ۴۔ امامت ۵۔ معاد آخر

ان پانچوں ارکان کی وضاحت (۱۲۰) صفحات میں لکھی ہے اور اس کے بعد نیا عنوان "فروع کا بیان" قائم کر کے ان کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ اس حصہ میں نماز، روزہ، زکواۃ، حج اور جہاد کے بارے میں معلومات منظوم کی ہیں۔ یہ حصہ (۲۲) صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے بعد ائمہ اثنا عشر کی ولادت و وفات کی منظوم تاریخیں علیحدہ صفحہ سے لکھی شروع کی ہیں۔ مگر اصل کتاب ورق ۱۱۸ ب پر ختم ہو جاتی ہے۔

مثنوی زاد المومنین کی ابتدائی ابیات یہ ہیں ؎

کروں میں ابتدا حمد خدا سوں — کہوں نعت محمدؐ مصطفیٰ کوں
اولوالامر ان پچھیں اثنا عشر ہیں — ازل سوں جو امام بحر و بر ہیں

اس مثنوی کا اختتام ان ابیات پر کیا ہے ؎

ان میں یک سید بزرگ زمن — نام جن کا محمدؐ بن حسن
ہوئیں گے مابین رکن ہور مقام — قتل ناحق بجور و ظلم تمام
ہو گئے پر یو واقعہ دل سوز — ہے ظہور اس پہ بعد پندرہ روز

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ صرف سرخ روشنائی میں تمام لکھا ہے اور اس کے بعد ہی دوسرے صفحہ سے ایک مثنوی بعنوان "تولد ہور وفات حضرات کا"

دوسری بحر میں لکھی ہے جس کی ابتدائی اور آخری ابیات یہ ہیں ؎

ابتدا۔ سنو اے محبان مومن صفات تولد یو حضرات کا ہور وفات
ولادت پیمبر کا کہتا ہوں میں ربیع الاول کی ستروں کے تئیں

اختتام یکسویں کوں رمضان کے ہوئیگا گذر ہے واللہ اعلم بہذا الخبر
ہے تو یدی وہی صاحب العصر جان خدا اس اپر تے یو ہے جسم و جاں

اس مثنوی میں (۶۵) ابیات ہیں۔ اس کے آخر میں بھی کوئی ترقیمہ نہیں ہے بلکہ صرف تمت تمام لکھ کر کتابت ختم کر دی گئی ہے۔

یہ دونوں مثنویاں ثلث آمیز نسخ رسم الخط میں جلی قلم میں لکھی گئی ہیں۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں جو قدرے مدہم پڑ گئی ہے۔ اس کے آخری ورق پر نواب عنایت جنگ بہادر نے اپنے قلم سے یہ عبارت تحریر فرمائی ہے ۔۔

"عطیہ مولانا مقتدانا جناب سید زین العابدین صاحب قبلہ مدظلہ۔ عنایت محرم ۱۳۴۱ھ"

اس کے نیچے ان کی بیضوی وضع کی مہر ثبت ہے جس پر مصدر الطاف و عنایت حسین کندہ ہے۔ ادارے میں نواب صاحب موصوف ہی نے بطور عطیہ داخل کی ہے۔

(۷۹) ورق ۔ ۸ سطور فی صفحہ ۔ ۴½ × ۷

۹۷۷ ۔ مصباح الصلوٰۃ ۔ ۱۲۴۱ھ ۔ شاہ سعید الدین نثر اردو

فقہ کی مشہور فارسی کتاب مفتاح الصلوٰۃ کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کے مترجم شاہ سعید الدین نے اس سے پہلے تکمیل الایمان کا ترجمہ کیا تھا۔ اس کے بعد دوستوں کی فرمائش پر کرنول میں نواب غلام رسول خاں کے عہد میں ۱۲۴۱ھ میں یہ ترجمہ مکمل کیا ہے۔ اس کے دیباچہ میں سبب تالیف کے تحت انھوں نے نواب کرنول کی جو مدح کی ہے اس کا اقتباس یہ ہے:۔

"مدح نواب غلام رسول خاں نواب کرنول

نواب فلک جناب خورشید رکاب۔ فطانت میں فلاطوں۔ دانائی میں ارسطو۔ بہادری میں بہرام۔ عدالت میں نوشیرواں، سخاوت میں حاتم۔ شجاعت میں رستم۔ متشرع اکمل۔ دین داری میں بے بدل ہے

خدا اس کی دولت کو قائم رکھے شہادت و رفعت کو دائم رکھے
عدالت سدا اس کا ہووے کثیر کہے سارے عالم یہ ہے بے نظیر
یہ حاکم سلامت رہے ماہ و سال ہر اک اس کے سائے میں پاوے کمال
الٰہی دعا میری کرتا قبول مقاصد تمام اس کے ہووے حصول

جتنے وصف امیری اور وزیری کے چاہئیں خدا نے ان کی ذات میں جمع کیا ہے۔ غرض قسمت خوبی ملک کرنول کی تھی جو ایسا حاکم مسند نشین ہوا جس کے بیٹھنے سے ایک عالم راحت پایا اور انواع و اقسام کی بدعت موقوف کراکر شرعی احکام جاری کرایا۔ امیر ابن الامیر، کریم ابن الکریم نواب غلام رسول خاں بہادر دام اقبالہ کے عہد میں سن بارہ سو یکتالیس ہجری میں صاف ہندستانی زبان سے ترجمہ کیا۔"

اس مصباح الصلوٰۃ کو چار ابواب اور چالیس فصلوں پر منقسم کیا ہے۔ اس کی زبان صاف اور سلیس ہے۔

یہ مخطوطہ خاص اہتمام کے ساتھ نیلگوں رنگ کے کاغذ پر سرخ جدولوں کے درمیان عمدہ خط نستعلیق میں قلم بند کیا گیا ہے۔ عنوانات اور ذیلی سرخیاں جو عبارت کے درمیان میں آئی ہیں سب سرخ روشنائی میں لکھی گئی ہیں۔ ناقص الآخر ہے۔

اس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

"شکر و سجدۂ خاص اس معبود مطلق کو سزاوار ہے جو اپنے فضل و کرم سے اس مشت خاک کو اِنّی جاعلٌ فی الارض خلیفہ خلعت پہنا کر اور لقد کرمنا بنی آدم کا جامہ دیکر مسجود ملائک کیا۔"

یہ مخطوطہ اس عبارت پر ختم ہوتا ہے۔

"اگر کوئی پورے مہینے میں دیوانہ رہا تو اس پر قضا لازم نہیں ہوتا ہے۔"

چونکہ ناقص الآخر ہے اس لئے کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ ابتدائی ورق پر ایک تحریر درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب کسی شیخ احمد کی ملک رہ چکی ہے۔

۱۴۸ ورق۔ ۱۱ سطور فی صفحہ۔ ۶" × ۸ ۱/۴"

۹۷۸۔ زبدۃ التصریف۔ ظہیر بن محمود العلوی — نثر فارسی

یہ مشہور فارسی کتاب ہے جس کے کئی نام ملتے ہیں یعنی زبدہ فی علم الصرف، زبدۃ الصرف اور زبدۃ التصریف۔ مگر عام طور پر زبدہ کے نام سے مشہور رہی۔ کلکتہ میں مرتب کرکے ۱۷۹۳ء م ۱۲۰۸ھ میں چھاپی گئی تھی۔ اس کے مخطوطے اکثر کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ یہ عربی زبان کی صرف پر لکھی گئی ہے۔

زیر نظر مخطوطہ بہت ہی قدیم ہے۔ دلیسی کاغذ پر ثلث آمیز نستعلیق میں صاف و پاک لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ کرم خوردہ ہو گیا تھا احتیاط سے محفوظ کرکے جلد بندی کرادی گئی ہے۔ اکثر صفحات پر تفصیلی حاشیے عمدہ خفی قلم میں لکھے گئے ہیں۔

حمد و ثنا کے بعد اصل کتاب اس طرح شروع کی گئی ہے۔

"اما بعد فقد قال العبد الضعیف الراجی رحمت ربہ القوی ظہیر ابن محمود ابن مسعود العلوی حنف اللہ القالہم وحقق اعمالہم بداں علمک اللہ تعالیٰ کہ جملہ اسماء متمکنہ و افعال متصرفہ بر چہار گونہ است۔"

اختتامی عبارت یہ ہے۔

"چوں در صیغۂ فعل ماضی واحد ہا در آید شامل واحد و جمع ہر دو می شود۔ چوں شخصے دیدہ و مرداں دیدہ بخلاف ماضی کہ جز بر واحد نمی آید چناں کہ گویند مرد دید نگویند۔ تمت تمام۔"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ اس کے بعد ہی دوسرے صفحہ سے ۸ صفحات کا ایک اور فارسی لکھا گیا ہے جس میں فارسی کی اضافتوں کے قاعدے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ ممکن ہے یہ بھی ظہیر بن محمود کا مرتبہ ہو۔

۱۲۸ صفحات۔ ۲۲ سطور فی صفحہ۔ ۶" × ۹ ۱/۲"

۹۷۹۔ کتخدائی حسن و عشق از نعمت خاں عالی — نثر فارسی

نعمت خاں عالی کا اصلی نام نور الدین محمد شیرازی ہے۔ ۱۱۰۴ھ/۱۶۹۲ء میں اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے پہلے نعمت خاں کا اور بعد میں مقرب خاں کا خطاب دیا تھا اور اس کے جانشین بہادر شاہ نے دانش مند خاں کے خطاب سے سرفراز کیا لیکن وہ عام طور پر نعمت خاں عالی ہی کے نام سے مشہور رہیں۔ ان کی تاریخ وفات اکثر تذکروں میں ۱۱۲۱ھ (م ۱۷۰۹ء یا ۱۷۱۰ء) ملتی ہے۔ لیکن تاریخ چغتائی اور تاریخ محمدی میں یکم ربیع الثانی ۱۱۲۲ھ (م ۳۰ مئی ۱۷۱۰ء) لکھا ہے۔ وہ حیدر آباد میں فوت ہوئے اور دائرہ حضرت میر محمد مومن میں خاص درگاہ میر مومن کے باب الداخلہ کے نیچے دفن کئے گئے۔ قبر اور سنگ مزار اب تک موجود ہے۔ عالی کی تصنیفات میں حسب ذیل مشہور ہیں اور ان میں سے اکثر ادارے میں موجود ہیں۔

۱۔ بہادر شاہ نامہ۔ جس میں اس بادشاہ کے ابتدائی دو سالہ عہد کے واقعات ہیں۔
۲۔ وقائع حیدر آباد۔ اورنگ زیب کے محاصرۂ گولکنڈہ کا ہجویہ حال لکھا ہے جو ۱۴ رجب سے ۱۶ شعبان ۱۰۹۸ھ کے واقعات پر مشتمل ہے۔
۳۔ رقعات نعمت خاں۔ یہ منشات کے نام سے بھی مشہور ہے۔
۴۔ قصائد و قطعات، ہجوہا
۵۔ پند نامہ
۶۔ خوان نعمت۔ نثر کا رسالہ ہے جس میں پکوان کی نسبت تفصیلات لکھی ہیں۔
۷۔ مثنوی موسوم بہ نسخہ عالی
۸۔ کلیات
۹۔ کتخدائی حسن و عشق جو لکھنؤ اور دہلی سے ۱۸۴۲ء و ۱۸۷۳ء چھپ بھی چکی ہے۔

زیر نظر مخطوطہ اسی نویں تصنیف پر مشتمل ہے جو نہایت رنگین عبارت میں لکھی گئی ہے۔ اس کا آغاز اس طرح کیا ہے "

حدیث عشق شد زیب بیانم ۔۔۔ چو شمع افتاد آتش در زبانم
قلم از جوش ایں مے شد سیہ مست ۔۔۔ زمن عشقی بہ ہر جا عاشقے ہست

عرائس ابکار معانی را با ختنان الفاظ روشن بیانی بدیں گونہ عقد مواصلت منعقد می گردد کہ چوں قاضی قصا خط چار عنصر نوشتہ بہ تزویج جسم و جان فتوی داد"

اس مخطوطے کا اختتام اس عبارت پر ہوا ہے۔

"عقد حسن و عشق را چوں عقد گوہر بہ بست۔ ہر دو بوصال ہم رسیدند و در آئینہ دل روے یک دیگر دیدند۔ چنانچہ ایں قطعہ آمدہ

وصل حسن و عشق چوں شد اے خدا ۔۔۔ ایں دو را ہرگز مکن از ہم جدا
ہیچ عاشق دور از جاناں مباد ۔۔۔ چوں .... ہجراں مباد"

ترقیمہ ـــ "کاتبہ محمد علی عفی اللہ عنہ"
اس رسالہ میں عالی نے جگہ جگہ اپنی غزلیں بھی درج کی ہیں اور شادی کی برات میں جو لوگ دولہا کے ساتھ جلوس میں آئے ان کے سلسلے میں متعدد نام ایسے لکھے ہیں جن سے غالباً بعض اپنے ہمعصروں کی ہجو ملیح مقصود ہے۔
یہ مخطوطہ عمدہ سیاہ اور سرخ روشنائی میں قدیم دیسی کاغذ پر عمدہ جلی نستعلیق خط میں لکھا گیا ہے۔ کاتب نے صرف اپنا نام محمد علی لکھا ہے مقام و سنہ کتابت نہیں درج کیا۔ اس کے بعد ہی حاشیہ شجرۃ الامالی نقل کیا ہے جس کا ذکر دوسرے نمبر کے تحت درج ہے۔
۲۴۔ صفحات ـ ۱۹ سطور فی صفحہ ـ "۶×"۹

---

۹۸۰ ـ حاشیہ شجرۃ الامالی — نثر فارسی

فن انشاء میں یہ ایک فارسی رسالہ ہے جس میں کسی کتاب شجرۃ الامالی کی شرح لکھی گئی ہے۔ مگر دونوں کے مصنف اور زمانہ کا پتہ نہ چل سکا۔ البتہ یہ حاشیہ انگریزی اثر و اقتدار کے ابتدائی دور میں لکھا گیا ہے۔ چنانچہ اس میں ایک جگہ لکھا ہے ـــ

"مجلسیاں از علم او آگاہ خواہند بود۔ والا سوائے علم بصفت جواب خواہند داد کہ منشی فلاں فرنگی یا خانسامہ فلاں انگریز است۔"

ابتدا ـــ "پوشیدہ نماند کہ انچہ سوال از علم و صفات و نسب آں کردہ شود۔ ذوی العقول است و ہر چہ از ماہیت آں پرسید آید غیر ذوی العقول شد۔"

اختتام ـــ "ضرور نیست کہ لفظ کسے دریں شعر متعلق بہ غیر ذوی العقول در مصرع اول تمام۔ ازیں جہت کہ شاعر اول ذکر عاشق و معشوق۔"

یہ رسالہ ناقص الآخر ہے۔ محمد علی کاتب مخطوطہ نمبر ۹۷۹ نے لکھتے لکھتے نامکمل چھوڑ دیا ہے۔
۳ صفحات ـ ۱۶ سطور فی صفحہ ـ "۶×"۹۔

---

۹۸۱ ـ فسانۂ عجائب ـ مرزا رجب علی بیگ سرور — نثر اردو

اردو کی یہ مشہور کتاب چھپ چکی ہے۔ اس کا یہ مخطوطہ بہت ہی قدیم الخط ہے اور خاص اہتمام سے لکھنؤ میں اعلیٰ درجے کی سرخ و سیاہ روشنائی میں شکستہ آمیز نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ اس میں بعض صفحات وصلی کے طور پر قلم بند کئے گئے ہیں۔ ناقص الطرفین ہے اور بعض جگہ درمیان سے بھی اوراق غائب ہیں اور آگے پیچھے بھی ہیں۔

ابتدا ـــ "ایک آب و گل سے خمیر کر کے پردۂ غیب سے بعرصۂ شہود لایا۔ ایک خلقت سے دو طرح کا جلوہ دکھایا اور انسان ضعیف بنیان کو اشرف المخلوقات فرمایا۔"

اختتام ۔ "لیکن سوچو لاکی طرح کا راحت و آرام ہو جو جی نہ لگے تو کیا کرے ۔ استاد

دولت کونین حاصل ہو تو اُٹھے لات مار   پھر نہیں لگتا ہے جی جس جاسے ہو جیں کا اچاٹ"

۵۹ ورق ۔ ۱۰ سطور فی صفحہ ۔ "۶×"½ ۹ ۔

---

۹۸۲ ۔ قانونچہ بہرہ بخش ۔ ۱۱۶۰ھ ۔ امر سنگھ خاکی   نثر فارسی

نواب آصفجاہ نظام الملک کے دیوان رائے دیبی داس کے پوتے امر سنگھ خاکی ولد بدھ سنگھ نے یہ کتاب ارکاٹ میں ۱۱۶۰ھ میں مرتب کی ہے

امر سنگھ لاہور کے رہنے والے تھے وہاں سے حیدرآباد آکر نواب حفیظ الدین خاں کی معرفت سے نواب ناصر جنگ کے دربار میں ملازم ہوئے اور بارہ سال تک اُن کے یہاں خدمت پیشکاری بخشی گری مشرفی پر مامور رہے ۔ ان کے بعد نواب انورالدین خاں صوبہ دار کرناٹک کے ملازم ہوئے اور ان کے ساتھ ارکاٹ چلے گئے اور راجا بسنت رائے کے یہاں چالیس سواروں کے جمعدار مقرر ہوئے ۔ وہیں دوستوں کی فرمائش پر مبتدیوں کے لئے انشاء کا یہ مجموعہ مرتب کر کے قانونچہ بہرہ بخش اس کا نام رکھا اور اس کا سنہ تالیف اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

مظہر تاریخ این گلزار حال   یک ہزار و یک صد و شصت است سال

اس میں امیروں بادشاہوں وغیرہ سے کس طرح مراسلت کرنی چاہئے اس کے نمونے لکھے ہیں ۔

آغاز ۔ "آغاز می کنم تو رسائی بانتہا   طرح فگندہ را بنہایت تمام کن

ہزاراں ہزار سپاس بے قیاس و نیایش مر خدائے را کہ روے را از وجود انسان آراستہ و انسان را از لباس"

اختتام ۔ "سبب سربلندی نشاتین خواہد داشت ۔ تفاخر و دوجہانی خواہد نگاشت ، موجب سرفرازی کونین تواند بود ۔"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے ۔ نہایت عمدہ خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے ۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں ۔ ۱۲۰۰ھ کے قریب کی کتابت معلوم ہوتی ہے ۔

۱۵ ورق ۔ ۱۱ سطور فی صفحہ ۔ "۶×"۹ ۔

---

۹۸۳ ۔ کفایت الاعتقاد ۔ فقیر حسین کشمیری   نثر فارسی

حسین کشمیری نے یہ فارسی رسالہ اہل سنت والجماعت کے اعتقاد کے مطابق حضرت ابوبکر اور دیگر صحابہ کی تائید میں لکھا ہے ۔ مصنف کے زمانہ اور سنہ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا ۔ ۱۱۱۱ھ سے قبل کی تالیف معلوم ہوتا ہے ۔ عربی حمد و ثنا کے بعد اس طرح شروع ہوتا ہے ۔

"فقیر حقیر ذرہ نظیر در بند امور خود اسیر دایم مستغرق بحر تقصیر ساکن کشمیر فقیر حسین غفراللہ والوالدیہ بہ المشتاق کثیر و اعتقاد کبیر رسالہ صغیر در باب متانت و صیانت طریق یقین بعبارت مشین و اشارت متین کہ سالکان طریق سنت جماعت و پیروان اصحاب رسالت را بلا احتیاج رسایل دیگر ہمیں رسالہ کفایت کند"

اس رسالہ میں (۱۰) فصلیں یعنی فضیلت اصحاب کی (۱۰) وجہیں بیان کی ہیں۔

اختتام :- "جمیع مومنین کہ سنت جماعت اند حق تعالیٰ در پناہ خود نگاہ داشتہ بدرجہ معتقدان اکمل فائز فرمایند"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ عمدہ روشنائی میں بخط نستعلیق نقل کیا گیا ہے۔ اسی کاتب نے اس کے بعد رسالہ نسایم القادریہ بھی نقل کیا ہے جس کا بیان نمبر ۹۸۴ پر درج ہے۔

۱۰ ورق۔ ۱۵ سطور فی صفحہ۔ "۶½ × ۱۰"۔

۹۸۴۔ نسائم القادریہ۔ (حیات غوث اعظم) نثر فارسی

یہ بھی ۱۱۰۰ھ کے قریب کا ایک فارسی رسالہ ہے جس میں حضرت محبوب سبحانی عبد القادر جیلانی کے حالات ۱۱ فصلوں (نسیموں) میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

ابتدا :- "(عربی حمد و ثنا کے بعد) این نسخہ ایست مسمیٰ بہ نسائم القادریہ در شرح احوالات شریف حضرت سلطان العارفین امام العشاق العرفا قطب الاقطاب معشوق ربانی حضرت میران محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرۂ العزیز"

اختتام :- "عالی حضرت ہر بار کہ تسبیح فرمودند و در ہر بار از حق سبحانہ لبیک یا محبوبی جواب می آید۔ و تا رسیدن جواب از رب الارباب جناب اقدس عالی حضرت کرت تسبیح دیگر نمی گفتند"

ترقیمہ :- "تمت ہٰذہ الرسالہ یازدہ نسایم فی خوارق حضرت اقدس عالی حضرت پیر دستگیر قدس اللہ سرہ العزیز۔ تمت تمام شد"

کاتب نے اپنا نام اور سنہ کتابت نہیں لکھا۔ عمدہ خط نستعلیق میں قدیم کاغذ پر لکھا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ اسی کاتب نے مخطوطہ نمبر ۹۸۳ بھی نقل کیا ہے۔

اس کتاب کا ایک اور نسخہ فورٹ ولیم کالج کی لائبریری میں بھی تھا جو اب انڈیا آفس کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ وہ ۱۱۵۸ھ کی کتابت ہے۔

۱۳ ورق۔ ۱۵ سطور فی صفحہ۔ "۶½ × ۱۰"۔

۹۰۵۔ نصاب الصبیان ۔ (۶۱۷ھ)۔ ابونصر فراحی — نظم فارسی

یہ فارسی کی مشہور و معروف نصابی کتاب ہے جس کی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ جن میں حسب ذیل اصحاب کی شرحیں مشہور ہیں ـــ

۱۔ محمد بن فصیح بن محمد المعروف بہ کریم دشت بیاضی کوہستانی ۲۔ محمد سعد عظیم آبادی

۳۔ نظام بن کمال بن جمال بن حسام الہروی المعروف بہ ابن حسام۔

اس مثنوی میں (۲۲۰) ابیات ہیں۔ پہلے فارسی نثر میں ایک صفحہ کا دیباچہ ہے۔

ابتدا ـــ (عربی حمد و ثنا کے بعد)

زجودا حمد وانطاق کماہی — بعون فضل و توفیق الٰہی
چنیں گوید ابونصر فراحی — نصابم رابخواں گر علم خواہی

اختتام ـــ رطب خرمائی قنواں خوشہ چوں جواباں خوشہ — سخیں دلینہ و خرما بن جوسلا منج خرمائی

ترقیمہ ـــ "کاتب الحروف عاجز و فقیر حقیر محمد علی عرف علی صاحب ترقیم نمودہ شد بتاریخ بست و دویم شہر رمضان المبارک ۱۲۰۶ھ روز دوشنبہ برائے خاطر عاطر سید عبدالقادر بوقت دو پہر روز بر آمدہ ترقیم نمودہ شد"

خط معمولی نستعلیق ہے۔ عنوانات سرخی میں لکھے گئے ہیں۔

۱۲ ورق۔ ۱۴ سطور فی صفحہ۔ "۶½ × "۱۰۔

۹۰۶۔ رقعات امان اللہ حسینی ۔ ۱۰۴۴ھ ۔ — نثر فارسی

اس مشہور فارسی رسالہ کے کئی اور مخطوطے ادارے میں موجود ہیں جن میں سے بعض کا ذکر جلد دوم میں گذر چکا ہے۔

امان اللہ حسینی خانزاد خان فیروز جنگ آمانی متوفی ۱۰۴۶ھ کی یہ کتاب رقعات خانزاد خاں کے نام سے بھی مشہور ہے۔ زیر نظر مخطوطہ خط شکستہ میں میر عبدالقادر نے ۱۲۰۷ھ میں نقل کیا ہے۔ یہ وہی صاحب ہیں جن کی فرمائش پر محمد علی نے ۱۲۰۶ھ میں مخطوطہ نمبر ۹۰۵ نقل کیا تھا۔ چونکہ یہ مشہور کتاب ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے اس لئے اس کی ابتدائی اور آخری عبارتیں درج نہیں کی جا رہی ہیں۔ ترقیمہ یہ ہے۔

"کاتب الحروف میر عبدالقادر بتاریخ نوزدہم رمضان المبارک ۱۲۰۷ھ"

اس کے بعد دو تین صفحات میں لطیفے، نصیحتیں اور نسخے درج کئے ہیں۔ ایک لطیفہ یہ ہے۔

"کسے کہ فرزند ندارد نور چشم ندارد۔ کسے کہ برادر ندارد قوت بازو ندارد۔ کسے کہ زر ندارد آبرو ندارد۔
کسے کہ زن ندارد آسائش دنیا ندارد۔ کسے کہ ایں چہار چیز ندارد ہیچ غم ندارد"

۳۹ ورق۔ ۱۵ سطور فی صفحہ۔ "۶ × "۹½

۹۸۷۔ زبدۃ ۔ ظہیر بن محمود — نثر فارسی

علم صرف کے اس رسالہ کے ایک اور مخطوطے کا ذکر ابھی نمبر ۹۷۸ پر گذر چکا ہے۔ زیر نظر نسخہ میر عبدالقادر نے رقعات امان اللہ حسینی (نمبر ۹۸۶) کے ساتھ ۱۲۰۴ھ میں لکھا ہے۔ خط شکستہ نستعلیق ہے۔ کاغذ بہت کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ حاشیہ پر شرحیں بھی درج ہیں۔

اس کے آخر میں بعض مشاہیر اسلام کی تاریخہائے وفات لکھی ہیں جو یہ ہیں —

حضرت بی بی ۳ رمضان ۱۱ھ۔ حضرت صدیق اکبر ۲۲ جمادی الثانی۔ حضرت عمر فاروق ۲۶ ذی حجہ
حضرت عثمان غنی ۱۷ ذی حجہ۔ حضرت علی ۲۱ رمضان ۴۰ھ۔ حضرت امام حسن ۱۱ ربیع الاول ۵۰ھ
حضرت امام حسین ۱۰ محرم ۶۱ھ۔

۶ ورق۔ ۱۴ سطور فی صفحہ۔ ۶" × ۹½" ۔

۹۸۸۔ خیابان مہدی ۔ قریب ۱۲۵۰ھ ۔ مہدی — نثر اردو

اردو نثر کے اس رسالے میں مختلف لطیفے اور دلچسپ قصے سادہ دکنی زبان میں قلمبند کئے گئے ہیں۔ مصنف اور سنہ تالیف کا پتہ نہ چل سکا۔ کتاب سے پہلے ایک ورق پر لکھا ہے —

"ایں کتاب خیابان مہدی"

اور اسی کے ساتھ جو دوسرے اردو رسالے نقل کئے گئے ہیں ان کے ترقیمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رسالہ بمقام ستیا بنڈہ (قریب تھرنا گپور و کامٹی) ۱۲۶۶ھ میں سپاہی محمد رسول ۱۸ رجمنٹ لائٹ کمپنی کے پڑھنے کے لئے نقل کیا گیا ہے۔ (دیکھئے بیان مخطوطہ نمبر ۹۹۰)۔

ابتدا — "دو عورت ایک بچے کے واسطے لڑتے تھے اور شاہد نہیں رکھتے تھے۔ دونوں قاضی کے آگے گئے اور انصاف چاہے۔ قاضی نے جلاد کو بلایا اور فرمایا کہ اس بچے کو دو ٹکڑے کر اور دو نو عورتوں کو دے۔"

اختتام — "ایک شخص ایک نویسندے کے آگے گیا اور کہا ایک خط لکھ دے۔ نویسندے نے کہا میرے پاؤں درد کرتے ہیں۔ اس شخص نے کہا تجھ کو کس جگہ بھیجنا نہیں چاہتا ہوں جو ایسا عذر کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ تیری بات سچ ہے۔"

یہ مخطوطہ ناقص الآخر ہے اس لئے کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ اس میں آخر کا صرف ایک ورق غایب ہے۔

۲۰ ورق۔ ۱۳ سطور فی صفحہ۔ ۶" × ۴"

۹۸۹۔ تیسیر الصلوٰۃ۔ قبل ۱۲۵۰ھ۔ ولایت علی عظیم آبادی

نثر اردو

اردو نثر کا یہ رسالہ نماز کے بارے میں ضروری معلومات پر مشتمل ہے اور ۱۲۵۰ھ میں مطبع احمدی شہر چھپرہ (متعلقہ ضلع ہوگلی) میں چھاپا گیا تھا۔ چنانچہ اسی مطبوعہ رسالے سے یہ مخطوط (دوسرے اردو رسائل کے ساتھ) محمد رسول سپاہی ۱۰ویں رجمنٹ لائٹ کمپنی کے لئے ۱۸۲۶ء میں بمقام سیتابنڈہ (قریب شہر ناگپور دکامٹی) میں نقل کیا گیا تھا۔ (دیکھو ترقیمہ مخطوطہ نمبر ۹۹۰)

اس رسالے کے مصحح سید عبداللہ نے اس کے خاتمے پر یہ ابیات اضافہ کی ہیں۔

الٰہی تو دے اس مصنف کو نیکی | سجھائی ہیں جس نے یہ بات اچھی
عمل جو مسلمان اس پر کرے گا | بفضل الٰہی وہ مقبول ہوگا
نہ چھوٹے یہاں اس کی اس سے نماز | بہشتی کرے وہاں اسے کارساز

ابتداء۔ "اللہ کا رحم بنی آدم پر نہایت ہوا کہ اس کی ہدایت کے واسطے ایسا رسول مقبول بھیجا کہ جب وہ معراج سے مشرف ہوئے تو نماز پنجگانہ کہ پر تو معراج کا رکھتی ہے ہمارے واسطے بھی حصہ لیتے آئے۔"

اختتام۔ "جو مردہ دفن ہو چکا ہے تو نماز اس کی قبر پر جا کر پڑھے اور جو کوئی کہ بھی مسلمان قبر پر کسی طرح حاضر نہ ہو سکے تو دور ہی سے پڑھے۔ یہ حدیثیں اس رسالے کی مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں۔"

ترقیمہ۔ "اس رسالے کے مصنف کا نام مولوی ولایت علی سلمہ اللہ تعالیٰ عظیم آبادی ہے۔ یہ تین بیتیں خاتمے کی فقیر بیچاراں خیر خواہ خلق اللہ سید عبداللہ عفا اللہ عنہ وعن والدیہ اس رسالے کے مصحح کی طبعزاد ہے۔ (اس کے بعد وہ بیتیں درج ہیں جو اوپر لکھی گئی ہیں)۔

یہ نسخہ تیسیر الصلوٰۃ کا مطبع احمدی میں چھاپا گیا جو شہر چھپرہ متعلقہ ضلع ہوگلی کے درمیان واقع ہے۔ شہر ذوالحجہ ۱۲۵۰ھ ہجری۔"

۱۵ ورق۔ ۱۳ سطور فی صفحہ۔ "۶×"۸

۹۹۰۔ نور الہدایہ۔ قبل ۱۲۵۰ھ۔ سید حیات

مثنوی اردو

سید حیات اردو کے ایک مذہبی رنگ کے مصنف تھے جن کے ۱۳ رسالے (۱۔ سراج العقائد، ۲۔ سراج الفقہ ۳۔ مراۃ الاحکام، ۴۔ تاج الفرائض، ۵۔ تاج النصائح، ۶۔ آداب السعادہ، ۷۔ احوال النبی، ۸۔ نور الہدایہ ۹۔ شفاعت نامہ، ۱۰۔ دیدار نامہ، ۱۱۔ شرف الایمان، ۱۲۔ نور الاسلام، ۱۳۔ آب حیات) ادارے میں محفوظ ہیں اور ان کی تفصیلات جلد چہارم صفحات ۱۴۴ تا ۱۴۹ پر درج ہو چکی ہیں۔ ان میں سے بعض رسالے نظم میں اور بعض نثر میں ہیں۔

زیر نظر رسالہ منظوم ہے اور اس میں مسلمانوں کو آخرت کے عذاب سے بچنے کے لئے ضروری نصیحتیں کی گئی ہیں۔

ابتداء۔
یا الٰہی یا الٰہی یا رحیم — یا حکیمی یا حکیمی یا کریم
اب بحق مصطفےٰ اور فاطمہ — تو ہمارا خیر سے کر خاتمہ

اختتام۔
رنج و راحت کو بیاں کب تک بحیات — شرک سے تو دور رہ چاہے نجات
بھائی جاں نور الہدایہ ہوئی تمام — مصطفےٰ پر ہے درود اور السلام

ترقیمہ ۔ "کتاب تیسیر الصلوٰۃ و نور الہدایہ و نصیحۃ المسلمین و محبت الاسلام برائے خواندن سپاہی محمد رسول ہجدہم رجمنٹ لیٹ کمپنی بتاریخ بست و ہشتم ماہ حال ۱۸۴۶ء عیسوی در مقام سیتابلدہ متعلقہ شہر ناگپور رو داممی با تمام رسیدہ"

لیکن اس جلد میں رسالہ محبت الاسلام موجود نہیں ہے۔ ان سب رسالوں کا خط سادہ نستعلیق ہے۔
۷ ورق ۔ ۱۲ اسطور فی صفحہ ۔ "۶×۸"

۹۹۱۔ نصیحت المسلمین ۔ ۱۲۳۹ھ ۔ خرم علی

نثر اردو

مولوی خرم علی کا یہ رسالہ ادارے میں نمبر ۶۶۵ پر بھی موجود ہے اور اس کی تفصیلات جلد اول صفحہ ۱۰۰ پر درج ہو چکی ہیں مگر اس مخطوطے میں سنہ تصنیف ۱۲۳۸ھ عبارت میں لکھا ہے اور زیر نظر مخطوطے میں عبارت میں ۱۲۳۹ھ لکھا ہوا ہے۔ معلوم نہیں کونسا سنہ صحیح ہے؟

مولوی خرم علی کی ایک اور کتاب شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل بھی نمبر ۹۶۹ پر محفوظ ہے اور اس کی تفصیلات جلد چہارم صفحہ ۲۴۳ پر درج ہو چکی ہیں۔

زیر نظر مخطوطے میں مخطوطہ نمبر ۶۶۵ کی نثر و نظم کے علاوہ مالک مطبع حاجی محمد حسین کی حسب ذیل مثنوی شریک نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ان کے مطبع میں چھپی تھی ۔

جو لوئی خدا کو ایک جانے — بے شبہ نصیحتیں یہ مانے
اس میں ہیں تمام دین کے ارکان — اس میں ہے بیان اصل ایمان
تم بدعت و کفر و شرک چھوڑو — نہ ایسے رسالے سے نہ موڑو
اس تحفہ کے جان سے ہیں خریدار — مقبول خدا جو ہیں نہ اشرار

قطعہ

کتابے ز خرم علی طبع کردم — محمد حسین آنکہ مقبول دین است
بھنگام طبع نوشتش طبع اظہر — بگفتا نصیحت پئے مسلمین است

یہ رسالہ دوسرے رسالوں کے ساتھ ۱۸۴۶ء میں بمقام سیتابلدہ (ناگپور) لکھا گیا ہے۔ (دیکھو مخطوطہ نمبر ۹۹۰)
۳۵ ورق ۔ ۱۱ اسطور فی صفحہ ۔ "۶×۸"

۹۹۲۔ تاریخی خطوط عہد آصفجاہ اول۔ قبل ۱۱۷۵ھ۔ نثر فارسی

اس فارسی مجموعۂ خطوط میں عہد نظام الملک آصفجاہ اول سے متعلق اہم تاریخی خطوط شامل ہیں جن سے ایلچپور، بالاپور، انجیگاؤں، اورنگ آباد، برہانپور وغیرہ کی سیاسی و سماجی زندگی پر بھی روشنی پڑتی ہے اور خاص طور پر مرہٹوں کی فوجی مصروفیات بھی نمایاں ہوتی ہیں۔ مورخوں کے لئے یہ خطوط نعمت غیر مترقبہ ہیں۔ اس میں حسب ذیل اصحاب کے خطوط شامل ہیں:۔

۱۔ سکھدیو منشی ۲۵ خطوط — ۲۔ بابو رائے منشی راجہ شاہو ۲ خطوط
۳۔ رنجیت رائے منشی ۱ خط — ۴۔ جان میرزا ۲ „
۵۔ محمد جان عرف احمد علی ۵ خطوط — ۶۔ نظام الملک آصفجاہ (بنام شجاعت خاں) ۱ خط
۷۔ بال چند منشی (عضد الدولہ بنام آصفجاہ) ۴ „ — ۸۔ چمن لعل منشی ۱ „
۹۔ میرزا بیدل ۱ خط

ہر رقعہ پر عنوان سرخ روشنائی میں لکھا گیا ہے لیکن اس کتاب کے نصف آخر میں عنوانات کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے شاید بعد میں ان کو سرخ روشنائی سے لکھنا نہ ہو سکا۔ اس لئے نصف خطوط کے کاتب یا مکتوب الیہ معلوم نہ ہو سکے۔

ان خطوط میں سے بعض میں تاریخیں بھی ضمناً درج ہو گئی ہیں۔ چنانچہ ایسی آخری تاریخ ۱۱۷۵ھ سے متعلق ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال کے بعد اس کی کتابت ہوئی ہے۔

ان خطوط میں جو معلومات درج ہیں وہ بہت اہم ہیں۔ یہ اس عہد کی سیاسی و سماجی تاریخ کے مستند دستاویز ہیں اور ضرورت ہے کہ ان کو مرتب کر کے شائع کیا جائے۔

چونکہ یہ مجموعہ ناقص الآخر ہے اس لئے اس کے نام کاتب اور سنہ کتابت کا پتہ نہ چل سکا۔ خط اعلیٰ پایہ کا نستعلیق شکستہ آمیز ہے اور خط اور کاغذ کے لحاظ سے ۱۲۰۰ھ کے قریب کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔

ابتداء۔ " **رقعات سکھدیو منشی**

بمنۂ اللہ تعالیٰ و اقدس کہ بنیان تمرد پیشگاں ضلالت گزیں اضلاع خاندیس مثل ناگو
مفسد ملگانوں وغیرہ بمنزلہ قہر غازیاں موکب ظفر طراز از ثبات و قیام در افتاد۔

اختتام۔ " روز ہفدہم بتاریخ یازدہم ماہ جمادی الآخرہ بخیریت بایلچپور رسید آنچہ از صعوبت راہ و بارش
باراں و اشتداد آزار کہ بر من گذشتہ نگارش آں غیر از آنکہ باضطراب خاطر مشتاقاں عالم اسباب
افزودہ شود چیست برائے شکر کہ ایں ہمہ بخیر گذشت و بخوبی بمکان مالوف رسیدن شد از ہجوم "

یہ مجموعہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ اس کے پہلے ورق پر ان کے دستخط عنایت جنگ ۵ ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ اور حصہ رقعات کی پیشانی پر مہر بیضوی ثبت ہے۔

۴۸ ورق۔ ۱۱ سطور فی صفحہ۔ ۵" × ۸"

۹۹۳ - بہار دانش - ۱۰۶۱ھ - عنایت اللہ لاہوری

نثر فارسی

شیخ عنایت اللہ کنبوی لاہوری (متوفی ۱۰۸۲ھ/۱۶۵۱ء) نے اس ضخیم کتاب میں جہاندار سلطان اور بہرہ ور بانو کی داستان عشق بیان کی ہے اور یہ داستان بہت مقبول ہوئی۔ انگریزی میں بھی اس کے ترجمے شائع ہوئے۔ چنانچہ الکزنڈر ڈو کا ترجمہ ۱۷۶۸ء میں لندن سے اور جوناتھن اسکاٹ کا ترجمہ ۳ جلدوں میں شروزبری سے ۱۷۹۹ء میں شائع ہوئے۔ جرمن ترجمہ لے ہارتمان نے کیا تھا جو لائپ زک میں ۱۸۰۲ء میں چھپا اور لس کالیر کا فرانسیسی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

اصل فارسی میں مصنف کے بھائی محمد صالح کنبوی (مولف عمل صالح) نے اس کا دیباچہ لکھا تھا اور حسن علی عزت نے اس قصہ کو منظوم بھی کیا تھا۔ ادارے میں اس کے کئی نسخے محفوظ ہیں۔ زیر نظر نسخہ قدیم ہے اور کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ اس کی اہمیت اس لئے ہے کہ حیدر آباد میں ایک ہندو منشی کوبر لعل نے نقل کیا تھا اور حیدر آباد کے مشہور کو توال راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی کے کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ چنانچہ اس کی جلد پر ایک مدور مطبوعہ چٹھی لگی ہوئی ہے جس پر لکھا ہے "کتب خانہ راجہ وینکٹ راما ریڈی بہادر او بی ای نمبر ۱۱۹۶"۔ وینکٹ راما ریڈی حیدر آباد میں ریڈی ہاسٹل کے بانی اور کئی تعلیمی اداروں کے سرپرست تھے اور ان کی یاد میں راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی زنانہ کالج حیدر آباد میں قائم کیا گیا ہے جو روز بروز ترقی کر رہا ہے۔

اس کا ترقیمہ یہ ہے:—

"این کتاب بہار دانش تصنیف عنایت اللہ از آغاز تا انجام بتاریخ بست و ششم شہر رمضان المبارک روز شنبہ ۱۲۶۷ھ بخط ارادت صادق و خواہش واثق کوبر لعل متعدی سر رشتہ عدالت دیوانی بلدہ فرخندہ بنیاد حیدر آباد متوطن بندر سورت ملک گجرات قوم کھتری گجراتی"۔

۳۵۵ ورق۔ ۱۳ سطر فی صفحہ۔ "۶×"۹

---

۹۹۴ - انشائے بہتر - ۱۲۶۸ھ - سید علاء الدین حسینی کرتل

نثر فارسی

سید علاء الدین حسینی کرتل بیدر کے مشہور صاحب کرامت بزرگ سید شاہ اسمٰعیل ابن شاہ حسین بن سید ابو الحسن کی اولاد میں سے تھے۔ سید اسمٰعیل سلطان علاء الدین بہمنی کی سرکار میں ملازم تھے۔ ۸۶۱ھ میں فوت اور گھوڑواڑی میں دفن ہوئے۔ ان کی درگاہ اب تک مرجع خلائق ہے اور عرس دھوم سے ہوتا ہے (تفصیلات کے لئے دیکھو محبوب ذی المنن جلد اول صفحہ ۱۴۱)۔

سید علاء الدین کے مرشد سید بابا شاہ حسینی تھے جو زیر نظر کتاب کی تالیف ۱۲۶۸ھ سے قبل فوت ہو چکے تھے۔ یہ بزرگ غالباً حضرت امین الدین علی اعلیٰ کی اولاد میں سے تھے کیونکہ ان کے فرزند کا نام سید بابا شاہ تھا (دیکھو تذکرہ مخطوطات جلد اول صفحہ ۲۱۷) اور صوفیوں کے خاندانوں میں ایک ہی نام اولاد میں بار بار رکھا جاتا ہے۔

سید علاء الدین کرنل حیدرآباد کے ایک عرب امیر اور جاگیردار سلطان نواز الملک کی سرکار میں یا تو ملازم تھے یا ان کی جاگیر کے باشندے تھے جس کی وجہ سے اس کتاب کے دیباچہ میں ان کی مدح لکھی ہے۔ کرناٹک کے مسلمان خاندانوں میں اصلی ناموں کے بعد کرنل اور چوہے جیسے اجزاء پچانت کے لئے اب تک رائج ہیں۔

زیر نظر کتاب میں فارسی انشاء پردازی اور دفتری مراسلت کے لئے سات فصلوں میں مفید معلومات درج کی گئی ہیں اور خطوط، مراسلوں، عرضیوں اور دفتری حساب وکتاب کے عمدہ اور مفید نمونے جمع کئے گئے ہیں۔ یہ ۱۲۶۸ھ میں مرتب کی گئی ہے۔ چنانچہ خود مولف نے اس بیت میں اس کی تاریخ واضح کی ہے ؎

بود چوں سالیکہ ایں مجموعہ گشت　　　یکہزار و دو صد و بر شصت ہشت

ابتداء ۔ "حمد بے عدد و ثنائے بے عدد مر دبیر کاتب تقدیر را کہ مسودہ واللیل اذا یغشیٰ و بیضہ والنہار اذا تجلّیٰ فردیست از دفتر حقیقت او"۔

یہ نسخہ ناقص الآخر معلوم ہوتا ہے اور ایک نقش پر ختم ہوتا ہے جس میں حسابی عمل سمجھایا گیا ہے۔ اس کے بعد ایک نظم تھی جو اس میں محفوظ نہیں ہے۔ معلوم نہیں کہ اس کا کوئی نسخہ کسی اور کتاب خانے میں موجود ہے یا نہیں۔

خفی نستعلیق شکستہ آمیز خط میں یہ مخطوطہ نقل کیا گیا ہے اور عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ قدرے کرم خوردہ ہو گیا تھا ادارے میں اہتمام کے ساتھ محفوظ کر کے جلد بنا دی گئی ہے۔

اس کے کاتب غلام محمود ہیں جنھوں نے سرورق پر سرخ نقش و نگار کے اندر کتاب کا نام لکھا ہے اور نیچے خط طغریٰ میں "کاتب الحروف غلام محمود عفی عنہ" لکھا ہے۔ تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ حاشیوں پر بھی عبارتیں درج ہیں اور متن کتاب میں مشکل فارسی الفاظ کے اردو مترادفات بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔ پہلے ورق پر ایک اردو شعر لکھ کر کاتب نے اپنے استاد روشن خاں صاحب کا نام بھی لکھا ہے۔

۱۰۰ ورق ۔ ۱۱ سطور فی صفحہ ۔ ۶" × ۸" ۔

---

۹۹۵ ۔ کنز الرموز ۔ قریب ۱۲۰۰ھ　　　نثر اردو

قدیم دکنی نثر کے اس رسالے کے مصنف و سنہ تالیف کا پتہ نہ چل سکا۔ چونکہ محمد مہدی واصف نے اپنے اردو رسائل کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ انہی کے بزرگوں یا ان کے والد محمد عارف الدین خاں رہنما کی تالیف ہو۔

اس رسالے کو نو فصلوں اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا گیا تھا مگر زیر نظر مخطوطے میں خاتمہ درج نہیں ہے۔ البتہ نو فصلیں مکمل ہیں۔ ہر فصل میں کئی کئی فقرے باظہار نمبر لکھے گئے ہیں۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

"الحمد للہ علیٰ افضالہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد وآلہ اجمعین۔ لیکن بعد یہ رسالہ ملیا ہوا اوپر نو فصل کے خاتمہ جو نام رکھیا سات کنز الرموز کے۔ و باللہ التوفیق۔ فصل اول ۔ علماء کہیں ہیں جو دس چیز زیادہ کرتے ہیں ۔ حفظ کون ۔۔ اول کھانا کھانا حلاوت کا"۔

اختتام ۔ "آٹواں بابڑاں باادب رہنا۔ نواں تمام کے تئیں خیر کی توفیق دینا۔ یہ نونؐ فصل مرتب ہوی۔
بحق محمدؐ والہ الامجاد۔"

کوئی ترقیمہ نہیں۔ صاف نستعلیق شکستہ آمیز خط میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ کاغذ آب زدہ ہو گیا ہے۔ بعض جگہ حروف پھیل گئے ہیں۔

کتاب کے ختم کرنے کے بعد چند اردو اشعار، رباعیاں اور خواجہ میر درد کی اُس غزل کے پانچ شعر نقل کئے ہیں جس کا مطلع ہے ؎

مرا جی ہے جب تک تری جستجو ہے — زباں جب تلک ہے یہی گفتگو ہے

متفرق اشعار میں حسب ذیل بھی شامل ہیں ؎

یاں ذوق عبادت ہے وہاں لذت دیدار — اے یار سمجھ بوجھ دو عالم میں مزا ہے

یہ زلف منہ میں لی تو کہا مار کھائیگا — ابرو جو چومی بولا کہ تلوار کھائے گا

یہ کتاب مولوی احمد اللہ خاں صاحب مدرس گولکنڈہ ہائی اسکول کا عطیہ ہے۔

ورق ۔ ۱۲ سطور فی صفحہ ۔ "۶ × "½ ۹ ۔

---

۹۹۶ ۔ ترجمہ رسولہ عشرہ ۔ ۱۲۸۵ھ ۔ محمد مہدی واصف — نثر اردو

بادشاہ بخارا نے مولانا عبدالعزیز (دہلوی) سے اسلامی امور سے متعلق استفسار کیا تھا اور دس سوال لکھ بھیجے تھے جن کے مدلل جوابات مولانا عبدالعزیز نے فارسی میں لکھ بھیجے تھے۔ یہ جوابات ایک رسالہ کی صورت میں ہندستان کے اہل علم طبقہ میں بھی بہت مقبول ہوئے۔ اس رسالے کا ترجمہ غالباً محمد مہدی واصف نے ۱۲۸۵ھ میں حیدرآباد میں کیا۔ چنانچہ زیر نظر مخطوطہ وہی رسالہ ہے اور اس کو واصف ہی نے قلمبند کیا ہے اور ان کے دوسرے مکتوبہ و مؤلفہ رسالوں کے ساتھ ایک ہی جلد میں منسلک ہے۔ یہ سب رسالے ایک ہی کاغذ پر اور ایک ہی خط میں لکھے گئے ہیں۔

محمد مہدی واصف فرزند تھے محمد عارف الدین خاں رونق کے۔ مدراس میں ۱۲۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔ بعد تکمیل تعلیم انگریزوں کی تعلیم کے لئے سرکار کمپنی کے مدرسہ میں ملازم ہوئے اور (۱۷) برس کی ملازمت کے بعد وہاں سے سبکدوشی حاصل کر لی۔ بعد کو ۱۲۶۲ھ میں نواب غلام غوث خاں اعظم جاہ کے دربار میں مترجمی کی خدمت پر مامور کئے گئے۔ نواب کی وفات کے بعد حیدرآباد چلے آئے اور مدرسۂ دارالعلوم میں عربی کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۲۹۰ھ میں یہیں وفات پائی۔

واصف فارسی اور اردو کے بڑے مصنف اور شاعر تھے۔ ان کی بعض کتابوں کے نام یہ ہیں۔
دلیل ساطع ۔ دلیل الشعراء ۔ گلزار نجم ۔ مختصر برہان قاطع ۔ املانامہ واصفی ۔ تذکرۂ معدن الجواہر ۔ ترجمہ جلد اول درمختار ۔ ترجمہ آداب الصالحین ۔ خلاصۃ التکمیل عقاید ۔ تحسین اخلاق ۔ مطلوب الاطباء وغیرہ۔

ادارے میں ان کی متعدد تالیفات، خطوط اور روزنامے وغیرہ محفوظ ہیں۔ ان میں سے بعض ان کے بنیرے

ملا عبد الباسط صاحب نے بطور عطیہ داخل کئے ہیں۔

محمد مہدی واصف کے ایک فرزند عبد الکریم والہ تھے اور دوسرے ملا عبد القیوم۔ موخر الذکر حیدرآباد کے ایک بڑے مصلح اور قومی لیڈر تھے۔ انھوں نے محکمۂ مال میں اعلیٰ ترین عہدوں تک ملازمت کی اور گلبرگہ میں فوت ہوئے۔ ان کے فرزندوں میں ملا عبد المنعم اور ملا عبد الباسط بھی ریاست حیدرآباد میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہ کر وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے ہیں۔

ملا عبد الباسط اپنے والد کی طرح انسان دوست اور قومی خدمت گذار ہیں۔ پولیس ایکشن کے بعد علاقہ مرہٹواڑی کے مسلمانوں پر جو مصیبتیں نازل ہوئیں ان کے ریلیف کے سلسلہ میں کام کرتے رہے ہیں۔

محمد مہدی واصف اور مسکین دونوں تخلص کرتے تھے۔ ان کا ایک مطبوعہ رسالہ "آرگنائزر" کتب خانہ ادارہ میں موجود ہے جو مطبع مظہر العجائب مدراس میں ۱۲۷۰ھ میں چھپا تھا۔ اس کے سرورق پر خود واصف کی حسب ذیل تحریر درج ہے۔

"ہدیۂ واصف بخدمت مولوی احمد اللہ صاحب عرف امدو میاں صاحب۔"

زیر نظر رسالہ کے علاوہ واصف کی ایک اور کتاب "توصیف النبی" بھی اسی جلد میں شامل ہے جو خود واصف کی مکتوبہ ہے اور جس کا ذکر اس کے بعد (مخطوطہ نمبر ۹۹۰) میں کیا جائے گا۔

زیر نظر رسالہ کا سبب تالیف اس طرح بیان کیا ہے۔

"بادشاہ بخارا کے دس سوال اور ان کے جوابات مولانا عبد العزیز سے معہ دو فائدہ جایلہ آئے۔ مولانا کے جواب جو فارسی میں تھے واسطے معلوم کرنے عام مسلمانوں کے زبان ہندی میں بعینہٖ غرہ محرم ۱۲۵۵ ہجری کو ترجمہ کیا گیا۔"

اس کتاب میں دس سوالوں اور جوابوں کے علاوہ شراب اور حقے کے بارے میں مولانا عبد العزیز کے خیالات کا بھی اردو میں ترجمہ شریک ہے۔

ابتداء۔ "سب تعریف اللہ جل شانہ کو سزاوار ہے جو پروردگار ہے دو جہان کا اور اپنی مخلوق پر بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ خالق مالک ہے روز قیامت کیا۔"

اختتام۔ "ہم کو حکم فرمائیے کہ سلام کو جواب دیویں اور باہمدگر محبت رکھیں اور ایک دوسرے پر سلام کہیں۔"

ترقیمہ۔ "تمت تمام شد ترجمہ ہندی رسولہ عشرہ بتاریخ پانزدہم ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۹ ہجری نبوی روز دوشنبہ۔ بلغ المقابلہ باصلہ۔"

یہ رسالہ شکستہ نستعلیق میں نیلگوں رنگ کے انگریزی کاغذ پر لکھا گیا ہے اور خود واصف کا مکتوبہ ہے۔ ادارے میں مولوی احمد اللہ خاں صاحب نے بطور عطیہ داخل کیا ہے۔

۱۷ ورق ۔ ۱۱ سطور فی صفحہ ۔ "۹½ × ۶"۔

۹۹۷- توصیف النبی۔ سنہ ۱۲۸۰ھ - محمد مہدی واصف   نثر اردو

محمد مہدی واصف نے اپنے دوسرے رسالہ ترجمہ رسولہ عشرہ (نمبر ۹۹۶) کے ساتھ یہ اردو رسالہ بھی سنہ ۱۲۸۵ھ میں نقل کیا ہے۔

اس میں آنحضرت رسول خدا صلعم کی صفات اور ان کے (۳۵) القابوں کی وضاحت لکھی ہے۔ عربی حمد و نعت کے بعد اس طرح شروع کیا ہے۔

"الٰہی اس مبارک رسالے کو جس میں تیرے نبی کریم اور روف و رحیم کے چند فضائل اور فرخندہ خصائل مذکور ہیں زیور قبول عطا کر۔"

اختتام۔ "الٰہی جب قیامت ہو اور میں گور سے اٹھوں اس توصیف کے صلہ میں رسول کریم کی نعلین برداری کی دولت مجھے دے اور خاک نعلین مبارک کا سرمہ میری آنکھوں میں لگا۔ آمین یا رب العالمین۔"

ترقیمہ۔ قطعہ تاریخ از محمد عبدالکریم صاحب والا فرزند محمد مہدی عفا اللہ عنہما ؎

نبی کی جو تاریخ واصف نے لکھی	مبارک ہے لاریب یہ اسکی تالیف
لکھا کلک والا نے تاریخ اسکی	مرصع ہے واللہ واصف کی توصیف

جلی نستعلیق خط میں صاف پاک لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں درج ہیں۔ کاغذ انگریزی معلوم ہوتا ہے جو کرم خوردہ ہوگیا ہے۔ ادارے نے اہتمام کے ساتھ اس کو محفوظ کیا ہے۔ مولوی احمد اللہ خاں صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی ایڈ نے ادارے میں بطور تحفہ داخل کیا ہے۔

۱۲ ورق۔ ۱۰ سطور فی صفحہ۔ "۶ × "½ ۹۔

۹۹۸- سعادت سرمدیہ - محمد باقر آگاہ   نثر اردو

محمد باقر آگاہ ویلوری (سنہ ۱۱۵۵ھ تا سنہ ۱۲۲۰ھ) مدراس کے بہت بڑے ادیب اور شاعر تھے۔ مشہور ہے کہ انھوں نے (۳۰۳) کتابیں لکھیں۔ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں لکھتے تھے۔ ادارے میں ان کی حسب ذیل اردو کتابیں محفوظ ہیں۔

نام کتاب	مخطوطات نمبر	جلد	صفحہ	نام کتاب	مخطوطات نمبر	جلد	صفحہ
اعتقاد نامہ	۶۰	اول	۷۶	۶- من موہن	۶۲ (۳)	اول	۸۲
۲- تحفۃ النسا	۶۱	〃	۷۸	۷- جگ سوہن	۶۲ (۴)	〃	۸۲
۳- ہشت بہشت	۶۲	〃	۷۸	۸- آرام دل	۶۲ (۵)	〃	۸۳
۴- من دیپک	۶۲ (۱)	〃	۸۰	۹- راحت جان	۶۲ (۶)	〃	۸۳
۵ من ہرن	۶۲ (۲)	〃	۸۱	۱۰- من درپن	۶۲ (۷)	〃	۸۴

نام کتاب	مخطوطات نمبر	جلد	صفحہ	نام کتاب	مخطوطات نمبر	جلد	صفحہ
۱۱- من جیون	۶۲ (۸)	اول	۸۵	۱۵- محبوب القلوب	۷۸۴	چہارم	۱۳۵-۱۴۰
۱۲- حاشیہ من درپن	" (۹)	"	۸۶	۱۶- ریاض الجنان	۱۵۲-۲۱۸	اول	۸۸
۱۳ " " "	۱۱۰	"	۱۱۱	۱۷- مراثی آگاہ	۱۳۴	"	۱۱۳
۱۴- محبوب القلوب	۱۳۷-۷۷۹	"	۸۷	۱۸- روپ سنگار	۱۰۷	"	۲۴۱

انہی کتابوں کے ذکر میں ان کی تفصیلات اور آگاہ کے حالات درج ہو چکے ہیں۔

زیر نظر مخطوطہ آگاہ کی پہلی فارسی کتاب ہے جو ادارے میں اب تک دستیاب ہوئی ہے۔ یہ ان کی ایک ابتدائی تالیف معلوم ہوتی ہے۔ عبارت مقفیٰ و مسجع ہے اور دیباچہ میں اپنا نام و سنہ تالیف نہیں لکھا ہے۔ اس رسالہ میں آنحضرت رسول خدا کے ذکر میں آداب و احترام کو ملحوظ رکھنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کیونکہ اکثر شاعر و ادیب اور واعظ و صوفی اظہار محبت میں بے ادبی کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ سبب تالیف سے متعلق عبارت کا اقتباس یہ ہے۔

"در بیان وجوب محبت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و شرائط لوازم آں و پاس ادب آں جناب رفیع الشان و احتراز از کلمات مذکورہ از کتب احادیث و سیر مشہورہ اخذ کردہ تالیف ایں رسالۂ مختصر پرداخت و بسعادت سرمدیہ در محبت محمدیہ و تادب با حضرت احمدیہ علیہ الصلوٰۃ و التحیہ موسوم ساختہ۔"

عربی حمد و نعت کے بعد کتاب ان فارسی جملوں سے شروع ہوتی ہے۔

"محبت حضرت ختمیت مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اصل اصول ایمان و اسلام۔ و عنوان جریدہ جمیع احکام و منبع فضائل و فواضل دینی و مبداء حقائق و معارف یقینی و مخزن جواہر علم و عرفان و معدن نفائس ذوق وجدان۔"

اختتام ــــ "استدعا نماید کہ توفیق محبت و اتباع سید عالم صلعم با کمال وجہ کرامت فرماید۔ و مدت حیات بر صراط مستقیم شریعت سید موجودات علیہ الصلوٰۃ و التسلیمات دارد و در آخرت در عقبیٰ خاص آں حضرت صلعم محشور گرداند۔"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے البتہ سرورق پر یہ عبارت درج ہے۔

"سعادت سرمدیہ در محبت محمدیہ و تادب با حضرت احمدیہ علیہ الصلوٰۃ و التحیہ من تصنیف حضرت مولوی محمد باقر صاحب آگاہ مرحوم۔"

یہ مخطوطہ غالباً مدراس ہی میں بہت ہی عمدہ خوش خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ ادارے میں مولوی احمد اللہ خاں صاحب مدرس گولکنڈہ نے بطور تحفہ داخل کیا ہے۔

۳۸ ورق - ۱۴ اسطور فی صفحہ - "۶ × ½ ۸۔

---

۹۹۹ - تاریخ ارسطو جاہ - قبل ۱۳۰۵ھ - میر احمد علی خاں موسوی — نثر اردو

میر احمد علی خاں موسوی ابن میر ابوالقاسم ابن میر محمد حسن خاں اولاد میں تھے سید نور الدین شوستری ابن سید نعمت اللہ جزائری کے اور ہم جد تھے نواب میر عالم مدار المہام حیدر آباد کے۔ میر عالم کا تالاب اور بارہ دری حیدر آباد میں اب تک موجود ہیں۔ نواب سالار جنگ جن کی دیوڑھی اور میوزیم حیدر آباد میں مشہور و مقبول ہے انہی میر عالم کے خاندان کے چشم و چراغ اور آخری امیر تھے۔

احمد علی کو ماں کی طرف سے آصفجاہی خاندان سے بھی تعلق تھا۔ غفراں ماب نواب میر نظام علی خاں آصفجاہ ثانی کی نواسی منور النساء بیگم بنت ریاض النساء بیگم میر محمد حسن خاں سے بیاہی گئی تھیں، جن کے فرزند ابوالقاسم احمد علی کے والد تھے۔ یہ تمام تعلقات اس شجرہ سے واضح ہوں گے۔

میر نظام علی خاں آصفجاہ ثانی
↓
ریاض النساء
↓
منور النساء ــــــ میر محمد حسن خاں ← سید نور الدین شوستری → میر عالم
↓ ↓
میر ابوالقاسم میر یوسف علیخاں سالار جنگ
↓
میر احمد علی

اس طرح میر احمد علی حیدر آباد کے معززین میں شامل تھے اور پرانی حویلی کے عقب میں کمان ایلچی (ویلچی) بیگ میں رہتے تھے۔ اس عہد میں اپنی تاریخ دانی اور تصنیف و تالیف اور علم و فضل کی وجہ سے مشہور تھے۔ اسی لئے ۱۳۰۵ھ میں جب رستم علی تاجر کتب نے گلزار آصفیہ کو اپنے مطبع محمدی میں چھپوانا چاہا تو میر احمد علی ہی سے اس کی ترتیب و تصحیح کرائی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ احمد علی نے اس میں بعض حصے زیادہ اور بعض کم کر دیئے۔ اس کا ثبوت زیر نظر مخطوطہ سے ملتا ہے جس میں بعض ایسی عبارتیں موجود ہیں جو مطبوعہ تاریخ گلزار آصفیہ میں موجود نہیں ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس تاریخ کے قلمی نسخے پیش نظر رکھ کر اس کو دوبارہ مرتب کر کے پورا متن شائع کیا جائے۔ یوں بھی یہ تاریخ اب کم یاب ہو گئی ہے۔ یہ تاریخ خواجہ غلام حسین خاں المخاطب خان زماں خاں ابن حکیم الممالک مسیح الدولہ خواجہ محمد باقر خاں ابن حکیم خواجہ محمد صابر خاں نے فارسی زبان میں ۱۲۶۰ھ سے قبل مکمل کی تھی اور تعجب ہے کہ زیر نظر مخطوطہ میں لکھا ہے کہ اس میں ۱۲۱۸ھ تک کے حالات لکھے ہیں۔ حالانکہ اس میں بہت بعد کے حالات بھی موجود ہیں جو ممکن ہے کہ اس کے مرتب احمد علی نے اضافہ کیئے ہوں۔

احمد علی کی ایک کتاب "جدول شکیات نماز" ۱۳۰۵ھ سے قبل رستم علی نے اپنے مطبع محمدی سے چھپوائی تھی جس کے بارے میں گلزار آصفیہ کی طباعت کے وقت انھوں نے لکھا ہے ـــــ

"قبل ازیں یک تالیف موسوم بجدول شکیات نماز معہ مسائل متعلقہ اش برشحات کلک فیض آیاتش (میر احمد علی) طرا دیدہ شدہ و مقبول و مطبوع بہ تمامہ مسلمین است بل از اعمالش بہرہ یاب و مستفیض اند"

احمد علی کے خاندان کے کچھ اسناد اور کاغذات بھی ادارے میں محفوظ ہیں۔ زیر نظر مخطوطے میں ارسطو جاہ کے حالات نواب میر فرخندہ علی خاں افضل الدولہ آصفجاہ خامس کے مطالعہ کے لئے میر احمد علی نے اردو زبان میں لکھے ہیں۔ یہ انہی کا مسودہ معلوم ہوتا ہے اور اس کے پہلے ورق کی پیشانی پر ان کی ایک مستطیل مہر ثبت ہے جس پر صرف احمد علی کندہ ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اصل فارسی گلزار آصفیہ کی اشاعت سے قبل اردو میں یہ **حالات ارسطو جاہ** میر احمد علی نے بادشاہ وقت کی خواہش یا کسی کارروائی کے سلسلہ میں ان کے استفسار پر مرتب کئے تھے۔ اس میں بعض بیانات ایسے ہیں جو مطبوعہ تاریخ میں غالباً حذف کر دیئے گئے ہیں۔ مثال کے طور اس مخطوطے کے صرف آخری حصہ کی حسب ذیل عبارت درج کی جاتی ہے جو گلزار آصفیہ میں ارسطو جاہ کے بیان میں موجود نہیں ہے۔

"دس مہینے تک فدویت بجالا کر انٹھائیسویں تاریخ محرم الحرام ۱۲۱۹ھ بارا سو ونیس ہجری کے روز چہار شنبہ تپ محرقہ سے رحلت کئے پچیس برس دیوانی کئے اور بہتر برس کی عمر تھی۔ یہ سب احوال جو عاصی نے لکھا اس میں سر مو تفاوت نہیں ہے۔ کس واسطے جو اعظم الامراء پونا کو جانے کے دو مہینے بعد عاصی کے بڑے بھائی کو مسرور افزا بیگم اور تر (؟) جی اور ان کی بہن حضور میں عرض کر کے معالجے کے لئے یہاں سے بھجوائے۔ عاصی کو چودواں سال تھا جو خواجہ عبد القادر خاں (برادر خاں زماں خاں مولف تاریخ گلزار آصفیہ) کے ہمراہ یعنی اپنے بڑے بھائی کے ساتھ جو بہت محبت رکھتے تھے پونا کو گیا۔ وہاں یہ سب معاملہ آنکھوں سے دیکھا۔"

افتتاح — "گلزار آصفیہ نئی تاریخ فارسی زبان سے خواجہ غلام حسین خاں نے جو حضور کی تعریف میں اور دکن کی ریاست کے سب احوال میں ۱۲۱۸ھ بارہ سو اٹھارا ہجری تک کا حال تصنیف کئے ہیں۔ اس کے تیسرے باب میں سے امیروں کے احوال میں ارسطو جاہ اعظم الامراء مشیر الملک معین الدولہ غلام سید خاں بہادر سہراب جنگ فرزند ارجمند وکیل مطلق مختار دولت آصفیہ کی کیفیت یہ لکھی ہے۔"

اختتام — "یہ حال مفصلہ جو لوگ اشخاص وہاں حاضر تھے معلوم ہوا ہے یہ اخبار سے سرکار ظل اللہ میں ہم ظاہر ہوا ہوگا۔

حق سبحانہٗ خاندان آصفیہ کو قیامت تک قائم رکھے اور جو دشمن اس دولت کے ہیں اور ہونگا روسیاہ زرد رو ہو جاویں۔ بجہتہ ملاحظہ بادشاہ ہفت کشور سپہر رکاب کیواں جناب بقلم آمدہ بتاریخ نوزدہم"

چونکہ آخر کا ایک صفحہ محفوظ نہیں ہے اس لئے سنہ کتابت محفوظ نہیں ہے۔ یہ مخطوطہ سادہ جلی نستعلیق میں قلم بند کیا گیا ہے۔ بہت کرم خوردہ ہو گیا تھا خاص اہتمام سے محفوظ کرایا گیا ہے۔

۳۱ ورق۔ ۱۰ سطور فی صفحہ۔ ۸″×۵½″

۱۰۰۰۔ رسالۂ قطاع (یعنی اعمال پرکار متناسب) ۱۲۷۸ھ ۔ محمد فیاض الدین خاں مشرف جنگ نثر اردو

محمد فیاض الدین خاں مشرف جنگ فیاض (۱۲۵۰ تا ۱۳۲۸ھ) بن محمد عزیز الدین خاں حیدر آباد کے ایک علمدوست خاندان کے فرد تھے جو اصل میں مجنپر سے تعلق رکھتا تھا۔ ان کے فرزند نواب عزیز یار جنگ عزیز گذشتہ دور کے مشاہیر شعرائے حیدر آباد سے تھے اور مرزا داغ کے ایک شاگرد جلیل اور حیدر آباد میں ان کے جانشین مانے جاتے تھے۔ وہ ادارۂ ادبیات اردو کے بہت بڑے معاون تھے۔ چنانچہ اس کے ابتدائی دور میں اس کی ہر طرح سے اعانت کی اور اپنے کتب خانے کی متعدد کتابیں ادارے کو عطا فرمائیں۔

مشرف جنگ فیاض بڑے ادیب اور اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے۔ وہ حضرت حافظ میر شمس الدین محمد فیض کے شاگرد رشید تھے اور سالہا سال تک ان کی درگاہ میں عرس کے موقع پر سالانہ مشاعرہ کرتے اور گلدستۂ فیض چھپواتے تھے۔ اس مشاعرہ میں حیدر آباد کے جملہ شعراء اور امراء التزام سے شرکت کرتے تھے۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد اور وزیر علی پاشا آصف یار الملک کی سواری اس میں شرکت کے لئے بڑے دھوم دھام اور تزک و احتشام کے جلوسوں کے ساتھ نکلتی تھی۔ نواب مرزا داغ نے بھی ان میں شرکت کی تھی اور سدانند جوگی بہاری لال رمز نے اسی مشاعرہ میں اپنا مقطع پڑھ کر اپنے استاد فیض کی قبر پر سر رکھ کر جان دیدی تھی۔

مشرف جنگ کی لکھی اور لکھائی ہوئی کئی کتابیں ادارے میں محفوظ ہیں جن میں سے بعض کا ذکر اس تذکرے کی گذشتہ جلدوں میں بھی آچکا ہے۔ مخطوطہ نمبر ۲۷۳ انہی کے کتب خانے میں محفوظ تھا (دیکھو جلد چہارم صفحہ ۵۷)۔ ان کے فرزندوں میں عزیز یار جنگ کے علاوہ محمد کریم الدین خاں بھی بڑے علمدوست اور نقاد سخن ہیں۔ ان کے یہاں بھی اعلیٰ پایہ کا کتب خانہ ہے۔ وہ ورنگل میں مقیم ہیں اور ضعیف العمری کے باوجود علمی و ادبی استفسار کا اب تک زحمت فرماکر جواب لکھتے ہیں۔

زیر نظر کتاب محمد فیاض الدین خاں نے ۱۲۷۸ھ میں قلمبند کی ہے۔ اس وقت تک ان کو مشرف جنگ کا خطاب نہیں ملا تھا۔ ان کے تفصیلی حالات ادارے نے اپنی ایک کتاب مرقع سخن جلد اول میں صفحات ۱۹۵ ـ ۲۱۴ پر شائع کردیے ہیں۔

فیاض کو شعر و سخن کے علاوہ علم و فضل اور ریاضی سے خاص دلچسپی تھی۔ چنانچہ ریاضی سے متعلق انھوں نے حسب ذیل چار کتابیں لکھی تھیں۔

۱۔ قواعد کلیہ ۔ ۱۲۸۵ھ میں چھپ کر شائع ہوئی۔ ۱۰۴ صفحات ۔ پانچ باب ۔ بزبان فارسی۔
۲۔ غرائب حسابی ۔ ۱۲۹۴ھ " " " ۴۸ " ۔ ۱۰۱ سوالات اور ان کا حل۔ بزبان اردو
۳۔ رسالہ قطاع ۔ زیر نظر رسالہ ہے۔
۴۔ تشریح المساحت

ان کے علاوہ بچوں کے لئے فارسی میں ایک کتاب کنز اللطائف لکھی تھی جس میں اخلاقی نکات اور لطیفے درج ہیں۔ یہ ۱۳۰۱ھ میں چھپی تھی۔

فیاض کی ایک اور کاوش "رباعیات عمر خیام" ہے۔ یورپ اور ایشیا کے کتب خانوں اور مجموعوں میں جو رباعیات عمر خیام دستیاب ہوئیں ان کو مرتب کرکے (۲۸) صفحات کے مقدمہ میں خیام کے حالات زندگی فارسی میں تحریر

کئے ہیں۔ یہ مجموعہ ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوا تھا۔

مشرف جنگ فیاض کے اردو دیوان کا ایک ضخیم نسخہ نواب عزیز یار جنگ کے کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ اس میں (۳۲۰) صفحات تھے۔ معلوم نہیں یہ اب کہاں ہے۔

زیر نظر مخطوطہ دراصل امیر کبیر نواب شمس الامراء کی فارسی کتاب قطاع کا اردو ترجمہ ہے جو حضرت فیض کے ارشاد کی بناء پر لکھا گیا ہے۔ چنانچہ خود فیاض نے اس کے دیباچہ میں یہ سبب تفصیلاً لکھی ہیں اور حسب ذیل قطعاتِ تاریخی بھی درج کئے ہیں۔ فیض کی تاریخ یہ ہے سہ

فیاض نے ان روزوں لکھے چند ورق   انصاف سے دیکھو تو ہوا خوب رسالہ
تاریخ لکھی فلسفی طبع نے اے فیض   قطاع کا مطبوع ہے کیا خوب رسالہ

فیاض کے ایک اور استاد رائے رتن لال مست تھے چنانچہ ان کی تاریخ ان القاب و آداب کے ساتھ درج کی ہے

"سرور افزائے خاطر مدہوشان بادۂ الست تاریخ رائے رتن لال صاحب فضل و کمال متخلص مست کی سلمہ اللہ تعالیٰ جو بندہ کو اون کی خدمت میں بھی ایک نسبت شاگردی ہے قطعہ

اے مست رسالۂ بعلم قطاع   پیش نظرم ز دوستدارے چو رسید
سالش ز سر جمل چنیں گشت رقم   دلچسپ رسالہ مرتب گردید"

۱۲۶۸

اس سلسلہ میں فیاض نے اپنے بھی دو اردو قطعات تاریخ درج کئے ہیں جن میں سے پہلا یہ ہے سہ

نذراً بنائے زماں کرنے کو   اک رسالہ یہ ہوا کیا نادر
دیکھ کر جس کو قلیدس نے کہا   واہ کیا خوب ہے نسخۂ نادر
میں نے دیکھا نہیں ایسا سچ ہے   ہے یہ بیکشم کا رسالہ نادر

۱۲۶۸

اس کتاب کا آغاز عربی حمد و نعت کے بعد اس طرح کیا ہے ؎

"بعد حمد و نعت گزارش کرتا ہے بندہ معتکف زاویہ ہیچمدانی نقطۂ دائرہ سرگردانی کمترینا محمد فیاض الدین بن محمد عزیز الدین خاں بہادر غفر اللہ لہما ...... کہ ان روزوں اکثر جو نسبت مزاج کی جہت سے مطالعہ کتب ریاضی میں میل کلی رکھتا ہے ایک رسالہ فارسی مختصر علم و عمل میں قطاع کے کہ وہ ایک نادر آلہ ہے علوم ریاضی کا"

یہ مخطوطہ ناقص الآخر ہے۔ صرف (۱۳۲) صفحات موجود ہیں۔ اس کی آخری عبارت یہ ہے ؎

"اگر پھر ایک حصہ کو نصف کر کے خط معدیہ ن اٹ کھینچیں تو ہر خط قہر یک عشر دو عشر وغیرہ اس خط کا ہوگا"

یہ مخطوطہ سرخ و کبود رنگ کے انگریزی کاغذ پر صاف خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ خود فیاض کی کتابت ہو۔ اس لئے کہ اس کا خط ان کے خط سے مشابہ ہے۔

اس رسالہ سے تیس (۱۵) صفحات میں اس رسالہ کے مضامین کی فہرست باظہار صفحات لکھی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تقریباً (۱۵۰) صفحات تھے۔

اس فہرست سے قبل کسی اور کتاب ریاضی کا ایک آخری صفحہ موجود ہے جس پر عنوان ہے۔

"بقیہ عشرات جیب تا نود درجہ"

۱۵+۱۴۲ صفحات ۔ ۱۱ سطور فی صفحہ ۔ ۵×۸ ۔

۱۰۰۱۔ قصائد و قطعات ۔ امیر خسرو — نظم فارسی

ہندوستان کے سب سے بڑے فارسی شاعر امیر خسرو (۶۵۱ھ ۔ ۷۲۵ھ) ابن امیر شمس الدین محمود لاچین کی اور بھی کتابیں ادارے میں محفوظ ہیں۔

زیر نظر مخطوطہ میں مختلف سلاطین کی مدح میں قصیدے ہیں جو ۱۱۰۰ھ سے قبل بہت عمدہ صندلی رنگ کے کاغذ پر سرخ کبود جدولوں کے درمیان بہت ہی اعلیٰ پایہ کے نستعلیق خط میں لکھے گئے ہیں۔ مصرعوں کے درمیان بھی سرخ جدولیں کھینچی گئی ہیں۔ مخطوطہ مکمل ہے مگر آخر میں کاتب نے کوئی ترقیمہ نہیں لکھا۔ درمیان میں اوراق جلد بندی کے وقت بے ترتیب آگے پیچھے لگ گئے ہیں۔ حاشیہ پر الفاظ کے معنی اور شعروں کی تشریح بھی درج ہے۔

ابتداء۔ حمد آں سلطان عالم را کہ عالم پرور است — انس او در راہ وحدت انس جاں را رہبر است
بادشاہ پادشاہاں جان نگار انس و جاں — آنکہ نامش بر زبان از آب حیواں خوشتر است

اختتام۔ ماہے کہ ہلال عید جاں ابروے اوست — روے کہ شب قدر جہاں گیسوے اوست
خوناب شفق ز فرقت آں بر رخ بدر — از نرگس زہرہ ابر دے جادوے اوست

ترقیمہ۔ "تمت تمام شد کار من نظام شد"

اس ورق کے پیچھے کچھ عبارت اور ایک مہر حاشیہ پر درج تھی مگر مٹادی گئی ہے۔ پہلے ورق پر اصل کتاب شروع کرنے سے قبل نجوم کے متعلق منظوم معلومات لکھی گئی ہیں۔ جن میں برجوں اور سیاروں کی خصوصیات درج ہیں۔ اس صفحہ کے گوشہ میں اوپر کی طرف اس کے مالک نے "در ملک محمد اکرم" لکھا ہے اور دو مہریں بھی ہیں جن کو مٹانے کی کوشش کی گئی ہے مگر "عبد اللہ ۱۱۱۱ھ" پڑھا جاتا ہے۔ اصل مخطوطے کے پہلے صفحہ کی پیشانی پر محمد اکرم کی مربع مہر ثبت ہے جس پر عمدہ خط نستعلیق میں محمد اکرم ۱۱۹۱ھ کندہ ہے۔

۹۹ ورق ۔ ۱۵ سطور فی صفحہ ۔ ۱۰×۶ ۔

۱۰۰۲۔ تکمیل الایمان ۔ عبد الحق محدث دہلوی — نثر فارسی

فارسی کے اس مشہور رسالے کے چند اور نسخے بھی ادارے میں محفوظ ہیں۔ اس کے اردو ترجمے کا ذکر بھی گزر چکا ہے۔
یہ مخطوطہ ناقص الاول ہے۔ معمولی نستعلیق خط میں ۱۲۵۰ھ میں نقل کیا گیا ہے۔

ابتداء۔ دروی با یکے منافات دارد و در آمدن در غیر از صفات اجسام است۔ مثل آب در گل۔

وآتش در سنگ۔ و روشنائی در خانہ۔ و شخصے در صحرائے۔"

اختتام۔ "رمزے ایں معنی تواند بود۔ باشارت است بہ غلبۂ خوف بر جا اعلموا ان اللہ شدید العقاب و ان اللہ غفور الرحیم"۔

ترقیمہ۔ "تمت ہذاہ الرسالہ مسمی بہ تکمیل الایمان من تصنیف حضرت عبدالحق الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ بروز چہارشنبہ پیش از نماز عصر کہ تاریخ پانزدہم شہر ربیع الاول ۱۲۰۳ھ ہجری بود۔ کتبہ فدویت اکتساب کمترین عبدالوہاب عرف بھکو میاں انصاری عفی اللہ عنہ بجہتہ خواندن برخوردار میاں عبدالرحیم طول عمرہ"۔

۹۵ ورق۔ ۱۵ سطور فی صفحہ۔ "۶ × ۸½"۔

۱۰۰۳۔ سبیل نجات۔ عنایت علی — مثنوی اردو

یہ ناقص الطرفین اردو مثنوی ہے۔ اس میں عنایت نے مرزا علی شریف کی فرمائش پر امامیہ عقاید کے مطابق دین کے پانچوں اصولوں (یعنی توحید، عدل، نبوت، امامت اور معاد) کو منظوم کیا ہے۔ زبان صاف اور معیاری اردو ہے۔ مصنف کے بارے میں معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔

یہ مخطوطہ عمدہ کاغذ پر سرخ و کبود جدولوں کے درمیان نہایت پاکیزہ خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ خطاطی کے لحاظ سے ادارے کے بہترین مخطوطوں میں سے ہے۔

ابتدا۔
فرض ان کی محبت و طاعت — جانی اور دشمنوں پہ کی لعنت
شکر اس نعمت عظیمہ کا — ہو سکے کب مری زباں سے ادا
بعد تسلیم چاردہ معصوم — رو بدرگاہ قادر قیوم
عرض کرتا ہے یہ عنایت زار — بندۂ خاکسار بے مقدار

اختتام۔
دہر میں ہے نبوت اس کی عیاں — نہیں حاجت کہ ہو دلیل بیاں
حق نے بھیجے ہیں جتنے پیغمبر — اوس کے ہونے کی دی ہے سب نے خبر

اسی موضوع پر ایک دکنی مثنوی زاد المومنین بھی ادارے میں موجود جس کا ذکر نمبر ۹۲۶ پر گذر چکا ہے۔

۱۵ ورق۔ ۹ سطور فی صفحہ۔ "۶ × ۸½"۔

۱۰۰۴۔ شمائل النبی۔ قریب سنہ ۱۳۰۰ھ۔ از امداد علی علوی — نظم فارسی

منشی میر امداد علی علوی تھانہ بھون کے رہنے والے تھے۔ حیدرآباد آنے کے بعد حضرت سردار بیگ صاحب کے مرید ہو کر یہیں رہ گئے اور مرشد کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ وہ ایک بہت بڑے صوفی اور اعلیٰ پایہ کے استاد سخن تھے۔ ان کے مشاعرے حیدرآباد میں بہت مشہور رہتے اور ان کے گلدستے بھی چھپتے تھے منشی سورج بھان بیکس تھانوی

ان کے شاگرد رشید تھے اور انہی کے زیر اثر مستبان ہوئے تھے۔

علوی کا نعتیہ کلام بہت مقبول ہوا۔ حیدرآباد میں اردو شعر و سخن اور تصوف و عرفان کی ذوق پھیلانے میں انھوں نے بڑا حصہ لیا ہے اور ان کا اردو و فارسی کلام چھپ بھی چکا ہے۔

زیر نظر مخطوطہ میں علوی کا ایک قصیدہ درج ہے جس میں (۴۰) شعر ہیں۔ اس میں آنحضرت صلعم کا سراپا منظوم کیا گیا ہے۔

ابتداء۔ آں ہمیں کش خدا از عالم دوراں گزید | می شد از رنگ بیاض روے او سرخی پدید
وسعت پیشانی او خانی از ارزنگ چیں | تنگی ہر خطرہ از یک دیدن او می رمید

اختتام۔ طائر چابک پر وہم و خیال عقل کل | تا فراز بام ورک عظمتش نتواں برید
علویا نظم تو بخشد پایۂ عیش و سرور | زانکہ ہر مصراع او شد قفل جنت را کلید

اس نظم سے قبل (۱۰) ابیات کی ایک مثنوی بھی اسی موضوع پر نقل کی گئی ہے مگر اس کے مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ اس کی ابتدائی و آخری ابیات یہ ہیں۔

بد میانہ قد آں حضرت بداں | رنگ ابیض سرخی آمیز اندراں
ہر کہ خواند حلیہ را از صدق جاں | می شود داخل بہشت جاوداں

۳ ورق۔ ۸ شعر فی صفحہ۔ ½۶ × ۹۔

۱۰۰۵۔ مستزاد۔ رومی و عطار — نظم فارسی

فارسی کا یہ مشہور مستزاد شمائل النبی (نمبر ۱۰۰۴) کے سلسلہ میں نقل کیا گیا ہے۔ اس میں (۲۷) شعر ہیں۔

ابتداء۔ ہر لحظہ بشکل آں بت عیار بر آمد | دل برد و نہاں شد
ہر دم بلباس دگر آں یار بر آمد | گہہ پیر و جواں شد
گہہ نوح شد و کرد جہاں را بدعا غرق | خود رفت بہ کشتی
گہہ گشت خلیل اللہ و از نار بر آمد | آتش گل ازاں شد

اختتام۔ خود بود گہہ احدیت اندر بر وحدت | خود شاہ عرب گشت
خود بر سر کار دل عطار بر آمد | سر برد و رواں شد
رومی سخن کفر نگفتست نگوید | منکر مشوید ش
کافر شود آنکس کہ بانکار بر آمد | از دوزخیاں شد

اس مستزاد کے بعد سرمد، بیدل اور جامی کی رباعیاں لکھی ہیں۔

۳ ورق۔ ۱۰ شعر فی صفحہ۔ ½۶ × ۹۔

۱۰۰۶۔ رقعہ ـ قبل ۱۲۲۸ھ مولانا رفیع الدین دہلوی — نثر فارسی

مولانا شاہ رفیع الدین دہلی کے ایک مشہور و معروف بزرگ ہیں اور ان کے خاندان کے اکثر افراد کی قلمی کتابیں ادارے میں محفوظ ہیں یہ ان کا ایک خط ہے جو حیدر آباد کے ایک علم دوست امیر رائے ہمت سنگھ ثروت کو ان کے خط کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رائے ہمت سنگھ کے والد سے بھی مولانا رفیع الدین کی مراسلت تھی اور وہ ان سے اپنے کلام میں اصلاح بھی لیا کرتے تھے۔ اس خط کا اردو خلاصہ یہ ہے۔

"لالہ ہمت سنگ کو فقیر رفیع الدین کی دعاؤں کے بعد معلوم ہو کہ آپ کا خط ملا اور پہلے بھی خط آیا تھا مگر بعض عوارض کے سبب جواب نہ دے سکا۔ یوں بھی اس میں دعا کے لئے استدعا کی گئی تھی اس لئے جواب کی ضرورت نہ تھی۔ اس کے بعد آپ کے والد نے اصلاح کے لئے قصیدہ بھیجا تھا جس کو درست کر کے واپس کر دیا گیا۔ خدا کرے کہ ملاقات کی مسرت حاصل ہو۔

حال کے خط میں لکھا گیا ہے کہ وہاں کے دوست لفظ عظام کو بکسر اول و فتح ثانی استعمال کرنے کو غلط کہتے ہیں۔ یہ عظیم کی جمع ہے اور کریم کی جمع کرام کی طرح درست ہے۔"

اس کے بعد مختلف لغتوں کے حوالے سے اس کی سند دی گئی ہے اور عربی اشعار سے بھی سندیں پیش کی گئی ہیں۔

اس خط کا آغاز اس طرح کیا ہے۔

ابتدا ۔ "لالہ صاحب ستودہ خصال پسندیدہ افعال محبت و خصوصیت آئین اخلاص و الفت آگیں لالہ ہمت سنگ مشمول حفظ و عافیت باشند۔ از فقیر رفیع الدین بعد اتحاف دعوات حصول جمعیت و ترقیات دائم باد۔"

اختتام ۔ "و مارا در یں مقام با این اوزان کار نیست۔ زیادہ سوائے دو بیتہا دو دعا۔ خیر تہا پرہیزگار د۔"

ترقیمہ ۔ یہ ترقیمہ خط کے آخر میں نہیں بلکہ اس کی پیشانی پر لکھا ہے ۔

"رقعۂ حضرت رفیع الدین صاحب قبلہ برادر عبد العزیز صاحب مولف تحفہ اثناعشریہ کہ از شاہجہان آباد در جواب رائے ہمت سنگ صاحب نوشتہ بودند تبرکاً نقل بر داشتہ شد۔"

اس میں کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا ہے لیکن اس کے بعد جو کتابیں نقل کی ہیں (دیکھو مخطوطات ۱۰۰۸ ۔ ۱۰۱۲) ان کے آخر میں جو ترقیمے درج ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے ۱۲۲۸ھ میں بمقام حیدر آباد محمد حسین خاں نے رائے ہمت سنگ کے لئے یہ سب نقل کئے ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ محمد حسین خاں ترین مولف گلزار آصفیہ ہوں جن کا ذکر ابھی مخطوطہ نمبر ۹۹۹ میں گذر چکا ہے یا وہ دکن کے ایک مورخ غلام امام خاں ترین کے عزیزوں میں سے ہوں۔

خط نہایت پاک نستعلیق ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں لکھے گئے ہیں۔ کاغذ قدیم دیسی ہے اور بہت کرم خوردہ ہو گیا ہے۔

اس رقعہ مولانا رفیع الدین کے بعد کاتب نے چند رباعیاں نقل کی ہیں۔ جن میں پہلی رباعی ثروت کی ہے جو رائے ہمت سنگ کا تخلص تھا۔ غالباً انہی کی ہے ۔

زانکس کہ مرا امید بہبود و عطا ست | تفضیل امیران عظامش پیدا ست
از غرب برآمد بسجود شش مہہ نو | خورشید ز شرق بر درش ناصیہ ساست

معلوم ہوتا ہے کہ اس رباعی میں عظام جس وزن میں لکھا گیا ہے اس پر ہمت سنگھ کے احباب نے اعتراض کیا تھا جس کی بنا پر انھوں نے مولانا رفیع الدین سے استفسار کیا تھا اور انھوں نے اس کی صحت کی توثیق کی ہے اور اپنے دلائل اس خط میں واضح کئے ہیں۔

۲ ورق ۔ ۱۳ سطور فی صفحہ ۔ "۶½ × "۹ ۔

۱۰۰۷۔ قصیدہ نعتیہ ۔ قبل ۱۲۰۰ھ ۔ غلام علی آزاد بلگرامی — نظم فارسی

غلام علی آزاد بلگرامی (۱۱۱۶ھ تا ۱۲۰۰ھ) اورنگ آباد کے مشہور استاد سخن اور اردو و فارسی کے بہت بڑے ادیب تھے۔ ان کے تفصیلی حالات ان کی ایک کتاب غزالان ہند (مخطوطہ نمبر ۶۰۱) کے ذکر میں جلد سوم کے صفحات ۲۰۸ - ۲۱۰ پر درج ہو چکے ہیں۔ زیر نظر فارسی قصیدہ انہی کی تصنیف ہے جو نعت میں ہے اور اس کو ۱۲۲۸ھ میں محمد حسین خاں ترین نے راجے ہمت سنگھ کے لئے دوسرے مخطوطات (نمبر ۱۰۰۶ ـ ۱۱۲) کے ساتھ عمدہ خط نستعلیق میں بطور بیاض نقل کیا ہے ۔ اس میں ۴۴ شعر ہیں۔

ابتدا۔ | ماہ تو سر زدہ یا آئینہ پرداز ازل | می زند آئینہ سپہر فلک را مصقل
| نرگستان فلک طرفہ بہارے دارد | چشم زخمش مرساد از در اوتن بہ محل

اختتام۔ | مدح والا بود از طاقت آزاد فزون | بحر در حوصلۂ کوزہ نگنجد بجبل
| تا تن و تار کس نیش خورد از زنبور | قالب وکام حلاوت بدو از شان عسل
| باد مقہور عدوے تو زتعذیب فلک | باد مسرور محب تو زسامان دول

کوئی ترقیمہ نہیں ہے ۔ کاتب کا نام اور خط کی خصوصیات ابھی مخطوطہ نمبر ۱۰۰۶ کے سلسلہ میں درج ہو چکی ہیں۔

۲ ورق ۔ ۱۲ شعر فی صفحہ ۔ "۶½ × "۹ ۔

۱۰۰۸۔ رسالۂ علم حساب ۔ قبل ۶۷۲ھ ۔ نصیر الدین طوسی — نثر فارسی

ابو جعفر خواجہ نصیر الدین محمد بن حسن الطوسی (۵۹۷ھ ـ ۶۷۲ھ) ایک بہت بڑے ادیب، عالم، فلسفی اور انشاء پرداز تھے۔ انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں، جن میں اخلاق ناصری، رسالہ جات آغاز و انجام، جبر و اختیار، علوم حکمی، شرح الاشارات، احکام نجوم، معرفت اسطرلاب، معرفت تقویم اور ترجمہ تحریر اقلیدس وغیرہ مشہور ہیں۔

زیر نظر رسالہ علم حساب و مساحت کے موضوع پر ہے ۔ ایک مقدمہ تین فنون اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے ۔ ہر فن میں کئی باب اور فصلیں درج ہیں۔

ابتدا۔ "حمد بے حساب مرا حدے راکہ بمقتضائے حکمت کاملہ ازلی ماہیات ممکنات را ابداع فرمودہ وشکر بے شمار واحدے راکہ باوجود وحدت باقتضائے قدرت شاملہ لم یزلی ازواج وافراد کائنات را اختراع فرمود۔"

اختتام۔ "واگر از عدد مراتب فرو کنند تا زوج شود و بطریق مذکور عمل کنند و حاصل اخیر را بگیرند مطلوب ضعف او باشد۔ تمام شد تسوید این اوراق بحکم حاکم علی الاطلاق و چون بعمل تضعیف سمت اختتام پذیرفت تاریخ سال اتمام نیز ضعف باشد۔"

ترقیمہ۔ "تمت ہذا الکتاب بعون الملک الوہاب تالیف نصیر الدین طوسی بعہد سعید شہر رمضان المبارک ١٢٢٣ھ یوم دوشنبہ من بعد خواندن و دریافت نمودن از رائے صاحب والا مناقب رائے ہمت سنگ المتخلص بہ ثروت۔ احقر العباد محمد حسین خان ترین بخط زشت و نادرست تحریر ساخت و بقدر وسع تحریر پرداخت۔"

مخطوطے کی اختتامی عبارت میں لفظ ضعف سے تاریخ اتمام ظاہر کی ہے جس سے ١٠٩٠ھ نکلتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سنہ میں کسی اور کاتب نے یہ کتاب نقل کی تھی یا یہ عبارت الحاقی ہے۔

کاتب کی نسبت معلومات اور کاغذ و خط کی نوعیت وغیرہ کے بارے میں مخطوطہ نمبر ١٠٠٦ کے بیان میں لکھا جا چکا ہے اور مزید معلومات ترقیمہ مخطوطہ ١٠٠٩ کے بیان میں درج ہوں گی۔

اس کتاب کے ختم پر دوسرے صفحہ پر اسی کاتب نے جذر اصم نکالنے کا طریقہ بھی بیان کیا ہے۔

٥٢ ورق۔ ١٣ سطور فی صفحہ۔ "٦ × ½٩"۔

١٠٠٩۔ شرح قطعۂ عالی۔ قبل سنہ ١٢٠٠ھ۔ غلام علی آزاد بلگرامی — نثر فارسی

نعمت خان عالی (دیکھو مخطوطہ نمبر ٩٧٩) نے ایک مزاحیہ قطعہ کامگار خان کی دوسری شادی کی تقریب میں لکھا تھا اور اس میں انتہائی فحش مضامین کو نہایت عالمانہ اور حکیمانہ انداز میں بیان کیا تھا جو ہر کس و ناکس کی سمجھ سے باہر تھے اس لئے غلام علی آزاد بلگرامی (دیکھو مخطوطہ نمبر ١٠٠٧) جیسے ثقہ صاحب علم و فضل سے لوگ اس کے بعض الفاظ اور فقروں کے مطالب کی وضاحت چاہتے اور غالباً نامر جنگ نے اس کی شرح لکھنے کی فرمائش بھی کی تھی جس کی بناء پر انھوں نے مجبوراً یہ شرح لکھی۔ آزاد بلگرامی کے لئے دیکھو مخطوطہ نمبر ٦٠١ و ١٠٠٧۔

کامگار خان عمدۃ الملک جعفر خان وزیر اعظم عالمگیر بادشاہ کا دوسرا لڑکا تھا۔ اس کی ماں فرزانہ بیگم بادشاہ کی خالہ تھیں یعنی ممتاز محل بیگم کی بہن۔ کامگار خان بادشاہ کا خالہ زاد بھائی ہونے کے باعث بڑے امیروں میں شمار ہوتا تھا۔ مگر اس کی سادگی اور سادہ لوحی مشہور تھی۔

سید مظفر سلطان ابو الحسن تانا شاہ کا وزیر تھا اور اکنا و مادنا کا سرپرست۔ سلطان ابو الحسن کی ناراضی

کے باعث اورنگ زیب عالمگیر کی پناہ میں اورنگ آباد چلا گیا تھا اور اس کے ساتھ فتح گولکنڈہ کے وقت حیدرآباد میں موجود تھا۔ جب قلعہ فتح ہو گیا اور ابوالحسن قیدی بنا کر بیدر کی طرف روانہ کیا گیا تو عالمگیر بادشاہ نے فتح کے جوجشن منائے اُن میں ایک کامگار خاں کی شادی (دختر سید مظفر مازندرانی کے ساتھ) کا بھی جشن تھا۔ اس شادی میں کامگار خاں کو گراں بہا جہیز بھی ملا تھا۔ اس وقت نعمت خاں عالی بھی موجود تھا اور اس نے ایک مزاحیہ قطعہ لکھا تھا جو بقول آزاد ظریفوں میں بہت مشہور رہا۔ آزاد نے اس کی شرح لکھنے میں بڑی کد و کاوش اور علمی تحقیق سے کام لیا ہے۔ اس کی ابتداء اس طرح کی ہے ؎

"یارب یارب رہین احسانم کن | مشمول عنایات فرادانم کن
عمریست کہ طبع من ملالت زدہ است | از جوش شگفتگی گلستانم کن

بر ضمائر ظریفاں والا فطرت و حریفاں بلند فکرت ہویدا باد کہ نعمت خاں عالی قطعہ ہزلے در کد خدائی کامگار خاں و مذکر برخے از اصطلاحات علوم جوہر استعداد خود نمایاں ساختہ۔"

اختتام۔ "میدانم کہ لطف عام با مزش خاص مرا می نوازد و زیرش این جام خمار بر مستیہا رفع می سازد۔ استغفراللہ واتوب الی التواب الرحیم ولاحول......"

ترقیمہ۔ "شرح قصیدہ نعمت خاں عالی تالیف شاہ غلام علی آزاد بہ بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد ہفتم شہر شوال سنہ یکہزار و دو صد و بیست ہشت ہجری بروز یکشنبہ بدست محمد حسین خاں اتفاق ارقام افتاد و حسن اتمام بدست داد"

یہ مخطوطہ صاف خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے اور مخطوطات نمبر ۱۰۰ تا ۱۰۱ کے ساتھ ایک ہی جلد میں مجلد ہے۔ ۵۱ ورق۔ ۱۳ سطور فی صفحہ۔ "۶ × $\frac{1}{2}$۹"

۱۰۱۔ سحر حلال یعنی مثنوی جسم و گل۔ قبل ۹۴۲ھ۔ اہلی شیرازی — نظم فارسی

اہلی شیرازی فارسی زبان کے ایک بہت بڑے شاعر تھے جو شیراز میں ۹۴۲ھ/۱۵۳۵ء میں فوت اور دفن ہوئے۔ خود ان کا لکھا ہوا مجموعۂ کلام انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے (نمبر ۱۴۳۲)۔ اس میں حسب ذیل کلام موجود ہے۔

۱۔ قصائد مصنوع۔ مدح میر علی شیر، سلطان اسمعیل صفوی، یعقوب آق قویونلو۔
۲۔ قصائد و ترجیع بند۔
۳۔ ساقی نامہ۔ زیادہ تر رباعیاں مع دیباچہ نثر۔
۴۔ رسالہ مقطعات۔ قطعات و تاریخات کا مجموعہ۔
۵۔ رباعیات گنجفہ۔ اس کے ساتھ بھی علیحدہ دیباچہ نثر میں ہے۔
۶۔ سحر حلال۔ مثنوی
۷۔ شمع و پروانہ۔ مثنوی تصنیف ۸۹۴ھ، سلطان یعقوب آق قویونلو کے نام معنون ہے۔
۸۔ معما باسم دوازدہ امام
۹۔ رباعیات۔ رباعیات کا تیسرا مجموعہ۔

زیر نظر مخطوطہ اہلی شیرازی کی صرف مثنوی سحر حلال پر مشتمل ہے۔ اس پر پہلے فارسی نثر میں ایک دیباچہ لکھا ہے جس میں بیان کیا ہے کہ ایک صحبت میں احباب مولانا کاتبی کی مثنویوں مجمع البحرین اور تجنیسات کی تعریف کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ بڑے بڑے پہلوان ان دو بحروں کی دو کمانیں کھینچنے سے عاجز رہے ہیں۔ اہلی کی غیرت جوش میں آئی اور اس نے کہا کہ اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں کہ دونوں کمانیں کھینچ سکتے ہیں۔ لوگ ہنسنے اور مضحکہ اڑانے لگے۔ اہلی شیرازی کو اور جوش آیا اور اس نے لاجواب کرنے کے لئے یہ مثنوی دو بحروں میں لکھی۔ یعنی پوری مثنوی میں اس امر کا التزام کیا ہے کہ ہر بیت حسب ذیل دو بحروں میں پڑھی جائے۔

۱۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن (بحر رمل مسدس محذوف)

۲۔ مفتعلن مفتعلن فاعلن (بحر سریع مسدس مطوی مکشوف)

مولانا کاتبی جن کی مثنویوں کے جواب میں اہلی شیرازی نے یہ سحر حلال لکھی ہے ترشیز میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا نام شمس الدین محمد بن عبداللہ تھا۔ نیشاپور میں تعلیم پائی اور استرآباد میں ۸۳۸ھ میں فوت ہوئے۔ انھوں نے قصیدوں اور غزلوں کے علاوہ کئی مثنویاں لکھی تھیں مثلاً

۱۔ گلشن ابرار۔ نظامی کی مخزن اسرار کی تقلید میں لکھی ہے۔ ۲۔ سی نامہ ۳۔ رسالۂ دلربائی۔

۴۔ مجمع البحرین۔ (قصۂ ناظر و منظور) ۵۔ دہ بابیہ۔ اسی کا نام تجنیسات بھی ہے۔

اہلی شیرازی نے انہی آخری دو مثنویوں کے جواب میں زیر نظر مثنوی سحر حلال لکھی ہے اور اس کے دیباچہ میں اس کی وضاحت بھی کر دی ہے۔

اس مخطوطہ کا آغاز دیباچہ نثر کی اس عبارت سے ہوتا ہے۔

"حمد نا محدود و شکر نامعدود سزاوار صانعیست کہ بیک امر کن نسخۂ ورکون پرداخت۔"

اختتام۔ "ایں مقصود بحصول و ایں ماحول بوصول پیوست و ایں نسخہ موسوم گشت بہ سحر حلال۔"

اصل مثنوی میں (۵۰۵) ابیات ہیں۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

اے ہمہ عالم بر بے شکوہ — شوکت خاک در تو بیش کوہ

نام تو زاں بر سر دیواں بود — کاتش بال دپہ دیواں بود

اختتام۔ بر لب بحر از ہمہ سو خار غم — رشتہ از ونا کس و سو خار غم

شرط شد از ہمت محمود یاد — آخر کارم ہمہ محمود باد

ترقیمہ۔ "بیست و چہارم شہر شوال ۱۲۲۳ھ یوم چہار شنبہ اتفاق تحریر افتاد۔"

اس کے کاتب محمد حسین خاں ہیں جنھوں نے مخطوطات نمبر ۱۰۰۸ تا ۱۰۱۲ نقل کئے ہیں۔ اس کا خط جلی عمدہ نستعلیق ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں لکھے گئے ہیں۔ حیدرآباد کے ایک علم دوست امیر رائے ہمت سنگھ کی فرمائش پر یہ سب کتابیں اور رسالے نقل کئے گئے ہیں۔

۲۳ ورق۔ ۱۳ سطور فی صفحہ۔ "۶ × "½۹۔

۱۰۱۱ - بدایع الاسحار فی صنایع الاشعار - جمال الدین محمد بن ابوبکر القوافی — نظم فارسی

امام جمال الدین محمد بن ابوبکر القوافی المطرزی نے سلطان مظفر الدین قزل ارسلان کی تعریف میں یہ قصیدہ لکھا ہے جس کے ہر شعر میں کوئی نہ کوئی صفت استعمال کی ہے۔ چنانچہ اس مخطوطہ میں ہر شعر کے آگے سرخ روشنائی میں اس صنعت کا نام لکھا گیا ہے جو اس شعر میں استعمال کی گئی ہے۔ مختصر سی نثری عبارت سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔ عربی حمد و نعت کے بعد یہ مخطوطہ اس طرح شروع ہوتا ہے ۔۔۔

"اما بعد ایں قصیدہ را بدایع الاسحار فی صنایع الاشعار خوانند بہ منوال حدائق السحر فی بدایع الشعر گفتہ شد۔"

اصل قصیدہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ۔۔۔

اے فلک را ہوائے قدر تو یار — وے ملک را ثنائے صدر تو کار

تیر چرخت زہر دیدہ سپہر — تیر چرخت زہر دیدہ سپار

اختتام۔ تا عیانست چہرا تا بش — تا نہانست چرخ را اسرار

روز و شب جز سخا میادت شغل — سال و مہ جز طرب میادت کار

ترقیمہ ۔۔۔ "تمام شد بتوفیق ملک العلام بسلخ شہر شوال ۱۲۲۸ھ روز یکشنبہ۔"

اس قصیدے کو محمد حسین خاں ترین نے مخطوطات نمبر ۱۰۰۳ - ۱۰۱۲ کے ساتھ مسلسل بطور نثر لکھا ہے۔

۵ ورق - ۱۳ سطور فی صفحہ - ۶" × ۹½"۔

۱۰۱۲ - رسالۂ عروض - قبل ۹۳۹ھ - ہلالی استرابادی — نثر فارسی

مولانا بدرالدین ہلالی استرآبادی فارسی کے مشہور شاعر تھے۔ عبیداللہ خاں ازبک نے ان کو ہرات میں ۹۳۹ھ میں قتل کرا دیا تھا۔ ان کے دیوان کے علاوہ مثنوی شاہ و گدا بہت مشہور ہے۔ یہ نثری رسالہ بھی انہی کی تالیف ہے جس میں عروض و قوافی پر چند فصلیں لکھی گئی ہیں۔

ابتدا ۔۔۔ (عربی حمد و نعت کے بعد) اما بعد مورد ہ می شود کہ از اصحاب صفا و ارباب وفا کہ طبع صافی او بعلم قوافی مائل بود بترتیب چند فصل ازاں باب اشارت فرمود .... التماس از مستفیدان ایں رسالہ و مستمعان ایں مقالہ آنکہ

"چوں گذر سوے ایں سواد کنند — از ہلالی بخیر یاد کنند"

اختتام ۔۔۔ "خفیف - فاعلاتن - مستفعلن فاعلاتن - مجنوں مشاکل فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن مکفوف مثالہم۔"

یہ مخطوطہ ناقص الآخر ہے۔ کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ اس جلد (۱۰۰۳ - ۱۰۱۲) کے جملہ رسائل نظم و نثر محمد حسین خاں ترین نے ۱۲۲۸ھ میں رائے ہمت سنگھ کے لئے نقل کئے ہیں ۔۔۔ ۲۵ ورق - ۱۳ سطور فی صفحہ - ۶" × ۹½"۔

۱۰۱۳۔ دیوان حافظ۔ خواجہ حافظ شیرازی — نظم فارسی

دیوان حافظ کے کئی نسخے ادارے میں محفوظ ہو گئے ہیں جن میں سے بعض بہت اہم ہیں اور مطلا و مذہب بھی ہیں۔ اس سے قبل نمبر ۳۵۳ و ۱۵/ا پر اس کے دو نسخوں کا ذکر جلد دوم میں ہو چکا ہے۔

زیر نظر نسخہ بہت قدیم ہے۔ خفی نستعلیق خط میں اہتمام سے نقل کیا گیا ہے۔ عنوانات کے علاوہ تخلص سرخ روشنائی میں لکھا گیا ہے۔ آخر کا ایک صفحہ غائب ہے جس کی وجہ سے سنہ کتابت معلوم نہ ہو سکا۔ ۱۰۰۰ھ کے قریب کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔

اس کے آغاز میں رومی کا ایک مستزاد بھی درج ہے جس کا ذکر اسی جلد میں اوپر آ چکا ہے۔ دیوان معمولی دیوانوں کی طرح اسی مشہور غزل سے شروع کیا گیا ہے۔ نثر کا دیباچہ نہیں ہے۔ آخر میں غزلیات کے بعد ترکیب بند اور قصائد بھی ورق ۲۰۱ سے شروع کئے گئے ہیں۔ بہت کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ ادارے کی طرف سے محفوظ کر کے جلد بنائی گئی ہے۔

۲۱۰ ورق۔ ۱۵ سطور فی صفحہ۔ ۶×۴″۔

۱۰۱۴۔ دیوان حافظ۔ خواجہ حافظ شیرازی — نظم فارسی

دیوان حافظ کے مزید تین نسخوں کا ذکر ابھی نمبر ۱۰۱۳ پر کیا گیا ہے۔ یہ ادارہ کا چوتھا نسخہ ہے اور ابھی متعدد نسخے اور بھی ہیں۔ یہ مخطوطہ کسی ایسے نسخے کی نقل ہے جو ۹۷۷ھ میں لکھا گیا تھا اور خود یہ بھی بہت قدیم ہے۔ اس کی کتابت ۱۰۳۲ھ میں ہوئی ہے۔ کاغذ آب زدہ اور کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ خاص اہتمام سے بٹر کاغذ رکھ کر محفوظ کیا گیا ہے۔

اس میں صرف غزلیں اور رباعیاں ہیں۔ قصائد اور ترکیب بند کم ہیں۔ قدیم کاغذ پر عمدہ مگر شکستہ خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔

اختتام۔ ختم شد دیوان بشعر حافظ شیریں کلام — برسر طاوس قدسی آشیاں فخر الانام

ہشت دہم ماہ ربیع الآخر اندر چاشتگاہ — بود سنہ ۹۷۷

ترقیمہ۔ "تمت بعون منہ و حسن توفیقہ سید محمد حسین .... ماہ رمضان المبارک ۱۰۳۲ھ"

۴۶ ورق۔ ۱۷ سطور فی صفحہ۔ ″½۵ × ½۴۔

۱۰۱۵۔ تذکرۂ طوطیان ہند۔ ۱۹۳۶ء۔ مولانا تمکین کاظمی — نثر اردو

اس کتاب میں اردو زبان کے آغاز سے عہد حاضر تک اردو شعر کہنے والی خواتین کا تذکرہ قلمبند کیا گیا ہے۔

خواتین کے تخلصوں کو حروف ابجد کے لحاظ سے ترتیب دے کر ان کے حالات اور نمونۂ کلام درج کیا ہے۔ اس کی ترتیب کا کام ۱۹۲۸ء میں شروع ہوا تھا اور ۱۹۳۶ء میں تکمیل کی گئی۔ اس میں تقریباً (۳۷۵) شاعرات کے احوال اور نمونہ کلام شریک ہے۔

یہ تذکرہ خود مولف کا مسودہ ہے۔ ابتدا میں کوئی دیباچہ نہیں ہے۔ آختر کے کلام سے شروع کیا ہے اور متعدد گمنام شاعرات کے کلام کے نمونوں پر ختم کیا ہے۔ یہ کتاب بہت ضخیم ہے اور اس قابل ہے کہ اس کو شایع کیا جائے۔ مولف کی دوسری متعدد کتابیں شایع ہو چکی ہیں اور نواب مرزا داغ پر ان کی تحقیقات اردو دنیا سے خراج عقیدت حاصل کر چکی ہیں۔ ان کی خدمات کے اعتراف میں آندھراپردیش کی ساہتیہ اکاڈمی نے حیدرآباد کے بہترین اردو ادیبوں کی صف اول میں شمار کر کے ان کو نقد انعام دیا ہے۔

مولانا تمکین کاظمی نے اپنا یہ مسودہ اس تحریر کے ساتھ ادارے کو بطور عطیہ عنایت فرمایا ہے۔

"مجبی ڈاکٹر زور صاحب

مخطوطات کی جلد چہارم کے بعد ہی جلد پنجم کی ترتیب خدا مبارک کرے۔ میری دلی دعا اور تمنا ہے کہ یہ فہرست بھی سابقہ فہرست کی طرح وقیع ہو۔ میرے پاس جتنی قلمی کتابیں تھیں مجھے تین چار سال ہوئے کہ کتب خانۂ آصفیہ کو دیدیں۔ اب میرے پاس ایک قلمی کتاب بھی نہیں ہے۔ چونکہ آپ نے جلد پنجم کی ترتیب کا مژدہ سنایا ہے اس لئے جی چاہنے لگا کہ اس جلد میں میری دی ہوئی کوئی کتاب ہو۔ اپنے مختصر کتب خانے کو ٹٹولا تو ایک قلمی کتاب بھی نہ ملی۔ مجبوراً یہ مسودہ نذر کر رہا ہوں۔

میں نے اردو شعر کہنے والی عورتوں کا تذکرہ ترتیب دینے کے خیال سے آٹھ نو سال تک مواد اکٹھا کیا ہے۔ یہ مواد نہ تو بالکل ہی منتشر ہے اور نہ مسودہ کہلا سکتا ہے۔ البتہ تخلص وار یا اسم وار مرتب ضرور ہے۔ اسے قبول فرمائیے۔ مستقبل میں اس کی اہمیت خاصی بڑھ جائے گی اور آئندہ تحقیق کرنے والے اس سے بڑا کام لے سکیں گے۔

ہدیۂ تنگ دستاں را بہ چشم کم مبیں ‌ ‌ ‌ ‌ از مروت بر سر خوان تہی سرپوش باش

فقط آپ کا

تمکین کاظمی

۲۴ مارچ ۱۹۵۹ء"

۳۷۸ ورق۔ (بالعموم) ۱۸ سطور فی صفحہ اور بعض صفحات پر کم سطور بھی ہیں۔ "½۶ × ½۸۔

۱۰۱۶۔ تفسیر قرآن۔ قبل ۱۲۰۰ھ۔ ‌ ‌ ‌ ‌ نثر اردو

یہ ایک ناقص الطرفین تفسیر قرآن ہے جس میں امامیہ عقاید کے مطابق قرآن شریف کی آیتوں اور سوروں کی وضاحت کی گئی ہے۔

مصنف اور کاتب کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ کاغذ اور روشنائی اور طرز کتابت کے لحاظ سے ۱۲۰۰ھ کے قریب لکھی گئی ہے۔

ابتدا۔ " وہ مرد تربیت اوس کی کیا۔ یہاں تک کہ بالغ ہوئی۔ پیچھے ایک مدت کے وہ جوان ارادہ حج کا کر کر روانہ ہوا۔ جب چاہا کہ وہاں سے پلٹے وہ مرد حاجی لڑکی کے تئیں اوس جوان سے نکاح کر دیا"۔

اس تفسیر کا اختتام سورہ تحریمہ کی تفسیر پر ہوتا ہے جس کی آخری عبارت یہ ہے۔

" جعدہ اشعث بن قیس کندی کی بیٹی حضرت امام حسن کی جورو تھی۔ وہ بھی ملعونہ تھی کہ حضرت امام حسن کو شہید کیا۔ امراۃ فرعون آسیہ بنت مزاحم فرعون لعین کی بی بی تھیں۔ یہ بھی مثل فرمادی۔ تا خوب ظاہر ہو کہ شوہر کی نیکی بدی سے جورو نیک و بد نہیں ہوتی بلکہ اپنے اپنے اعمال ساتھ ہیں"۔

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ ابتدائی اور آخری صفحات پر نواب عنایت جنگ بہادر کی مستطیل مہر ثبت ہے جس پر عنایت جنگ ۱۳۴۲ھ کندہ ہے۔ ادارہ میں انہی کا عطیہ ہے۔

۸۴ ورق۔ ۱۱ سطور فی صفحہ۔ ″۸½ × ۵½۔

۱۰۱۷۔ مجلس سوم۔ قبل ۱۲۱۵ھ۔ شاہ تجلی علی تجلی — نظم اردو

شاہ تجلی علی کی مثنوی روضۃ الانوار کا بیان نمبر ۵۵/۷ پر جلد چہارم صفحات ۱۰۰ تا ۱۰۲ پر کیا گیا ہے۔ یہ مثنوی غالباً اس روضہ کی ایک مجلس ہے۔ کتب خانہ سالار جنگ میں اس کی پہلی مجلس محفوظ ہے۔ ادارہ کا نسخہ نمبر ۵۵/۷ اس کی غالباً پانچویں مجلس ہے۔

زیر نظر مخطوطہ اس کی تیسری مجلس پر مشتمل ہے۔ اس کے ابتدائی حصہ میں لکھا ہے کہ میں نے خیر النساء بی بی فاطمہ کے عقد کے حالات مجلس دوم میں لکھے ہیں۔ اس مجلس میں امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی پیدائش سے حضرت علی کی شہادت تک کے حالات منظوم کیے ہیں۔ اس کے آخر میں اپنے محسن اعظم الامراء ارسطو جاہ کی مدح بھی لکھی ہے اور ان کے لئے اور نظام علی خاں رستم دوراں کے لئے دعا کی ہے۔ اس حصہ کی چند ابیات یہ ہیں ؎

الٰہی از برائے روح حیدر ۔۔۔ بحق خاطر خاتون محشر
ہمارے رستم دوراں کو یارب ۔۔۔ تو رکھ اپنی عنایت سے مقرب
جو ہے اس شاہ کا دستور یارب ۔۔۔ کرم سے اپنے اس کو رکھ مکرم
اجابت ہوویں ان کے سب مطالب ۔۔۔ رہیں پیوستہ سب اعدا پہ غالب

اس مثنوی میں چھ سو سے زیادہ ابیات ہیں۔

ابتدا۔
سنو اب گوش و جاں سے مومنو تم ۔۔۔ لکھا ہوں مجلس حالات سوم
کہ یک شب سخت محزوں ہو مرا دل ۔۔۔ کیا قائل مجھے کہہ کر دلائل

اختتام۔
مجھے اور میری ساری آل و اولاد ۔۔۔ تو رکھیو یہاں بی اور وہاں خورم و شاد

کیا ہوں ختم اس مجلس کی آیات　　علی مرتضیٰ پہ بھیج صلوات

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ آخری حصے میں شاعر کا تخلص اس طرح درج ہے ؎

تجلی کب تلک اس غم کی تحریر　　کرے گا سینۂ ماتم پہ تسطیر

تجلی کے بارے میں دیکھو جلد چہارم صفحہ ۱۰۰۔

یہ نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ اس کے ابتدائی اور آخری صفحہ پر ان کی مہر عنایت جنگ ۱۳۴۳ھ ثبت ہے۔ کاغذ آب زدہ اور کرم خوردہ ہو گیا ہے۔

۲۳ ورق۔ ۱۴ سطور فی صفحہ۔ ½۵" × ۹"۔

۱۰۱۸۔ مکاتبات علامی۔ ۱۰۱۵ھ۔ ابو الفضل　　نثر فارسی

علامہ شیخ ابو الفضل کے ان رشحات قلم کو ۱۰۱۵ھ میں عبد الصمد ابن افضل محمد نے مرتب کیا تھا جو بہت مقبول ہوا اور عرصہ تک ہندوستان کی فارسی درسگاہوں کے نصاب میں شامل رہا۔ اس کا ایک اور قلمی نسخہ ادارے میں نمبر ۲۶۵ پر موجود ہے (دیکھو جلد دوم صفحہ ۵۲)۔ اس کی ایک شرح بھی محمد اعلم لکھنوی ولد فضل علی نے تلمیذ کی تھی۔ چنانچہ یہ شرح علامی بھی ادارے میں نمبر ۲۱۱ پر محفوظ ہے اور اس کا ذکر جلد دوم صفحہ ۱۳۴ پر گذر چکا ہے۔

زیر نظر مخطوطہ ناقص الآخر ہے۔ قدیم دیسی کاغذ پر خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ اصل کتاب سے قبل چند صفحات میں فارسی اشعار اور نسخے درج ہیں۔ ایک صفحہ کی پیشانی پر موڑی رسم خط میں غالباً کچھ مرہٹی عبارت درج ہے اور اسی کے نیچے حسب ذیل اردو شعر لکھا ہوا ہے ؎

مرنے سے کبھی ڈرتے ہیں کیا شیخ و برہمن　　عاشق کو کہاں موت یہاں ہے نہ وہاں ہے

۵۵ ورق۔ ۱۵ سطور فی صفحہ۔ ½۴" × ۸"۔

۱۰۱۹۔ کلیات رمز۔ قبل ۱۳۱۷ھ۔ سدانند جوگی بہاری لال رمز　　کلام اردو

سدانند جوگی بہاری لال رمز (۱۲۴۰ھ۔ ۱۳۱۷ھ) کے اس اردو کلام کا انتخاب راقم الحروف نے ۱۹۵۱ء میں ادارے کی طرف سے مرتب کر کے (۸۹) صفحات کی مختصر کتاب میں "سلسلہ انتخابات شعرائے دکن" کے تحت شائع کیا ہے۔ اور اسی میں بہاری لال کے تفصیلی حالات بھی درج کئے ہیں۔ وہاں رمز کا سنہ وفات نواب کریم الدین خاں خلف مشرف جنگ فیاض کی ایک تحریر کی بناء پر ۱۳۲۵ھ لکھا گیا ہے۔ نواب موصوف نے ترک علی شاہ ترکی کے تذکرہ "سخنوران چشم دیدہ" کے حوالے سے ان کی وفات کے حالات ورنگل سے لکھ بھیجے تھے۔ مگر اب اس کلیات کے غائر مطالعہ سے معلوم ہوا کہ رمز نے ۱۳۱۷ھ مطابق سمت ۱۹۵۶ بکرمی میں وفات پائی۔ چنانچہ رمز کی کلیات فارسی

کے آخر میں رائے سیتل پرشاد خرم کے دو فارسی قطعات تاریخی درج ہیں، جن میں سے دوسرا یہ ہے ؎

بود صاحب دل بہاری لال رمز — جانب خلد بریں گشتہ رواں
خرم ایں تاریخ ہجری گفتہ است — رمز با اللہ رفتہ در جناں
۱۳۱۷ھ

اسی طرح مجموعۂ کلام ہندی کے آخر میں بھی رائے سیتل پرشاد خرم ہی کا مادۂ تاریخ ہندی میں درج ہے جو یہ ہے ؎

ماس اگھن تتھی تیج کوں مرت کر تیاگ — پنتھ پڑی کینو گون تتا سر سہاگ
سیتل تا کے کون کو ہے یہ سمت بیمال — نت آنند بشن (۵۶) این کرت بہاری لال
سمت ۱۹۵۶ بکرمی

اصل مخطوطہ کلیات رمز سے قبل، اس جلد میں راقم الحروف کا مولفہ مکتوبہ وہ دیباچہ شامل ہے جو رمز سخن کے ساتھ شائع ہوا ہے اور جس میں ان کے حالات اور خصوصیات کلام درج ہیں۔ اس کے بعد نواب کریم الدین خاں خلف مشرف جنگ فیاض کی وہ تحریر شامل ہے جو انھوں نے راقم الحروف کی استدعا پر رمز کے متعلق ورنگل سے روانہ فرمائی تھی۔ وہ غزلیں بھی شریک ہیں جو انھوں نے غالباً "گلدستہ فیض" مرتبہ مشرف جنگ فیاض کے مختلف شماروں سے نقل کی ہیں۔

ان تحریروں کے بعد خود بہاری لال رمز کے قلم میں بزبان فارسی حضرت فیض کے اور خود رمز کے وہ حالات شریک ہیں جو انھوں نے اپنی وفات سے گیارہ سال قبل بعمر (۶۶) سال قلمبند کئے تھے۔ اس کا عنوان یہ ہے ؎

"خلاصہ کیفیت حضرت مولوی حافظ میر شمس الدین فیض علیہ الرحمہ"

اور اس کے بعد اپنے حالات بعنوان "حالات راقم" لکھے ہیں۔ پھر ایک دوسرے کاغذ پر اس عنوان کے تحت

"سدانند جوگی عرف بہاری لال رمز عمر شصت و شش سالی"

انہی حالات کو قدرے تبدیلی کے ساتھ مکرر قلمبند کیا ہے۔ اپنے حالات کا آغاز اس طرح کیا ہے ؎

"وطن آبا و اجداد دہلی۔ نام پدر منشی گنو لال۔ ملازمت یکصد و سی روپیہ ماہانہ مددگاری
نواب مختار الدولہ مرحوم جد نواب شہاب جنگ بہادر معین المہام سرکار عالی بہ انتظام کارخانہ
نواب منیر الملک مرحوم مدار المہام جد میر سالار جنگ۔ راقم نیز بوجہہ قدامت منتظم کارخانہ
معین المہام ممدوح بماہوار دو صد روپیہ ماندہ اکنوں از عرصہ بیست سال بہ انفراغ تعلقات
عیال وغیرہ تارک در حالت تجرید و معین المہام موصوف بہمہ وجوہ خبر گیراں"

رمز نے اپنے حالات کا اختتام اس طرح کیا ہے۔

"راقم از مولانا علیہ الرحمہ (فیض) ہمچناں واقف ہست کہ والدم از وطن و ہم دریں بلدہ
ہمبازی و ہمدرس۔ نیز تا ایں الآن مکان بالاتصال دریک محلہ موجود فقط"

اصل کلیات میں پہلے (۱۳) صفحات میں غزلوں کی فہرست لکھی گئی ہے جو بلحاظ حروف ابجد مرتب کی گئی ہے۔ اور ہر غزل کا پہلا مصرعہ لکھا گیا ہے۔ ہر حرف کی فہرست نئے نمبر سے شروع کی ہے۔ افسوس ہے کہ اس مخطوطے کے ابتدائی (۲۶) صفحات ایک کاتب صاحب نے غائب کر دیئے ہیں۔ ان میں الف، ب اور پ کی ردیف کی غزلیات درج تھیں

یہ مخطوطہ صفحہ ۲۲ کے بعد سے صفحہ ۴۸۵ تک مکمل ہے اور جملہ ردیفوں کی غزلیں مکمل حالت میں محفوظ ہیں۔ اس کے بعد ۳ صفحوں میں رباعیوں کی فہرست لکھ کر اصل رباعیاں لکھنی شروع کی ہیں جو (۸۳) ہیں اور ۵ صفحات پر مشتمل ہیں۔

پھر (۴۴) صفحات میں (۲۴) مخمس لکھے ہیں۔ ان کے بعد نئے صفحے سے قصائد درج ہیں جو (۷) صفحوں میں ہیں۔ اس کے بعد قطعات تاریخی و تہنیت و تعزیت لکھے گئے ہیں جن کی تعداد (۶۰) سے اوپر ہے۔ یہ حصہ دکن کی تاریخی اور سماجی معلومات کی تحقیق کے سلسلہ میں بڑی مدد دے گا۔ اس کلیات اردو کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے ؎

پیش نظر صحیفۂ رخسار یار تھا — کرتے رہے تلاوت قرآں تمام رات
پابند جاں سلاسل انفاس میں رہے — دل تھا بہ تنگ صورت زنداں تمام رات

آخری نظم یہ ہے ؎

رقعہ دعوت شادی رائے پورن چند خلف کلاں رائے خوشحال رائے

اکیسویں صفر کو تشقے کی ہے ضیافت — خوشحال رائے کمتر دیتا ہے سب کو دعوت
پچیسویں صفر کو شب گشت ہے مقرر — دولہا ہے بندہ زادہ اور سب میں بندہ پرور

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ غالباً رمز کے مرتبہ کردہ مسودۂ کلیات سے ان کی وفات کے بعد کسی کاتب نے نقل کیا ہے۔ مگر فہرستوں میں اصل کلیات کے صفحات بھی لکھ لیے ہیں۔ اس کے کاتب غالباً رائے سبیل پرشاد خورم کے شاگرد ہیں۔ معمولی خط نستعلیق میں کتابت کی ہے۔

یہ مخطوطہ ڈاکٹر مہندر راج سکسینہ صاحب کا عطیہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب ادارے کی مجلس انتظامی کے رکن اور قدیم کارکن ہیں۔ انھوں نے کئی اور کتابیں بھی ادارے میں بطور تحفہ عطا کی ہیں جن میں اشرف کی نوسربار بھی شامل ہے۔

۵۰۰ صفحات۔ ۱۳ سطور فی صفحہ۔ "۶½ × "۸¼۔

۱۰۲۰۔ کلیات فارسی۔ قبل ۱۳۱۷ھ۔ بہاری لال رمز — کلام فارسی

رمز (۱۲۴۰ھ۔ ۱۳۱۷ھ) کے اس مجموعۂ کلام فارسی میں جملہ ردیفوں کی تقریباً (۵۰) غزلیں، دو ۲ خمسے، ۴ قصاید، ۲۷ رباعیاں، ۹ قطعات، ۳۳ تاریخی نظمیں اور متعدد مفردات شعر ہیں۔

تہنیتی نظموں میں حسب ذیل عنوان قابل ذکر ہیں۔

۱۔ تہنیت شادی ۔ رام پرشاد اہلکار صدر محاسبی
۲۔ " " رحیم الدین خاں فرزند مشرف جنگ صاحب
۳۔ " تولد فرزند جوالا پرشاد مسکر گجی ۱۳۱۵ھ
۴۔ " تسکار شیر مہاراجہ کشن پرشاد ۱۳۱۶ھ
۵۔ ترتیب واسوخت رائے شنکر پرشاد افضل ۱۳۱۱ھ
۶۔ ترتیب کتاب حبیب اللہ شاعر ۱۳۱۴ھ
۷۔ تہنیت تولد فرزند نواب سرادار جنگ ۱۲۸۲ھ
۸۔ تیاری قصر فلک نما (نامور کوشک نواب وقار الامراء)
۹۔ تہنیت فرزند رائے سوہن لال پسر رائے ہیرالال ۱۳۱۴ھ
۱۰۔ " شادی راجہ رائے رایاں بہادر امانت ونت ۱۲۸۲ھ

۱۱۔ تاریخ رحلت راجہ گردھاری پرشاد باقی ۱۲۔ تاریخ رحلت حضرت مسکین شاہ صاحب

قصیدے زیادہ تر شاہ دکن اور نواب شہاب جنگ کی تعریف میں لکھے ہیں۔ اس کلیات کا آغاز غزل کے ان اشعار سے ہوتا ہے:

احداً احداً جل و علا قدرت کائی داو ندا

ہو اللہ ہو احد لا الہ الا احد

ظاہر شد ہمہ نور ضیا زاں شد پیدا روح بقا

اختتام۔ عید رمضان بتو مبارک باشد تا دور قمر عمر تو قایم بادا

رمز از تہ دل ہمیں دعا می خواند اوج اقبال شہاب جنگ دایم بادا

کلیات اردو (نمبر ۱۰۱۹) کے سلسلہ میں معمولی خط نستعلیق میں یہ مخطوطہ لکھا گیا ہے۔ عطیہ ڈاکٹر زہند رراج سکسینہ۔
۱۰۰ صفحات۔ ۱۳ سطور فی صفحہ۔ "½۶ × "¼۸۔

۱۰۲۱۔ مجموعۂ کلام ہندی۔ قبل ۱۲۷۷ھ۔ رائے بہاری لال رمز — کلام ہندی

سدانند جوگی بہاری لال رمز (۱۲۴۰ھ - ۱۳۱۲ھ) حیدرآباد کے مشہور اردو و فارسی کے شاعر تھے۔ ان کے اردو و فارسی کلام کے مجموعوں کا ذکر ابھی نمبر ۱۰۱۹ و ۱۰۲۰ پر کیا گیا ہے۔ یہ ان کے ہندی کلام کا مجموعہ ہے اور اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ تقریباً ایک سو سال پہلے کے ایک حیدرآبادی شاعر نے اتنا ضخیم مجموعہ ہندی زبان میں مرتب کیا تھا۔ اتنا بڑا اور مکمل ہندی کلام اس دور کے کسی اور دکنی شاعر کا اب تک نظر سے نہیں گذرا۔

اس میں مختلف عنوانات کے تحت چار چار شعر اور ترکیب بند لکھے گئے ہیں۔ بعض عنوان یہ ہیں:۔
سری گنیش جی کا پد۔ پد راگ بہاگ۔ پد لچھمی جی۔ پد برہما جی۔ پد سرسوتی جی۔ بنتی او گھڑ ناتھ جی کی۔ پد سیتا رام کی بنتی۔ ملہار۔ گورکھ۔ سکھی چھند۔ بنگٹ پر کنج بہاری (جو بہت بڑا اور عمدہ ترکیب بند ہے)۔ ٹھومریاں۔ ہیے۔ کا لنگڑا۔ رام کلی۔ کبت۔ رام دھن۔ راگ کھماج۔ پد سری مہادیو۔ دستو بنتی۔ بنتی رام جی۔ بنتی شری بنکٹ۔ پد گورو گورکھنا تھ جی۔ دوہرے۔ بارہ کھڑی۔ پد جوگھ اسادری۔ ہوری کھیلت کنج بہاری تہاری۔

اس ہندی کلام میں اکثر جگہ سدانند تخلص استعمال کیا ہے۔

ابتدا۔ گورگنپت گنپت گاؤں چرن نت چت لاؤں گج مکھ باہن موشک منگل مورت دیہاؤں

لٹ لٹ جال سہاؤں کنک چھتر کی چھاؤں رتن جڑت سنگھاسن یہ چھب کے بل جاؤں

اختتام۔
دعوت جاترا ے کرمن گھٹ

کرمن گھٹ سبھ دھام جہاں نت نوبت باجے بھاگ نگر کے پورب دیس جہاں ہمنتا آجے

پورنیما سے چیت جنم کی لیلا درسے ہووت آئی او تاہ پڑہن رتھ امرت برسے

راکھیں پیتے پریم بھگت سب مل کر آویں درشن کو ہے لابھ ترت اچھا پھل پاویں

گردھاری کر جو کرت یہ بنتی سب سے ‌ ‌ ‌ بنتی سمت چار ہوت یہ سیو جب سے

یہ رقعہ غالباً گردھاری پرشاد کی طرف سے لکھا تھا۔ اس کے بعد رائے سیتل پرشاد خرم کا لکھا ہوا قطعہ تاریخ وفات رفو درج ہے جو مخطوطہ نمبر ۱۰۱۹ کے بیان میں درج ہو چکا ہے۔

۶ صفحات۔ ۱۵ شعر فی صفحہ۔ "۶½ × ۴¾ ۔

۱۰۲۲۔ کلام جان صاحب ‌ ‌ ‌ نظم اردو

اردو کے ریختی نگاروں میں ہاشمی بیجاپوری کے بعد لکھنؤ کے جان صاحب نے استادانہ کمال پیدا کیا۔ لیکن انھوں نے اپنے عہد کے مذاق کے لحاظ سے اس صنف سخن میں اس حد تک عریانی پیدا کر دی تھی کہ متعدد فحش شعر بھی لکھ گئے ہیں۔ ان کا دیوان چھپ بھی گیا ہے۔ زیر نظر مخطوطہ ناقص الطرفین ہے اور بلا کسی ترتیب کے قلمبند کیا گیا ہے۔ اس میں آخر کے متعدد صفحات خالی چھوڑ دیے گئے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کاتب نے لکھتے لکھتے ارادتاً ترک کر دیا تھا۔

خط معمولی نستعلیق خفی ہے۔ کاغذ اور سیاہی کے لحاظ سے ۱۳۰۰ھ کے قریب کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔

ابتدا۔ ‌ یہ دل ہمارا ہے سو مردوئے نہ منہ موڑیں ‌ ‌ ‌ دوگانا جان کہاں پایا یہ جگر تو نے
ملوں گی تلوے تلے آنکھیں تری اے نرگس ‌ ‌ ‌ خصم کو میرے اگر دیکھا بد نظر تو نے

انتہا۔ ‌ چہ خوش یہ مردوا آوازہ مجھ پہ کستا ہے ‌ ‌ ‌ دہن کے وصف میں قاصر ہے بس زباں میری
خدا نے فکر وہ دی ہے نہ قافیہ ہو تنگ ‌ ‌ ‌ تمام عمر کہے جاؤں ایک زباں میری

اس کے بعد کے تین شعر ہیں جن میں مقطع بھی برابر پڑھے نہیں جاتے۔ اس مخطوطے میں صرف ردیف ی اور ردیف الف کی غزلیں درج ہیں۔ اکثر اشعار حاشیہ پر بھی لکھے ہیں۔ تقریباً (۱۰۰) شعر ہیں۔

۸ صفحات۔ ۱۵ شعر فی صفحہ۔ "۵ × ۶½ ۔

۱۰۲۳۔ تلاوت الوجود۔ قریب ۱۱۲۵ھ۔ شاہ علی ابن بابا شاہ ‌ ‌ ‌ نثر اردو

شاہ علی ابن بابا شاہ ابن شاہ امین ابن شاہ برہان الدین جانم ابن شاہ امیر الدین میراں جی شمس العشاق ایسے خاندان کے چشم و چراغ تھے جس نے بیجاپور میں علم و فضل اور تصوف و عرفان کی شمع روشن کی۔ اس نے جنوبی ہند کے اکثر و بیشتر شہروں میں متعدد اور شمعیں روشن کر دیں۔ اس سلسلے کے جملہ افراد صوفی اور عارف ہونے کے علاوہ شاعر اور ادیب بھی تھے اور ان کے حالات اور تصنیفات کا بیان اس تذکرہ کی ہر جلد میں درج ہوتا رہا ہے۔ شاہ علی کے شجرۂ نسب کے لئے دیکھو جلد چہارم صفحات ۲۱۶ و ۲۱۷

شاہ علی نبیرۂ شاہ امین الدین علی اعلی کے اس رسالے کا کوئی اور نسخہ اب تک غالباً کہیں دستیاب نہیں ہوا ہے۔ اس کے پہلے ورق کی پیشانی پر اس کا نام یوں لکھا ہے۔

" وجود یہ تصنیف کی صاحب ابن باداشاہ صاحب قدس سرہٗ "

لیکن اس مخطوطے کی آخری عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا نام تلادت الوجود ہے اور یہ غالباً خواجہ بندہ نواز کے فارسی رسالہ کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے ـــــ

" اے عارف خدائے تعالیٰ نے قرآن میں یوں فرمایا ہے کہ کل شئی محیط و فی انفسکم افلا تبصرون ۔ وہو معکم اینما کنتم نحن اقرب الیہ من حبل الورید فاینما تولوا فثم وجہ اللہ من کان فی ہٰذہٖ اعمیٰ فہو فی الآخرہ اعمیٰ واضل سبیلا۔ اس واسطے ضرور ہوا کہ گنجینۂ حق کا معرفت بولنا۔ جوں ایس کوں سمجھے گا تیوں۔ قال علیہ السلام کلم الناس علیٰ قدر عقولہم ۔ یعنی آدمی بات کرتا ہے اپنی عقل کے مواقف۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لمن ارانی وامن ۔ نبیؐ کہے میری صورت تمہارے تنوں میں ہے سو بوجھو اے سالک سب عالم دو جھگڑے کے میانے ہو کر ہلاک ہوتے ہیں ۔ ان کی مراد یو ہے کوئی عاقبت کوں دیدار دیکھنا بولتے ہیں ۔ کوئی یہاں دیکھنا بولتے ہیں ۔ عاقبت کوں دیکھنا کہے سو اندھ ہے ۔ یہاں دیکھنا کہتے سو ملول ۔ یو دو نو مرشد کی ظاہر صورت کے درپن میں معنے لے عاشقاں کے بیچ ہیں یہاں تجہ دیکھنا۔"

یہ پوری کتاب بطور سوال طالب و جواب مرشد لکھی گئی ہے ۔ قرآن اور حدیث کے ذریعہ سے مطالب کی وضاحت کرنے کے علاوہ مصنف نے اپنے پردادا شاہ برہان الدین جانم کے اشعار بھی بطور توضیح استعمال کئے ہیں ۔ ایک جگہ لکھا ہے ـ

" حضرت شاہ برہان قدس سرہٗ فرماتے ہیں ۔ بیت ہے ؎

بیسم اللہ داتا   مجھ احمد نبی کا جیو دیتا
کیوں بسروں اوس پیو کو اپتا   جیو دیتا
بس دھندا دنیا جھوٹا   یو غفلت کیسی دنیا لوٹا
ستو یاراں دنیا ہودی   پھانسا لایگا کمر باندی
جو سنپڑے ہوے ہلاک   اس میں ایک رہنا پاک

ان ابیات کے بعد چند اور سطریں لکھ کر یہ رسالہ ختم کر دیا گیا ہے ۔ اس کی آخری عبارت یہ ہے ـــــ

" اے سالک یہ رسالہ پیر کی زباں سوں کر اپنے وجود میں جو مطالعہ کرے گا اوسے کمال افسوس کچھ نا رہیگا ۔ اوسے یہ ہدایت کا معنیٰ معلوم ہوئیگا ۔ کل شئی ہالک الا وجہہ ۔ اس کا معنےٰ جو کچھ دیکھنا سو سب وو جہ جانے گا ۔ تیری ہلاکی بسرے گا ۔ یہ تلادت الوجود سالکاں و عاشقاں محبوباں تسلی نماید ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔ تصنیف سید ابوالفتح صدر الدین خواجہ خواجگاں مخدوم سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز عاشق شہباز سرافراز خاک رہ بانیاز قدس سرہٗ "

ترقیمہ ـــ " تمام شد ـــ نوشتم کتابے بخط غریب   کہ نصر من اللہ فتح قریب "

کاتب نے اپنا نام اور سنہ کتابت نہیں لکھا ۔ کاغذ بہت قدیم اور آب زدہ ہے ۔ خاص اہتمام سے یہ رسالہ محفوظ کیا گیا ہے ۔ خط نستعلیق شکستہ ہے ۔ عربی آیات و احادیث بھی نستعلیق خط ہی میں لکھی گئی ہیں ۔ سنہ ۱۲۰۰ھ سے قبل کی کتابت معلوم ہوتا ہے ـــ ۹ ورق ۔ ۱۰ سطور فی صفحہ ۔ ۱۴×۷ ۔

۱۰۲۴۔ کلامِ نعتیہ قبل ۱۳۴۷ھ۔ امیر، شائق، آصف، شاد، حبیب وغیرہ — نظم اردو

یہ ایک گھریلو بیاض ہے جس میں ۱۳۲۶ھ سے ۱۳۴۷ھ تک حیدرآباد کے ایک شریف عرب خاندان کی لڑکیوں نے اس دور کے نعتیہ کلام کو نقل کیا ہے۔ یہ نعتیہ غزلیں، قصیدے، ٹھمریاں اور مخمس آج سے نصف صدی قبل کے حیدرآباد میں بہت مقبول تھے اور ہر گھر کی شریف عورتیں ان کو اپنی اپنی فرصت کے وقت اور خصوصاً راتوں میں محفل جما کر گاتی تھیں۔

یہ بیاض حبیب ابوبکر المخاطب حبیب یار جنگ مرحوم کے گھر کے خواتین کی لکھی ہوئی ہے اور اس میں اکثر غزلوں یا قصیدوں کے آخر میں لکھنے والیوں نے اپنا نام اور تاریخ کتابت لکھدی ہے اور تقریباً ربع صدی تک اس میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔ یہ اصل میں پیرزادہ بیگم کی بیاض ہے جو حبیب ابوبکر کی سالی کی بیٹی تھیں اور نواب ادیب یار جنگ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس میں حبیب ابوبکر کی صاحبزادی زینب بیگم، بھتیجی فاطمہ بیگم اور ہوبلی پادشاہ وغیرہ نے وقت بہ وقت اضافہ کیا ہے۔

اس میں زیادہ کلام مفتی اعظم علی شائق کا ہے جو اس عہد کے سب سے بڑے دکنی نعت گو تھے۔ ان کے کلام کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں اور ۱۳۳۰ھ کی تقریباً ہر بیاض میں ان کا کلام نقل کیا گیا ہے۔ اس بیاض کے حسب ذیل اوراق پر ان کا کلام درج ہے ۔۔

۲-۶، ۸، ۱۱-۱۵-۱۸، ۲۷، ۳۱، ۴۷-۵۰، ۷۰-۷۵، ۷۸-۸۴-۹۵۔

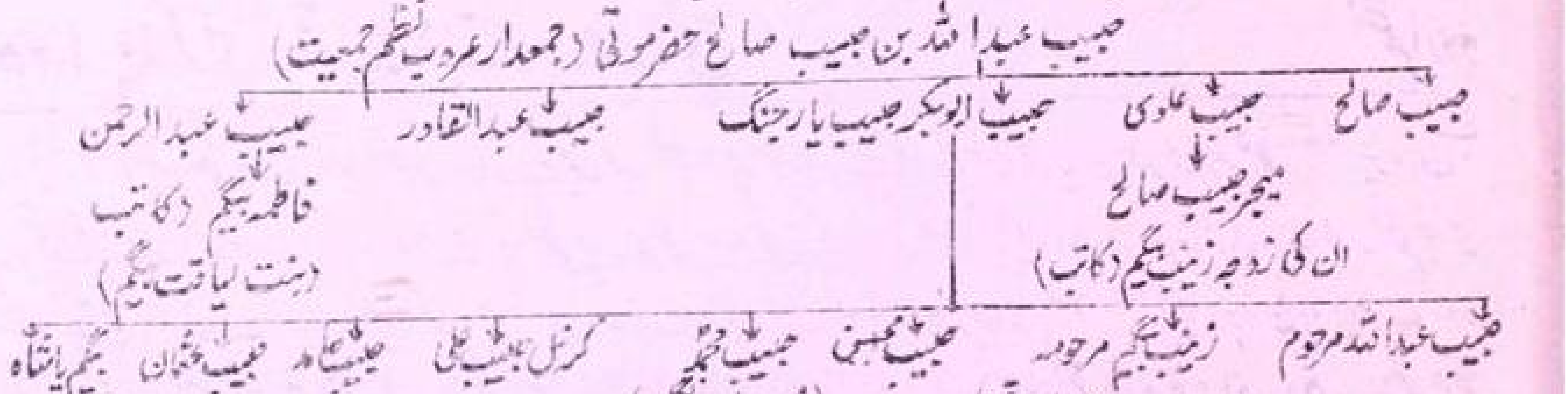
اعظم علی شائق کے علاوہ اور جن شعرا کا کلام اس میں درج ہے۔ ان کے نام بلحاظ حروف تہجی درج ذیل ہیں۔ یہ سب کلام مسلسل نہیں بلکہ منتشر ہے اور مختلف تاریخوں میں مختلف صفحات پر لکھا گیا ہے۔ تاریخ کے اندراج کی وجہ سے خاص خاص غزلوں یا قصیدوں کی تاریخ تصنیف کے بارے میں تحقیق کرنے والوں کو آئندہ مدد ملے گی۔

۱۔ آصف۔ میر محبوب علی خاں آصفجاہ سادس۔ ۳ غزلیں۔ ۱۳۲۷ھ۔ اوراق ۲۶، ۴۶، ۶۶۔
۲۔ امیر۔ امیر احمد مینائی۔ ۲ غزلیں۔ ۱۳۲۶ھ۔ اوراق ۳۵ الف، ب۔
۳۔ بندہ۔ خواجہ فیاض الدین خاں۔ ۴ غزلیں۔ ۱۳۲۶ھ۔ اوراق ۱۶، ۲۹، ۷۷، ۷۸۔
۴۔ جمشید۔ مراثی بشکل مسدس۔ ۱۰۷، ۱۰۹۔
۵۔ حامی۔ ایک غزل ورق ۸۵۔
۶۔ حبیب۔ حبیب ابوبکر حبیب یار جنگ۔ ۲ غزلیں ورق ۸۰، ۹۹۔
۷۔ خاکی۔ ایک غزل۔ ورق ۲۸۔
۸۔ خلیل۔ ایک غزل۔ ورق ۲۶
۹۔ داؤد۔ ۵ غزلیں۔ اوراق ۹، ۴۴، ۵۶، ۵۸، ۵۹۔
۱۰۔ شاد۔ مہاراجہ کشن پرشاد۔ ایک غزل۔ ورق ۶۵
۱۱۔ شاہ۔ ایک غزل۔ ورق ۱۱۰
۱۲۔ صابر۔ ایک غزل۔ ورق ۲۲
۱۳۔ عاصی۔ " " " ۳۸
۱۴۔ عرب نابینا۔ ایک غزل۔ ورق ۳۴
۱۵۔ کافی۔ " " " ۸۶
۱۶۔ لعل۔ ۵ غزلیں۔ اوراق ۱۰، ۲۳، ۳۱، ۴۳، ۸۲۔

۱۷۔ محب۔ ایک غزل۔ ورق ۵۱۔ ۱۸۔ مسیح الدین۔ ایک غزل۔ ورق ۵۴

۱۹۔ ہاتف۔ ۴ غزلیں۔ اوراق ۸، ۴۷، ۵۵، ۵۴۔

اس بیاض سے معلوم ہوا کہ حبیب ابوبکر حبیب یار جنگ بھی شاعر تھے۔ یہ محلہ شاہ گنج میں رہتے تھے اور ان کے مکان سے کچھ ہی فاصلہ پر راقم الحروف کا مکان تھا۔ اپنے بچپن میں ان کو دیکھا ہے۔ بہت ہی وجیہہ عرب جمعدار تھے اور اپنے مکان سے چوک کی مسجد کو روز نماز پڑھنے کے لئے اپنے ملازم اور معتقد عربوں کے جھرمٹ میں جایا کرتے تھے۔ آصفجاہ سادس نے نواب میر عثمان علی خاں کا اتالیق مقرر کیا تھا اور بعد کو اعظم جاہ اور معظم جاہ کے بھی اتالیق رہے۔ ان کی اولاد میں حبیب محمد صاحب حیدرآباد سیول سروس کے ممتاز رکن تھے اور پولس ایکشن سے قبل صوبۂ ورنگل کے صوبہ دار تھے۔ انقلاب کے بعد گرفتار کر کے قید کر دئیے گئے اور پھانسی کی سزا بھی شاید سنادی گئی تھی۔ مگر بعد کو رہا ہوئے اور اب تک موجود ہیں۔ ان کی بیوی راقم الحروف کی بیوی کے حقیقی ماموں نواب نصیر جنگ آصفجاہی کی دختر ہیں۔ حبیب محمد صاحب حیدرآباد کے مشہور صاحب فضل و عرفان بزرگ حضرت عبدالقدیر صدیقی حسرت (سابق صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ) کے خلیفہ اور بڑے متقی و متوکل انسان ہیں۔ حبیب ابوبکر کے دوسرے فرزند کرنل حبیب علی بی۔ اے میں راقم الحروف کے ہم جماعت تھے اور مولانا عبدالقدیر صدیقی حسرت کے خاص خلیفہ ہونے کے باعث آجکل حیدرآباد میں ایک بڑے مقدس اور اہل اللہ بزرگ سمجھے جاتے ہیں۔ اس بیاض کی کتابت جن خواتین نے کی ہے ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے میں نے کرنل حبیب علی صاحب کو زحمت دی اور ان سے جو معلومات حاصل ہوئیں وہ حسب ذیل شجرہ کی صورت میں محفوظ کی جارہی ہیں:-



اس بیاض میں مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنۃ شاد کی جو غزل درج ہے اس میں سے چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جن سے پتہ چلے گا کہ ۱۳۲۵ھ میں مہاراجہ کے کیا عقاید تھے ؎

شمیم گلشن طیبہ مجھے سنگھا دینا | گذر ترا جو نسیم بہار ہر جائے
نبی کے عشق میں ایسا ہوا ہوں دیوانہ | جو قیس دیکھ لے مجھ پہ نثار ہو جائے
یہ آرزو ہے کہ ہو دل میں داغ عشق رسول | چمک سے جس کے منور مزار ہو جائے
جو میری خاک مدینہ کی خاک میں مل جائے | تو جاں نثاروں میں میرا شمار ہو جائے
نگاہ لطف سے دیکھیں اگر حضور اے شاد | تو ایک دم میں گدا تاجدار ہو جائے

نواب میر محبوب علی خان آصف کی جو غزلیں اس بیاض میں شریک ہیں ان کے مطلع اور مقطع یہ ہیں ؎

۱۔ سامنے وہ بے نقاب دیکھئے کب تک رہے | دیکھنے والوں کو تاب دیکھئے کب تک رہے
آصف ناشاد کا حال وہی ہے جو تھا | عشق میں مٹی خراب دیکھئے کب تک رہے
۶ شعر (کاتب پیرزادہ بیگم ۔ ۲۲ر شوال ۱۳۲۶ھ)

۲۔ دکھ درد کا میرے ہو درماں سلطان الہند غریب نواز | تم راحت دل راحت جاں سلطان الہند غریب نواز
آصف کو خوشی ہے خوشنودی دارین ہیں ہو نیس بہبودی | یہ عرض ہے تم سے قطب زماں سلطان الہند غریب نواز
۸ شعر (مکتوبہ ۲۰ر ربیع الاول ۱۳۲۷ھ)

۳۔ ہے منزل مقصود کہاں اس کا پتہ دے پیارے محمدؐ | بھٹکا نہ پھروں مجھ کو ٹھکانے سے لگا دو لے پیارے محمدؐ
تم ذرہ کو خورشید کرو قطرہ کو دریا مختار ہو شاہا | آصف کو اگر چاہو سلیمان بنا دو اے پیارے محمدؐ
۲۰ شعر (مکتوبہ ۱۵ر جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ)

حبیب ابوبکر کی ایک نعتیہ غزل کے چند شعر یہ ہیں ؎

مدینہ میں ہم کو بلاؤ رسول | ہمیں اپنا روضہ دکھاؤ رسول
علی کے لئے فاطمہ کے لئے | مرے گھر میں تشریف لاؤ رسول
پڑا قید غم میں تمہارا حبیب | چھڑانے کو جلدی سے آؤ رسول

۱۱۰ ورق ۔ مختلف صفحات پر تعداد سطور مختلف ہے ۔ "۴ × ۶ ۔

۱۰۲۵۔ چار کرسی ۔ قریب ۱۲۰۰ھ ۔ عبدالحق — نظم اردو

اس نظم کا ایک اور مخطوطہ ادارے میں نمبر ۴۶ پر موجود ہے اور اس کا بیان جلد چہارم صفحہ ۴۴ پر درج ہے۔ وہ ۱۲۳۶ھ میں احمد خاں شیرانی کولاری کی نظم چار کرسی مسائل کے ساتھ نقل کیا گیا تھا ۔ اسی نام کی ایک اور نظم جو کسی شاعر فقیر کی تالیف ہے ادارے میں نمبر ۴۱۹ پر موجود ہے اور اس کا ذکر جلد چہارم صفحہ ۱۶۵ پر درج ہو چکا ہے ۔ وہ بھی اسی بحر اور اسی قافیہ میں لکھی گئی ہے مگر اس کی زبان نسبتاً بعد کی ہے ۔ ایک اور نظم نمبر ۸۴۷ اور ۵۰۰ پر بھی موجود ہے ۔ تفصیلات کے لئے جلد اول صفحہ ۳۱۹ اور جلد چہارم صفحہ ۹۱ دیکھئے ۔

زیر نظر بیاض میں سنہ کتابت درج نہیں ہے ۔ کاتب نے اپنا نام حسین خاں لکھا ہے ۔ کاغذ قدیم ہے اور آب زدہ ہو گیا ہے ۔ خط معمولی نستعلیق ہے ۔ اس نظم سے قبل اور بعد کاتب نے فارسی میں دو رسالے لکھے ہیں ۔ چنانچہ اس سے قبل کا رسالہ سپاہیوں کے لئے ہے کہ مختلف ہتھیار باندھتے وقت کیا دعائیں پڑھنی چاہئیں اور جنگ میں مختلف موقع پر کیا پڑھنا فائدہ مند ہے ۔ اس کے بعد " چار کرسی ہندی " کا عنوان لکھ کر یہ اردو نظم لکھی ہے ؎

ابتداء ۔ چار کرسی فرض ہے کہتا ہوں تجکو یاد کر | سکنا مسلماں فرض ہی جاکہ ولی استاد کر
سن تو نبی کے باپ کا نے نام عبداللہ لگر | دادے محمدؐ کے انو عبدالمطلب ہوے کر

اختتام ۔ آبیگ تو شاگرد ہو استاد سے منکر نہ ہو | فرضاں جو کیتو تیں تو دل کے پٹے پر نقش کر

جو یہاں بکے برحق بکے دیدار حق مطلق آوے　　دکھلا دیں عبدالحق اوے جس میں مسلماں کا اثر

اس کے بعد بعنوان "چہار کرسی فارسی" تین شعر لکھے ہیں اور اس کے آخر میں لکھا ہے " این نوشتۂ سید یعقوب :

۱۲ ورق ۔ ۸ سطور فی صفحہ ۔ "۴ × "۶ ½ ۔

۱۰۲۶ ۔ رسالۂ عرفان ۔ قبل ۱۱۰۰ھ　　نثر اردو

قدیم اردو نثر کا یہ رسالہ حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز کے قریبی زمانہ میں لکھا گیا ہے ۔ اس کی زبان اور اسلوب ان سے منسوب شدہ رسالہ معراج العاشقین سے بالکل متشابہ ہے اور یہ چونکہ خواجہ بندہ نواز ہی سے منسوب ایک اور رسالہ شکار نامہ (نمبر ۱۰۲۷) کے ساتھ اسی کاتب نے نقل کیا ہے اس لئے اتنا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ اسی عہد کی اردو نثر ہے ۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ـــــ

" روحانی ارواح کیا صورت رکھتا ہے پچھاننا تیرے پر فرض ہے ہور نفسانی ارواح کیا صورت رکھتا ہے پچھاننا تیرے پر فرض ہے ۔ پچھانیا تو کیے مدیے کا ج قبول ہوا ۔ روحانی شفاعت کیا معنی رکھتا ہے ۔ شفاعت صفت ہی مہر نبوت ہے ۔ نبوت نبی ہے ۔"

اختتام ـــ " محمد محبت کی صورت انسان بنیا ۔ در نہ محبت کیا صورت رکھتا ہے ۔ غصہ کیا صورت رکھتا ہے ۔ توں دل سوں پچھاننا ۔ غصہ کوں خاتی کیا ۔ محبت تسبیح پچھانیا ۔ غصہ کوں تنا کیا ۔ محبت میں تب میں انسان ہوا ۔ تب عرفان کی صورت پایا ۔ عرفان مہر نبوت شفاعت دیدار یک ہے ۔ تمام وجود کی پچھانت ہے ۔ پچھانیا سو بندہ خاص ہے ۔ تمت تمام شد "

کوئی ترقیمہ نہیں ہے ۔ اس کے ساتھ ہی رسالہ شکار نامہ شروع کر دیا گیا ہے ۔ جس کا ذکر آگے درج ہے ـــ

۴ ورق ۔ ۱۱ سطور فی صفحہ ۔ "۶ × "۳ ½ ۔

۱۰۲۷ ۔ شکار نامہ ۔ قبل ۹۰۰ھ ۔ سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز　　نثر اردو

قدیم اردو نثر کے اس رسالہ کا ایک اور مخطوطہ ادارے میں نمبر ۵۴۲ پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات جلد سوم صفحات ۲۹۹ و ۳۰۰ پر درج ہو چکی ہیں ۔ مگر اس رسالہ کی ابتداء میں لکھا ہے کہ " این گفتار حضرت بندگی مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز ۔" چونکہ یہ بہت قدیم زبان میں لکھا گیا ہے اس لئے خواجہ بندہ نواز کے معراج نامہ کی طرح اس کو بھی مرتب کر کے شائع کرنا ضروری ہے اور یہ کام اب آسان بھی ہو گیا ہے اس لئے کہ اس کے دو مخطوطے مل گئے ہیں جن سے مقابلہ میں مدد ملے گی اور ایک صحیح نسخہ مرتب ہو سکے گا ۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ خود خواجہ بندہ نواز نے اردو میں نہیں لکھا بلکہ ان کے کسی مرید یا معتقد نے قلمبند کیا ہے ۔ خود رسالہ معراج العاشقین کے بارے میں بھی کچھ یہ شبہ ہے کہ ان کا مولفہ نہیں بلکہ ان کے کسی مرید نے اسی

زمانے میں اس کو اردو میں منتقل کیا ہے۔

یہ نسخہ بہت ہی قدیم کاغذ پر سنہ ۱۱۰۰ھ سے قبل لکھوا گیا ہے۔ کاتب کم سواد ہے اور اس نے الفاظ یا تو مسخ کر دیئے ہیں یا ان کا املا اس طرح لکھا ہے جس طرح کہ وہ اس زمانے میں بولے جاتے تھے۔

ابتدا۔ "فرمودہ است۔ حضرت خواجہ فرمائے کہ نو باب ہور سات ماداں کے چہار فرزند تھے۔ تین ننگے۔ یک کوں کپڑا نہیں۔ جسے کپڑا نہ تھا سو اوس کی آستین میں پکے تھے۔ او چاریل کر بازار کوں گئے۔ او بازار جیچیں جنیاں کا تھا۔"

اختتام۔ "اوڑے یا ہو خربوزے کا بیج ہوا یعنی اوسے طمع بولتے ہیں۔ اوسے زرد آلو کی بیل لگی یعنی بکیہ لیا۔ اس بیل کوں بجانے لگے۔ اوسے عورت ہور فرزند ہوئے سو دنیا کی گرفتاری میں پڑیا کھایا سو اوس کا پیٹ پھو گیا۔ حضرت بندہ نواز فرماتے ہیں میں انوسوں خارج ہوں۔ ہور حق سوں واصل ہوں۔ تمت تمام شد۔"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ اسی کاتب نے اس سے قبل رسالہ عرفان مخطوطہ نمبر ۱۰۲۶ لکھا ہے اور اس کے بعد ہی مخمس دستگیر نامہ قلمبند کیا ہے جس کا ذکر نمبر ۱۰۲۸ پر درج ہے۔

۶ ورق۔ ۱۲ سطور فی صفحہ۔ ۴½ × ۶۔

۱۰۲۸۔ دستگیر نامہ۔ قبل سنہ ۱۱۰۰ھ۔ نطقی — نظم اردو

رسالہ عرفان (۱۰۲۶) اور شمکار نامہ بندہ نواز (۱۰۲۷) کے ساتھ ایک ہی کاتب نے حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح و منقبت میں یہ مخمس نقل کیا ہے جو غالباً کسی قدیم شاعر نطقی کا ہے۔ مگر نطقی کے بارے میں یقین سے نہیں کہا جاسکتا۔ اتنا ضرور ہے کہ یہ نظم سنہ ۱۱۰۰ھ سے قبل بلکہ ایک ہزار ہجری کے قریبی زمانے میں لکھی گئی ہوگی۔ اس کے کاتب نے کوئی ترقیمہ بھی نہیں لکھا ہے۔ اس کا نام اور سنہ کتابت بھی معلوم نہ ہو سکا۔ کاغذ بہت قدیم اور خط بھی قدیم ہے۔ املا بالکل غلط ہے۔

ابتدا۔

دائی کونین تم بے شک ہوے پیران پیر — جلوہ حق کا سیس پر تیرے چھتر ہے بے نظیر
دو جہاں کی سلطنت ہور عرش تیرا ہے سر پہ — صدق دل سوں لوٹتے ہیں شاہ فقیر و میر و دبیر
دستگیری کر مری یا غوث اعظم دستگیر

اختتام۔

ناطق و حیران ہوں تجھ مدح میں قدسیاں — ہے ثنا خوانی میں ہر شئے از زمیں تا آسماں
عاجزاں کوں پار کرتا حق ہی تیرا تو ایکاں — کر کرم توں اسم کی برکت سوں دیج نیا میاں
توں ایس نطقی کرم سوں ہو شفیع دھرپاں
دستگیری کر مری یا غوث اعظم دستگیر

اس مخمس میں ۱۲ بند ہیں۔ آخری بند میں ۶ مصرع لکھے ہیں۔ ممکن ہے بعد میں کسی نے ایک مصرع اضافہ کیا ہو۔

اس کے بعد تین صفحات میں فارسی نثر کی کچھ عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔

۴ ورق۔ ۱۰ سطور فی صفحہ۔ ۴½×۶۔

۱۰۲۹۔ روضۃ الشہدا۔ قریب سنہ ۹۱۰ھ۔ حسین بن علی الواعظ کاشفی — نثر فارسی

یہ فارسی کی مشہور کتاب ہے جس کے اردو اور دوسری زبانوں میں کئی ترجمے ہو چکے ہیں۔ اردو میں خاص طور پر سید محمد فیاض دلی ویلوری کا ترجمہ مشہور ہے جو بشکل مثنوی ۱۳۱۱ھ میں بمقام ویلور کیا گیا تھا۔ اس کے نسخے ادارے میں نمبر ۶۱۴ پر موجود ہیں اور ان کا ذکر جلد چہارم صفحات ۱۳۶۔ ۱۳۷ پر درج ہو چکا ہے۔

زیر نظر مخطوطہ بہت ہی قدیم ہے۔ ابتدائی ایک ورق موجود نہیں ہے۔ اسی طرح ناقص الآخر بھی ہے شکستہ نستعلیق خط میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ ابتدائی ۷ باب اس میں محفوظ ہیں۔ آخری ۳ باب موجود نہیں ہیں۔

روضۃ الشہدا۔ کے مصنف حسین بن علی الواعظ الکاشفی فارسی کی ایک اور مشہور و مقبول کتاب انوار سہیلی کے بھی مصنف تھے۔ انھوں نے ۹۱۰ھ میں وفات پائی۔ انھوں نے اس تاریخ کو حسب ذیل دس ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ اور محرم کے ابتدائی دس دنوں میں بطور مجلس کے پڑھنے کے لئے مرتب کیا ہے۔

۱۔ ابتلائے جمیع (؟) انبیا ۲۔ جفائے قریش با سید ابرار و شہادت حمزہ و جعفر طیار۔ ۳۔ وفات حضرت سرور کائنات۔ ۴۔ مناقب حضرت فاطمہ از ولادت تا وفات۔ ۵۔ حالات حضرت علی۔ ۶۔ احوال امام حسن ۷۔ حالات امام حسین ۸۔ شہادت مسلم بن عقیل۔ ۹۔ روانگی حضرت امام حسین بجانب کربلا۔ ۱۰۔ شہادت امام حسین علیہ السلام۔

زیر نظر مخطوطے کی ابتدائی و آخری عبارتیں یہ ہیں:۔

ابتدا۔ "کہ ماہ محرم درآید شہدا را تازہ سازند۔ تعزیت اولاد آنحضرت رسالت پر دازند این نسخہ کہ بہ روضۃ الشہدا موسوم است استعمال۔ و بردہ باب مرتب گردانیدہ"

اختتام۔ " در دفع اعدا کوشیدن و شربت ہلاک نوشیدن و خلعت شہادت پوشیدن دولتے است جاویدی و سعادتے است ابدی و سرمدیکا۔ اے سیدی راہ تو در ہر دو عالم آزاد است خوش دمے باشد کہ :"

۱۳۱ ورق۔ ۱۲ سطور فی صفحہ۔ ۴½×۷½۔

۱۰۳۰۔ خضر خاں و دول رانی۔ ۷۱۵ھ۔ امیر خسرو — نظم فارسی

یمین الدین ابو الحسن امیر خسرو ابن امیر سیف الدین محمود شمسی لاچین ۶۵۱ھ میں بمقام پٹیالی پیدا ہوئے اور

دہلی میں ۷۲۵ھ میں فوت اور درگاہ حضرت سلطان جی نظام الدین اولیاء کے پائنتی دفن کئے گئے۔ ہندوستان میں اردو کے سب سے پہلے اور فارسی کے سب سے بڑے شاعر مانے جاتے ہیں۔ ان کے دواوین غزلیات و قصائد کے علاوہ حسب ذیل مثنویاں بہت مشہور ہیں۔

۱۔ قران السعدین۔ جس میں سلطان معز الدین کیقباد شاہ دہلی اور اس کے والد سلطان ناصر الدین بغرا خاں شاہ بنگال کی ملاقات ۶۸۶ھ کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ رمضان ۶۸۸ھ میں لکھی گئی۔

۲۔ مطلع الانوار۔ نظامی کی مثنوی مخزن الاسرار کے جواب میں ۶۹۸ھ میں لکھی گئی۔

۳۔ شیریں خسرو۔ ۶۹۸ھ میں تکمیل کو پہنچی۔ یہ بھی نظامی کی مثنوی شیریں خسرو کے جواب میں لکھی گئی ہے۔

۴۔ ہشت بہشت۔ نظامی کی ہفت پیکر کی تقلید میں لکھی گئی ہے۔ اس میں شاہ بہرام گور کی مہمات بیان کی گئی ہیں۔

۵۔ آئینہ اسکندری۔ نظامی کے سکندر نامے کے جواب میں ۶۹۹ھ میں لکھی گئی۔

۶۔ مفتاح الفتوح۔ ۶۹۰ھ میں سلطان جلال الدین فیروز شاہ کے حالات میں منظوم کی ہے۔

۷۔ خضر خاں و دول رانی۔ جس میں خضر خاں فرزند سلطان علاء الدین خلجی اور دول رانی دختر راجہ گجرات کا قصہ لکھا ہے۔

۸۔ نہ سپہر میں قطب الدین مبارک شاہ خلجی کے دربار کے حالات لکھے ہیں۔

۹۔ لیلےٰ مجنوں۔

۱۰۔ مختصر مثنویات۔

امیر خسرو کے دواوین کے نام۔ ۱۔ تحفۃ الصغر ۲۔ وسط الحیات ۳۔ غرۃ الکمال اور ۴۔ بقیہ نقیہ ہیں۔

مثنوی خضر خاں و دول رانی کا زیر نظر مخطوطہ ناقص الطرفین ہے۔ مگر بہت قدیم کاغذ پر خط ثلث میں خاص اہتمام اور تکلف سے لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ متن کے علاوہ حاشیہ پر بھی مثنوی کا سلسلہ قائم رکھا ہے۔ ۹۰۰ھ سے قبل کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔ کاغذ آب زدہ اور کرم خوردہ ہوگیا ہے۔ اہتمام سے محفوظ کرکے جلد بندی کی گئی ہے۔

ابتدا۔
چو ہم دل رہ دو ید آں فتح فرخ — سپہ را ہم بکار احل شد رخ
بہ ساز غزا کردہ مہیا — رواں شد کوہ آہن سوئے دریا

اختتام۔
بزرگاں بردباری کرد با خرد — ز سنگش خورد گشت واز لکد مرد
نکو خویاں سفیہاں را ز بونند — کہ ایناں را ہوار نا ھرد تند

یہ ابیات اس عنوان کے تحت دوسرے صفحہ کے آخر سے متعلق ہیں۔

"بخشیدن یمن و برکت فرزند یمین الدین مبارک را ازیں بند نگر میموں تا در نفس آں بند فرو شدن و از بند نفس بیروں آید"

۶۹ ورق۔ (۱۷) ابیات متن میں اور (۱۴) ابیات حاشیہ پر فی صفحہ۔ "۵½ × "۸½۔

۱۰۳۱۔ باغ و بہار ۔ میر امن دہلوی — نثر اردو

میر امن کی مشہور کتاب باغ و بہار کئی بار چھپ چکی ہے۔ اس کا یہ مخطوطہ حیدرآباد میں ۱۲۷۶ھ میں لکھا گیا ہے۔ ابتدائی ایک ورق محفوظ نہیں ہے۔ آخر میں بھی دو چار ورق غائب ہیں۔ چوتھے درویش کی داستان بھی موجود ہے۔ خط نہایت عمدہ نستعلیق ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں لکھے گئے ہیں۔ حمد کے حسب ذیل اشعار سے شروع ہوتا ہے

.... سامان ہے	حمد اس کی گر لکھا چاہو تو کیا امکان ہے
جب پیمبر نے کہا ہو میں نے پہچانا نہیں	پھر جو کوئی دعویٰ کرے اس کا بڑا نادان ہے
رات دن ہی پھرو پھرتے ہیں صنعت دیکھیے	پر ہر ایک واحد کی صورت دیدۂ حیران ہے

اختتام۔ "سب خوشی بخوشی و خاطر جمعی سے روانہ ہوئے اور بخیر و عافیت اپنی اپنی جائے جا پہنچے اور اپنے ماں باپ سے ملے اور بادشاہت کرنے۔ ایک بہزاد خاں اور خواجہ زادہ یمن کا۔"

ترقیمہ۔ چونکہ ناقص الآخر ہے کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ البتہ پہلے ورق کے اوپری گوشہ میں لکھا ہے۔

"سوم جمادی الثانی ۱۲۷۶ھ روز جمعرات آغاز نمودہ شد۔"

اس کے بعد بطور بیاض دو صفحات پر فارسی اشعار لکھے ہیں جن میں سے پہلا شعر یہ ہے

نوید داد مرا با تف زردئے امید	زہے خجستہ سروش و زہے امید نوید

۱۴۳ ورق ۔ ۱۱ سطور فی صفحہ ۔ ۴/۱ ۴ × ۸ ۔

۱۰۳۲۔ رسالہ علم ہیئت ۔ قریب ۱۲۵۰ھ ۔ دار الترجمہ شمس الامراء — نثر اردو

نواب شمس الامراء نے اپنے مطبع سے مدرسہ فخریہ کے طلبہ کے لئے سائنسی علوم سے متعلق متعدد رسائل چھپوائے تھے جن میں کئی رسالوں کا ذکر ان جلدوں میں چھپ چکا ہے۔ ان کی چھپائی ہوئی کتابیں بھی ادارے میں موجود ہیں اور ان کا ذکر فہرست مطبوعات کتب خانۂ ادارہ جلد اول میں شایع ہو چکا ہے۔

زیر نظر رسالہ اسی زمانے میں رواں نستعلیق خط میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ استاد اور شاگرد کے سوال و جواب کے طور پر پوری کتاب مرتب کی گئی ہے۔ اس میں ہیئت سے متعلق جملہ مضامین درج ہیں ــــ عنوانات کی تفصیل یہ ہے ــــ

پہلی گفتگو ــــ ہندسیات کے بیان میں۔
دوسری گفتگو ــــ طبیعیات کے بیان میں۔
تیسری گفتگو ــــ افلاک کے بیان میں۔
چوتھی گفتگو ــــ آسمان اور کئی بسایط مثلاً زمین اور پانی اور ہوا اور آتش کی کرویت۔
پانچویں گفتگو ــــ زمین عالم کے درمیان میں واقع ہونے اور اس کی حرکت نہ ہونے کے بیان میں۔
چھٹی گفتگو ــــ حرکات شرقی و غربی کے بیان میں۔
ساتویں گفتگو ــــ آسمان کو بارہ برجوں میں تقسیم کرنا۔
آٹھویں گفتگو ــــ عظیمہ اور صغیرہ دائرے۔

نویں گفتگو ۔ تعدیل کے بیان میں ۔
دسویں گفتگو ۔ چاند کے آسمانوں کی ہیئت اور ان کی حرکت ۔
گیارھویں گفتگو ۔ زحل اور مشتری اور مریخ اور زہرہ کے آسمانوں کی ہیئت اور حرکت ۔
بارھویں گفتگو ۔ عطارد کے آسمان اور ان کی حرکت ۔

ابتداء ۔ تلمیذ ۔ حضرت فدوی کو مدت سے یہ آرزو ہے کہ آپ ان ہندسیات کو جو علم ہیئت سے متعلق ہوں مفصلاً ارشاد فرمائیں ۔

استاد ۔ بہتر ۔ مثلاً نقطہ وہ چیز ہے کہ جس کو جز نہیں اور خط فقط طول ہے ۔

اختتام ۔ " اور جب مرکز تدویر نقطہ راس یا ذنب سے نکل کر نقطۂ اوج حامل یا نقطۂ حضیض حامل کو پہنچتا ہے تو ذروے کو کچھ میل نہیں ہوتا ہے ۔ اور قطر دبعد اوسط کو نہایت ہوتا ہے اور فلک مائل کو ممثل کی سطح سے نہایت میلان ہوتی ہے ۔ پس جو کچھ کہ میں نے عروض کواکب کا احوال بیان کیا سو ہیئت کی شکلوں سے ۔"

اس کے بعد کاتب نے لکھنا ترک کر دیا ہے ۔ چنانچہ اس کے بعد کے صفحات سادہ ہیں ۔
۹۰ ورق ۔ ۱۴ سطور فی صفحہ ۔ ½۴ × ½۶ ۔

۱۰۳۳ ۔ بیاض کلام اظہر، درگاہی، دبیر، شہباز اور نگین وغیرہ ۔ قریب ۱۲۵۰ھ ۔ نظم اردو

یہ بیاض علاقہ کرناٹک اور ارکاٹ کے شاعروں کے کلام پر مشتمل ہے ۔ اس میں متعدد ایسے شاعروں کا کلام محفوظ ہے جن کی نسبت اردو دنیا بہت کم واقف ہے ۔ ان کی تفصیلات درج ذیل ہیں ۔

اظہر ۔ یہ منشی قلندر حسین صاحب اظہر بنگلور کے رہنے والے تھے ۔ شاہ عبدالحی بنگلوری کی کتاب جنان السیر پر تقریظ لکھی تھی جو بہت مقبول ہوئی ۔ ان کے نعتیہ کلام کا نمونہ کتاب " میسور میں اردو " (از محمد سعید عبدالخالق صاحب) میں صفحہ ۲۰۱ پر دیا گیا ہے ۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سنہ ۱۹ ء سے قبل موجود تھے ۔ اس بیاض میں جن اظہر کا کلام موجود ہے ۔ ممکن ہے وہ یہی ہوں یا نہ معلوم ان سے قبل کے کوئی اظہر تھے ۔ وہ ویلور کے رہنے والے تھے ۔ چنانچہ اس بیاض میں ان کی ایک طویل نظم موجود ہے جس میں ویلور کے ایک بزرگ سید شاہ محی الدین قطب ویلور کے حالات اور سفر حج اور مدینہ منورہ میں فوت ہونے کی غمگین تفصیلات لکھ کر ان کے فرزند اور جانشین سید رکن الدین کے سجادہ نشین ہونے کے واقعہ پر اطمینان کا اظہار کیا ہے ۔ یہ نظم دراصل اسی تقریب میں لکھی گئی تھی اور یہ ایک طویل مسدس کی شکل میں ہے ۔ چنانچہ اس میں (۵۲) بند ہیں ۔ مختلف مقامات کے چند بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں ۔

الغرض عزم بیت رب غفور ۔۔۔ کرکے نکلا وہ مرشد جمہور
ہوا ویلور مثل یوم نشور ۔۔۔ نالۂ خلق تھا مقابل صور
سوزش غم سے کھایا داغ دکن
ہوگیا آہ بے چراغ دکن

جب کہ وہ مقتدائے راہ ہوا ۔۔۔ ہو کے منزل گزین گلبرگہ
قبر گیسو دراز پاک یہ جا ۔۔۔ مہر بجیب عرصۂ دراز رہا

وہاں حج کر و لب جیب میں مقر تھا
لجۂ کشف کا شناور تھا
ایسے اس دور میں کوئی ہو گے　　کوئی دیکھے تو ماجرا لکھے
شہر بمبئی وہاں سے جا پہنچے　　تھے بہت سے مرید ساتھ آ گئے
خسروانہ تجمل اس کا تھا
میر ساماں توکل اس کا تھا

سفر بحر وہاں سے فرمایا　　تھا قضا را جہاز بردے کا
گرچہ نزدیک موسم حج تھا　　لیک اس دم نہ بحر پہ چلی ہوا
حج سے مایوس ہو گئے حجاج
اک کو اک دیکھتے رہے حجاج

اس کے بعد سفر کی تفصیلات اور مدینہ میں علالت اور وفات پانے اور تدفین وغیرہ کے حالات لکھنے کے بعد گریز اس طرح کیا ہے ؎

ہاں خبردار اظہر ناکام　　خواجہ زادے کو دیکھ دل کو تھام
فضل ایزد طفیل شاہ انام　　وہی مجمع ہے اور وہی ہے ہجوم
یہ جواب جانشین ہوتے ہیں
سرور انبیاء کے پوتے ہیں

مژدہ ہے سو سو بشارت ہے　　رونق مسند خلافت ہے
انبساط و نشاط و بہجت ہے　　جائے شادی ہے کیا شکایت ہے
محی الدین رفت و رکن الدین آمد
آں جہاں رفت و ایں جنیں آمد

اس مسدس کا آخری بند یہ ہے ؎

بس کر اظہر کہ کیا تو مجنوں ہے　　گاہ مسرور گاہ محزوں ہے
گاہ مفتوں و گہہ جو ماموں ہے　　کیا طبر زد ہے تو طبر خوں ہے
کام سے اپنے کام ہے اظہر
غم و شادی تمام ہے اظہر

اسی طرح اظہر کی پندرہ سے زیادہ طویل نظمیں (اوراق ۱۲۸ تا ۱۳۶ اور ۱۴۴ تا ۱۶۹ پر) اس بیاض میں موجود ہیں جن میں سے اکثر اعلیٰ درجہ کی ہیں اور مختلف موضوعوں پر لکھی گئی ہیں۔ وہ اچھے پائے کے شاعر تھے۔ زبان پر قدرت تھی اور طبیعت میں روانی۔ افسوس ہے کہ اتنے باکمال شاعر ہونے کے باوجود شہرت نصیب نہ ہوئی اور ہم ان کے حالات اور کلام سے اب تک ناواقف ہیں۔

ایک عشقیہ مخمس کا پہلا بند یہ ہے ؎

صورت میں گرچہ گل سے ہیں پھولے پھلے ہوئے　　معنی میں مثل لالہ کے ہم دل جلے ہوئے
تاب و تموز عشق سے یخ سا گلے ہوئے　　تج تج کے آب و دانہ قفس میں پلے ہوئے
صیاد سے اجل کے ہیں رہتے ملے ہوئے

ایک نظم بعنوان شہر آشوب ماہ محرم لکھی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اظہر کے زمانے میں ویلور میں محرم کے دس دن کن تماشوں، سوانگوں اور شور و شغب میں گذرتے تھے۔ ان سب باتوں کی ہجو لکھنے کے بعد نصیحت کرتے ہیں ؎

یارو یہ عزا ہے محرم نہیں ہے عید　　زہرا کا چاند ہو گیا اس ماہ میں شہید
آل نبی تھے دکھ میں مگر شاد تھے پلید　　واں کشتیں شدید تھیں یاں راحتیں مزید
ان روز وں جشن کرتے ہیں قتل امام کا

۲۔ درگاہی اطہر کے بعد کسی شاعر درگاہی کی نظمیں اس بیاض میں زیادہ تعداد میں ہیں۔ جو اوراق ۱۴۱ تا ۱۴۴ اور ۱۰۰ الف پر درج ہیں۔ مگر یہ اکثر مذہبی موضوعوں مثلاً نماز، وضو اور مذہب سنت جماعت پر لکھی گئی ہیں۔ ان کی زبان اور اسلوب بیان اطہر سے زیادہ قدیم ہے۔ شاعر کم اور مولوی زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک نظم بعنوان "مسجد" کا ابتدائی اور آخری بند درج ذیل ہے ـــ

ہے دین اسلام کا شان مسجد ــ یقیں بیت رضواں سبحان مسجد
عدالت کے دفتر کا دیوان مسجد ــ عبادت سعادت کا ہی کھان مسجد
مسلمان مومن کو آمان مسجد
ہے منکر منافق کا زندان مسجد

سو کلمہ سارے جو مومن مسلماں ــ کہ مسجد جماعت سے باندو دل جاں
اندازہ سو جماعت میں حاضر ہو باشاں ــ کہ درگاہی بولیا حقیقت کے باتاں
مسلمان مومن کو آمان مسجد
ہے منکر منافق کا زندان مسجد

۳۔ قیصر یہ بھی ایک غیر معروف شاعر معلوم ہوتے ہیں۔ حالات معلوم نہ ہو سکے۔ اس بیاض میں ان کا ایک بنجارہ نامہ موجود ہے جو بطور مسدس لکھا گیا ہے۔ یہ بنجارہ نامہ تصوف و عرفان کی تبلیغ ہے اور انہی کی اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں۔ اس کا پہلا اور آخری بند یہ ہے۔ (ورق ۱۴۰) ـــ

گنج مخفی اور مخفی سے جب ٹانڈا ہانکا بنجارا ــ کن سے جب نکلن نگر میں آیا ہے وہ ہو کارا
عشق کے گونے ہیں نسبت آپی ہوا ہاکن ہارا ــ سر پر اپنے سایہ نگن نور قطب کا اک تارا
بیچے آپی لیوے آپی آپی بنا سودا سارا
سفر تمام وجہہ اللہ کے نحن و اقرب بنجارا

صبح ہوئی اور طبل بجایا صور کو پھونکا کوچ کیا ــ ارض و سما کا فرش و خیمہ فنا کے بل پر لاد دیا
ٹانڈہ خلقت لایا بنجارا جہاں سے آیا پھر وہاں چلا ــ حشر ہوئی اس کوچہ میں قیصر ختم کلام اب یہاں ہوا
بیچے آپی لیوے آپی آپی بنا سودا سارا
سفر تمام وجہہ اللہ کے نحن و اقرب بنجارا

۴۔ نگن شاہ نگن ایک صوفی بزرگ تھے جن کی صوفیانہ غزلیں بھی اس بیاض میں موجود ہیں۔ ایک غزل کے کچھ شعر یہ ہیں ـــ

اگر دنیا رکھے دھندا کتے دن تک کریگا توں ــ سرے گی عمر سب تیری نہیں یو کام سرنے کا
خدا پیدا کیا تجہ کوں اپس کے بوجنے خاطر ــ تجھے تو کام لاگا ہے اپس کے پیٹ بھرنے کا
اگر انسان توہے تو نصیحت یو بسرنا نہ ــ سخن حق کے نگن کا ہے اپس کے دل میں بھرنے کا

۵۔ فرقت ان کا ایک مرثیہ درج ہے جس کا پہلا اور آخری بند یہ ہے ـــ

اختر برج ولایت مخزن راہ ہدا ــ قرۃ العین علیؑ اور فاطمہ رضی کا لاڈلا
رہنمائے صابراں اور شافع روز جزا ــ زخم تیر اور تیغ کے کرتن پو اپنے جتلا
ہیچ ہوتے کربلا میں آہ اب جور و جفا
قتل ہوتا ہے حسینا یا محمد مصطفےٰ

ہے شہادت کے چمن میں فرقتِ شیریں سخن — چاک کر کر پیرہن با سوز جیوں گل کے من
غم سے حضرت کے ہمیشہ اشک سے تر ہے نین — روز محشر سے جھگڑا آکر رکھ تو سایہ میں اپن
صبح ہوتے کربلا میں آہ اب جور و جفا
قتل ہوتا ہے حسینا یا محمدؐ مصطفےٰ!

۶۔ شہباز میرا (کرناٹک) کے رہنے والے سید حسین علی شہباز ولد نبی شاہ قادر ایک قدیم شاعر تھے۔ ان کی لڑکی سلطان حیدر علی خاں والی میسور کی پہلی بیوی تھیں۔ غالباً انہی سے ٹیپو سلطان پیدا ہوئے تھے جو اپنے نانا کے نام کی مناسبت سے نبی مالک دستخط کرتے تھے۔ شہباز کے دو مخمس بھی اس مجموعہ میں موجود ہیں۔ ایک مخمس کا پہلا بند یہ ہے۔

دستا ہے نظر میں مجھ دایم وہ پری خانہ — اس دیکھ پری رو کوں دل ہو گیا دیوانہ
چاہتا ہوں گلے سے لگ اوس کلیج ہو جانا — عاشق ہو شمع اوپر پڑتا ہوں میں پروانہ
کہتا ہوں دردِ دل کا دلبر سے کیا سنو مانا
معشوق مری ہے توں معلوم ہے ہر اک کوں — منجھ پاس چلے آنے کیا شرم ہے اب تجھ کوں
ہم عشق دیوانہ ہیں کیا کوئی کہے ہم کوں — شہباز کہا کیا ڈر ہیجان ہے اب اس کوں
ظاہر و باطن کا لذت دو نو چکھ جانا

ایک مسدس کا آخری بند یہ ہے ـــ

غیر پوچھے تو کہو غیر کثافت دستا — عین پوچھے تو کہو عین لطافت دستا
کہا طالب کوں یو شہباز جو بارگ جیتا — خوف نہیں تجکوں تو کیوں خوف میں جا کر لیتا
بے علم عالماں ہیں بدعت کے سنانے والے
دل یہ سبکے ہیں یہ غفلت کے بسانے والے

۷۔ دبیر مرزا سلامت علی دبیرؔ کا ایک طویل مرثیہ بھی اس بیاض کے اوراق ۱۵۸ب تا ۱۶۳ب پر درج ہے جس میں (۸۵) بند ہیں۔ اس کا آخری بند یہ ہے ـــ

بس آگے اے دبیرؔ دے مرثیہ کو طول — بہر شرافت نبی و حیدر و بتول
اللہ سے مانگ پھر یہ دعا با دل ملول — یا سامع الدعا یہ دعا میری کر قبول
مقبول ہو یہ مرثیہ بزم امام میں
تاثیر بخش پھر نبی اس کلام میں

ان نظموں کے علاوہ کئی اور نظمیں بعض غیر معروف شاعروں مثلاً احمدؔ، قفقتاںؔ وغیرہ کی بھی شامل ہیں۔

اس بیاض کے کاتب مختلف ہیں اور خط بھی جدا جدا ہے مگر سب ہی کم سواد ہیں اور غلط املا اور معمولی خط میں یہ بیاض لکھی ہے۔ کسی کاتب نے اپنا نام یا سنہ کتابت نہیں لکھا۔ اس بیاض میں درمیان میں متعدد اوراق خالی چھوڑ دیئے گئے ہیں اور دوسری جانب سے ایک دوسرے خوش خط کاتب نے ایک دوسری بیاض لکھی ہے جس کا ذکر

نمبر ۱۰۳۲ کے تحت درج ہے۔

۴۶ ورق۔ کسی صفحہ پر (۹) اور کسی پر کم یا زیادہ شعر۔ "۴ × "۴ ۷۔

۱۰۳۴۔ بیاض کلام ۔ قبل ۱۲۵۰ھ ۔ مختلف شعرائے کرناٹک و ارکاٹ — نظم اردو

یہ جنوبی ہند اور زیادہ تر شعرائے کرناٹک کے کلام کی ایک دلچسپ بیاض ہے جس میں تقریباً چالیس شاعروں کا کلام محفوظ ہے۔ اس بیاض کی دوسری جانب سے ایک اور بیاض شروع کی گئی ہے جس کے کاتب مختلف ہیں اور جو بعد کے زمانہ میں لکھی گئی ہے۔ اس کا ذکر نمبر ۱۰۳۳ پر گزر چکا ہے۔ مگر یہ بیاض زیادہ تر ایک ہی کاتب نے لکھی ہے جو خوش نویس معلوم ہوتے ہیں اور جنھوں نے عمدہ نستعلیق اور شکستہ خط میں یہ بیاض لکھی ہے۔ اس میں حسب ذیل شاعروں کا کلام بلا ترتیب لکھا گیا ہے۔ لیکن یہاں ان کے نام بلحاظ حروف ابجد مرتب کرکے درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ ابجدی		۱۴۔ معنی	دو غزلیں	۲۷۔ لسان	ایک نظم
۲۔ شاہ ابراہیم	ایک نظم	۱۵۔ سید	ایک نظم	۲۸۔ مخمور	" "
۳۔ ارشاد	" "	۱۶۔ شتغلاں	" "	۲۹۔ مرد	" "
۴۔ آزاد	۳۰ نظمیں	۱۷۔ شمیم اللہ	" "	۳۰۔ مستان	دو نظمیں
۵۔ اعتضاد	ایک نظم	۱۸۔ شیدا	" "	۳۱۔ مشتاق	ایک نظم
۶۔ الہاد	۱۴ نظمیں	۱۹۔ صبر	" "	۳۲۔ مصور	" "
۷۔ امکان	ایک نظم	۲۰۔ ظریف	" "	۳۳۔ مقدور	چھ نظمیں
۸۔ برباد	۲ نظمیں	۲۱۔ عاصی	" "	۳۴۔ مقصود	ایک نظم
۹۔ جلاد	ایک نظم	۲۲۔ فدوی	" "	۳۵۔ منشور	" "
۱۰۔ جلوہ	۳ نظمیں	۲۳۔ فقیر	" "	۳۶۔ نصرت	دو نظمیں
۱۱۔ جلیس	" "	۲۴۔ قلقال	۷ نظمیں	۳۷۔ نظیر	تین نظمیں
۱۲۔ حسرت	" "	۲۵۔ کمتر	ایک نظم	۳۸۔ نعمان	ایک نظم
۱۳۔ سراج	" "	۲۶۔ گمنام	۵ نظمیں	۳۹۔ یقین	" "

آزاد — اس مجموعے میں سب سے زیادہ نظمیں آزاد کی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ اس قافیہ کے تخلص کے جتنے دوسرے شاعروں (مثلاً ارشاد، الہاد، برباد، جلاد وغیرہ) کا کلام اس میں درج ہے وہ سب انہی آزاد کے شاگرد تھے۔

اس بیاض میں آزاد کی پہلی نظم حافظ شیرازی کی مشہور غزل کا خمسہ ہے جو ورق ۸ پر درج ہے اور جس کا پہلا بند یہ ہے: ـــ

اگرچہ زلف ہی بس تھی ان عاشقوں کی کمند   ولے نگہہ نے میاں بیشتر کئے پابند

ترے نو چشموں کے بیمار ہم تو ہیں ہر چند　　غلام نرگس مست تو تاجدار انند
شراب بادۂ لعل تو ہوشیار انند

اس کے بعد ورق ۴۲ب پر ایک مسدس لکھی ہے جس میں تصوف و عرفاں کے مضامین بیان کئے ہیں مگر غالباً کسی پہلے دوست یا رقیب کا مضحکہ اڑایا ہے۔ مشہور فارسی شاعر قاآنی نے بھی ایک ایسا ہی قصیدہ لکھا تھا۔ یہ نظم اسی کی تقلید میں ہے۔ اس کا آخری بند یہ ہے ؎

کا کا کام کیا تھا یہ یہ بہ پہلے کا کچا　　یہ یہ یہ یا تو برا ہوں نہ نہ نہیں تو ہوا اچھا
بہ بہ یہ بس کر دیجیا کھو کھو کھیں تمارا　　کا کا کا کوئی نہ سمجھے را را را راز خدا را
سہ سہ سہ سبھی ہو آزاد ہا ہا ہا حق میں گذارا
شہ شہ شہ شام و سحر میں ذا ذا ذات کا چارا

ایک مخمس کا آخری بند یہ ہے ؎

مظلوم کے نے صاحب ہرگز گلے پڑو مت　　مجم کھا جھڑے پڑے ہیں ہاں ان سے لڑو مت
منہ بولے کم سخن کے میاں جی منہ چڑھو مت　　اہل سخن ہی یارے آزاد کے پڑو مت
سمجھو سخن یہ حق ہے جو بات ہے جلالی　　(ورق ۴۵)

آزاد کو مشکل قافیوں میں نظمیں لکھنے کا بڑا شوق تھا۔ ان کا مد مقابل کوئی شخص پنڈت تھا جس کی ہجو میں بھی انھوں نے ایک نظم لکھی ہے۔

آزاد کو فن موسیقی سے دلچسپی تھی۔ انھوں نے اپنی نظموں میں موسیقی اور تصوف کی اصطلاحیں کثرت سے استعمال کی ہیں۔ ایک نظم میں اپنے مرشد المن کا ذکر بھی کیا ہے۔

اے میاں آزاد تیرا نام بھی چودھیر ہے　　جو کہ یہ کہتا ترا ہے سب کو روشن تیر ہے
جو کہ یہ سمجھا سخن سو اس کو کہنا میر ہے　　بس بیاں خاموش وہ تیرا سو المن پیر ہے

ایک اور نظم میں تصوف کے مضامین باندھے ہیں اور اس کے آخر میں لکھا ہے ؎

دوئی جس نے بھلا سو واحد ہے آزاد　　ترے قول کا منصور شاہد ہے آزاد
پیام ازل کا تو قاصد ہے آزاد　　نہ سالک نہ زاہد نہ عابد ہے آزاد

اس بیاض میں آزاد کی نظمیں ان اوراق پر درج ہیں۔ ۴۰، ۴۴، ۴۹، ۵۵، ۵۷، ۶۰، ۶۷، ۷۷، ۸۱-۸۵، ۸۸-۸۹۔

ابجدی اور الہاد

آزاد کے بعد اس بیاض میں الہاد کی زیادہ نظمیں شریک ہیں جن کی تعداد پندرہ تک پہنچتی ہے اور یہ سب نظمیں اس بیاض کے آخر میں ورق ۱۰۴ب سے ۱۱۵ تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں زیادہ تر ارکاٹ کے ایک مشہور شاعر میر اسمٰعیل ابجدی کی غزلوں پر خمسے ہیں۔ ابجدی مشہور مورخ فرشتہ کی اولاد سے تھے۔ ان کا خاندان بیجاپور کی تباہی کے بعد جنگل پیٹ علاقہ مدراس میں آکر مقیم ہوا تھا۔ ابجدی یہیں پیدا ہوئے اور عربی اور فارسی کے ایسے ماہر مانے گئے کہ نواب والا جاہ نے اپنی ملازمت

میں شامل کر کے اپنے لڑکے عمدۃ الامراء کی تعلیم کے لئے مقرر کیا۔ ۱۱۶۹ھ میں ملک الشعرا کے خطاب سے سرفراز کیا۔ ابجدی نے ۱۱۹۲ھ میں وفات پائی اور مدراس کے ایک محلہ میلاپور کی جامع مسجد میں دفن کئے گئے۔ یہ فارسی اور اردو کے ایک بڑے صاحب دیوان شاعر تھے۔ انور نامہ ان کی مشہور فارسی مثنوی ہے جس میں ارکاٹ کی تاریخ لکھی گئی ہے۔ ان کا اردو دیوان انڈیا آفس کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ہندوستان میں شاید اس کی کوئی نقل نہیں ہے۔ اس مخطوطے میں آلہاد کے مخمسوں کے باعث ان کی ۱۲ غزلیں محفوظ ہو گئی ہیں جن میں سے بعض کے مطلع یا مقطع یہ ہیں ؎

ہنوز حادثۂ روزگار باقی ہے
ہنوز فتنۂ لیل و نہار باقی ہے
کہے گر ابجدی ایسی ہی اک غزل دوہری
تو شاعراں میں اسے اعتبار باقی ہے
دیکھا ہوں ابجدی میں جیوں صبح گہ پری کو
اس نالۂ سحر کا تاثیر ہے تو یہ ہے
بہت ہیں ابجدی اس طرح کے سخن سنجاں
ترے سے یہی غزل یادگار باقی ہے

آلہاد نہ صرف آزاد کے شاگرد بالکل مرید اور جانشین بھی تھے۔ انھوں نے اپنے ایک مسدس کے آخری بند میں لکھا ہے ؎

آلہاد سن تو ایسی نصیحت سے کام ہے
آزاد پیر تیرا تو قائم مقام ہے
بلکہ زیادہ اس سے بھی تجھ کو پیام ہے
بے پیر کھوٹا رہا وہ جیسا کہ خام ہے
زیور گھڑا کے کھوٹا دکھائے تو کیا ہوا
بے پیر گرچہ شعر بنائے تو کیا ہوا

آلہاد نے سودا، نظیر، فراق وغیرہ کی غزلوں پر بھی مسدس یا مخمس لکھے ہیں۔ نظیر کی ایک غزل پر جو خمسہ لکھا ہے اس کا آخری بند یہ ہے ؎

مت کاڑ منہ سے یار کے خوں کے نقاب کو
جاتے ہیں بلبلوں نے ہزاروں ملاپ کو
آلہاد کیونکہ جو نکا ہے اب ہی تو خواب کو
دیکھا نظیر میں نے چمن میں جواب کو
مہندی کا کھیرے جو ہات دکھائے چلے گئے

فلقال شاہ

یہ دراصل فی القال شاہ فقیر تھے جو ارکاٹ کے ایک صوفی شاعر تھے۔ اس بیاض میں ان کی سات نظمیں محفوظ ہیں جن میں سے بعض نظیر، جرأت، سوز، وغیرہ کی غزلوں کی تضمین ہے۔ ایک نظم میں نطہر نگر کا اس طرح ذکر کیا ہے ؎

بس دہی فلقال شاہ دیکھے سو بولے رنگ یہ
کہدیئے لائق نہیں ہے کام تیرا ڈھنگ یہ
حق سے لے کوئی یار فخر الدین پی جا بھنگ یہ
جا نطر نگری میں خاطر ہے تو منگنا منگ یہ

نظیر کی غزل پر جو خمسہ لکھا ہے اس کا آخری بند یہ ہے ؎

پہلے ہی گنج خفی سے ایک یا نور منیر
کیا گدا فلقال شاہ کیا وہ شہ پیران پیر
آئے ہیں سب کے جہاں میں عذر خوان دستگیر
کیا ہوئی تقصیر ہم سے تو بتا دے اے نظیر
تاکہ شادی مرگ سمجھیں ایسے مرجانے کو ہم

اس بیاض میں خلقان شاہ کی نظمیں ان اوراق پر درج ہیں۔ ۱۵، ۱۶، ۲۳، ۳۲، ۳۳، ۳۶۔

مقدور اس بیاض میں اوراق ۲، ۱۳، ۱۷، ۲۲ میں انکی پانچ نظمیں درج ہیں۔ انھوں نے سودا اور یقین کی غزلوں کی تضمین بھی کی ہے۔ ان کے پہلے مخمس کا ابتدائی بند یہ ہے ؎

ساقیا تیرے رمز کے جتنے ہیں شار بان مل — مست الست پھرتے ہیں بے خودی میں تل
صدقے نہ کیوں ہو تجھ پہ دل گا نٹھ گئی نظر کی کھل — سمجھا ہوں تجھ سے آج خوب لے مرے ہادی سبل
کوہ سے کوہ تمیز سے تمیز کاہ سے کاہ کل سے کل

غزل سودا کی تضمین میں جو مخمس لکھا ہے۔ اس کا آخری بند یہ ہے ؎

یہ غزل دیوان سودا کی ہے یارو برملا — اس لئے اس کو مخمس اپنی جانب سے کیا
شہ سخن کا ہے سخن مقدور کے بر مدعا — اے جنوں مصرع ترا سودا کے تئیں زنجیر پا
قید سے تیرے نہیں ہووینگے آزاد ہم

مقدور ایک اچھے شاعر تھے۔ زبان بھی ان کی زیادہ غلط نہیں ہے۔ دلی اور لکھنؤ کے معیاری شاعروں کی کامیاب تقلید کی ہے۔ یقین کی غزل کی تضمین کا آخری بند یہ ہے ؎

دختر رز گو کہ ہے گلرنگ مست و نازنیں — رو برو سے لے اٹھا پا قابل پہلو نشیں
ساقیا مقدور کو مے خوری کی حاجت نہیں — پوچھتا ہے خوب کیفیت نظالمے کی یقیں
اس نگاہ مست سے لیتا ہے میخانے کا خط

گمنام کسی شاعر گمنام کی بھی اس بیاض میں پانچ غزلیں ہیں۔ افسوس ہے کہ وہ اب تک گمنام ہی ہیں شاید کسی وقت نام اور حالات معلوم ہو جائیں۔ ایک اور گمنام اور غیر معروف شاعر جلوہ نے اپنے ایک مسدس میں ٹیپ کا شعر ہی یہ لکھا ہے۔ گویا گمنام کے اس شعر کی تضمین کی ہے ؎

میں تو گمنام ہوں سرنامے پہ کیا نام لکھوں — قاصدا تو ہی بتا کونسا پیغام لکھوں

اس بیاض میں گمنام کی جو غزلیں ہیں ان میں سے پہلی غزل کے مطلعے اور مقطعے یہ ہیں ؎

اگر گلشن میں شب کو وہ پیارا جا ہنسا ہوتا — تو بے شک اے محبوب جاں لو غنچہ کھلا ہوتا
جوانی جاوے پر تیری تجھے گمنام بڑھاپے میں — تو آتا کام کچھ نہ لیجو اگر کچھ تو سکھا ہوتا

گمنام نے ایک طویل نظم اپنے سفر کے حالات میں لکھی ہے جس میں ناگور کی زیارت کے بعد جنوبی ہند کے مختلف شہروں کی سیر و سیاحت کی تفصیلات لکھی ہیں۔ یہ نظم مخمس کی شکل میں ہے اور ان کی بیاض کے اوراق ۹۹ تا ۱۰۳ پر درج ہے۔ اس کے چند منتخب بند یا اشعار یہ ہیں ؎

انتخاب سفرنامۂ گمنام

او شہ کون و مکاں کا کر کے طواف میں نکل — وہاں سے دو منزل کو کر کر ایک نکل سر سے چل
در شہر نظھر نگر میں آکے اترا بے خلل — دیکھا جلہ خوش نما نظھر کا میں نے خوش محل
او شہر نظھر نگر میں ہیں گے شہ نظھر ولی

اد شہر میں اک ہے ندی کادیری کہتے تمام　　اس کے ہے بیلاڑ اک بستی سرنگ اس کا ہی نام
ہے بہت چوڑی وہ ندی اس کا کیا بولوں مقام
وہاں سے کئی اک روز کی ہی راہ پلکنڈہ شہر　　ہیں وہاں پر شاہ فخرالدین شاہ شیر نر
توڑ دیول باندھے ہیں گنبد کو وہ سرور ولی
خوش نما بستی ہے اک ارکاٹ کہتے ہیں تمام　　ہے چناپٹن کی سرحد میں وہ بستی کا مقام
اد شہر میں آ قدم مارے ولی نیک نام　　ٹیپو مستاں ان کے تئیں کہتے ہیں ہر اک خاص و عام
ہے وہی سرحد میں اک بستی کہ گنجی کہتے سب　　اس شہر میں اک ہے دیول اس میں ہے دیو عجب
خوب صورت خوشنما اک شہر ہے بنگلور کر　　ہے بہت بستی بڑی وہ آدمیوں سے جلوہ گر
کافراں رہتے اتھے بسیار او بستی اندر　　جب توکل مستاں مارے آ قدم اس جائے پر
دین کو قائم کئے ہیں توڑ کر کافر ولی
دو شہر میں ہے وہاں سے دیڑ اک کوس کی ہی جا　　فوج وہاں میسور کے راجہ کی ہے رہتی سدا
وہاں ہے اک عاشق کی گنبد عالیشان خوشنما　　ان کے تئیں خواجہ نظر کہتے ہیں سب اہل وفا
اس جگہ گئے ہیں وہ شہ سرور ولی
اک ہے بستی نام مرڈاگل ہے اے صاحب کرم　　ایک عاشق پاک جب اس جائے پہ مارے قدم
ان کے تئیں خلق خدا کہتی ہے سب حیدر ولی
اے شہنشاہ زماں و عاشقاں کردگار　　عرض ہے گمنام کی تم سے سدا لیل و نہار
آرزو حد سے زیادہ اس کے تئیں ہے بے شمار　　اس کو بخشو شاہی تم ملک سخن کی ایک بار
التجا حق میں جو اس کے نزد حق کر کر ولی

گمنام نے ریختی بھی لکھی ہے جس میں چند عریاں شعر بھی ہیں۔ نمونہ یہ ہے ؎

رات اتنا لوٹا بہار چندا　　چولی پیشواز کیا ہے تار چندا
گمنام آیا نظر نہ تجھ سا کوئی　　دیکھی ہوں میں نے کئی ہزار چندا

یہ پوری غزل ریختی میں لکھی ہے۔ ایک رباعی بسم اللہ پر لکھی ہے ؎

پڑھوں میں صدق سے پہلے پکار بسم اللہ　　کہ ایک بار سے لے صد ہزار بسم اللہ
قرآن پہ ہے لکھا بسم اللہ خدائے کریم　　پڑھوں نہ کس طرح میں بار بار بسم اللہ

عاصی | محمد سعید مہکری عاصی میسور کے ایک غزل گو شاعر تھے۔ انھوں نے ۱۲۰۶ھ میں وفات پائی۔ (میسور میں اردو ص۵۰) غالباً مرکرا میں کسی وجہ سے مقیم تھے۔ ان کی ایک نظم ریاست میسور کے اس مشہور شہر کی مذمت میں اس بیاض میں موجود ہے۔ اس کے چند منتخب شعر یہ ہیں ؎

مذمت شہر مرکرا

شہر خستہ مرکرا اس حق سے مجھ دکھلا ئے ہے　　طالع بد عاصی تیرے کہاں تک اس جا لائے ہے

ساکنان اس شہر کے جو ہیں وہ کہتے آہ مار
موسم باراں میں گر شتی ہو زمیں چھپ جائے ہے
تاریکی شب کی کہوں کیا بند ہے میری زباں
گر قدم باہر رکھیں مجروح بدن ہو جائے ہے
موسم دوم ہے جاڑے کا بڑا سخت و کٹھن
دل لرزتا ہے یوں جلدی قضا آجائے ہے
جسم میں جاڑے نے بسکہ ضعف کی لائی بہار
زود تو اس شہر سے یارب ہمیں چھڑوائے ہے
کوہ بیاباں سے ہے مشہور اسم اس کا موکرا
دہشتی غاریں ہیں اکثر دیکھ جی گھبرائے ہے
اک کلاں بازار بھرتا آدینہ کو در شہر
دیکھئے ہر دہ ہزار اقسام کی قوم آئے ہے
مرد و زن بیماریاں آتے ہیں کئی قریوں سے چل
حسن پر دیکھ ہو نہ مفتون دل ذرا بچھائے ہے
اب سنو احوال آئے جاں لشکری انگریز کا
فی سپہ کو اک مکان کاہ کا دے جائے ہے
خواب گر شب کو کریں بستر بچھا در آشیاں
پسوؤں کی کاٹ سے ہر جا جسم کھجلائے ہے
عامیا قرطاس پر اب رکھ قلم مت کر رواں
وصف اکثر اس شہر کے طول اور افزائے ہے

اس بیاض کے ورق ۱۱۶ ب سے نظیر اکبر آبادی کا مشہور بنجارہ نامہ بھی نقل کیا گیا ہے جس کے ۱۲ بند ہیں۔

آئندہ جب کبھی اردو کے شعرائے جنوبی ہند پر تحقیقی کام کیا جائے گا اس بیاض سے بہت مدد ملے گی۔ اس میں اس علاقے کے شاعروں کے اردو کلام کے علاوہ وہاں کی تہذیب و سماج کے بارے میں بھی مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

یہ بیاض غالباً مدراس میں لکھی گئی ہے اور شیخ احمد آٹھویں رجمنٹ کے سپاہی نے نقل کی ہے۔ چنانچہ ورق ۷ پر انھوں نے انگریزی میں لکھا ہے کہ ــــ

"This book belongs to Shaik Ahmed 8th Regiment m.n.i."

تاریخ کتابت وغیرہ کچھ نہیں لکھی۔ روشنائی اس انگریزی تحریر کی وہی ہے جس سے یہ بیاض لکھی گئی ہے۔

اس بیاض میں دوسری طرف سے بعد کو دوسرے کاتبوں نے کچھ اور کلام نقل کیا ہے جس کی تفصیلات مخطوطہ نمبر ۱۰۳۴ کے بیان میں درج ہو چکی ہیں۔

۱۱۷ ورق۔ فی صفحہ ۱۶ یا کم و بیش اشعار۔ ۴ × ۶½

۱۰۳۵۔ مفید الصبیان۔ ۱۲۵۵ھ۔ محمد فقیر الدین — نثر فارسی

کسی دکنی مصنف محمد فقیر الدین نے فارسی زبان و ادب کی تعلیم کیلئے سید امان اللہ کی فرمائش پر یہ کتاب ۱۲۵۵ھ میں مرتب کی ہے اور دیباچہ میں قطعہ تاریخ بھی درج کیا ہے جس کا آخری شعر یہ ہے ــ

دفعتاً در دلم ز ہاتف غیب
نسخہ میمنت شدہ الہام
۱۲۵۵ھ

اس کتاب میں حسب ذیل تین فصلیں ہیں :ــ

۱۔ حروف تہجی و احوال و مصادر فارسی ۲۔ قوانین متفرقہ مروجہ فارسی ۳۔ آداب و القاب و فوائد دیگر

عربی حمد و نعت کے بعد ابتدا اس طرح کی ہے ــ

"اگرچہ فارسی در دیار ہند و دکن اشتہار تمام دارد و ہمہ صغیر و کبیر بہ تحصیل آں شایق و راغب می باشند"

یہ مخطوطہ خوش خط نستعلیق میں سرخ جدولوں کے درمیان خاص اہتمام سے لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ دوسرے ورق کی پیشانی پر مالک کتاب "غلام المبین ۱۲۹۲ھ" کی ایک مہر ثبت ہے جو مربع شکل کی ہے مگر گوشے کاٹ کر ہشت پہلو بنا دی گئی ہے۔ یہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ تیسری فصل کی حسب ذیل عبارت پر ختم ہوتا ہے ــ

"اگرچہ ایں چند القاب و آداب موجب دستور ابنائے زمان لطور المنوذج در حیز تحریر آوردہ شد اما محرر را باید کہ بحسب سواد"

غالباً آخر کا ایک صفحہ غائب ہے۔

۵۰ صفحات۔ ۱۱ سطور فی صفحہ۔ "۴ × "۷۔

۱۰۳۶۔ قصۂ پنجۂ آفتاب و مہرشاہ۔ ۱۲۱۵ھ۔ مذنب — نظم اردو

مذنب ارکاٹ کے ایک نواب رئیس الامراء کے موروثی ملازم تھے۔ رئیس الامراء کے ماموں نواب والا جاہ اول (متوفی ۱۲۱۰ھ) کے دربار میں حاسدوں نے مذنب کو ٹکنے نہ دیا تو یہ تلاش معاش میں بارہ، چودہ برس تک ادھر ادھر پھرتے رہے۔ آخر کار نواب عبد الحسین خاں رئیس الامراء بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے ان کی کثیر العیالی کو دیکھ کر ملازم رکھ لیا اور غالباً سات روپے ماہوار مقرر کر دی اور حکم دیا کہ "قصۂ پنجۂ آفتاب" جلد نظم کر کے لے آئیں۔ مظفر نے قصہ مہر و ماہ لکھا تھا اور یہ قصہ اس نے نامکمل چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے یہ تیرے حصہ میں آیا ہے اس کو مکمل کرو۔ ان باتوں کو مذنب نے اس طرح ادا کیا ہے ــ

کہا قصۂ پنجۂ آفتاب — تو کر نظم مجھ پاس لے آشتاب
مظفر کہا قصۂ مہر و مہ — گیا ہے گا اس سے یہ احوال رہ
یہ حصہ ہے تیرا اسے بول تو — صلے میں لے زر مجھ سے بے مول تو
بجا لا میں آداب گھر کو گیا — بس یہ رات دن قصہ لکھنے لگا

مظفر کے قصۂ مہر و ماہ کا ذکر اسی جلد میں نمبر ۹۰۷ پر گزر چکا ہے اور مظفر نے اپنی مثنوی مہر و ماہ کے آخر میں لکھا تھا ــ

یہاں قصۂ مہر و ماہ ہو چکا — یمن کا جو احوال باقی رہا
ہو ہے قصۂ پنجۂ آفتاب — بنے اک علٰحدہ ہی خاصی کتاب
بجلد دوم ذکر او بالتمام — مفصل ہوا ہے بیاں لاکلام
دیکھو دوسرے دفتر کے تئیں شوق سات — کما حقہ پوری سمجھ ہوگی بات

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مظفر نے دوسرا حصہ بھی لکھا تھا۔ مگر مذنب کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ مظفر نے اس کو مکمل نہیں کیا۔ یا تو وہ قصہ مہر و ماہ لکھنے کے بعد ہی فوت ہو گئے یا کسی اور وجہ سے اپنے ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکے اور دوسرا دفتر نواب رئیس الامرا کی فرمائش پر مذنب کو لکھنا پڑا۔

اس مثنوی پنجۂ آفتاب میں مذنب نے رئیس الامراء کی مدح لکھی ہے اس کی چند ابیات یہ ہیں ۔ یہ مدح اس انداز میں لکھی ہے کہ گویا حکمران وقت کی مدح کر رہے ہیں مگر رئیس الامراء کبھی ارکاٹ کے حکمراں نہیں رہے ۔ اس وقت عمدۃ الامراء غلام حسین خاں والاجاہ دوم (متوفی ۱۲۱۶ھ) برسر حکومت تھے اور رئیس الامراء انکی پھوپی کے فرزند تھے اور بجائے خود ایک دربار دار رئیس تھے ۔

مدح نواب رئیس الامراء

ہے عبدالحسین خاں بہادر نواب — رئیس الامراء ہے جس کا خطاب
یقیں ملک ہندوستاں بیچ آج — اسی کو سمجھتے ہیں روشن سراج
کرے عمر اللہ اس کی دراز — بدولت رکھے سربلند سرفراز
کہاں اس کا سایہ جواں مرد ہے — بہت خوبیوں میں وہ یک فرد ہے
کیا اس نے سائل کے تئیں رد نہیں — عنایات کو اس کی کچھ حد نہیں
بنایا خدا اس کو جوہر شناس — ہر اک چیز کی قدر ہے اس کے پاس
بفضل خدا خوش خصائل ہے وہ — کریموں میں نیکو شمائل ہے وہ
صلاح اور تقوے میں وہ بختور — بیاد خدا ہے گا شام و سحر
جوانی میں ہیں ایسے عابد کہاں — بھی دولت میں ہیں ایسے زاہد کہاں
رہے سایۂ والدہ سر اوپر — جیو دختراں اور اس کا پسر

والدۂ نواب رئیس الامرا سلطان النساء نواب والاجاہ کی بہن تھیں ۔ ان کی تعریف اس مثنوی کے آخر میں ہے جس کی چند ابیات یہ ہیں ؎

مدح سلطان النساء بیگم (والدۂ رئیس الامرا)

تری والدہ جو ہے سلطان النسا — رکھے شاد خرم اسے نت خدا
خدا کا کرم اس اُپر ہے مدام — معین اس کے ہر وقت خیر الانام
مدد نت دوازدہ اماماں او سے — ہو داماں خاتون جنت لیے
پناہ غریباں ہے وہ نیک ذات — وہ بھی ذوالکرم ہیگی حاتم صفات
جو یک چاہا اس کو وہ دیوے ہزار — دعا میں ہر اک اس کی لیل و نہار
رہو بیٹا ٹھنڈا لے بی بی تیرا — رہو جیتا نواب صاحب میرا

اس مثنوی کا آغاز اس طرح کیا ہے ؎

اسے حمد سب کچھ سزاوار ہے — کہ جس کے چیز و کل پرستار ہے
وہی مالک الملک ہے لاشریک — ثنا اس کی کیا ہو ز فکر رکیک

حمد و نعت و منقبت امیر و صفت نواب رئیس الامراء کے بعد صفحہ ۱۰ سے سبب تالیف شروع کیا ہے اور صفحہ ۱۲ سے اصل قصۂ پنجۂ آفتاب اس طرح شروع کیا ہے ؎

تھر ملک مشرق کا جو بادشاہ — وہ کر شاہزادیٔ مغرب کو بیاہ

لے باشان و شوکت بہت سا فوج — چلا مثل دریا کے بس مار موج
جو سرحد میں داخل یمن کے ہوا — پڑا عام اور خاص میں غلغلا

یہ مثنوی بہت طویل ہے۔ اس کا خاتمہ اس طرح ہوتا ہے ؎

لیا سو برس کی ہر اس کی حیات — سکندر رلی دولت لگو اس کے ہات
جو فرمان واجب الاذعان تھا — غلام غلاماں لے آیا بجا
ہے مذنب دعا میں بہ دل روز و شب — زیادہ کیا معروضہ حد ادب

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ آخر میں سرخ روشنائی میں بیل بوٹے اور پنجۂ آفتاب اور بادشاہ مہر شاہ کی تصویریں اتاری گئی ہیں۔ دونوں دو تختوں پر ایک دوسرے کے مقابل گاؤ تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ سروں پر تاج ہیں۔ پنجۂ آفتاب کے ہاتھ میں ایک دستینو ہے اور مہر شاہ کا ہاتھ خالی ہے۔

یہ مخطوطہ معمولی نستعلیق خط میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات اور بعض خاص خاص ابیات سرخ روشنائی میں لکھی گئی ہے۔ پہلے صفحہ کی پیشانی پر بھی سرخی میں نقش و نگار بنائے گئے ہیں۔ ۱۲۵۰ھ کے قریب کتابت کی گئی ہے۔ کاغذ باریک انگریزی معلوم ہوتا ہے۔

کلام حافظ (اردو) قصۂ پنجۂ آفتاب سے پہلے چند صفحات میں اردو غزلیں اور نظمیں درج ہیں جن میں سے ابتدائی دو کسی غیر معروف اردو شاعر حافظ کی ہیں۔ پہلے ایک غزل ہے جس میں (۱۷) شعر ہیں مطلع و مقطع یہ ہے

یہ عشق بلا ہے دیکھ سکی کیوں مست بنی متوالی ہے — مت اس میں قدم رکھ مان مری یہ کوچہ گلی نرالی ہے
حافظ کی نصیحت مانو ذرا پچھتاؤ گے ورنہ در عقبےٰ — وہ وقت ہے ایسا سخت برا کوئی کسی کا نہیں رکھوالی ہے

اس کے بعد ایک مثنوی در فراق سجن لکھی ہے جس میں (۲۱) ابیات اور جس کی ابتدائی اور آخری ابیات یہ ہیں ؎

یہ ریت الفت کی کیا ہے سجن — ہمیں چھوڑ جنگل بنائے وطن
سجن میں پکاروں کدھر جا تجھے — سجن کس طرح تو ملے گا مجھے

تو غفار ہے ہم گنہگار ہیں — ہمیں بخش ہم میں لیسا عار ہیں
کیا یہاں سے حافظ نے اس کو تمام — نبی پر پڑھو سب درود و سلام

قصیدۂ شوق یہ دراصل ۹ شعروں کی ایک نعتیہ غزل ہے جس کا مطلع و مقطع یہ ہے ؎

دل بشر ہے بنا عشق مصطفےٰ کیلئے — زباں سخن کیلئے ہے سخن ثنا کیلئے
زبان شوق ہے جب تم سنے ثنائے رسول — جناں میں حوروں نے یوسے سنا سنا کیلئے

نعت گوہر یہ گوہر غالباً مدراس کے محمد منور خاں گوہر ہیں جو خاندان انور الدین خاں نواب کرناٹک سے تعلق رکھتے تھے۔ مدراس میں امیر الشعراء کے لقب سے ممتاز تھے۔ اس نعت کا مطلع و مقطع یہ ہے ؎

دل میں احمد کا خیال آئے کو ہے — ذات حضرت لطف فرمانے کو ہے
جاں سوئے یثرب چلے جانے کو ہے — حشر کا کیا خوف ہے گوہر تجھے

۶۳۱ صفحات۔ فی صفحہ کہیں (۱۰) اور کہیں (۱۶) شعر۔ ۷ × ۴½ ۔

۱۰۳۷۔ قصہ اصحاب کہف ۔ قریب سنہ ۱۲۰۰ھ نثر اردو

اصحاب کہف کا یہ قصہ دکنی اردو نثر میں سنہ ۱۲۰۰ھ سے قبل لکھا گیا ہے۔ اس کے مصنف کا نام اور حال معلوم نہ ہوسکا۔ حیدرآباد میں سنہ ۱۲۱۲ھ سے قبل اس کی کتابت ہوئی ہے۔ کوئی ترقیمہ بھی نہیں ہے۔ البتہ ابتدائی اور آخری اوراق پر مالک کتاب نے اپنے کچھ نجی حسابات لکھے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ سنہ ۱۲۰۰ھ کے قریب نقل کیا گیا ہے۔ صاف مگر معمولی خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ جگہ جگہ سرخ روشنائی بھی استعمال کی گئی ہے۔ ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

"روم کے ملک میں دقیانوس کر کے ایک بادشاہ تھا۔ اوسے ملک بھی بڑا تھا اور فوج بھی تھی۔
جب دوسرا بادشاہ دقیانوس سے جنگ کرنے کو آیا تب دقیانوس اس بادشاہ پر فتح پاکر اوس کے چھ
فرزند پکڑ لاکر اپنی غلامی میں رکھ کر ہر ایک کے خدمت پر رکھا اور وہی فرزندوں کو اصحاب کہف بولتے ہیں۔"

اختتامی عبارت یہ ہے ـــــ

"اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت بتانے کے واسطے ان کو رکھا ہے اور اللہ نے حضرت پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ والہ وسلم کی معرفت سے ہم کو خبر دیا ہے۔ والسلام۔ تمت تمام شد۔"

کاغذ کرم خوردہ ہو گیا تھا۔ احتیاط سے جلد بندی کرائی گئی ہے۔ پہلے ورق پر عاشور علی کے ذریعہ سے ملگیوں کے کرایہ وصول ہونے کی تفصیل لکھی ہے۔ اس سے اس زمانے کے کرایہ داروں کے نام معلوم ہوتے ہیں۔ آخری صفحہ سے بھی زیور وغیرہ کے خرید و فروخت کی تفصیلات ملتی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مالک کتاب حیدرآباد کے مشہور محلہ شاہ گنج کے رہنے والے تھے۔ راقم الحروف کا آبائی مکان بھی اسی محلہ میں ہے اور وہیں میری پیدائش ہوئی ہے۔

۵ ورق۔ ۱۱ سطور فی صفحہ۔ "۵ × "$\frac{1}{2}$ ۸۔

۱۰۳۸۔ تہذیب المنطق ۔ سعد الدین تفتازانی نثر عربی

منطق و کلام کی یہ مشہور کتاب صدیوں سے عربی درسگاہوں کے نصاب میں شامل رہی ہے۔ ادارے میں اس کے کئی نسخے ہیں۔ اس کا زیر نظر نسخہ بہت ہی قدیم ہے اور اس کے ہر صفحہ پر خفی خوش خط قلم میں حاشیے لکھے ہوئے ہیں۔

آغاز ـــ "الحمد للہ الذی ہدانا سواء الطریق وجعل لنا التوفیق خیر رفیق والصلوٰۃ علی من ارسلہ ہدی ہو
بالاہتداء حقیق ونوراً بہ الاقتداء یلیق وعلی آلہ واصحابہ الذین سعدوا فی مناہج الصدق بالتصدیق۔"

اختتام ـــ "وہو التقسیم اعنی التکثیر من فوق والتحلیل عکسہ والتحدید ای فعل الحد والبرہان ای الطریق الی الوقوف
علی الحق والعمل بہ ہذا بالمقاصد رشیہ واللہ اعلم بالصواب تم تم۔"

جلی خط شفیعا میں یہ نسخہ لکھا گیا ہے۔ جگہ جگہ سرخ روشنائی بھی استعمال کی گئی ہے۔ پہلے ورق پر اس کے مالک سید جلال الدین کے دستخط اور کئی مہریں ثبت ہیں جو بعد کو مٹا دی گئی ہیں۔

۲۶ ورق۔ ۵ سطور فی صفحہ۔ "۶ × "۹۔

۱۰۳۹۔ تکمیل الایمان۔ قبل ۱۲۰۷ھ۔ عبدالحق محدث دہلوی نثر فارسی

عبدالحق بن سیف الدین ترک دہلوی بخاری اور ان کے خاندان کی متعدد کتابیں ادارے میں موجود ہیں۔ تکمیل الایمان وتقویۃ الایقان فی عقاید اسلام کے اور نسخے بھی ہیں جن میں سے بعض کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی دوسری مشہور کتابیں یہ ہیں ۔۔

جذب القلوب الی دیار المحبوب۔ اخبار الاخیار۔ اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ۔ رسالہ مکاتیب در علم سلوک۔ الطریق القویم فی شرح الصراط المستقیم دستور فایض النور۔ مرج البحرین وجامع الطریقین۔ زاد المتقین۔ تاریخ حقی۔ ان میں سے اکثر ادارے میں موجود ہیں جن کا ذکر اپنے اپنے نمبر پر آئے گا۔

زیر نظر نسخہ بہت ہی قدیم کاغذ پر عمدہ خط نستعلیق شکستہ میں بمقام ادوگیر ۱۲۰۷ھ میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں اور اکثر صفحات کے حاشیوں پر خفی عمدہ خط نستعلیق میں تشریحیں لکھی ہوئی ہیں۔ بہت پاک صاف نسخہ ہے۔

عربی حمد و نعت کے بعد اس طرح شروع ہوتا ہے ۔۔

"می گوید فقیر حقیر اضعف عباد اللہ القوی الباری عبدالحق بن سیف الدین الترک دہلوی البخاری کہ ایں رسالہ ایست مسمی تکمیل الایمان وتقویۃ الایقان در بیان عقاید اسلام وقواعد ملت بر طریقہ سنیہ اہل سنت وجماعت۔"

آخری عبارت یہ ہے ۔۔

"وکدام ورد بہتر ازاں کہ اصل اصول دیں ونقد وسرمایۂ ایمان است وچوں مجمل آں الفاظ یاد شد ایں ہمہ معانی وتفاصیل در ضمن آں متصور وملحوظ خواہد بود وچوں در امتزاج واختلاط آں بہ بعضے عبارات عربی کتاب احتمال وابہام وامکان اشتباہ داشت آں را در آخر رسالہ جدا نوشتم۔"

ترقیمہ ۔۔ "تمت رسالۃ الشریفۃ المسمی تکمیل الایمان وتقویۃ الایمان بعون اللہ وحسن توفیقہ یوم الاربعہ تاریخ اربعہ من شہر ذی الحجہ بید عبد الضعیف الراجی الی شفاعتہ رسول اللہ محمد حبیب اللہ بن محمد مخدوم بن محمد حبیب اللہ بن محمد مخدوم بیجاپوری غفر اللہ تعالیٰ عنہم فی قصبہ ادوگیر حرس اللہ تعالیٰ عن الآفات سنہ ۱۲۰۷ ہجری۔"

اس سے اوپر کسی صاحب نے اپنے فرزند غلام عبدالقادر کے لئے ۱۲۰۷ھ میں اس کے مقابلہ اور تصحیح کی تاریخ اس طرح لکھی ہے ۔۔

"بلغت المقابلہ والتصحیح بتاریخ یازدہم جمادی الثانی ۱۲۰۷ھ ہجری۔ ایں کتاب برائے خواندن غلام عبدالقادر مدعمرہ نوشتہ شد۔"

ان غلام عبدالقادر کے دستخط کتاب کے پہلے صفحہ پر موجود ہیں۔ ترقیمے کے بعد دوسرے صفحہ پر تاریخ وصال حضرت عبدالحق محدث دہلوی کے عنوان سے (۸) ابیات کی ایک مثنوی درج ہے جس کی آخری ابیات یہ ہیں ۔۔

سال نقلش خرد عیاں و نہفت ۔۔۔ بخلایق بہشت پایہ مرقد گفت

مدفن او بشہر دہلی بدان ۔۔۔ مسکن او بشہر دہلی بخوان

اس مثنوی میں یہ بھی لکھا ہے کہ عبدالحق صاحب نے (۱۱۰) سال عمر پائی اور ایک ہزار آٹھ سو تالیفات نظم و نثر لکھیں۔

اس مثنوی کے بعد دوسرے صفحہ پر ایک فارسی عبارت اور اس سے آگے کے صفحہ پر عربی میں باب المنہیات لکھا ہے۔
۸۲ اوراق - ۱۵ سطور فی صفحہ - "$\frac{1}{2}$۵ × "$\frac{1}{2}$۸ -

---

۱۰۴۰ - لغت ضیائی - عبدالرحمٰن — نظم فارسی

صنعت تجنیس اللغات سے متعلق یہ ایک مختصر سی منظوم لغت ہے جو بطور قطعات لکھی گئی ہے - تقریباً (۱۱۰) شعر ہیں۔ مصنف اور تالیف وکتابت کا علم نہ ہوسکا - قدیم دیسی کاغذ پر خط نستعلیق میں نقل کی گئی ہے - ابتدا اس طرح ہوتی ہے ـــ

بعد توحید و صفات خالق شام و سحر — وزپس نعت وثنائے خواجۂ خیرالبشر
بہر تزئین عروسان سخن از بہر طبع — میکشیم دُر لغت یکساں دریں سلک گہر
کردم ایں مجموع را در صنع تجنیس اللغات — تا ضیائی را لغت دانی بیاد آرد مگر

اختتام ان اشعار پر کیا گیا ہے ـــ

تا چند سخن طویل گوئی چنداں — خاموشی پیشس گیر عبدالرحمٰن
بس کن کہ ہمیں رسالہ کافی ست ترا — زیں بیش مدہ درد سر اہل دلاں

کوئی ترقیمہ نہیں صرف تمت تمام شد لکھ کر کتابت ختم کر دی ہے - پھر نئے صفحہ سے ایک دوسری نظم (بشکل قطعات) شروع کی ہے جس کے درمیان میں سرخ روشنائی میں مختلف عنوانات لکھ کر ہم معنی الفاظ بیان کئے ہیں - یہ عنوانات اس قسم کے ہیں -

" الفاظیکہ قلب آں عین آں ست " ، " قلب معانی عین معانی است "

ابتداء ـــ مصر شہر و شہر ماہ و ماہ آب و خوف ہم — ہم تیر و اجنحہ چہ بال باشد بال جاں
مغز دم دم بود خون ذنبی کی چہ زاغ — قیح ریم و ریم آہو ذاک آن و آں زماں

اختتام ـــ ملک و مال و احمر آل و حول سال — سکہ گو دراہ رو راگو ہمر
مرگ سام و سال عام و سول کام — نہر سرما گرم و گرما حار و حر

یہ نظم ناقص الآخر ہے - اس میں تقریباً (۱۳۵) شعر ہیں ـــ
۶ ورق - ۲۳ سطور فی صفحہ - "$\frac{1}{2}$۶ × "$\frac{1}{2}$۱۱ -

---

۱۰۴۱ - دیوان جامی - (قبل ۸۹۸ھ) - عبدالرحمٰن جامی — کلام فارسی

مولانا عبدالرحمٰن نورالدین بن احمد بن محمد جامی نقشبندی (۸۱۷ھ - ۸۹۸ھ) فارسی کے مشہور و محبوب شاعر ہیں - شاعری کے علاوہ تصنیف و تالیف کی وجہ سے بھی ان کی بڑی شہرت ہے - ان کی حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں -
کلیات - فاتحۃ الشباب (دیوان اول) - واسطۃ العقد (دوسرا دیوان) - خاتمۃ الحیاۃ (تیسرا دیوان) - سلسلۃ الذہب - تحفۃ الاحرار - سبحۃ الابرار - یوسف زلیخا - لوامع - لوائح - نفحات الانس -

شواہد النبوۃ ۔ شرح کافیہ نحو ۔ شرح فصوص الحکم ۔ اعتقاد نامہ ۔ حلیۃ الحلل ۔ رسالۂ عروض ۔ بہارستان ۔ رقعات وغیرہ ۔

ان میں سے بعض کتابیں ادارے میں بھی موجود ہیں ۔ چنانچہ بعض کا ذکر پہلی جلدوں میں آ چکا ہے اور بعض کا اپنی جگہ پر نمبر مخطوطہ کے لحاظ سے آئے گا ۔

جامی کا زیر نظر دیوان بہت ہی قدیم غالباً ۸۸۰ھ کے قریب نہایت عمدہ ایرانی کاغذ پر بہت ہی خوش خط لکھا گیا ہے اور چونکہ کرم خوردہ ہو گیا تھا اس لئے اہتمام کے ساتھ جلد بندی کرائی گئی ہے ۔ افسوس ہے کہ ناقص الطرفین ہے ۔ مگر قدامت اور اہتمام کتابت و کاغذ کے باعث اہمیت رکھتا ہے ۔

آغاز ۔۔ استخوانی شدتم از لاغری اہم چو تست — گر سگش را میل سوئے استخوان من شود
ہمچنیں جولاں کناں آں شہسوار آید برم — جائے آں دارد کہ بادر اک گشت عناں من شود

اختتام ۔ من غائبانہ عاشق آں روئے مہوشم — بے منت نظر بخیالے از دخوشم
شد شوق تو فزوں تماشائے سرو گل — بالا گرفت ازیں خس و خاشاک آتشم

اس مخطوطہ پر اوراق کے جو نمبر پڑے ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے ابتدائی (۱۵۲) ورق غائب ہیں ۔ اب یہ مخطوطہ اوراق ۱۵۳ تا ۲۵۱ محفوظ ہے ۔

۹۹ ورق ۔ ۱۵ اشرفی صفحہ ۔ "۵ × ۱/۴ ۸ ۔

۲-۱-۴ ۔ باغ ارم ۔ ۱۲۴۴ھ ۔ حکیم محمد یحییٰ ندرت — مثنوی اردو

حکیم محمد یحییٰ ندرت مدراس کے قاضی القضاۃ مصطفیٰ علی خاں گوپاموی کے فرزند تھے اور شاہ اسمٰعیل قادری ولد شاہ ابراہیم کے مرید ۔ ان کے آباو اجداد بھی اسی خاندان کے مرید تھے ۔ ندرت نے عرصہ تک اپنے پیر کو نہیں دیکھا تھا اور جب وہ ان کی حضوری میں گئے تو ان کے خیالات نے پلٹا کھایا اور تصوف و عرفاں کی طرف مائل ہو گئے ۔ اس سلسلہ میں ان کو مولانا روم کی مثنوی معنوی کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا اور انھوں نے اس میں سے اپنی پسند کے اشعار منتخب کر کے علیحدہ کرنے شروع کئے اور اس کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ ان کا اردو میں ترجمہ کر لیا جائے ۔ چنانچہ ترجمہ شروع کیا جو ۱۲۴۴ھ میں مکمل ہوا ۔ اس وقت اس کا تاریخی نام باغ ارم تجویز کیا ۔

اس مثنوی کی تالیف کے وقت ندرت کے والدین اور بھائی اور اولاد موجود تھی ۔ چنانچہ نعتیہ ابیات کے تحت ان سب کے لئے دعا کی ہے ۔ خود مثنوی کا نام اور سنہ تکمیل ان ابیات میں لکھا ہے ؎

نام اس کا میں رکھا باغ ارم — رکھ مدام اس کو خدایا محترم
سال بھی اس نام سے ہے آشکار — یک ہزار و دو صد و چہل و چہار

قدیم مثنویوں کی طرح حمد و نعت اور سبب تالیف کے عنوانات قائم کئے ہیں اور یہ حصہ ۱۱ صفحات پر مشتمل ہے ۔ اسی گیارہویں صفحہ سے ترجمہ انتخاب مثنوی مولوی رومی شروع کیا ہے جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ؎

واصلِ حق پیشوائے عارفاں ۔۔۔ ابتدا فرمائے ہیں ایسا بیاں
نے حکایت کیا کرے ہے گوش کر ۔۔۔ ہجر و جدائی کی شکایت سر بسر

اسی طرح لکھتے گئے ہیں اور درمیان میں جگہ جگہ عنوانات قائم کئے ہیں جو اس دور کے عام اردو مثنوی نگاروں کی عادت کے برخلاف اردو میں لکھے ہیں۔ مثلاً

"حال بایزید رحمۃ اللہ کا جو بے خودی میں حق ہوں کہے اور دوسرا احوال جو بعد اس کے گزرا"

پوری مثنوی میں اسی طرح کے (۱۲۵) عنوانات ہیں جن کی فہرست ابتداء میں لکھدی ہے۔ جملہ ابیات دس ہزار سے زیادہ ہیں۔ فہرست عنوانات کے بعد تین صفحات اردو نثر کے ہیں جس میں اردو املا کی بہت ضروری اور مفید باتیں لکھی ہیں۔ مثلاً

"ہا کی دو صورت ہیں۔ اگر ظاہر اور متحرک ہو تو یک چشمی لکھنا جیسا کہا، جہاں، تہاں وغیرہ۔ اگر ساکن اور مختفی ہو تو دو چشمی جیسا کھایا، گھائل، گھانس، گھڑا وغیرہ"

اس حصۂ نثر کی ابتداء عربی حمد و نعت کے بعد اس طرح ہوتی ہے ۔۔

"معلوم کرنا رسم الخط کا واسطے صحیح لکھنے پڑھنے زبان ہندی کے بہت ضرور اور بہ فائدہ ہے۔"

اختتام ۔۔ "تفصیل اس اجمال کی مبسوط رسالوں سے ہی معلوم ہوگی۔ والسلام"

اصل مثنوی باغ ارم کا آغاز اس طرح کیا ہے ؎

حمد حق کا کیا کوئی زباں پر لاسکے ۔۔۔ بے نشاں کا کیا نشاں بتلاسکے
ممکنات حادث نا مستقیم ۔۔۔ پائیں کیوں واجب کے اسرار قدیم

خاتمہ اس طرح ہوتا ہے ؎

دم بدم صلوات تیرا پھر سلام ۔۔۔ ان پر ان کے آل و یاراں پر تمام
ختم تیرے نام پر ہے یہ کتاب ۔۔۔ اے خدائے مستعان و مستطاب

ترقیمہ ۔۔ "تاریخ باغ ارم از حکیم محمد یحییٰ صاحب المتخلص ندرت فرزند قاضی القضات حکومت مدراس مصطفےٰ علی خاں بہادر گویا موی جبل الجنۃ مثواہ"

یافت ایں نسخہ چو زیب ارقام ۔۔۔ بعنایات حکیم مطلق
ہاتفم گفت یکایک سالش ۔۔۔ بے بہا نسخۂ عرفان حق

معلوم نہ ہو سکا یہ تاریخ کس نے نکالی تھی اور اس نسخہ کی کتابت کس نے کی ہے کاغذ اور نوع خط سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل سن ۱۲۵۰ھ سے قبل اس کی کتابت ہوئی ہے۔ پوری کتاب خاص اہتمام کے ساتھ عمدہ خط نستعلیق میں لکھی گئی ہے۔ اطراف میں سرخ جدولیں کھینچی گئی ہیں اور عنوانات بھی سرخ روشنائی میں ہیں۔

اس مثنوی کا نسخہ اب تک کسی اور کتب خانہ میں دستیاب نہیں ہوا ہے اور نہ مصنف کا کوئی اور کلام کسی جگہ موجود ہے۔ جلد کے اندر غالباً کتب فروش نے شمسی صاحب لکھا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہ کتاب ان کے کتب خانہ کی تھی اور ان کے بعد فروخت ہونے کے لئے آئی۔ مولانا سید اشرف شمسی جامعہ عثمانیہ میں فارسی کے پروفیسر تھے اور راقم الحروف کے استاد۔ فرقہ مہدویہ کے سادات اور علمائے کرام سے تعلق تھا۔ عربی میں قرآن شریف کی تفسیر لکھی تھی اور اپنے عہد کے

فاضل اجل اور عالم باعمل سمجھے جاتے تھے۔ ان کے نواسے عالم خوندمیری نظام کالج میں فلسفہ کے استاد ہیں اور حیدرآباد کے روشن دماغ عالموں اور مقرروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

۲۹۸ صفحات۔ (۱۳) ابیات فی صفحہ۔ "۶×"۱/۲ ۸۔

۱۰۴۳۔ دیوان مصحفی۔ قبل ۱۲۴۰ھ۔ شیخ غلام ہمدانی مصحفی — کلام اردو

اردو کے مشہور شاعر غلام ہمدانی ولد ولی محمد امروہوی ۱۱۹۰ھ میں دلی آئے اور ۱۲ سال تک شعر و سخن کی تربیت حاصل کی۔ وہاں سے ۱۲۰۰ھ میں لکھنؤ چلے گئے اور شہزادہ مرزا سلیمان شکوہ کے دربار میں منسلک ہو گئے۔ انشاء سے ان کے بڑے معرکے رہے جن کو محمد حسین آزاد نے بڑے دلچسپ پیرائے میں قلمبند کیا ہے۔ انھوں نے ۸ دیوان، شاعروں کے ۲ تذکرے اور مثنوی بحر المحبت وغیرہ اپنی یادگار چھوڑے اور ۱۲۴۰ھ میں فوت ہوئے۔

زیر نظر مخطوطہ مکمل ہے اور متھرا میں ۱۲۹۳ھ میں نقل کیا گیا ہے۔ غزلیں (۱۰۵) اوراق پر پھیلی ہوئی ہیں اور ان میں تقریباً چھ ہزار شعر ہیں۔ ان کے بعد حسب ذیل نظمیں درج ہیں۔

۱۔ استدعا بخدمت مرزا سلیمان شکوہ۔ ۱۴ شعر کا ایک قطعہ ہے جس میں جاڑے کی زحمتوں کا اظہار کر کے گرم پوشش عطا کرنے کی درخواست کی ہے۔

۲۔ مرزا سلیمان شکوہ کے غسل صحت کی مبارکباد میں ۵ شعر کا قطعہ۔

۳۔ تاریخ وفات میر تقی میر سے

ازسر درد مصحفی نے کہا   حق میں اس کے موا نظیری آج

۴۔ تاریخ وفات قلندر بخش جرأت سے

سودہ ہے یہ مصرع بے بیش و کم   ہو گئے کیا بلبل نالاں خموش

۵۔ مخمس بر غزل ہوس۔ اس میں (۱۲) بند ہیں۔ آخری بند یہ ہے سے

ہستی کو تھا گذر نہ یہ کنج فراغ قیس   نہ ظلمت ہی کرے تھی سراغ قیس
گل ہو گیا تھا مصحفی کب کے چراغ قیس   تازہ ہوا پھر از سر تو اس کو داغ قیس
تا حق ہوس کو سوے بیابان لے گئے

۶۔ رباعیاں ۱۱ ہیں۔ جن میں سے ایک رباعی میں مرزا حاجی کو عید کی مبارکباد دی ہے۔

۷۔ مرثیہ امام حسین۔ یہ مرثیہ دکن کے قدیم مرثیوں کی طرح بشکل مربع لکھا گیا ہے۔ اس میں ۳۸ بند ہیں۔ پہلا بند یہ ہے سے

یوں تو تو کوئی روح پیمبر کے واسطے   تسکیں کر دو مری دل حیدر کے واسطے
سر تھا بنا حسین کا افسر کے واسطے   با نوک و نیزہ و دم خنجر کے واسطے

ہر بند کا آخری مصرع قدیم دکنی مرثیوں کی طرح اسی پہلے بند کا ہم قافیہ و ہم ردیف ہے۔

اس دیوان کا افتتاح اس طرح ہوتا ہے سے

تھا جوش طبیعت میں نہ دیوان ششم کا	خود وصل جدا ہو گیا خشت سر خم کا
ہے مردمک دیدۂ خورشید زمیں پر	جو نقش ہے توسن کے ترے کا سمِ کا

اختتام ۔

رہتا ہے بازپرس قیامت کا اس کو ڈر	روز عمل ہے اس کا جو شب سے سیاہ تر
ہرگز نہ تم گناہوں پہ اس کے کرو نظر	بخشاؤ اس کو شافع محشر کے واسطے

ترقیمہ ۔ "بتاریخ نوزدہم ماہ ذیحجہ ۱۲۹۳ھ ہجری مطابق ۵ جنوری ۱۸۷۶ء حسب الارشاد جناب عمی مولوی محمد انعام اللہ خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر بندوبست ضلع متھرا۔ دیوان ہذا بخط کمترین محمد فصیح اللہ عفی عنہ باختتام رسید۔"

یہ مخطوطہ نواب میر لیسین علی خاں صاحب لیسین نے دوسری اور کتابوں کے ساتھ ادارے میں بطور عطیہ داخل کیا ہے۔

۱۹۱ ورق ۔ ۱۷ اسطور فی صفحہ ۔ ۷" × ½۱۰" ۔

۱۰۴۴ ۔ سحر البیان ۔ ۱۱۹۹ھ ۔ میر حسن — مثنوی اردو

میر حسن کی اس مشہور مثنوی کے اور آٹھ نسخے ادارے میں موجود ہیں۔ جن میں سے بعض بہت اہم ہیں ۔ ان کی تفصیلات گذشتہ جلدوں میں نمبرات ۱۴۷، ۳۲۱، ۳۴۳، ۳۷۳، ۴۰۴، ۵۱۶، ۵۱۸، ۵۹۲ پر گذر چکی ہیں اور میر حسن کے حالات بھی انہی کے ضمن میں درج ہو چکے ہیں۔

زیر نظر نسخہ بھی بہت قدیم ہے مگر ناقص الطرفین ہے ۔ قدیم صندلی رنگ کے دیسی کاغذ پر معمولی خط نستعلیق میں صاف پاک لکھا گیا ہے ۔ اطراف اور درمیان میں سرخ جدولیں کھینچی گئی ہیں ۔ عنوانات بھی سرخ روشنائی میں لکھے گئے ہیں ۔ بہت کرم خوردہ ہو گیا تھا ۔ خاص اہتمام سے جلد بنوائی گئی ہے ۔ اس مخطوطہ کا آغاز و اختتام ان ابیات پہ ہوتا ہے ۔

آغاز ۔

کہ میں کیا کروں گا یہ مال و منال	فقیری کا ہے میرے دل پر خیال
فقیر اب نہ ہوں تو کروں کیا علاج	نہ پیدا ہوا وارث تخت و تاج

اختتام ۔

لب نہر پر صاف جو غور کی	تو بہتری تھی وہ ایک بلور کی
پڑے اس میں فوارے چھٹتے ہوئے	ہوا بیچ موتی سے لٹتے ہوئے

۳۰ ورق ۔ ۱۵ اسطور فی صفحہ ۔ ½۵" × ۸" ۔

۱۰۴۵ ۔ تفسیر مرادی ۔ ۱۱۸۵ھ ۔ مراد اللہ انصاری سنبھلی — نثر اردو

مولوی مراد اللہ انصاری قادری نقشبندی حنفی سنبھلی نے ۲۴ محرم ۱۱۸۵ھ کو سیپارۂ عم کی یہ تفسیر تکمیل تک پہنچائی تھی ۔ گویا وہ ۱۱۸۵ھ میں اس کی تالیف میں مشغول تھے ۔ اس کا تاریخی نام انھوں نے "خدائی نعمت" رکھا تھا مگر تفسیر مرادی کے نام سے مشہور ہوئی ۔

۱۲ رجب ۱۲۵۱ھ کو منصور احمد ساکن بردوان نے حاجی منشی دہاج الدین کے اہتمام سے خود اس کے بارہ نسخوں کے مقابلہ کے بعد تصحیح کر کے اسے مطبع ماہ عالم افروز سے چھپوایا تھا جو کلکتہ کے محلہ کلنگا میں مدرسہ عربیہ کے متصل واقع تھا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ بھی ادارے کے ایوانِ قرآن میں محفوظ ہے۔ یہ ایوان قرآن ڈاکٹر ہاشم امیر علی خاں (سابق پرنسپل زرعی کالج جامعہ عثمانیہ) نے ادارے کے لئے ۱۹۴۶ء میں جمع کیا تھا اور اس میں قرآن کے تراجم و تفاسیر سے متعلق تقریباً (۵۰۷) مطبوعہ کتابیں جمع کی ہیں جن میں اردو کی تمام اہم تفسیریں اور قرآن کے ترجمے محفوظ ہیں۔

یہ مخطوطہ راجمندری میں مطبوعہ نسخہ سے ۱۲۶۳ھ میں نقل کیا گیا ہے۔ ناقص الاول ہے اور دیمک کی وجہ سے ابتدائی صفحات ضائع ہو گئے ہیں۔ بحالت موجودہ اس عبارت سے شروع ہوتا ہے۔

"ان باتوں کا چرچا کرنے لگے۔ ایک دوسرے کو کہنے لگا کہ محمد جو دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں پیغمبر ہوں۔ اللہ نے مجھ کو خلق کی ہدایت کے واسطے بھیجا۔ یہ کیسی بات ہے ساری عمر ہم میں رہے۔ وہ عبد اللہ کے بیٹے اور عبد المطلب کے پوتے ہیں۔ یہ کس طرح پیغمبر ہوئے"۔

اختتام — "جو کوئی ہوئے پڑے پڑہا ہے ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں قبر میں آخرت میں اس کی برکتوں سے محروم نہ ہووے۔ لکھنے کا پڑھنے کا پڑھانے کا سمجھانے کا سیکھنے کا سکھانے کا عمل کرنے کا اور کو عمل بتانے کا ثواب بار بار نعمتیں خوبیاں لیتا رہے۔ پھر رحمت خدا کی اور عنایت اور فضل خدا کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ ہمیشہ پہنچا کرتا رہے"۔

اس کے بعد منصور احمد مصحح و مرتب کتاب کا خاتمۃ الطبع درج ہے جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ:

"اس نسخہ کو تفسیر فتح العزیز اور تفسیر حسینی اور تفسیر بیضاوی اور تفسیر کشاف کی استعانت سے تصحیح کر کے چھپوایا"۔

ترقیمہ — ماہ جمادی الثانی کی بارھویں تاریخ جمعہ کا روز ۱۲۶۳ ہجری نبوی صلعم بحسب فرمائش میر نوازش علی صاحب کتاب تفسیر مرادی ترقیم شدہ بحسن اتمام رسید۔ کاتب الحروف عاصی سراپا معاصی میر ابراہیم علی متوطن قصبہ راجمندری"۔

خط معمولی نستعلیق ہے۔ ہر صفحہ میں متن کے اطراف سرخ و کبود جدولیں کھینچی گئی ہیں۔

۲۳۰ ورق۔ ۱۵ سطری صفحہ۔ ″۶½ × ″۱۰½۔

۱۰۴۶۔ دیوان شرف ۔ (قبل ۱۳۰۰ھ) آغا حجو شرف لکھنوی — نظم اردو

شرف تخلص کے کئی اردو شاعر گزرے ہیں۔ جن میں سے ایک شرف النساء شرف کا دیوان ادارے میں نمبر ۴۰۰ پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات اور شاعرہ کے حالات جلد اول صفحات ۲۹۹۔۳۰۰ پر شائع ہو چکے ہیں۔

اس تخلص کے دوسرے شاعروں میں میرزا شرف الدین، میر محمدی شرف دہلوی اور شرف دکنی مرثیہ گو کے بارے میں دیکھئے یادگار شعراء اور اردو شہ پارے۔

زیر نظر دیوان پر مصنف کا نام درج ہے اور نہ اس کے مندرجہ کلام سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کون شرف تھے۔ ادارے

کے کتب خانۂ مطبوعات میں آغا حجو شرف شاگرد رشید آتش لکھنوی کا ایک مطبوعہ دیوان نمبر ۵۹-۹۲ پر موجود ہے۔ جس کو راجہ صاحب محمود آباد امیر الدولہ سعید الملک محمد امیر حسن خاں بہادر ممتاز جنگ نے ۱۳۱۲ھ میں مطبع جعفری لکھنؤ میں چھپوا کر شائع کیا تھا اور اس کے ساتھ منشی فدا علی عیش کی اردو نثر میں تقریظ اور شیخ محمد جان شاد، فصیح اللہ وفا شاگرد صبا لکھنوی اور منشی شیخ فدا علی نامی کے قطعات تاریخی بھی شریک ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیوان آغا حجو شرف کے کئی دیوانوں کو ایک جگہ کر کے چھاپا گیا ہے۔ اس لئے کہ ادارے میں ان کے دو قلمی دیوان موجود ہیں اور ایک کی غزلیں دوسرے میں شامل نہیں ہیں۔

زیر نظر دیوان ناقص الآخر ہے۔ اگرچہ اس میں جملہ ردیفوں کی غزلیں موجود ہیں اور ردیف ی کی بھی متعدد غزلیں ہیں مگر معلوم نہیں کہ اس میں وہ قطعات تاریخی شامل تھے یا نہیں جو مطبوعہ دیوان میں موجود ہیں۔ مطبوعہ دیوان میں آخری تاریخ واجد علی شاہ کے غسل صحت کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک سخت بیماری کے بعد ۱۳۰۲ھ میں رو بصحت ہوئے تھے۔

فدا علی عیش نے جو تقریظ اس دیوان پر لکھی ہے اس میں آغا حجو شرف کے حالات بالکل نہیں لکھے۔ اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی وفات کے بعد سے کئی سال تک ان کا کلام گوشۂ گمنامی میں پڑا رہا۔ چنانچہ ان کے الفاظ ہیں۔۔۔

"شرف مرحوم کے زمانۂ وفات سے اب تک یہ دیوان بلاغت بیان زاویۂ خمول و ویرانۂ گمنامی میں گنج آسا پنہاں پڑا رہا۔ کسی کو اشاعت کا خیال نہ آیا۔"

ادارے کا زیر نظر قلمی دیوان جس غزل سے شروع ہوتا ہے وہ مطبوعہ دیوان میں صفحہ ۱۹ پر درج ہے اور اس سے پہلے کی غزلیں زیر نظر مخطوطے میں موجود نہیں ہیں۔ اس مخطوطے کی پہلی غزل میں (۱۶) شعر ہیں۔ مطبوعہ دیوان میں صرف (۱۳) شعر ہیں۔ حسب ذیل (۳) شعر اس میں موجود نہیں ہیں ؎

تمہارے تشنۂ دیدار کی یہ حالت ہے — کہ حلقے پانی بھی اب پیا نہیں جاتا
شہید ناز کی پھر قدر و منزلت ہوتی — برائے دفن جنازہ جو کربلا جاتا
خطائے عشق پر اتنا ستم نہ ڈھا جاتا — معاف ہو متحمل نہیں ہوا جاتا

اسی طرح دوسری غزل میں (۱۶) شعر ہیں اور مطبوعہ دیوان میں اس غزل کے (۱۵) شعر لئے گئے۔ حسب ذیل شعر ترک کر دیا گیا ہے ؎

گلے کٹتے ہیں شہرہ ہے جہاں میں لن ترانی کا — ہوا ہے یار کو شاید غرور اپنی جوانی کا

اس وضاحت سے معلوم ہوگا کہ مطبوعہ دیوان شرف کے کئی دیوانوں کا انتخاب ہے مگر تعجب ہے کہ تقریظ نگار نے یا اس مطبوعہ دیوان میں کہیں اس کا ذکر نہیں کیا گیا ہے کہ طباعت کے وقت انتخاب سے کام لیا گیا ہے۔ کلام شرف پر تحقیق کرنے والوں کے لئے اس قلمی دیوان کا مطالعہ ازبس ضروری ہوگا۔ ادارے کے زیر نظر مخطوطے میں شرف نے اپنی نسبت کوئی معلومات نہیں چھوڑی ہیں۔ نہ اتخلص کا ذکر کیا اور نہ کسی مقام کا۔ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ امامیہ مذہب سے تعلق تھا۔ اور اپنے وطن سے نکل کر کلکتہ میں (واجد علی شاہ کے ساتھ) مقیم تھے۔ چنانچہ بعض شعر ایسے لکھے ہیں ؎

حسرت تھی مرکے دفن وہیں ہوتے اے شرف — مجبور ہو کے نکلے ہیں اپنے وطن سے ہم
ہوا جاتا ہوں خود رفتہ وطن جانے کی حسرت میں — یہ منزل ہو گی طے کیونکر پڑا ہے پھیر قسمت میں
وطن میں اب وہی ہم کو جو بھیجے گا تو جائیں گے — نکلوا کر کیا آدم کو داخل جس نے جنت میں
یار نے لوٹ لیا مجھ وطن آوارہ کو — لوگ غربت میں مسافر کی خبر لیتے ہیں

دیوانہ ہوں برباد ہوں ویرانہ نشیں ہوں　　آسائش و راحت وطن آباد سے پوچھ
ہر سال بہار آکے بساتی ہے چمن کو　　اک ہم ہیں کہ پھر آنکھ سے دیکھا نہ وطن کو
برسوں سے ہیں ترسے ہوئے اس زندہ چمن کو　　اللہ دکھائے گا تو دیکھیں گے وطن کو
اشکوں کے ٹپک پڑنے کا کیونکر نہ ہو آزار　　آنکھوں سے اجڑتے ہوئے دیکھا ہے وطن کو
جلا وطن کو وطن کی خبر سے کیا مطلب　　خدا نے گھر سے نکالا تو گھر سے کیا مطلب

ایک شعر میں سراج الدین علی خاں آرزو کا ذکر اس طرح کیا ہے ؎

دل کا کیا تھا حال نظم شعر کیے تھے درد خیز　　داد تو دیتے اے شرف ہوتے جو خان آرزو

ایک شعر میں وہابیوں پر اس طرح چوٹ کی ہے ؎

پڑھ کے وظیفہ عشق ہی اس کے تم جو تڑپ کر روتے ہو　　روح نہ ہو تحلیل شرف حسرت سے کسی وہابی کی

اس پورے دیوان سے صرف اتنی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ باقی تمام شعر رسمیہ عشقیہ شاعری کے ہیں۔ اس دیوان میں تقریباً چار ہزار یا پانچسو شعر ہیں۔ ناقص الآخر ہے۔ روبکاری انگریزی کاغذ پر صاف نستعلیق خط میں لکھا ہے۔ سنہ ۱۳۰۰ھ کے قریب کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔ ہر مقطع میں تخلص سرخ روشنائی میں لکھا گیا ہے ۔

ابتدا۔　ان انکھڑیوں میں نہ سرمہ کبھی دیا جاتا　　بسا ہوا جو نظر میں کوئی سما جاتا
فروغ حسن نے تیرے ہوا جو یاد بھی ہے　　چراغ طور بھی ہوتا تو جھلملا جاتا

اختتام۔　کہتی ہے بزم یاد میں دل کی ہما ہمی　　مسند علی جلوس جو درانہ کیجیے
چوکھٹ پر اپنی اسنے پٹکنے دیا ہے سر　　کعبہ میں چل کے سجدۂ شکرانہ کیجیے

یہ مخطوطہ نواب میر یٰسین علی خاں صاحب یٰسین کا عطیہ ہے۔

۳۲۲ صفحات۔ ۱۵ اشعر فی صفحہ۔ ″۷½ × ″۱۲۔

۱۰۴۷۔ چہار درویش۔ میر امن دہلوی　　نثر اردو

چہار درویش کے کئی مخطوطے ادارے میں موجود ہیں۔ ابھی نمبر ۱۰۳۱ پر اس کے ایک نسخے کا ذکر گذر چکا ہے۔ زیر نظر نسخہ ناقص الطرفین ہے۔ اس میں پہلے درویش کی سیر شروع میں موجود نہیں ہے اور آخر کے بھی چند ورق غائب ہیں۔

پہلے درویش کی سیر حسب ذیل عبارت سے شروع ہوتا ہے ۔

”سرہانے بیٹھی رہتی اور میری خدمت کرواتی اور تمام دن رات میں دو چار بار کچھ شوربا۔ شربت اپنے ہاتھ سے پلاتی۔ بارے مجھے ہوش آیا تو دیکھا کہ ملکہ نہایت افسوس سے کہتی ہے :

اختتام :- اس کو بھی ہاتھوں ہاتھ پکڑ لیا۔ ان دونوں کو لے کر میں نے سواری پھیری۔ سو وے دونوں صحیح سلامت میرے پاس موجود ہیں۔

یہ احوال کہہ کر دونوں کو روبرو بلایا اور سلطان شام کی شہزادی نے

یہ نسخہ نیلگوں رنگ کے انگریزی کاغذ پر کھلے خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اعراب بطور خاص دیئے ہیں اور ٹ، ڈ، ڑ کے لئے چھوٹی ط کی جگہ ہر جگہ (") کی علامت لکھی ہے۔ اردو اعراب پر تحقیق کرنے والوں کیلئے یہ نسخہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

۸۷ ورق - ۱۳ سطور فی صفحہ - ۷" × ۹½"۔

۱۰۴۸۔ حالات کربلا - قبل ۱۲۰۰ھ۔ نثر اردو

یہ قدیم اردو نثر کی ایک کتاب ہے جس میں امام حسین علیہ السلام کے حالات و مصائب کربلا کسی دکنی مصنف نے تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ افسوس کہ مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف و کتابت معلوم نہ ہو سکی۔ یہ مخطوطہ ناقص الطرفین ہے۔ اس میں ابتدائی بیس۲۰ فصلیں موجود نہیں ہیں۔ اکیسویں فصل سے چوالیسویں فصل تک محفوظ ہے۔ معلوم نہیں کہ جملہ کتنی فصلیں لکھی تھیں۔ عنوانات فارسی میں ہیں جو یہ ہیں:—

۲۱۔ داخل شدن سواری شہدا در شام و بردن بشر سر آنجناب پیش یزید۔

۲۲۔ خواب دیدن ام سلمہ رسول خدا را و دریافت نمودن شہادت حضرت حسین۔

۲۳۔ گریہ کردن جناب فاطمہ بجہت تکلیف طعام کہ سہ روز شدہ بود۔

۲۴۔ بلال ترک کردن اذان و فرمودن جناب فاطمہ زہرا بہ بلال درباب اذان گفتن۔

۲۵۔ جدا نمودن سر مبارک امام حسین و گفتن عمر سعد درباب تاختن اسپ۔

۲۶۔ خواب دیدن حضرت فاطمہ زہرا۔

۲۷۔ ارادہ نمودن امام حسین فراز آمدن سکینہ و امام زین العابدین و منع نمودن۔

۲۸۔ خواب دیدن سکینہ خاتون پنج ناقہ از نور۔

۲۹۔ آمدن حسین پیش جد بزرگوار خود با پیرہن نو و پارہ کردن۔

۳۰۔ شہادت امام حسین و اسیر نمودن اہلبیت را و در زنجیر کردن بیمار کربلا را۔

۳۱۔ احوال قیامت و نوحہ کردن رسالت پناہ۔

۳۲۔ در خواب دیدن سکینہ پدر بزرگوار خود را در شام

۳۳۔ فرمودن ام سلمہ احوال رفتن رسالت پناہ و باز آمدن و آوردن مشت خاک۔

۳۴۔ گوسفند برائے فدائے اسمٰعیل در میدان وحی۔

۳۵۔ فرمودن رسول خدا کہ فاطمہ پارۂ تن من است۔

۳۶۔ خواب دیدن ام سلمہ جناب رسول خدا و آمدن ابن عباس بخانہ ام سلمہ۔

۳۷۔ بردن علی ابن حسین نزد یزید و قید کردن آن جناب۔

۳۸۔ اسپ تاختن بر جسد مبارک شہدائے کربلا۔

۳۹۔ بردن زنجیراز گردن امام زین العابدین از دست خود۔
۴۰۔ تشنہ شدن امام حسین در کربلا و تیرانداختن ملعون بر دہان مبارک۔
۴۱۔ خواستن طعام امیرالمومنین از جناب فاطمہ زہرا و تلاش نمودن آن جناب۔
۴۲۔ بردن جبرئیل برآسمان امام حسین را و گریان آمدن جناب فاطمہ بخدمت رسول خدا۔
۴۳۔ بندۂ گنہگار و دادن نامۂ اعمال او بدست و نجات کشیدن و دادن ثواب گریستن کہ بر مصیبت امام حسین گریستہ بود۔
۴۴۔ روزہ گرفتن امام حسین۔

ممکن ہے کہ یہ کسی فارسی کتاب کا ترجمہ ہو۔ اس میں جگہ جگہ فارسی اشعار بھی درج ہیں۔ فصلوں کے عنوانات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تاریخی ترتیب کے لحاظ سے یہ کتاب مرتب نہیں کی گئی بلکہ سلسلۂ بیان میں جو بات یاد آتی گئی نیا عنوان قائم کر کے لکھ دی گئی ہے۔ ہر عنوان "روایت دربیان" سے شروع ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا فہرست مضامین میں یہ حصہ میں نے حذف کر دیا ہے۔ فصلوں کے نمبر بھی اصل کتاب میں موجود ہیں۔

اس مخطوطے کی ابتدا بیسویں فصل کی اس عبارت سے ہوتی ہے ؎

"سے عرض کئے کہ اے برادر جان میرے تئیں اس بیابان کے دیکھنے سے میرے دل میں نہایت ہول عظیم پیدا ہوتی ہے۔ اس کا کیا موجب ہے۔ جناب امام مظلوم کربلا فرمائے کہ اے خواہر یہ وہ سرزمین ہے کہ ایک روز میں ہمراہ پدر بزرگوار کے سفر میں تھا کہ پدر بزرگوار اس روز اس سرزمین پہ مقام کئے تھے۔ اوس روز ابوالاعور اسلمی اپنے ہمراہ لوگوں کو لیکر کنارہ ضرورت پر آکر کھڑا رہا اور پاٹے بند کیا کہ کوئی ہم میں سے فرات کا پانی نہ لیجاوئے۔"

اس مخطوطے کا اختتام چوالیسویں فصل کی اس عبارت پر ہوتا ہے ؎

"اے فرزند میں اون دونو چیزوں کا ثواب تمہارے تئیں بدل و جان بخشی۔ اوس وقت جبرئیل علیہ السلام یہ سن کر عرض کئے کہ یا رسول اللہ صلعم ایک ستارہ ہے کہ آسمان پر تیس ہزار سال کے بعد طلوع کرتا ہے میں اوس ستارہ کے تئیں۔"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ قدیم کاغذ پر صاف نستعلیق خط میں کتابت کی گئی ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ کاغذ بہت کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ خاص اہتمام سے محفوظ کر کے جلد بندی کرائی گئی ہے۔ یہ دکنی نثر کی کتابوں میں ایک نادر نسخہ ہے۔ اس کا کوئی اور مخطوطہ کسی اور کتب خانہ میں اب تک نہیں ملا۔

۵۶ ورق۔ ۱۲ سطور فی صفحہ۔ "۶ × ½۹۔

۱۰۴۹۔ تاریخ جیون خاں۔ ۱۳۰۵ھ

نثر اردو

محمد جیون خاں قلعہ دار گولکنڈہ کی یہ سوانح حیات دکن کی تاریخی کتابوں میں نادر معلومات اور قلعہ گولکنڈہ کے حالات کا ایک مستند مرقع ہے۔ یہ اب تک چھپی نہیں اور نہ اس کا کوئی اور نسخہ کسی جگہ موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خود مصنف

نے گیسو دراز خاں قلعہ دار گولکنڈہ کی فرمائش پر اس کو مرتب کیا ہے اور یہ خود مولف کا مسودہ ہے۔

محمد جیون خاں ولد محمد خاں نیازی ناندیڑ میں فروکش تھے کہ ۱۱۵۴ھ میں نواب آصفجاہ نظام الملک ناندیڑ آئے اور ناصر جنگ کو قلعۂ قندہار میں مقید کیا۔ اسوقت انھوں نے جیون خاں کو باریاب کر کے اپنے چوتھے فرزند نظام علی خاں کا مصاحب بنایا۔ اس وقت سے وہ ان کے ساتھ ہی تھے ۱۱۷۵ھ میں آصفی تخت و تاج نظام علی خاں کے قبضہ میں آگیا اور اسی وقت صلابت جنگ کو بیدر کے قلعہ میں مقید ہونا پڑا۔ اس وقت نظام علی خاں نے اپنے بیس سال کے تجربہ کی بناء پر اپنے وفادار ساتھی جیون خاں کو بیدر کا قلعہ دار اور صلابت جنگ کا نگران بنایا۔ دو سال کے اندر ہی صلابت جنگ بیدر میں فوت ہوئے اور نظام علی خاں نے جیون خاں کو وہاں سے بلا کر اپنی خدمت میں رکھا اور آخر کار ۱۲۰۰ھ ہجری میں قلعہ گولکنڈہ کا قلعہ دار بنادیا۔ یہ قلعہ نہ صرف اپنے وسیع ذخیروں اور خزانوں بلکہ شاہی قیدیوں کا محبس ہونے کی بناء پر پوری سلطنت آصفی میں بہت اہم تھا۔ چنانچہ اس تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۔ شہزادہ ہمایوں جاہ، ۲۔ مسٹر ٹامس فرنگی، ۳۔ میلگری راؤ دیسمکھ چنچولی، ۴۔ میر پادشاہ رفیق عظیم الملک، ۵۔ عزت یاب جنگ، ۶۔ سرینواس راؤ زمیندار جینور، ۷۔ یناراؤ سردیسائی یلگندل، ۸۔ سید شریف زمیندار مدگل، ۹۔ راجہ راما راؤ، ۱۰۔ جگناتھ راؤ دیسمکھ ھٹپول جیسے اہم لوگ جیون خاں کی نگرانی میں اس قلعہ میں محبوس تھے۔

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں اس کے ایک قلعدار صندل خاں بہت مشہور اور مخیر آدمی تھے۔ چنانچہ ان کی قبر قلعہ کے اندر ایک مسجد میں اب بھی موجود ہے۔ ان کے بعد کئی اور قلعدار گذرے ہیں مگر جیون خاں سے پہلے سید حمید اللہ خاں بہادر اس خدمت پر مامور تھے اور ان کے ساتھ جیون خاں کو پہلے ہی سے اس قلعہ کے امور کا تجربہ حاصل کرنے کے لئے مامور کیا گیا تھا اور بالآخر ۱۲۰۰ھ میں وہ اس کے مستقل قلعہ دار بنا دیئے گئے اور اس وقت سے زوال حیدرآباد تک ان کی اولاد ہی اس کی قلعہ داری پر فائز رہی جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ محمد جیون خاں	۱۲۰۰ھ تا ۱۲۱۱ھ	۲۔ عبدالرحیم خاں ولد جیون خاں	۱۲۱۱ھ تا ۱۲۴۲ھ
۳۔ محمد کبیر خاں ولد عبدالرحیم خاں	۱۲۴۲ھ تا ۱۲۶۸ھ	۴۔ محمد خاں ولد کبیر خاں	۱۲۶۸ھ تا ۱۲۹۴ھ
۵۔ گیسو دراز خاں ولد محمد خاں	۱۲۹۴ھ تا ۱۳۳۰ھ	۶۔ عمر دراز خاں ولد گیسو دراز خاں	۱۳۳۰ھ تا ۱۳۶۷ھ

گولکنڈے کے آخری قلعدار عمر دراز خاں زوال حیدرآباد اور قلعداری گولکنڈہ سے موقوفی کے بعد بھی تقریباً سات سال زندہ رہے مگر یہ زمانہ پریشانی اور علالت میں گذارا۔ ۱۹۵۶ء میں وفات پائی۔ ان کے دو فرزند موجود ہیں جن میں سے بڑے فرزند قدرت نواز خاں نے یہ کتاب بطور تحفہ مجھے دی ہے اور میں نے اس کو ادارے میں داخل کیا ہے۔ قدرت نواز خاں میری بیوی کے بھانجے ہیں۔ یعنی ان کی والدہ صاحبہ نواب نصیر جنگ آصفجاہی کی بڑی دختر ہیں۔ نواب نصیر جنگ میری بیوی کے حقیقی ماموں تھے۔

یہ تاریخ جیون خاں تین ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں محمد جیون خاں کے والد محمد خاں نیازی کے حالات اور ورود ناندیڑ اور آصف جاہ سے ملاقات کی تفصیلات لکھی ہیں۔ دوسرے باب میں نواب محمد جیون خاں کے تفصیلی حالات درج ہیں۔ یہی حصہ اس کتاب کا اصل موضوع ہے اور دراصل اس سے دکن اور خاصکر گولکنڈہ کی تاریخ کے بارے میں بہت سی اہم اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

اس کتاب کے تیسرے باب میں محمد عبدالرحیم ولد محمد جیون خاں کے حالات اور قلعداری کی تفصیلات لکھی ہیں پوری کتاب میں اصل اسناد اور نظام علی خاں اور ارسطو جاہ وغیرہ کی تحریروں کی نقلیں اور فرامین اور دیگر سرکاری دستاویزیں درج کی گئی ہیں۔

اس مخطوطہ میں ابتدائی ایک ورق محفوظ نہیں ہے۔ انگریزی خفی چیا کے قلم سے خوش خط شکستہ نستعلیق میں خود مصنف نے اس کو قلمبند کیا ہے۔ بعض صفحات میں حاشیہ پر بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ بادشاہوں، وزیروں اور امیروں کی مہروں کی عبارت اور سنہ بھی احتیاط کے ساتھ درج کئے ہیں۔

اس مخطوطہ کا آغاز اس عبارت سے ہوتا ہے۔

"بمقام ناندیڑ پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ مولف کو اس موقع پر یہ بتلانا ضرور ہے کہ آصف جاہ بہادر ناندیڑ کیوں آئے۔ مورخین حدیقۃ العالم اور مآثر الامرا اپنے تواریخ میں لکھتے ہیں کہ"

آخری عبارت یہ ہے ۔

"فخر الملک افتخار الدولہ محمد کبیر خاں بہادر ہزبر جنگ بخشی الملک دکن انکہ برطبق دستخط تجویز نامہ برائے حضور پر نور قلمی نماید۔ چہار صدی منصب خطاب خطانی۔ تحریر فی التاریخ بست ہشتم شہر ربیع الاول سنہ جلوس معلی۔ بیض"

۵۲ صفحات۔ ۳۰ سطر فی صفحہ۔ "۸×"۱۳۔

۱۰۵۰۔ چشمۂ نعمت۔ ۱۳۳۰ھ۔ عبدالحی موہانی　　نثر اردو

اردو نثر کے اس رسالہ کا دوسرا نام مناقب حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ اس کے مولف مولوی عبدالحی پربھنی (دکن) کے دکیل تھے اور مولانا حسرت موہانی کے عزیزوں میں سے تھے۔ چنانچہ جب کبھی وہ پربھنی آتے انہی کے یہاں قیام کرتے تھے۔

عبدالحی صاحب ہر اسلامی بزرگ کی وفات کے روز اپنے یہاں ایک تقریب کرتے تھے اور اس میں اپنے لکھے ہوئے رسالے سناتے تھے تاکہ حاضرین ان بزرگ کے اوصاف و محامد سے واقف ہو سکیں۔ یہ رسالے مختلف تاریخی اور مذہبی کتابوں سے اخذ کر کے مرتب کرتے تھے۔ انھوں نے غالباً ۱۳۶۶ھ میں وفات پائی۔

زیر نظر مخطوطہ خود مصنف کا مکتوبہ ہے۔ اس میں حضرت عمر کے حالات زندگی اور ان کی خصوصیات تفصیل سے بیان کی ہیں۔ یہ رسالہ قرآن شریف کی ایک آیت سے شروع کیا ہے اور اس کے بعد اردو میں اس کا ترجمہ کیا ہے جس سے دراصل یہ اردو کتاب شروع ہوتی ہے۔

"محمد صلعم رسول اللہ کے ہیں۔ یعنی پہلا واحقیقت محمدی کا کہ منشا اوس کا حضرت کے وجود بحت سے قائم ہے اور وہ شان جامعیت حضرت الوہیت کی ہے اور وہ لوگ کہ ساتھ انھیں محمد رسول اللہ کے ہیں سخت تر ہیں کفار پر اور مہربان ہیں اور نرم طبیعت ہیں آپس میں:"

یہ کتاب مسلسل لکھی ہے۔ کوئی ذیلی عنوانات قائم نہیں کئے ہیں۔ اس کا خاتمہ اس عبارت پر ہوتا ہے۔

"اور ہوتے ہوئے روایت متفقہ کے روایت مضطربہ کو اختیار کرنا طریق تحقیق سے باہر ہے۔ اس واسطے وہی روایت اولیٰ۔ اہل تحقیق کے نزدیک معمول یہ ہے کہ ستائیسویں ذیحجہ کو حضرت زخمی ہوئے اور اٹھائیسویں ذیحجہ کو شہید ہوئے"۔

ترقیمہ۔ "بتاریخ ۲۲ رجب المرجب، یوم دوشنبہ ۱۳۲۰ھ بقلم عاصی عبدالحی بمقام پربھنی باتمام رسید"۔

معمولی خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ ہر صفحہ کے اطراف سرخ جدولیں کھینچی گئی ہیں۔

یہ نسخہ جناب عمر یوسفی صاحب نے ادارے میں بطور تحفہ دوسری اور قلمی کتابوں کے ساتھ داخل کیا ہے۔ یہ سب کتابیں انھیں بیدر ہی میں دستیاب ہوئی ہیں۔ عمر یوسفی ایک نوجوان انشاء پرداز ہیں اور علم و فضل کا ذوق رکھتے ہیں۔ ان کے مضامین سب رس اور دوسرے رسائل میں چھپتے رہتے ہیں۔

۲۰ صفحات۔ ۲۰ سطور فی صفحہ۔ "½ ۸ × "½ ۱۱۔

۱۰۵۱۔ تاریخ ظفرہ۔ ۱۱۸۵ھ۔ گردھاری لال — نثر فارسی

گردھاری لال کی یہ تاریخ ظفرہ شائع ہو چکی ہے مگر اس کے قلمی نسخے نایاب ہیں۔ زیر نظر مخطوطہ بہت ہی اہتمام سے غالباً مصنف کی زندگی میں بہت خوش خط لکھا گیا ہے۔ ابتدائی دو اوراق کے اطراف سرخ و سبز و زرد و نیلگوں رنگوں میں نہایت خوش نما بیل بوٹے اتارے گئے ہیں اور کتاب کے جملہ صفحات سرخ جدولوں کے درمیان لکھے ہیں۔ عنوانات سرخ روشنائی میں درج ہیں۔ پہلے صفحہ کی پیشانی پر بھی بڑے خوش نما پھول پتے بطور گلدستہ بنائے گئے ہیں۔ کاغذ قدیم اورنگ آبادی اور خط جلی عمدہ نستعلیق ہے۔

یہ کتاب گولکنڈہ اور شہر حیدرآباد کی تاریخ پر عہد قطب شاہی کے خاتمہ کے بعد آصفجاہی عہد کا پہلا مستند دستاویز ہے جس میں اس دور کی تاریخ اور شہر کی عمارتوں سے متعلق چند معلومات درج ہیں۔

زیر نظر مخطوطہ صرف قطب شاہی عہد کے حالات پر مشتمل ہے گویا کاتب کو یا نقل کرنے والے کو اسی دور سے دلچسپی تھی۔ اس کے بعد یکایک کتابت ترک کر دی ہے۔ البتہ آخر میں چند اوراق پر جمع و خرچ حیدرآباد بموجب سررشتہ ابوالحسن تاناشاہ ۱۰۹۷ھ درج ہے۔

ابتدا میں (۷) ابیات حمد میں لکھی ہے اور پھر اس عبارت نثر سے مخطوطہ کا آغاز ہوا ہے۔

"بر رائے بیضا ضیائے ارباب فضل و کمال و اصحاب حیرت مال کہ نظارگیان صنائع قدرت متعال اندر روشن و مبرہن باد کہ کیفیت ابتدائے بنائے فلک اساس قلعہ محمد نگر عرف گلکنڈہ و آبادی بلدۂ طیبہ حیدرآباد کہ توصیفش زیادہ از اندازہ و اندیشہ و قیاس است"۔

اختتام۔ "ادھم حرکت مذبوحی کردہ آخرش با چندے از رفقا، دستگیر شد و کار چناں مہم عظیم باین زودی سرانجام پذیرفت و مژدہ این فتح بست و چہارم ربیع الاول ۱۱۰۱ھ یکہزار و یکصد ہجری

بعرض اشرف اعلیٰ در نواح بیجاپور "

اس قلمی نسخہ کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ اس کی بعض عبارتیں مطبوعہ کتاب سے مختلف ہیں اور دکن کی تاریخ پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔

۵۷ ورق۔ ۱۱ سطور فی صفحہ۔ $6\frac{1}{2} \times 10\frac{1}{2}$۔

۱۰۵۲۔ قصص الانبیاء۔ قبل ۱۲۵۰ھ۔ عبدالصمد ابن نصرت جنگ — نثر اردو

فارسی میں قصص الانبیاء کے نام سے کئی کتابیں لکھی گئی تھیں جن میں سے حسب ذیل مشہور ہیں۔

۱۔ مولفہ عبدالملک بن ابوالقاسم المسیحی المصری (متوفی ۴۲۳ھ)

۲۔ " اسحٰق بن ابراہیم بن منصور نیشاپوری (آخری پانچویں صدی ہجری)

۳۔ " ابن نصر البخاری جس کا اصلی نام تاج القصص ہے۔

۴۔ مولف نامعلوم مگر اس کتاب کا اصلی نام مجمع الحسنات ہے۔

۵۔ مولفہ علی بن حسن الزواری جس کا اصلی نام مجمع الہدیٰ ہے۔

۶۔ " عبدالوحید بن محمد مفتی اس کا اصلی نام عجائب القصص ہے۔

۷۔ مولف نامعلوم۔ اس کا اصلی نام تفسیر تذکرۃ الانبیاء والامم ہے۔

یہ سب فارسی کتابیں انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔ اردو میں بھی اس موضوع پر کئی کتابیں نثر اور نظم میں لکھی گئی ہیں جن میں سے بعض ادارے میں بھی موجود ہیں اور ان کا ذکر گذشتہ جلدوں میں گذر چکا ہے۔

اردو نثر کی ایک قصص الانبیاء غلام نبی ابن عنایت اللہ نے ۱۲۶۲ھ میں لکھی تھی اور اپنے مطبع واقع کلکتہ سے ۱۲۶۳ھ میں چھپوائی تھی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ ادارے میں نمبر ۵۶، پر موجود ہے اور اس کا ذکر جلد چہارم صفحہ ۱۰۰ پر درج ہو چکا ہے مگر زیر نظر قصص الانبیاء دکنی نثر میں ۱۲۵۰ھ سے قبل لکھی گئی ہے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اردو مصنفوں نے مذکورہ بالا میں سے کس فارسی کتاب کو پیش نظر رکھا تھا۔ قیاس یہ کہتا ہے کہ انھوں نے اسحٰق بن ابراہیم نیشاپوری کی کتاب کا ترجمہ کیا ہے اور اس میں دوسری کتابوں کی مدد سے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔

زیر نظر کتاب کے مصنف جنوبی ہند (غالباً کرنول) کے باشندے ہیں۔ انھوں نے دیباچہ میں سنہ تالیف نہیں درج کیا ہے اور نہ کتاب کے آخری حصے سے اس کا علم ہوتا ہے۔ کتاب کے آغاز میں سبب تالیف کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

"میں امت میں ایک گنہگار ہوں اور میرا نام عبدالصمد۔ نواب عمدۃ الوہاب خان بہادر نصرت جنگ کا فرزند ہوں اور عالم کو فائدہ ہونے کے واسطے قصص الانبیاء کی کتاب دکھنی زبان میں نثر بنایا ہوں اور کیتے پیغمبراں کا احوال اس کتاب میں نہیں تھا سو دوسری کتابوں میں سے لے کر داخل کیا واسطے عالم کے۔"

اس مخطوطے کے کاتب محمد نظام نے اپنے ترقیمہ میں لکھا ہے کہ اصل کتاب میں آنحضرت کے حالات معراج کے بعد سے وفات تک درج نہیں تھے جو اس نے کتاب احیاء القلوب سے درج کئے ہیں۔

اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ـــ

" اللہ تعالیٰ ایک ہے اور بڑا ہے اور اس سے کوئی شریک نہیں اور کون پیدا کرتے ہارا اور پرورش کرنے ہارا اور مارنے ہارا اور حشر کے روز جلانے ہارا ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ایسے پیغمبر ہیں کہ سب پیغمبروں میں افضل ہیں۔"

اختتام ـــ "میں سات مرتبہ کعبہ کا طواف کیا اس واسطے اللہ تعالیٰ مجکو بخشنا۔ اللہ تعالیٰ جب حجاج بن یوسف کو اپنے فضل و کرم سے بخشا تو ویسا ہی اپنے کرم سے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بخش۔"

ترقیمہ ـــ "عاصی کاتب الحروف فقیر حقیر اضعف من عباد اللہ احد خاک پائے فقرا لاانام بندۂ کمترین محمد نظام ساکن بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد محلہ مستعد پورہ در مسجد کاغذ گوڑہ بخط زشت کتاب قصص الانبیاء شروع بتاریخ بست و یکم ماہ محرم روز جمعہ وقت عصر سنہ ۱۲۶۶ ہجری و اختتام بتاریخ ہفدہم ماہ جمادی الاول روز دوشنبہ بوقت قریب یک پاس روز برآمدہ سال ۱۲۶۶ھ۔ مگر درین کتاب احوال حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از معراج شریف تا وفات شریف از کتاب احیاء القلوب مندرج شدہ۔"

گویا تقریباً (۴۰۰) صفحات کی یہ کتاب چار مہینوں میں نقل کی ہے۔ یہ مخطوطہ قدیم دیسی کاغذ پر جلی نستعلیق خط میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں اور ناموں کے اوپر سرخ لکیریں کھینچی گئی ہیں۔ ابتدائی ۱۲۸ ورقوں کے حاشیوں پر بھی سرخ جدولیں کھینچی گئی ہیں۔ جلد قدیم بوٹے دار زرد اطلس کے کپڑے کی بنائی گئی ہے جو اب بوسیدہ ہو گئی ہے۔ پہلے ورق پر عنوانات کی فہرست دی گئی ہے اور جس صفحہ سے وہ شروع ہوتا ہے اس کا نمبر بھی لکھ دیا گیا ہے۔ اس میں جملہ ۵۳ عنوان ہیں۔ آخری آٹھ عنوان یہ ہیں ـــ

۱۔ معراج ۲۔ وفات شریف ۳۔ حضرت ابوبکر ۴۔ حضرت عمر ۵۔ حضرت عثمان ۶۔ حضرت علی ۷۔ حضرت عباس ۸۔ مذہب کا ذکر۔

اس صفحہ کی پشت پر اوپر کے گوشہ میں لکھا ہے "از کتاب قصص الانبیاء" اور درمیان میں "در کوچہ داراب جنگ طبیب مسمی محمد علی ہندوستانی"۔

۱۹۴ ورق۔ ۱۵ سطور فی صفحہ۔ ″۹ × ″۱۲۔

۱۰۵۳۔ ام الائمہ۔ ۱۳۲۹ھ۔ قاضی محمد حسین وفا سیتاپوری — نثر اردو

یہ اصل مسودہ ہے اس کتاب کا جو ۱۳۲۹ھ میں مطبع یوسفی دہلی سے چھپی تھی۔ اس کے سرورق پر ہی سبب تالیف کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے کہ ـــ

" اس کتاب کو تصنیف کرنے کی یوں ضرورت محسوس ہوئی کہ شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی

نے ایک رسالہ موسوم بہ امہات الامہ لکھ کر شائع کیا جس سے اسلامی دنیا میں تہلکہ پڑ گیا اور مسلمانوں کی طرف سے اس قدر شور و غوغا بلند ہوا کہ بالآخر ندوۃ العلماء کے سالانہ اجلاس بمقام دہلی میں یہ کتاب ایک جم غفیر کے سامنے جلا دی گئی۔ ام الائمہ ان تمام دریدہ دہنیوں کا جواب ہے جو جناب فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا کی سیرۃ کے متعلق کی گئی تھیں۔ اس کے مصنف عالیجناب قاضی سید محمد محسن صاحب وفا سب رجسٹرار ہیں۔ ۱۳۲۹ھ سید صغیر حسن صاحب مطبع یوسفی نے چھپوا کر شائع کیا۔"

اس صفحہ کے نیچے ایک اور تحریر مطبع کی جانب سے ہے جس میں مصنف کا پورا نام قاضی سید محمد محسن وفا سیتاپوری سب رجسٹرار درج ہے اور مالک مطبع کا نام سید صغیر حسن زیدی شمس الواسطی لکھا ہے۔

یہ پورا مخطوطہ انگریزی باریک پتی ہیں بلو بلاک روشنائی میں بخط خفی خوش خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ کاتب کا نام درج نہیں۔ غالباً مصنف ہی کا مسودہ ہے۔ جگہ جگہ الفاظ کا اضافہ اور حک و اصلاح بھی درج ہے۔ اصل کتاب عربی حمد و نعت کے بعد اس طرح شروع کی گئی ہے۔

"اسلامی دنیا کا وہ فرد جسے ذرا بھی اپنے مذہبی کتابوں پر نظر ہوگی وہ اس مخدومہ اور معظمہ سے کبھی ناواقف نہیں ہو سکتا جس کی مقدس زبان سے یہ شعر نکل کر درد و الم کا پورا پورا مرقع کھینچ رہا ہے۔ خدیجہؓ کی لخت جگر، رسولؐ کے کلیجہ کا ٹکڑا، علیؓ کی زوجہ، حسنین علیہم السلام کی مطہر والدہ فاطمہ الزہرا سیدۃ النساء کوئی ایسی غیر معروف خاتون نہیں ہے جس کا نام کسی سچے مسلمان کے سامنے لیا جائے اور وہ عقیدت کی پیشانی آستان نیاز پر نہ رکھ دے۔"

کتاب میں کوئی ذیلی عنوانات نہیں ہیں۔ مسلسل لکھی گئی ہے اور نذیر احمد کے بیانات کی قرآن و احادیث کے ذریعہ سے صفحہ بہ صفحہ تردید کی ہے۔ چونکہ مصنف امامیہ مذہب کے پیرو تھے اس لئے اصحاب رسول اللہ کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر اور طرز بیان سنی علماء اور مصنفین سے مختلف ہے۔ اس مخطوطے کی آخری عبارت یہ ہے۔

"اگر ہماری یہ کوشش غلط ثابت کر دی جائے تو ہم بڑی خوشی سے اس غلطی کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کیونکہ ہم ہمیشہ دلیل و حجت کی بنا پر زندہ رہے ہیں اور اسی پر زندہ رہنا چاہتے ہیں اور ہمارے نزدیک یہی اچھی زندگی ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔"

یہ کتاب نواب میر یٰسین علی خاں صاحب یٰسین نے ادارے میں چند اور دوسرے مخطوطات کے ساتھ بطور تحفہ داخل کی ہے۔

۱۰۶ صفحات۔ ۲۹ سطور فی صفحہ۔ ۷ ½ × ۱۰۔

۱۰۵۴۔ رسالہ انشائے زبان فارسی۔ قبل ۱۲۵۰ھ — نثر اردو

فارسی انشاء پردازی اور مکتوب نگاری سے متعلق خود فارسی زبان میں بیسیوں کتابیں لکھی گئی ہیں مگر یہ رسالہ اردو میں لکھا گیا ہے اور فارسی مثالوں کے ساتھ سمجھایا گیا ہے کہ فارسی میں انشاء پردازی اور مراسلت کس طرح کرنی چاہئے۔

چونکہ ناقص الطرفین ہے اس لئے مصنف اور زمانۂ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا۔ ۱۲۵۰ھ کے قریب کی کتابت ہے۔ اس عبارت سے یہ نسخہ شروع ہوتا ہے ــــ

" نوع دوئم میں آداب و القاب برابر والوں کا ہے۔ مثلاً خانصاحب مشفق شفیق کرم فرمائے باتحقیق سلمہ اللہ تعالیٰ "

آخری عبارت یہ ہے ــــ

" لفافہ کتابت کی طرف یہ لکھے ــــ

بمطالعہ برخوردار سعادت کردار در آید سلمہٗ۔

القاب نوکر ــــ

تہور و جلادت دستگاہ بعاقبت باشند۔ شہامت دستگاہ بعافیت باشند۔ اخلاق آثار سلیقہ شعار بعافیت باشند۔"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ اس کے بعد دوسرے صفحے سے بطور ضمنی کتاب فارسی کے مشہور رسالہ آمدن کو اردو ترجمے کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اس کے آخر میں بھی کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔

۳۰ ورق۔ ۸ سطر فی صفحہ۔ "۶ × "۹۔

۱۰۵۵۔ دیوان شرف۔ قبل ۱۳۰۰ھ۔ آغا حجو شرف — نظم اردو

ابھی نمبر ۱۰۴۶ پر آغا حجو شرف کے ایک دیوان کا ذکر درج ہو چکا ہے۔ یہ ان کا ایک اور دیوان ہے جو ناقص الاول ہے۔ اس میں صرف ردیف ن تا ی کی غزلیں ہیں۔ مگر ان میں سے کوئی غزل مخطوطہ نمبر ۱۰۴۶ میں موجود نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا کوئی اور دیوان ہے اور ایسے ہی متعدد دیوانوں کو پیش نظر رکھ کر راجہ صاحب محمود آباد نے ان کا ایک منتخب دیوان مرتب کرایا تھا جس کو ۱۳۱۳ھ میں مطبع جعفری لکھنؤ میں چھپوا کر شائع کیا تھا۔

زیر نظر مخطوطہ جس غزل سے شروع ہوتا ہے وہ مطبوعہ دیوان میں صفحہ ۱۷۱ پر درج ہے۔ یہ اس ردیف کی اس دیوان میں آخری غزل ہے اور مطبوعہ دیوان میں اس کے بعد ردیف "ن" کی غزلوں کے اور صفحات موجود ہیں۔ زیر نظر دیوان میں ردیف "و" کی کوئی غزل نہیں ہے بلکہ "ن" کے ساتھ ہی ردیف "ہ" کی غزلیں شروع کر دی ہیں۔ چنانچہ اس ردیف کی پہلی غزل اس شعر سے شروع ہوتی ہے ؎

چراغ حسن کا اوس گل کے جو سنتا ہے افسانہ　　بھڑک جاتا ہے دم اوڑ جاتا ہے دل ہو کے پروانہ

مطبوعہ دیوان میں اس سے پہلے اور ایک مطلع درج ہے اور دونوں جگہ اشعار ایک ترتیب سے درج نہیں ہیں بلکہ آگے پیچھے ہیں۔ اس کے بعد کی غزل میں ۸ شعر ہیں اور مطبوعہ دیوان میں صرف (۶) چھپے ہیں جو دو شعر موجود نہیں ہیں وہ واقعی حذف کرنے کے قابل تھے۔

چونکہ زیر نظر مخطوطہ میں صفحات کے نمبر ڈالے گئے ہیں ۔ اس لئے پتہ چلتا ہے کہ اس میں ابتدائی ۱۲۲ صفحات محفوظ نہیں ہیں ۔ چنانچہ صفحہ (۱۲۳) سے (۱۶۴) تک ۴۲ صفحات اس میں موجود ہیں ۔ اس کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے ؎

تم پہ مرنے کو کہا ہے تو مریں گے اک دن — زیست کی بات نہیں ہے جو بتا ہی نہ سکیں
مستعد ہیں وہ مٹانے کو ریاضت میری — دل پہ گل کی ناؤں نشاں جس کا مٹا ہی نہ سکیں

یہ مخطوطہ آخر میں مکمل ہے اور حسب ذیل اشعار پر ختم ہوتا ہے ؎

زمزم میں جا کے یوسف سونے کا میں چڑھاؤں — اے یار دل جو میرا چاہ ذقن سے نکلے
کیا ناتواں اشرف کو چھریاں لگائیں تم نے — دو خون کے نہ قطرے جس کے بدن سے نکلے

کوئی ترقیمہ نہیں ہے ۔ یہ دیوان بھی اشرف کے دوسرے دیوان کی طرح نواب میر لسین علی خاں صاحب لسین کا عطیہ ہے ۔ انگریزی روبکاری کاغذ پر جلی صاف خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے ۔ ہر غزل کے مطلع میں شاعر کا تخلص سرخ روشنائی میں لکھا گیا ہے ۔

۴۲ صفحات ۔ ۱۵ سطور فی صفحہ ۔ "۷×"۱۱ ۔

۱۰۵۶ ۔ لازم المبتدی ۔ قریب ۹۰۹ھ ۔ شیخ اشرف بیابانی ۔ مثنوی اردو

حضرت شاہ شیخ اشرف الدین بیابانی (۸۶۶ھ ۔ ۹۳۵ھ) ابن شاہ ضیاء الدین بیابانی (۸۱۲ھ ۔ ۸۹۹ھ) دکن کے مشہور صوفی اور اردو کے بڑے مصنف تھے ۔ ان کے والد ضیاء الدین بیابانی قندھار شریف کے مشہور صوفی اور سیاح اور مصنف حضرت سید علی سانگڑے سلطان مشکل آسان کے بھانجے اور خلیفہ تھے ۔ حضرت سانگڑے سلطان راقم الحروف کے جد امجد تھے اور قندھار شریف ضلع ناندیڑ میں تالاب کے کنارے ان کی درگاہ اب تک مرجع خلائق ہے ۔ قلعہ دولت آباد کے اندر ایک گنبد میں سانگڑے سلطان کا چلہ تھا ۔ یہ گنبد وہاں چلہ کشی کے باعث بطور یادگار بنایا گیا تھا اور دور دور سے لوگ اس کی زیارت کے لئے آتے تھے ۔ زوال حیدرآباد کے بعد اس گنبد پر قبضہ کر کے بعض اشرار نے اس کو مندر بنالیا اور اس میں مورتی بٹھادی گئی ہے ۔

شاہ اشرف کی ایک طویل کتاب نوسرہار جو ۹۰۹ھ کی تالیف ہے ادارے میں نمبر ۱۲۳ پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات جلد اول کے صفحات ۱۷ تا ۱۹ پر درج ہو چکی ہیں ۔ اس کے علاوہ انھوں نے دکنی میں اور کتابیں بھی لکھی تھیں جن میں قصہ آخر الزماں کا نام بھی ملتا ہے مگر کتاب اب تک نظر سے نہیں گذری ۔ اردو کے ابتدائی مصنف ہونے کے علاوہ شاہ اشرف بہت بڑے صوفی اور صاحب دل بزرگ تھے ۔ وہ قادرآباد جالنہ میں رہتے تھے اور ایک بار جب نظام شاہ (احمد نگر) کا لشکر ادھر سے گذرا تو اشرف نے بادشاہ اور اس کے جملہ ہمراہیوں کی ضیافت کی تھی اور اپنے فقر و فاقہ کے باوجود سب کو کھلا پلا کر روانہ کیا تھا ۔ انھوں نے (۷۱) سال کی عمر میں ۹۳۵ھ میں وفات پائی اور جالنہ ہی میں دفن ہوئے ۔ ان کی قبر پر ایک عالیشان گنبد بنایا گیا تھا جس کی تعریف میں قاضی محمد فاضل ورنگلی نے اپنی تالیف گنج گنج (۱۰۹۵ھ) میں لکھا ہے کہ ۔

"روضۂ مبارک مکانے دلکشا و ضعت گنبد مشریفش بدیدل سرور دلہامی افزاید۔ قطعۂ جنت معلوم می شود۔ کاریگیری گنبہ در دکھن لائیداست :

نوسرہار کے بعد شاہ اشرف کی زیر نظر کتاب ادارے کے کتب خانے میں داخل ہوئی ہے جس کا کوئی اور نسخہ غالباً اب تک کسی اور کتب خانے میں دستیاب نہیں ہوا ہے۔

زیر نظر مخطوطہ" لازم المبتدی" کی زبان اور اسلوب بیان نوسرہار ہی کی زبان اور اسلوب ہے۔ یہ ایک مختصر سی مثنوی ہے جس میں حسب ذیل دس عنوانوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

۱۔ صفت ایمان ۲۔ شرائط ایمان ۳۔ چہار کرسی انبیاء ۴۔ چار مذاہب ۵۔ نماز سنت موکدہ
۶۔ احکام پاک نمودن چاہ ۷۔ احکام عیدین ۸۔ غسل مردہ ۹۔ حیلۂ شرعی پس مردہ ۱۰۔ فرض کفایہ

آغاز۔
نام اللہ کا کروں بیان — دین نبی کا کہوں عیاں
اللہ صاحب محمدؐ بندا — جن کے کاج کیا یہ دھندا
جے کچھ حکم ہے سن دھر کان — عمل کر اس پر یقین کر مان

اختتام۔
لازم المبتدی اس کا نام — پڑھنہارے کوں آوے کام
سخن جوڑا یہ اشرف نیں — مانگیں دعا حق کے کنیں

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ صرف " ہذا نسخہ مسمی لازم المبتدی در خدمت حضرت ظل سبحانی زندگانی خود را بالقلم می آرند۔" لکھ کر ختم کردیا ہے۔ اس کے بعد کسی اور کاتب نے شاہ قاسم (دیکھو اس تذکرے کی جلد سوم و چہارم) کی ایک غزل لکھی ہے جس کا مطلع و مقطع یہ ہیں ؎

التجائے کرکسی کے گھر کو کیا جانا بھلا — ایسے ناقدروں کے گھر جانے سے مرجانا بھلا
شاہ قاسم شہریوں سے ہمارا دل خفا — قول پر مجنوں کے چلنا سب سے ویرانا بھلا

اس کے بعد ہندی کے سات دہرے لکھے ہیں جن میں چتر سال راجہ بندیلہ کا یہ دوہرہ اور اس کا جواب بھی شامل ہے ؎

جا مکھ سے کلمہ نکست لیت نبی کو نام — ترکن کو ناچاہیے دھوواں دیت دے ٹھاؤ

جواب۔ جا مکھ سے کلمہ نکست لیت نبی کو نام — کف کافر کے کلن کو دھواں دیت دے ٹھائیں

اس مخطوطہ کے پہلے صفحہ کے حاشیہ پر اردو اور فارسی کی دو فردیں درج ہیں جن میں سے اردو شعر یہ ہے ؎

کوہ کن عشق میں مردانہ تھا — جان شیریں کو دیا خوب گیا۔ دانا تھا

قدیم اورنگ آبادی کاغذ پر خوشخط مگر خام خط نستعلیق میں یہ مخطوطہ لکھا گیا ہے۔ پہلے صفحہ کی پیشانی پر سرو کے درخت بطور نقش سیاہ روشنائی ہی میں اتارے گئے ہیں جو بہت معمولی نقاشی ہے۔

یہ مخطوطہ نواب میر لیسین علی خاں لیسین بنیرۂ نواب میر حسین علی خاں امیر (تلمیذ رشید حضرت داغ) دو اماد ڈاکٹر غلام یزدانی او۔ بی۔ ای نے دوسری قلمی کتابوں کے ساتھ ادارے میں بطور تحفہ داخل کیا ہے۔

۸ صفحات۔ ۱۶ سطور فی صفحہ۔ ۴/۱ ۶ × ۴/۳ ۸ ۔

۱۰۵۷۔ ترجمہ شمس الہندسہ ۔ ۱۲۵۵ھ ۔ حافظ میر شمس الدین محمد فیض

نثر اردو

میر شمس الدین فیض (۱۱۹۵ھ ۔ ۱۲۶۲ھ) حیدرآباد کے بہت بڑے شاعر اور ادیب اور شاعر گر تھے ۔ گذشتہ صدی میں انھوں نے اس شہر کی علمی و ادبی فضا کی تعمیر میں بہت بڑا حصہ لیا تھا اور اپنے شاگردوں اور مریدوں اور معتقدوں کی ایک ایسی جماعت تیار کر لی تھی جو موجودہ صدی کے نصف اول تک حیدرآباد کی ادبی زندگی کا سہارا بنی رہی ۔

فیض اور ان کے سلسلے کے شاعروں اور ادیبوں کی سیکڑوں قلمی اور مطبوعہ کتابیں ادارے میں موجود ہیں اور اس تذکرے کی تمام جلدوں میں ان کے حالات اور تفصیلات شائع ہو چکی ہیں ۔ خود فیض کی حسب ذیل کتابوں کے مخطوطات کا ذکر اس سے قبل گذر چکا ہے ۔

۱۔ چشمۂ فیض ۔ ۱۲۳۸ھ ۔ جلد اول صـ ۲۳۳
۲۔ شرح الفیض ۔ ۱۲۴۹ھ ۔ جلد سوم صـ ۶۰
۳۔ شرح میر شمس الدین ۔ ۱۲۵۲ھ ۔ جلد دوم صـ ۱۵، جلد سوم ۲۱۳
۴۔ فیض جاری ۔ ۱۲۵۶ھ ۔ جلد اول صـ ۲۳۴
۵۔ اعمال ۔ ۱۲۵۶ھ ۔ جلد دوم صـ ۱۵
۶۔ انتخاب کلام ۔ جلد سوم صـ ۶۱

یہ ان کی ساتویں کتاب ہے جس کا نہایت عمدہ مخطوطہ ادارے میں محفوظ ہے ۔ یہ کتاب انھوں نے ۱۲۵۵ھ میں لکھی تھی ۔ یہ دراصل نواب شمس الامراء امیر کبیر کی فارسی کتاب شمس الہندسہ کا اردو ترجمہ ہے ۔ فارسی کتاب ۱۲۵۱ھ میں مطبع شمس الامراء سے چھپ چکی تھی اور اس کا مطبوعہ نسخہ ادارے میں نمبر ۸/۶۷ پر موجود ہے ۔ یہ بہت ضخیم کتاب ہے اور ہندسی اشکال کے ساتھ خاص اہتمام سے چھاپا گیا ہے ۔ اس اردو مخطوطے میں بھی ہندسی اشکال اتاری گئی ہیں ۔ فیض نے اس کا جو سبب تالیف بیان کیا ہے وہ فیض کی اردو نثر کا بہت اچھا نمونہ ہے ۔ چونکہ ان کی اردو نثر کی کتاب اب تک دستیاب نہیں ہوئی تھی اس لئے اس سبب تالیف کو ذیل میں بتمام و کمال نقل کیا جاتا ہے ۔

سبب تالیف ترجمہ شمس الہندسہ

سبب تالیف کا یہ ہے کہ حضرت فلک رخش ہلال رکاب انجم سپاہ معلی القاب نواب شمس الامراء بہادر امیر کبیر زاد اللہ جل شانہ وافاض علی العالمین بره و احسانہ کی سرکار ابد مدار میں بہت سے علماء ذوالاحترام مجتمع ہوئے ہیں اور طبیعت ہر ایک کی بحسب قابلیت و استعداد رسایل عربیہ اور فارسیہ ریاضیہ کو اردوئے معلیٰ میں مترجم کرنے کی طرف میلان رکھتی ہے بلکہ خود بہ نفس نفیس متوجہ رہا کرتے ہیں چنانچہ ۶ رسالے ۱۔ علم جر ثقیل ، ۲۔ علم ہیئت فیثاغورسی ، ۳۔ علم آب ، ۴۔ علم ہوا ، ۵۔ علم مناظر ، ۶۔ علم برقہ کہ جس کو ہندی میں چھٹکا کہتے ہیں عیسویوں کی زبان سے ہندی میں ترجمہ فرما کر ستہ شمسیہ نام رکھا اور ازبس طبیعت عالی علوم فلاسفہ اور علوم ریاضی کے ترجمان میں مصروف رہتی ہے کہ اس امر عظیم الشان کے طرف مرتکب ہونا حاشیہ بوسان بساط فیض سماط کا ملحوظ خاطر ہے ۔ چنانچہ مولوی سید شاہ علی سلمہ نے بہت سی کتب مبسوط فن ہیئت بطلیموسی کے فراہم کرکے شرح چغمنی کو ہندی زبان میں ترجمہ کیا ۔ اس لئے اس ذرہ کمترین حافظ میر شمس الدین فیض نے چاہا کہ حسب دلخواہ کسی کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ کرے لیکن جب کوئی کتاب علوم ریاضی میں عمدہ سوائے کتاب شمس الہندسہ کے

خود بدولت نے کتب میلجیہ اور تحریر اقلیدس سے مسائل استنباط کر کے فارسی زبان میں تالیف فرمائی جو ہمدست نہ ہوئی۔ اس واسطے اس کو مغتنمات سے جان کر اس کے مسائل پاکیزہ کو من اولہ الی آخرہ بطریق سوال و جواب فی مابین تمیذ اور استاد کے مترجم کیا اور اس ترجمے کو دس مقالوں پر بہ تور شمس الہندسیہ کے مرتب کیا۔ قصہ مختصر ایک میرے آشنائے مہربان محمد مبارز خاں سلمہ اللہ نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے ہندسی رسالہ اردو زبان میں تالیف کیا ہے وہ کیا ہے اور کس کا ترجمہ ہے اور اس کی تاریخ کیا لکھی ہے مجھ کو بھی سنائیے۔ تب میں نے یہ قطعہ تاریخ فوراً موزوں کر کے ان کو سنایا۔

قطعہ

جب مبارز خاں نے پوچھا مجھ سے فیض	کل جو نزدیک آپ کے تھا ترجمہ
آشنا میرے بہت کہتے ہیں یہ	ہے بہت معقول اچھا ترجمہ
آج تک کیوں مجھ کو دکھلایا نہیں	ہو چکا ہے صاف سارا ترجمہ
اس کی تاریخ آپ نے لکھی ہے کیا	ہے وہ کس کا اور کیسا ترجمہ
تب کہی تاریخ اس کی میں نے فیض	ہے وہ شمس الہندسے کا ترجمہ"

یہ مخطوطہ نہایت عمدہ دبیز کاغذ پر بہت خوش خط نستعلیق میں نقل کیا گیا ہے۔ اطراف حاشیہ بہت بڑا چھوڑا گیا ہے اور اس پر حسب ضرورت ہندسی شکلیں نیلی روشنائی میں اتاری گئی ہیں عنوانات عمدہ سرخ روشنائی میں ہیں۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے —

"حمد اوس صانع حقیقی کو سزاوار ہے کہ جس نے اشکال مختلفہ کہ جن کی تفہیم میں عقل ہندسہ دان قاصر ہے بے استعانت قلم پرکار کے صفحۂ عالم پر کھینچیں:

اختتام — "چنانچہ تحریر اقلیدس کے پندرھویں مقالے کی تیسری شکل سے ظاہر ہے اس صورت میں ہر ایک زاویہ اثنا عشری کا سطح عشرینی کے ہر ایک مرکز میں تمام کر کے سما جائے گا:

ترقیمہ — "(حمد و نعت عربی) صاف ہوا پہلا صحیفہ تالیف کیا ہوا مولوی حافظ میر شمس الدین المتخلص بہ فیض ابن مولانا مولوی محمد امیر الدین خاں ابن مولانا مولوی حافظ محمد رحمت اللہ خاں کا غفر اللہ لہم ولسائر المومنین والمومنات ۱۲۵۰ھ ہجری میں ہاتھ سے اضعف العباد سید احمد ابن سید فرید الدین کے دکن کے حیدر آباد میں۔ بعد از اس نقل کے حسب الارشاد کرامت بنیاد نواب فلک شکوہ ہلال رکاب انجم عساکر نواب رونق علی خاں بہادر ادام اللہ اقبالہٗ علی لسائر الانام ہاتھ سے عاصی شیخ کرم علی بن محمد عاشور کے نقل دوسری فرمائے ہیں۔ چوتھی تاریخ ماہ صفر المظفر ۱۲۹۵ھ ہجری:

ابتدائی اور آخری ورق پر کسی صاحب کی نہایت خوبصورت مستطیل مہر ثبت ہے جس پر صرف علی پڑھا جاتا ہے —

۴۹۶ صفحات ۔ ۱۳ سطور فی صفحہ ۔ ½۸ × ½۱۲ ۔ ۱۲ ۔

۱۰۵۸۔ سفرنامۂ ہند۔ ۱۳۲۸ھ۔ حکیم محمود صمدانی — نثر اردو

یہ شیخ الاسلام دکن مولانا انوار اللہ فضیلت جنگ قندھاری استاد حضور آصفجاہ سادس و آصفجاہ سابع بانی مدرسۂ نظامیہ حیدرآباد، وزیر امور مذہبی حکومت حیدرآباد کا سفرنامۂ ہندوستان ہے جس کو ان کے داماد حکیم محمود صمدانی صدر الاطبائے حکومت حیدرآباد نے بطور روزنامہ کے مرتب کیا ہے۔

مولوی انوار اللہ خاں دکن کے بہت بڑے عالم اور اردو کے بلند پایہ مصنف تھے۔ ان کی بیسیوں اردو کتابیں اسلامی موضوعوں پر چھپ چکی ہیں اور ایک مختصر سی حیات بھی شائع ہو چکی ہے۔ ان کے اردو کلام کا مجموعہ ادارے میں نمبر ۲۵۲ پر محفوظ ہے اور اس کا ذکر تذکرہ جلد دوم ص ۴۹ میں شائع ہو چکا ہے۔ انور تخلص کرتے تھے اور مرزا داغ نے ان کے کلام پر جو اصلاح دی تھی اس کے کاغذات بھی ادارے کے نوادر میں محفوظ ہیں۔ راقم الحروف کی حقیقی نانی مولانائے موصوف کی پھوپی زاد بہن تھیں یعنی ان کے نانا اور میری نانی کے دادا ایک ہی بزرگ تھے۔ اس رشتہ کے علاوہ مولانائے موصوف میرے ہم وطن بھی تھے یعنی وہ قندھار شریف ضلع ناندیڑ کے موروثی قاضی تھے اور میرے دادا شاہ بدیع الدین قندھار شریف کے مشہور ولی اللہ حضرت سید علی سانگڑے سلطان مشکل آسان کی اولاد میں تھے اور مولانا انوار اللہ خاں کے استاد میرے والد حضرت ابوالبرکات حافظ سید غلام محمد شاہ قادری زعیم رفاعی مولانا کے مرید اور خلیفہ تھے اور لقب ابوالبرکات انہی کا عطا کردہ ہے۔ خود میری بسم اللہ حضرت مولوی انوار اللہ خان فضیلت جنگ ہی نے پڑھائی تھی۔ اس طرح ان سے متعلق کاغذات اور کتابیں میرے والد مرحوم کے کتب خانے میں محفوظ رہے جن میں سے بعض میں نے ادارے کے کتب خانے میں بطور عطیہ داخل کئے ہیں اور بعض میری خاندانی خانقاہ یعنی خانقاہ عنایت اللّٰہی (پل مسلم جنگ حیدرآباد) میں محفوظ ہیں۔

زیر نظر مخطوطے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا پانچ ہمراہیوں (محمد سرفراز الدین داماد۔ سید عبد اللطیف مہتمم اعراس۔ سید محمود طالب علم مدرسہ نظامیہ۔ غلام غوث بغدادی فرزند محمد خواجہ مخدوم میاں اور حکیم محمود صمدانی) کے ساتھ ۲۵ فروری ۱۳۱۹ف مطابق ۱۶ صفر ۱۳۲۸ھ کو حیدرآباد سے مدراس کے لئے ریل میں سوار ہوئے۔ رائچور میں حضرت سید شمس العالم قادری کے عرس میں شرکت کے لئے اترے اور شہر و قلعہ رائچور کا معائنہ کیا۔ وہاں سے نکل کر ۲۸ فروری کو مدراس پہنچے۔ وہاں تمام مشہور مقامات کی سیاحت کی۔ حضرت تمیم انصاری کی درگاہ کی زیارت کی۔ وہاں سے ناگور تشریف گئے۔ ۲۲ صفر ۲۸ھ کو پھول چری (پانڈی چری) پہنچے۔ ۲۶ صفر کو مدراس سے نکلے اور ۲۹ صفر کو اجمیر شریف پہنچے۔ زیارت کے بعد اجمیر سے نکل کر ۲ ربیع الاول ۲۸ھ کو دلی پہنچے۔ ۴ ربیع الاول کو پانی پت پہنچ کر درگاہ شاہ بو علی قلندر کی زیارت کی۔ وہاں سے براہ انبالہ کلیر شریف گئے۔ وہاں سے سرہند کا سفر کیا۔ ۷ ربیع الاول کو سرہند سے نکل کر آگرہ میں قیام کیا اور مزار حضرت ابوالعلا کی زیارت کی۔ ۱۸ ربیع الاول کو بھوپال میں ٹھہر کر نواب صدیق حسن خاں کے فرزند سے ملاقات کی۔ اس کے بعد یہ سفرنامہ نامکمل چھوڑ دیا گیا ہے۔ گویا اس میں ایک مہینہ دو دن کے سفر کے تفصیلی حالات اور ہر مقام کی تفصیلات اور دلچسپ امور قلمبند کئے گئے ہیں اور اس کے کاتب خود اس کے مرتب حکیم محمود صمدانی ہیں۔ یہ غالباً نہیں چھپا اور نہ اس کی کوئی اور نقل کہیں محفوظ ہے۔

اس سفرنامہ کو اس لئے اہمیت حاصل ہے کہ دکن کے ایک بڑے عالم اور صوفی اور ادیب کے سفر کے حالات

اس میں درج ہیں اور آج سے پچاس سال قبل ہندوستان کے مشہور شہروں کا جو حال تھا' ریل کے جو کرائے ادا کرنے پڑتے تھے اور درگاہوں اور اسلامی تہذیب و تمدن کے مرکزوں کی جو حالت تھی ان سب کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ پہلے ورق پر اس سفر میں جو سامان ساتھ تھا اس کی تفصیل لکھی گئی ہے اور دوسرے ورق سے یہ روزنامچہ اس طرح شروع کیا گیا ہے۔

"۲۵ فروردی ۱۳۱۹ف۔ آج ہم گھر سے ۸½ بجے صبح کے اسٹیشن بلدہ پر چلے اور حسب ذیل ٹکٹ بلدہ سے مدراس کے لئے۔ اور پورے دس بجے گاڑی مارچ ہوئی۔"

اختتام ـ "حضرت قبلہ تبدیل لباس کرکے بھوپال کے شہر میں صدیق حسن خاں کے لڑکے سے ملنے تشریف لے گئے اور حضرت کے ہمراہ سوائے میرے اور مہتمم صاحب کے سب کوئی تھے۔"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکیم محمود صمدانی دوران سفر میں لکھتے رہے اور حیدرآباد واپس ہونے کے بعد پھر اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ جس شہر میں جو سامان خریدا تھا اس کی تفصیل اور قیمت بھی اسی روز کے روزنامچہ میں لکھ دی گئی ہے۔

اس سفرنامے کے درمیان میں سید حیدر حسین ولد سید مجاور علی رامپوری خادم روضۂ حضرت غوث الثقلین نے چند اوراد و وظائف اور فارسی و اردو کلام بھی اپنے قلم سے لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دوران سفر میں حیدر حسن سے کسی مقام پر (غالباً پاک پٹن میں) ملاقات ہوئی تھی اور ان سے مرتب نے یہ اوراد و وظائف بطور تبرک یا آٹوگراف لکھوائے تھے۔ ان کی تفصیل یہ ہے ـــ

۱۔ وظیفہ بحرمت غوث اعظم برائے برآمدن مراد (ایک صفحہ)

۲۔ " برائے صاحب تصرف شدن (نصف صفحہ)

۳۔ ترکیب مروارید بنانے کی (نصف صفحہ)

۴۔ رباعی برائے مرادات دینی و دنیوی اور اس کے پڑھنے کا طریقہ (نصف صفحہ)

۵۔ سلام فارسی (۱۴ شعر)

۶۔ سلام اردو ـ یہ دو ہیں۔ پہلے سلام میں ۱۱ شعر ہیں۔ مطلع و مقطع یہ ہے ـ

مطلع ـ غوث اعظم پہ لاکھ بار سلام | بے عدد اور بے شمار سلام
مقطع ـ اپنے منہ سے جواب فرما دو | کرتا حیدر ہے بار بار سلام

دوسرے میں ۷ شعر ہیں۔ اس کا مطلع و مقطع یہ ہے ـ

مطلع ـ جہاں میرا شاد زمن ہو الٰہی | وہی شہر میرا وطن ہو الٰہی
مقطع ـ کھڑا ہو کے حیدر یہ نعت مطہر | یہ پیش نبی نغمہ زن ہو الٰہی

۷۔ نعت فارسی ـ ۱۱ شعر (ایک صفحہ)

۸۔ حصار از بابا فرید شکر گنج (ایک صفحہ)

۹۔ بارش ہونے اور زیادتی بارش کو کم کرنے کے لئے اوراد۔ (ایک صفحہ)

۱۰۔ کٹھنائی اور مصیبت سے بچنے کی دعائیں۔ (ایک صفحہ)

ان درمیانی آٹھ صفحات کے آخر میں کاتب نے اپنا نام بطور ترقیمہ اس طرح لکھا ہے ـــ

"راقم سید حیدر حسین ولد سید سجاد علی رامپوری خادم روضۂ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ ۱۲"۔
حکیم محمود صمدانی نے یہ مخطوطہ سادہ رواں خط میں انگریزی پتی یا فاؤنٹین پن سے سیاہ روشنائی میں لکھا ہے۔ ادارے میں راقم الحروف نے بطور تحفہ داخل کیا ہے۔
۵۶ صفحات ۔ ۱۲ سطور فی صفحہ ۔ "۸ × "۱۳ ۔

۱۰۵۹۔ درود نامہ ۔ قریب ۱۲۵۰ھ ۔ غلام نبی — نظم اردو

یہ ایک اردو مثنوی ہے جس میں کسی غیر معروف شاعر غلام نبی نے درود شریف کی مختلف شکلیں اور ان کو پڑھنے کے طریقے اور فائدے منظوم کئے ہیں ۔ درمیان میں سرخ روشنائی میں بزبان فارسی عنوانات لکھے ہیں جن میں سے بعض کا اردو خلاصہ یہ ہے ۔

۱۔ حکیم سنائی کا خواب ۔ ۲۔ ایک فقیر کا یہودی کے آگے سوال کرنا ۔
۳۔ یحییٰ بن معاذ کا ایک رات درود شریف کا ناغہ ہونا ۔ ۴۔ عبداللہ بن عباس کی روایت ۔
۵۔ ایک اعرابی کا رسول مقبول کے پاس آنا ۔ ۶۔ سید حسن رسولی نما کا ارشاد مریدوں کو ۔
۷۔ حلیہ و شمائل مبارک رسول مقبول ۔ ۸۔ اسناد اسمائے رسول اللہ ۔

ابتداء۔
عجب کچھ فوائد کا صلوات ہے — زیارت مدینہ کی ہر رات ہے
دو روضہ مبارک کے قرباں ہوں میں — تصدق پہ ہر لحظہ ہر آں ہوں میں

اختتام۔
ہٗ اتمام اسناد نام نبی — کہاں تک لکھے گا غلام نبی
کیا نعت میں رب نے نازل کلام — ہو بندوں سے کیونکر فضیلت تمام

اس کے بعد ایک عربی نعت لکھی ہے جس کا آخری شعر یہ ہے ؎
الٰہی بجاہ کرام نبی — مطہر نما د غلام نبی

یہ مخطوطہ قدیم اورنگ آبادی کاغذ پر نستعلیق اور ثلث خطوں میں لکھا گیا ہے ۔ ہر صفحہ کے اطراف سرخ روشنائی میں جدولیں کھینچی گئی ہیں ۔
۱۸ صفحات ۔ ۱۲ سطور فی صفحہ ۔ "½۶ × "۱۰ ۔

۱۰۶۰۔ دعا نامہ ۔ قریب ۱۲۵۰ھ ۔ غلام نبی — نظم اردو

مثنوی درود نامہ ۱۰۵۹ کے بعد نئے صفحہ سے یہ مثنوی لکھی گئی ہے ۔ ممکن ہے کہ اس کے مصنف بھی وہی غلام نبی ہوں جنھوں نے درود نامہ لکھا ہے مگر اس میں کہیں انھوں نے اپنا نام نہیں لکھا ۔ کتاب کا نام بھی موضوع کے لحاظ سے میں نے لکھا ہے ۔
اس مثنوی میں ہر مہینے (محرم ، صفر وغیرہ) مختلف موقعوں پر جو دعائیں پڑھنی مناسب ہیں ان عربی دعاؤں کو

خط نسخ میں زیادہ تر سرخ روشنائی میں لکھا ہے اور ان سے پہلے یا بعد اردو مثنوی میں ان کے فوائد اور طریقے بیان کئے ہیں۔

ابتدا۔
اربے گلزار معنی کے شناسا — کہ نور گلستان نور آسا
خیابان عبادت کے جو ہیں گل — نہ گل کر بلکہ گل کر شوق سے گل
کہ یعنی روزہ و صلوات ہر ماہ — بیاں کر صاف لے کر نام اللہ

اختتام۔
ہوا خالی تو ذاکر ہو دعا کا — سبب سے اس کے سامع التجا کا
درازی عمر و دولت آئے باقی — عدن میں آپ ہیں کوثر کے ساقی
زقوت طاعت و روشن ہوں آنکھیں — ضیاء دل ہو بدن صحت ہوں آنکھیں
ظفر اعدا کے اوپر دیوے مولا — عشا کے بعد رکعت بیس دو لا

یہ مثنوی یا تو ناقص الآخر ہے یا اس کے اوراق اس جلد میں آگے پیچھے ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد ہی ایک اور مثنوی سخاوت نامہ (۱۰۶۱) شروع کی گئی ہے جس کا ذکر آگے درج ہے۔

۲۰ صفحات۔ ۲۱ سطر فی صفحہ۔ ۶ × ۱۰۔

۱۰۶۱۔ سخاوت نامہ۔ ۱۲۵۰ھ۔ غلام نبی — مثنوی اردو

مثنوی درود نامہ (۱۰۵۹) اور دعا نامہ (۱۰۶۰) کے سلسلہ میں یہ مثنوی درج ہے مگر ناقص الاول معلوم ہوتی ہے۔ اس میں بھی مصنف نے اپنا نام نہیں لکھا۔ ممکن ہے غلام نبی، مصنف درود نامہ ہی اس کے مصنف ہوں۔ اس مثنوی میں بخیلوں کی مختلف حکایتیں اور سخاوت کے فائدے بیان کئے گئے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس کا اصلی نام کیا ہے۔ موضوع کے لئے لحاظ سے یہ نام میرا مجوزہ ہے۔

ممکن ہے کہ پوری مثنوی کسی اور کتب خانے میں دستیاب ہو جائے اس لئے اس کے بعض عنوانات درج ذیل ہیں۔

۱۔ پرسیدن عیسی علیہ السلام از ابلیس کہ دوست تو کیست۔

۲۔ حکایت تونگرے نزد زن خود نشستہ باہم طعام می خوردند سایلے بر در آمدہ سوال کرد کہ برائے خدا چیزے

۳۔ بدہید۔ ہیچ نداد۔ زمانہ از و برگشت تونگر فقیر و فقیر تونگر گشت۔

۔ حکایت بخیل بسبب دادن نان دست دختر خود را از خنجر جدا کرد۔

۴۔ حکایت بادشاہ بخیل۔

۵۔ حکایت پسر صیاد کہ درحق ماہی احسان کرد۔

بحالت موجودہ ان ابیات سے شروع ہوتی ہے ؎

خدا جب سے دنیا کو پیدا کیا — نظر بھر نہ اس پر ہو یدا کیا
کہا جو رکھے دوست تجکو مدام — اوسے میں رکھوں دشمن زشت کام

اختتام۔
یہ سن بات دل کو لگی میرے آگ — لیکایک اٹھیں آنکھیں غفلت سے جاگ

لے آسب ارم اس کے تیں ہیں دیا — کہا قوت بچوں کا کرے ریا

مراج بھی حق کرے گا قبول — ہوی شاید اس سے سعادت حصول

یہ مثنوی بھی اسی خط اور اہتمام سے لکھی گئی ہے جیسی کہ اس جلد کی اور دو مثنویاں درود نامہ اور دعا نامہ لکھی گئی ہیں۔ اس کے بعد چند صفحات میں اسمائے الٰہی کے ورد کے فوائد (ہر اسم بطور عنوان لکھ کر) مثنوی میں بیان کئے گئے ہیں۔

۵ صفحات۔ ۲۱ سطور فی صفحہ۔ ۶½×۱۰۔

۱۰۶۲۔ نالۂ درد۔ سنہ ۱۱۹۰ھ۔ خواجہ میر درد — نثر فارسی

خواجہ میر درد کے دیوان اور نالۂ درد کے کئی نسخے ادارے میں موجود ہیں۔ (دیکھو بیان مخطوطات نمبر ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۲۲، ۵۲۳ اور ۵۹۱ وغیرہ)۔ نالۂ درد کا زیر نظر مخطوطہ ناقص الاول ہے۔ اور مخطوطہ نمبر ۵۲۲ کے صرف ایک سال بعد یعنے سنہ ۱۲۳۵ھ میں نقل کیا گیا ہے۔ کاتب نے اپنا نام اور مقام کتابت نہیں لکھا۔ قدیم دیسی کاغذ پر خفی خط نستعلیق میں گنجان لکھا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں اور عربی عبارتیں خط نسخ میں درج ہیں۔

اس کا آغاز اس عبارت سے ہوتا ہے۔

"وقید حیات سوائے زندانی نہ خصوصاً موسم پیری کہ ہنگام دلگیری است ایں زماں ہرگز جوانان به پیران نمی سازند و از نظرش می اندازند تا آنکہ او پیش از پیش ایشاں را دوست می دارد لیکن ہیچ کس نظری آرد۔"

اختتام — از بس کہ نالہا ہمہ در یاد ناصر است — تعداد آں موافق اعداد ناصر است

اس کے بعد عربی عبارت میں حمد و نعت و دعا درج ہے۔

ترقیمہ — تمت تمام شد بتاریخ بست و دوم شہر صفر المظفر روز شنبہ سنہ ۱۲۳۵ھ کار من نظام شد۔"

۳۰ ورق۔ ۱۹ سطور فی صفحہ۔ "۶×"۱۱۔

۱۰۶۳۔ رسالہ ترتیب النکاح۔ سنہ ۱۲۵۰ھ۔ قاضی شمس الدین اودگیری — نثر اردو

قاضی شمس الدین اودگیری کی کتابوں رسالہ احوال میت (نمبر ۱۶۶)، رسالہ ترتیب النکاح (نمبر ۶۶۲)، رسالہ ترتیب نماز (نمبر ۶۶۲ ب) کا ذکر جلد اول صفحہ ۱۶۸ اور جلد سوم صفحات ۲۸۵-۲۸۶ پر گذر چکا ہے اور ان کی ایک مکتوبہ کتاب سوانح دکن از منعم خاں ہمدانی (نمبر ۶۹۲) کا ذکر بھی تذکرہ جلد سوم صفحہ ۳۲۰ پر موجود ہے۔ ان کے حالات اور خاندان کی نسبت معلومات کتاب مشاہیر قندھار دکن مولفہ اکبر الدین صدیقی صاحب کے صفحات ۱۵۸ تا ۱۶۱ پر ملاحظہ ہوں۔ ان کے دوسرے رسالوں عیدین، تولد نامہ، جمعہ، لباس، میت وغیرہ کا ذکر آئندہ نمبر ۱۰۶۴ تا ۱۰۶۸ پر دیکھئے۔

زیر نظر مخطوطہ ناقص الاول ہے اور تصنیف کے ۳۷ سال بعد حیدرآباد میں نواب محتشم الدولہ نبیرۂ امیر کبیر شمس الامرا فخر الدین خاں کے ایک متوسل غلام محمود نے نقل کیا ہے۔ محتشم الدولہ حیدرآباد کے ایک علم دوست وزیر نواب بشیر الدولہ آسمان جاہ؟

عمدۃ الامرا امیر کبیر کے بڑے بھائی تھے۔ انھوں نے عنفوان شباب میں وفات پائی۔ وہ بھکاری میاں کے نام سے مشہور تھے جیسا کہ اس مخطوطے کے کاتب نے لکھا ہے۔ کاتب خود محتشم الدولہ کی جاگیر چنگوپہ ضلع بیدر کے ایک گاؤں کے باشندے تھے اور غالباً بسلسلۂ ملازمت حیدرآباد میں چار مینار سے قریب طویلہ محتشم الدولہ میں مقیم تھے۔

یہ مخطوطہ اس عبارت سے شروع ہوتا ہے:۔

"پانچواں — مجلس واحد یعنے ایک جلسہ میں ایجاب و قبول ہوئے۔ چھٹا۔ راضی ہونا مرد اور عورت کا۔ ساتواں اغنانت جملۂ بدن یعنے عورت نے اپنے شوہر کو مالک تمام بدن اپنے کا کرے۔"

اختتام — "ہو چکا اب یہ رسالہ اختتام　　دو ہزار و دو صد و پنجاہ تمام
بس قلم کو شمس اب یہاں سے اٹھا　　ہو چکا اتمام تیرا مدعا"

ترقیمہ — "ہزار ہزار شکر اوس جناب اقدس الٰہی کا کہ یہ رسالہ ترتیب النکاح روز پنجشنبہ ہفدہم ماہ ذیقعدہ ۱۲۵۰ھ تمام گردید۔ از دست غلام محمود عرف محمود میاں بوقت سہ پہر روز مذکور با ختتام رسید۔"

۱۰ صفحات۔ ۱۲ سطور فی صفحہ۔ ۵" × ۹"۔

۱۰۶۴۔ رسالۂ عیدین ۱۲۴۰ھ۔ قاضی شمس الدین اودگیری　　نثر اردو

قاضی شمس الدین اودگیری (دیکھو مخطوطہ ۱۰۶۳) نے یہ رسالہ عید رمضان و بقر عید کے بارے میں لکھا ہے اور بعد حمد و نعت بطور سبب تالیف لکھا ہے کہ:۔

"کمترین قاضی محمد شمس الدین بن قاضی محمد عظیم الدین قاضی اودگیر بنظر استفادہ خاص و عام کے رسالہ عیدین کا کتاب ہائے معتبرہ سے انتخاب کر کے خدمت میں صاحبوں کے عرض کرتا ہے اور اس میں دو فصلیں مقرر کیا۔ فصل اول میں بیان عید الفطر کا۔ فصل دوسری میں بیان عید الضحیٰ کا۔

ان عیدوں کی خصوصیات اور ان کے اہتمام کے علاوہ ان میں جو خطبے پڑھے جاتے ہیں وہ بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔

ابتدا — "مستحق حمد و ثنا وہ رازق مطلق ہے کہ جس نے عیدین کو واسطے بندوں اپنے ضیافت کا روز مقرر کیا۔ حلال کیا کھانا اور حرام کیا روزہ۔"

اختتام — "شمس دیں اب قلم یہاں سے اٹھا　　ہاتھ اب دامن بیان سے اٹھا
نسخۂ عیدین کا تمام ہوا　　مدعا تیرا اختتام ہوا"

ترقیمہ — "کاتب الحروف غلام محمود عرف محمود میاں ساکن موضع بکرانہ خورد پرگنہ چنگوپہ۔ در بلدہ حیدرآباد در طویلہ نواب محتشم الدولہ بہادر عرف بھکاری میاں متصل چہار مینار روز دوشنبہ بوقت یک پاس روز بر آمدہ بود بتاریخ بست و دوم ذیقعدہ ۱۲۵۱ھ این رسالہ عیدین با تمام رسید۔"

خط معمولی نستعلیق جلی ہے اور مخطوطہ نمبر ۱۰۶۳ کی طرح دیسی کاغذ پر معمولی روشنائی میں لکھا گیا ہے۔

۳۶ صفحات۔ ۱۰ سطور فی صفحہ۔ ۵" × ۹"۔

۱۰۶۵۔ رسالہ تولد نامہ۔ ۱۲۶۰ھ۔ قاضی شمس الدین اودگیری نثر اردو

قاضی شمس الدین (دیکھو مخطوطات نمبر ۱۰۶۳ تا ۱۰۶۸) نے اس رسالہ میں حمل ٹھہرنے کے بعد سے بچہ کے پیدا ہونے اور اس کے سن بلوغ تک پہنچنے کے حالات اور پرورش کرنے کے طریقے بیان کئے ہیں۔ زبان صاف اور سادہ ہے۔ جگہ جگہ اپنے اردو شعر بھی استعمال کئے ہیں۔

ابتداء۔ "حمد اوس آفریدگار عالم کو لائق ہے کہ جس نے ابر رحمت بے نہایت سے اپنے نونہالان اطفال کو ہر شیر پستان مادر سے بیچ گہوارۂ زمین کے پرورش فرما کر چمنستان دنیا کو زیب و زینت بخشا۔"

اختتام۔ "یہ سب دس سنتیں ہو چکے۔ آگے بس باقی ہوس ہے

سنتیں ہو چکیں یہ گن کر دس　　　رکھ قلم کو تو شمس اب کر بس

شکر آفریدگار عالم کو کہ یہ تولد نامہ سن بارہ سے ساٹھ ہجری میں تیار ہوا۔"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ غلام محمود متوسل نواب محتشم الدولہ نے حیدرآباد میں قاضی شمس الدین اودگیری کے دوسرے رسالوں (دیکھو ۱۰۶۳ تا ۱۰۶۸) کے ساتھ نقل کیا ہے اور یہ سب رسالے ایک ہی جلد میں ہیں۔

۱۸ صفحات۔ ۱۰ سطور فی صفحہ۔ ۵" × ۹"۔

۱۰۶۶۔ رسالہ جمعہ۔ ۱۲۶۰ھ۔ قاضی شمس الدین اودگیری نظم اردو

قاضی شمس الدین اودگیری اس عہد کے ایک بڑے مصنف تھے۔ ان کی کئی کتابیں ادارے میں موجود ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو مخطوطہ نمبر ۱۰۶۳۔ زیر نظر مخطوطہ جس جلد میں شامل ہے۔ اس میں ان کے ۶ رسالے محفوظ ہیں۔ (نمبر ۱۰۶۳ تا ۱۰۶۸)۔ یہ رسالہ انھوں نے ۱۲۶۰ھ میں منظوم کیا ہے۔

اس رسالے میں دو فصلیں ہیں۔ فصل اول میں فضائل جمعہ بیان کئے ہیں اور دوسری فصل میں جمعہ کے مسائل اور خطبے درج کئے ہیں۔ وہ اپنی ہر کتاب مثنوی کی شکل میں ختم کرتے تھے۔ چنانچہ یہ رسالہ بھی نثر میں لکھا ہے مگر اس کا اختتام بھی (۹) ابیات کی ایک مثنوی پر کیا ہے۔

ابتدا۔ "واجب حمد اس معبود برحق کی ہے کہ جس نے نماز جمعہ کو وسیلہ نجات اس امت کیا اور سبب سے ادا کرنے اس نماز کے بلند درجات اور ذخیرہ حسنات کے دیا۔"

اختتام۔ "سن بارہ سے ساٹھ ہجری کے سال　　　بنا یہ رسالہ جمعہ کا ہے حال

جہاں میں رسالہ یہ جاری رہے　　　یہی شمس کی یادگاری رہے

جہاں میں رہے یہ رسالہ مدام　　　بحق محمد علیہ السلام

قلم کے تئیں شمس یہاں سے اٹھا　　　کہ پورا ہوا اب ترا مدعا

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ مخطوطات نمبر ۱۰۶۳ تا ۱۰۶۸ کو ایک ہی کاتب غلام محمود نے دیوڑھی نواب محتشم الدولہ میں

تقریب چار مینار نقل کیا ہے۔

۳۴ صفحات۔ ۱۳ سطور فی صفحہ۔ ۵"×۹"۔

۱۰۶۷۔ رسالہ احوال میت۔ ۱۲۴۰ھ۔ قاضی شمس الدین اودگیری — نثر اردو

قاضی شمس الدین اودگیری کے اس رسالہ میت کا ایک اور نسخہ ادارے میں نمبر ۱۰۶۶ پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات جلد اول کے صفحات ۱۵۹ - ۱۶۰ پر درج ہو چکی ہیں۔ اس رسالے میں اس کا سنہ تصنیف ۱۲۰۰ھ لکھا ہے۔ مگر زیر نظر مخطوطے میں صاف الفاظ میں بارہ سو چالیس ہے جو صحیح معلوم ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مخطوطہ نمبر ۱۰۶۶ کے کاتب نے سہواً لفظ چالیس ترک کر دیا ہے۔ یوں بھی وہ رسالہ انتخاب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں صرف ۱۵ ورق ہیں اور زیر نظر رسالہ میں ۲۵ ورق ہیں اور ترتیب میں بھی کچھ فرق ہے۔

یہ رسالہ مسلسل لکھا گیا ہے۔ درمیان میں کوئی عنوانات نہیں ہیں۔ بلکہ لفظ مسئلہ اکثر لکھ کر ہر نئی بات شروع کر دی ہے۔ اس میں میت کے غسل، تکفین، تدفین، نماز جنازہ اور قبر سے متعلق معلومات قلمبند کر دی ہیں۔

ابتداء:— "شروع کرتا ہوں میں نام سے حق سبحانہ جل شانہٗ کے کہ پیدا کرنے والا اور مارنے والا اور جلانے والا مختار اپنے ملک کا ہے۔ خواہ کسی کا بیٹا چھین لیوے خواہ کسی کی بیٹی۔ کسی کو حکم میں اس کے دم مارنے کی طاقت نہیں۔"

اختتام:— "شکر خدائے جل شانہٗ کا کہ یہ رسالہ احوال میت کا گیارہویں تاریخ ماہ مبارک رمضان شریف میں وقت جمعہ کے سنہ بارہ سے چالیس ہجری میں تیار ہوا۔"

اس کے بعد (۹) ابیات کی ایک فارسی مثنوی میں مناجات بھی لکھی ہے۔ حالانکہ خاتمہ کی مذکورہ عبارت نثر سے پہلے (۲۴) ابیات کی ایک اردو مثنوی بطور خاتمہ لکھ چکے ہیں۔

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ غلام محمود ان تمام رسالوں (نمبر ۱۰۶۳ تا ۱۰۶۸) کے کاتب ہیں اور انھوں نے دیوڑھی محتشم الدولہ کے طویلہ میں یہ سب رسالے نقل کئے ہیں۔

۵۰ صفحات۔ ۱۱ سطور فی صفحہ۔ ۵"×۹"۔

۱۰۶۸۔ رسالہ لباس۔ ۱۲۶۴ھ۔ قاضی شمس الدین اودگیری — نثر اردو

قاضی شمس الدین اودگیری نے مسلمانوں کی تہذیبی اور روزمرہ کی ضرورتوں سے متعلق جو چھ مفید رسالے لکھے تھے ان میں یہ آخری معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس جلد میں یہ آخر میں درج ہے اور سنہ تصنیف کے لحاظ سے بھی یہ سب سے آخر میں آتا ہے۔ زمانۂ تصنیف کے مطابق ان کے رسالوں کے نام یہ ہیں:—

۱۔ رسالہ احوال میت	۱۲۴۰ھ	نمبر ۱۰۶۷	۳۔ رسالہ ترتیب النکاح	۱۲۵۰ھ	نمبر ۱۰۶۳
۲۔ " عیدین	"	نمبر ۱۰۶۴	۴۔ " جمعہ	۱۲۶۰ھ	نمبر ۱۰۶۶

۵۔ رسالہ تولد نامہ ۱۲۶۰ھ نمبر ۱۰۶۵ | ۶۔ رسالہ لباس ۱۲۶۴ھ نمبر ۱۰۶۸

اس رسالہ میں سر سے پاؤں تک، جو لباس پہنا جاتا ہے اس کے حسن و قبیح امر موافق سنت ہونے یا نہ ہونے کی وضاحت کی ہے اور ہر بات حدیث یا علماء کے اقوال سے ثابت کی ہے۔ افسوس ہے کہ زیر نظر مخطوطہ دیمک کی وجہ سے ناقص ہو گیا ہے اور ہر صفحہ کا ابتدائی نصف حصہ ضائع ہو گیا ہے۔

ابتدا۔۔ "بعد حمد خدا و نعت جناب رسالت پناہی خیر خواہ مسلمین خادم شرع کمترین محمد شمس الدین بن محمد عظیم الدین قاضی او دگیر خدمت میں صاحبوں کے التماس کرتا ہے کہ اس عالم قرار میں کسو چیز کو قرار نہیں لاکن ایک گلستان سخن ہے کہ صرصر خزاں اوس کے گلوں پر نہیں بہتی"۔

اختتام۔ "شکر خدا عظمت شانہٗ کا کہ یہ رسالہ ۱۲۶۴ھ بارہ سو چوسٹ ہجری میں تیار ہوا۔ بمنہ و کرمہ۔ اے شمس یاد کر اب خدا کو"۔

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ معمولی نستعلیق میں رواں لکھا گیا ہے۔

۱۴ صفحات۔ ۹ سطور فی صفحہ۔ "۵×"۹۔

۱۰۶۹۔ مجموعۂ خطوط فارسی۔ ۱۲۱۵ھ۔ نثر فارسی

اس مجموعۂ خطوط میں نواب نظام علی خاں آصفجاہ ثانی کے عہد کے امراء و مشاہیر کے نام خطوط محفوظ ہیں۔ یہ معلوم ہو سکا کہ خطوط نگار کون تھے۔ ان میں زیادہ تر خطوط نواب رکن الدولہ وزیر اعظم اور ان کے بھائی نواب شرف الدولہ کے موسومہ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کاتب انہی کے متوسل تھے اور ان کے فرزند محمد حسین خاں کے اتالیق۔ تاریخ دکن پر تحقیق کرنے والوں کے لئے یہ مجموعہ نعمت غیر مترقبہ ہے۔

اس مجموعہ میں رکن الدولہ اور شرف الدولہ کے علاوہ حسب ذیل مشاہیر وقت کے موسومہ خطوط محفوظ ہیں۔
محمد عطاء اللہ۔ محمد مکارم۔ ولی اللہ خاں۔ میر جمال اللہ جیو وقائع نگار حیدر آباد۔ محمد غازی الدین جیو قلعدار ایلگندل۔ شیخ احسن اللہ۔ نواب یمین الدولہ میر محمد حسین خاں۔ نواب وقار الدولہ بہادر۔ رستم علی خاں۔ میر غلام حسین خاں خلف شرف الدولہ۔ کرم علی خاں۔ شاہ صاحب خلف سید باقر۔ رائے اوتم چند منشی رکن الدولہ۔ راجہ جگ دیو بہادر۔ شاہ غلام علی آزاد بلگرامی۔ رائے منسارام جیو۔
ان میں سے اکثر مشاہیر کے لئے دیکھو کتاب میر نظام علی خاں مرتبہ سراج الدین طالب مرحوم۔

یہ مخطوطہ ناقص الاول ہے اور اس عبارت سے شروع ہوتا ہے۔۔۔

"بل ینتقلون من دار الی دار۔ ہیکل عنصری و قالب خاکی آں ذات مقدس از نظر غایب شدہ اما شمایل روحانی و لطافت ذاتی پیش دیدہ حاضر است۔ در واقع بغیر از تغیر منزلے و تبدیل مکانے بیش نیست و دوامت و اقامت در دار دنیا از محالات است"۔

اختتام۔ بحکم کل یعمل علے شاکلتہٖ بعمل آمدہ۔ انشاء اللہ المستعان بمرور زماں می اود جادۂ کام از روئے

دیرینہ چو صورت خواہد یافت ۔ بالفعل ارادہ محاورت عرض عفو تقصیرات است ۔"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے ۔ تمت تمام شد لکھ کر صفحہ ختم کر دیا گیا ہے ۔

دوسرے صفحہ سے نواب نظام علی خاں کے زمانے کے بعض تاریخی واقعات لکھے گئے ہیں ۔ یہ حصہ مرہٹوں سے جنگوں کے واقعات پر مشتمل ہے اور رکن الدولہ کی شہادت کے واقعہ پر ختم ہوتا ہے ۔ غالباً کسی تاریخ کے اجزا ہیں ۔ تاریخ دکن کا تحقیقی مطالعہ کرنے والے اصل تاریخ کا پتہ چلا سکتے ہیں ۔

اس کا آغاز اس عبارت سے ہوتا ہے ــــ

"جنگ و قلت فوج موافقت را صلاح وقت دانستہ ازاں گڈھی بر آمد ۔ رگھنا تھ راؤ با عزاز و احترام پیش آمدہ بر فیل سواری خود نشانیدہ بلغور گاہ خود آورد با ستماع این خبر بندگان عالی سرداران مرہٹہ را طلب داشتہ مجلس کنکاش ترتیب داد ۔"

اختتام ــــ "فصل دوئم در وقایع کہ بعد کشتہ شدن رکن الدولہ تا ورود مرکب منصور بحیدرآباد پس از انتزاع قلعہ نرمل از دست احتشام جنگ بسر ظفر الدولہ ۔"

یہ مخطوطہ معمولی خط نستعلیق میں رواں لکھا گیا ہے ۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں ۔ اکثر کرم خوردہ ہو گیا ہے ۱۲۵۰ھ سے قبل کی کتابت ہے ۔

۳۶ ورق ۔ ۱۱ سطور فی صفحہ ۔ ″½۵ × ″½۸ ۔

۱۰۷۰۔ ریختۂ ہندی کی صرف و نحو قریب ۱۷۹۸ء ۔ جان گلکرسٹ — نثر اردو

اس کتاب کے اور دو مخطوطے ادارے میں نمبر ۲۳ اور ۸۷۷ پر محفوظ ہیں اور ان کی تفصیلات جلد اول صفحات ۲۲۳ ۔ ۲۲۴ و جلد چہارم صفحات ۱۳۴ ۔ ۱۳۵ پر درج ہو چکی ہیں مگر ان دونوں سے اس کتاب کے مصنف کا پتہ نہ چل سکا ۔

زیر نظر مخطوطے سے معلوم ہوا کہ اس کے مصنف اردو کے مشہور یوروپی محقق اور محسن مسٹر جان گلکرسٹ ہیں ۔ اس کی ترتیب کے انداز ہی سے ظاہر ہوتا تھا کہ جیسا کہ جلد اول میں لکھا گیا ہے کہ نہایت باضابطہ اور اصولی ڈھنگ کے ساتھ اس کو قلمبند کیا گیا ہے ۔ اس کے ابواب اور عنوانات کی تفصیل جلد اول میں درج ہو چکی ہے ۔ حسن اتفاق سے ادارے کے تینوں مخطوطے مکمل اور خوشخط ہیں ۔ مگر زیر نظر مخطوطے میں ایک اور رسالہ بھی محفوظ ہے جو دوسرے دو نسخوں میں موجود نہیں ہے ۔ یہ دراصل اردو رسم خط پر جان گلکرسٹ کا ایک رسالہ ہے جس کا ذکر آئندہ نمبر ۱۰۷۱ کے تحت درج ہے ۔

اس نسخے کی ایک اور اہمیت یہ ہے کہ اس کے ابتدائی صفحات میں بعض صرفی و نحوی اصطلاحوں کی فارسی میں تشریح (لفظ کے نیچے یا حاشیے پر) بھی لکھی گئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان اصطلاحوں کے لغوی معنے اس وقت تک عام فہم نہیں تھے ۔ ایسی تشریحوں کی چند مثالیں یہ ہیں ــ

لفظ ۔ چیزے از دہاں انداختن — کلمہ ۔ لفظے است مفرد کہ معنی داشتہ باشد ۔

بحث ۔ در سخن کاویدن — اشتقاق ــ بر آوردن چیزے از چیزے ۔

یہ مخطوطہ انگریزی کاغذ پر جو لندن میں جان ایوانز نے ۱۸۴۴ء میں بنایا تھا صاف اور واضح خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات اور مثالیں سرخ روشنائی میں ہیں۔ کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ غالباً ۱۸۵۰ء کے قریب کتابت ہوئی ہے۔

ابتدا۔۔ "یہ رسالہ زبان ریختہ ہندی کی صرف و نحو میں مشتمل ہے دو مقالے پر۔ مقالۂ اول مفردات میں"۔

اختتام۔۔ "اور بطور تکیہ کلام اکثر ایسے الفاظ ذکر کرتے ہیں۔ یعنے جو ہے سو۔ تمہارے سو۔ خیر۔ صاحب مہربان۔

تا خدا۔ چشم بد دور۔ تا فہم"۔

۴۵ ورق۔ ۱۲ سطور فی صفحہ۔ "۶×"$\frac{1}{2}$۷۔

۱۰۷۱۔ ریختہ ہندی کا رسم الخط۔ قریب ۱۷۹۸ء۔ جان گلکرسٹ — نثر اردو

جان گلکرسٹ نے اس مختصر سے رسالہ میں اردو رسم الخط کے اعراب اور حرف ساکن و حروف علت کی آوازوں کو واضح کرنے کے قاعدے اور طریقے منضبط کئے ہیں۔ یہ قدرت کی عجیب ستم ظریفی ہے کہ جس رسم الخط کو گلکرسٹ ہندی کہہ رہے ہیں اس کو عہد حاضر کے اہل ہند کا غیر ہندوستانی سمجھ کر اس کی انتہائی مخالفت کر رہے ہیں اور وہ آج اردو رسم الخط کہلاتا ہے۔

یہ رسالہ اردو زبان کو سائنٹیفک بنانے کی اولیں کوشش ہے اور اس لحاظ سے بہت اہم اور قابل قدر ہے۔ اس کا کوئی اور نسخہ کہیں نظر سے نہیں گذرا۔

ابتدا۔۔ "صاحبان دانش پر ظاہر ہو جو رسالہ جناب مسٹر جان گلکرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ نے واسطے رسم خط کے بنایا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے اور جو کوئی کلمہ اس کو دریافت کیا چاہے سو اس رسالے میں دیکھ لے۔
ایک کلمے کے دو حروف سوائے حرف علت بدون نشان فتحہ و سکون کے ہمیشہ مفتوح و ساکن تلفظ میں رہیں گے"۔

اختتام۔۔ "اور حرف کاف فارسی پر دو مرکز جو قدیم سے ہیں سو ہی رہے۔ باقی جو کچھ مخفی رہا سو حرفوں کے نقشے سے جو رسالے میں ہے کل واضح ہوگا۔ فقط۔ اس میں سے ایک ہے جو تیرہ حروف ناگری میں آگے ہیں سو دو چشمی لکھے جیسے کھ گھ وغیرہ۔ تمام شد"۔

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ صاف اور واضح خط نستعلیق میں اعراب کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ آخر میں ایک صفحہ میں "خلاصہ رسم الخط ہندی" کے عنوان کے تحت مثالوں کے ساتھ اردو آوازوں کی فہرست دی گئی ہے۔

۸ صفحات۔ ۱۲ سطور فی صفحہ۔ "۶×"$\frac{1}{2}$۷۔

۱۰۷۲۔ مرثیہ الوداع۔ قریب ۱۰۹۰ھ۔ مرزا بیجاپوری — نظم اردو

مرزا بیجاپوری اردو کے قدیم ترین مرثیہ نگاروں میں بہت مشہور و مقبول ہیں۔ ان کے بارے میں اردو شہ پارے

دکن میں اردو اور اس تذکرے کی گذشتہ جلدیں ملاحظہ ہوں۔ ان کا مرثیہ الوداع دکن میں آج تک مقبول اور متداول ہے۔

زیر نظر مخطوطے میں یہی مرثیہ محفوظ ہے اور بہت قدیم زمانہ میں اس کی کتابت کی گئی ہے۔ اس میں جملہ (۴۰) شعر ہیں۔ ابتدائی اور آخری اشعار یہ ہیں ؎

ابتدا۔ الوداع الوداع شاہ شہیداں الوداع ۔ اے حسین ابن علی دو جگ کے سلطاں الوداع

شاہ دو عالم ہوا مظلوم وحیراں الوداع ۔ یوں چلے دنیائے فانی سوں وہ شیراں الوداع

اختتام۔ ہر محرم میں حسین کے درد سوں لاکھوں ہزار ۔ دل اوپر ہوتے ہیں مرزا کے یو داغاں الوداع

کاغذ بہت قدیم اور کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ صرف تمت تمام شد لکھا ہے۔ بعض شعر کیڑوں نے مجروح کر دیئے ہیں۔

۴ صفحات۔ فی صفحہ ۱۴ اشعر۔ "½ ۵ × ½ ۸"۔

۱۰۷۳۔ دیوان برق۔ قریب ۱۲۵۰ھ۔ فتح الدولہ مرزا رضا خاں — کلام اردو

برق تخلص کے جن شاعروں کا ذکر اردو تذکروں میں ملتا ہے ان میں سے بعض مشہور یہ ہیں۔۔۔

۱۔ قاضی محمد نجم الدین ولد قاضی سراج الدین دہلوی۔ متوفی ۱۸۹۹ء۔ شاگرد مومن و میر حسین تسکین دہلوی۔ مرشد آباد میں وکالت کرتے تھے۔

۲۔ مرزا خدا بخش بہادر شہزادہ دہلی۔ شاگرد شاہ نصیر دہلوی۔

۳۔ بھگوان دت لکھنوی۔ شاگرد شاہ نصیر دہلوی۔

۴۔ میاں شاہ جیو شاگرد غلام ہمدانی مصحفی۔

۵۔ حاجی ارشاد حسین ولد مولوی محمد بخش بدایونی شاگرد دلدار علی مذاق بدایونی۔ متوفی ۱۳۴۳ھ۔

۶۔ حافظ نواب علی ولد اکبر علی خاں لکھنوی شاگرد حکیم نونہال نیارسی۔

۷۔ حکیم کاظم علی برق موسوی حیدرآبادی۔

۸۔ فتح الدولہ بخشی الملک مرزا محمد رضا خاں ولد مرزا کاظم علی صالح لکھنوی استاد تھے واجد علی شاہ کے۔ اور انہی کے ہمراہ کلکتہ گئے تھے اور وہیں ۱۲۷۴ھ میں فوت ہوئے۔ ناسخ کے شاگرد تھے۔ ان کا کلیات چھپ چکا ہے۔ متعدد شاگرد تھے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔۔۔

احسن الدولہ حسین علی خاں احسن۔ میر محمود علی حکیم۔ دبیر الدولہ محمد علی خاں حیدر۔ آغا حیدر، محمد اللہ یار خاں سحاب۔ مرزا سرفراز علی صبری۔ مرزا کریم بیگ شفا۔ محمد غضنفر ضیغم۔ میر حسین علی طوفاں۔ میر بہادر علی فلک عرف میراں صاحب۔ نقی علیخاں نقی۔ میر وزیر علی نور۔ یہ سب لکھنوی تھے۔

زیر نظر اوراق انہی فتح الدولہ برق کے دیوان کے اجزاء معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں ردیف "ر" اور "ق" کی چند غزلیں محفوظ ہیں۔ قدیم دیسی کاغذ پر بہت خوش خط کتابت ہے۔ غالباً برق ہی کی زندگی میں نقل کیا گیا ہے۔

ابتدا ۔ پھنک گیا سینہ جو دمدہ ہو گیا اس کا قریب ... اور بھڑکی آتش سودائے خام اشتیاق
خاک بھی میری رہے گی لے پری تجھ پر نثار ... بعد مرنے کے نہ ہوگا اختتام اشتیاق

اختتام ۔ دہشت زلف شب غم ہے شب گیسو میں ... ڈرتے ہیں اسی سے ہم مار گزیدہ ہو کر
یوسف مصر کجا حسن رخ صاف کجا ... کس طرح تیرے برابر ہو خریدہ ہو کر

اس کے بعد کسی دوسرے قلم میں کسی دکنی مثنوی کی (۲۶) ابیات ہیں ۔ جن میں شرک و بدعت کے خلاف لکھا گیا ہے[۴]
اسلوب سخت و ہجایانہ قسم کا ہے ۔ اس کی ابتدائی و آخری ابیات یہ ہیں ؎

ابتدا ۔ پیر سے اپنے جو لے چھنی رومال ... صاف کر داڑی پھرے ملحد مثال
لے خلافت جاہلاں پھرتے رہیں ... کانچواں کو خادماں کرتے رہیں

اختتام ۔ بھوت مرداں عورتاں مانند لباس ... بین کر پھرتے رہیں گے بے قیاس
لولیاں کے تئیں دویں خلعت بڑی ... جا کریں گے ان ستی الفت بڑی

اس کے بعد ایک ورق کسی اور دکنی مثنوی "نور نامہ" کی ابتدائی ابیات پر مشتمل ہے ۔ جس کی چند ابیات یہ ہیں[۵]
اسی کا اجالا کہ جیوں سور ہے ... اسی کا محمدؐ نبی نور ہے
سو اس نور کے نور کوں سور کر ... کہ جس کا اجالا پڑے جگ اوپر
کہ وہ نور کرتار کا لے بدل ... سو کس بھانت تیں دیکھ آیا نکل
وہ کرتار ہے سب یو سنسار کا ... اوسی نور اجالا ہے جگ سار کا

۸ ورق ۔ ۱۴ سطور فی صفحہ ۔ ″۵½ × ″۸ ۔

۱۰۷۴ ۔ چھو منتر ۔ قبل ۱۲۲۳ھ ۔ ذوالفقار علی خاں صفا لکھنوی — نظم اردو

میر ذوالفقار علی خاں صفا لکھنوی شاگرد تھے میر تقی میر کے ۔ لکھنؤ سے پہلے بنگالہ گئے اور وہاں سے دکن آکر چینا پٹن میں مقیم رہے ۔ وہاں ان کی بڑی قدر و منزلت ہوئی ۔ میر عالم کی دیوانی میں حیدر آباد آئے اور ان کے متوسل ہو گئے ۔ چنانچہ مثنوی چھو منتر میں ان کی مدح لکھی ہے ۔ میر عالم کے بعد مہاراجہ چندو لال کے دربار میں باریاب ہوئے ۔ مہاراجہ نے پانچسو روپے ماہانہ تنخواہ مقرر کر دی اور اپنا مصاحب بنا لیا ۔ ان کا دیوان معلوم نہیں کہ اب کہیں موجود ہے یا نہیں ۔ گلزار آصفی اور محبوب الزمن میں ان کے کلام اور استادی کی بہت تعریف کی گئی ہے ۔ گلزار آصفی میں تو لکھا ہے کہ

"استاد وقت بود ۔ تا حال از ہیچ ولایت مانند او جامع علوم و کمالات احدے دیگر نہ آمد"
(یعنی اب تک حیدر آباد میں کسی جگہ سے ایسا جامع کمال نہیں آیا ہے)

اور یہ اس وقت لکھا گیا ہے جب کہ شاہ نصیر اور شیخ حفیظ وغیرہ دہلی سے آچکے تھے ۔

زیر نظر مثنوی چھو منتر انھوں نے غالباً ۱۲۲۳ھ یا اس سے قبل لکھی تھی کیونکہ اس میں میر عالم کی مدح لکھی ہے اور وہ ۱۲۲۳ھ میں فوت ہوئے ۔ خود ذوالفقار علی خاں صفا نے حیدر آباد میں ۱۲۳۶ھ میں وفات پائی ۔ اس طرح یہ مثنوی ان کے عہد شباب کی

پیداوار ہے اور اس وقت ان کے استاد میر تقی میر بھی زندہ تھے۔ چنانچہ اس کے آخر حصہ میں لکھا ہے ؎

ہاں اگر کچھ حسرت استاد ہے — تو بجا ہے یہ عمل یاد ہے
مثنوی یہ عشق کی تصویر ہے — قابل نذر جناب میر ہے
سو تو یہ باقی فقط افسوس ہے — لکھوا ب ہم سے لاکھوں کو سہے

میر عالم دیوان دکن کی جو مدح لکھی ہے اس کی بعض ابیات یہ ہیں ؎

مدح میر عالم

وصف جس کا خارج از تحریر ہے — ار وہاں جس کو ملا سو میر ہے
مرتفع جو اس کا پائے جاہ ہے — مردیان فہم وہاں کوتاہ ہے
کون ہے وہ صاحب جود و نوال — قدر دان زمرۂ اہل کمال
میر عالم صاحب فیض عمیم — ورثہ دار آیۂ خلق کریم
فضل سب یکسو امارت یکطرف — دولت یک جانب وزارت یکطرف
سرورے از دودۂ اہل قبول — سیدے از زمرۂ آل رسول
اے صفا اب یہ نہیں جائے گزاف — اس جگہ بے جا ہے مداحی کا لاف
کیوں سیادت کی یہ مد جاہ ہے — آگے تیرا اللہ ہی آگاہ ہے
اے کریم ذات والا اقتدار — سید برحق امیر نامدار
کس طرح لکھو لوں زبان التماس — دور باش جاہ سے گم ہیں حواس

یہ مثنوی کسی فارسی قصے پر مبنی نہیں ہے بلکہ مصنف کی طبعزاد ہے اور اس میں بنارس کے ایک طالب علم کا قصہ لکھا ہے جو پڑھنا لکھنا چھوڑ کر کسی تاجرزادے پر عاشق ہوگیا تھا اور جب وہ کسی بیماری سے فوت ہوگیا تو خود بھی اس کی چتا کے پاس مرگیا۔ قصہ طویل نہیں ہے مگر زبان و اسلوب بہت دلکش ہے۔ حمد و نعت کے لوازمات مثنوی کو ترک کر کے میر تقی میر کی طرح عشق کے بیان سے مثنوی شروع کردی ہے۔ ابتدا اس طرح ہوتی ہے ؎

محو ہے ساری خدائی عشق کی — بل بہ کافر ماجرائی عشق کی
یا تھا اپنے دم قدم کا پیکھنا — پانو پھسلا یا صنم کا پیکھنا
کفر ہے صنعاں کو یادہ عار ہے — یا رگ جاں بدتر از زنار ہے
سرگذشت اس راہ میں کتنی ہے یا تو — یہاں کیے بھولوں کو ٹھکانہ ہے نہ ٹھانوں

اختتام ؎

ہے ادب کہتا کہ مت بڑھا رتو — کہتی ہے جرات نہ ہمت ہار تو
گو یہ فدوی مو بمو مرہون ہے — قبلہ گاہا پر صلا مسنون ہے

ترقیمہ — تمت مثنوی پیوستہ بتاریخ بست و دوم رجب المرجب ۱۲۷۲ ہجری بمقام تاڑبن بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد۔

کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ قدیم دیسی کاغذ پر شکستہ خط نستعلیق میں کتابت ہے۔ اس مثنوی کا اور ایک نسخہ مولوی سید محمد صاحب مورخ حیدری کے کتب خانے میں موجود ہے اور ان کا خیال ہے کہ وہ خود مصنف کا لکھا ہوا ہے۔ اس کا ترقیمہ یہ ہے۔

"تمت تمام شد مثنوی چھو مختر تصنیف میرزا ذوالفقار علی خاں صفا بتاریخ پانزدہم شہر صفر المظفر ۱۲۴۹ھ ہجری روز پنجشنبہ۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفا کی وفات سے گیارہ سال اور ادارے کے زیر نظر مخطوطے سے ۲۹ سال قبل اس کی کتابت ہوئی ہے اور کسی کتب خانے میں غالباً اس کا نسخہ موجود نہیں ہے اور نہ صفا کے دیوان کا مخطوطہ ہی کہیں محفوظ ہے۔ اس میں قصیدے اور دیگر اصناف سخن میں بھی کلام موجود تھا۔

یہ مثنوی نواب میر یٰسین علی خاں یٰسین نبیرۂ نواب میر حسین علی خاں آمیر کی عطیہ ہے۔

ورق۔ (۱۰) ابیات فی صفحہ۔ "½۵ × "۸۔

۱۰۷۵۔ مقصود الطالبین۔ قبل ۱۰۷۵ھ　　　دکنی نثر

قدیم دکنی نثر کی اس کتاب کے مصنف اور زمانہ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا۔ یہ بہت ضخیم ہے مگر اس کے ابتدائی اور آخری چند اوراق محفوظ نہیں ہیں۔ ابتدا میں صرف ایک دو ورق غائب ہیں جو حمد و نعت سے متعلق تھے۔ باقی پورے دس ابواب محفوظ ہیں جو حسب ذیل موضوعوں پر قلمبند کئے گئے ہیں۔

۱۔ بصیرت اور بصارت۔　　۲۔ پیر اور مرید کا مقصود۔　　۳۔ دنیا کے تین قسم کے لوگ۔
۴۔ اپنی اور خدا کی پہچانت۔　　۵۔ طلب علم۔　　۶۔ عشق　　۷۔ روح۔　　۸۔ قران۔
۹۔ مشرکین۔　　۱۰۔ عرض و مقصود۔

اس کتاب کی زبان بہت قدیم ہے۔ شمائل الاتقیا کے اسلوب سے مشابہ ہے۔ ممکن ہے کہ قاضی عین القضات کی کسی کتاب کا ترجمہ یا شرح ہو۔ اس لئے کہ اس میں کہیں قاضی کے پیر کا حوالہ ہے اور کہیں لکھا ہے کہ عین القضات یوں کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد خواجگان چشت کے احوال اور مقولے بھی بطور وضاحت درج کئے گئے ہیں۔ قرآن شریف کی آیتوں اور احادیث نبوی سے بھی جگہ جگہ مذکورۂ بالا موضوعوں کی وضاحت کے لئے مدد لی گئی ہے۔ چونکہ ناقص الآخر ہے اس لئے معلوم نہ ہو سکا کہ صرف دس ابواب پر مشتمل تھی یا اس سے زیادہ پر۔ اصل کا نام بھی ٹھیک طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ مقصود الطالبین میں نے مقرر کیا ہے جو کتاب کے بعض مطالب اور الفاظ سے مترشح ہوتا ہے۔ اس میں جگہ جگہ دوست کو مخاطب کر کے خیالات ظاہر کئے گئے ہیں اور آخری حصے میں اکثر عبارتیں آہ افسوس لکھ کر شروع کی گئی ہیں۔

اس کے باب اول کی ایک طویل ابتدائی عبارت بطور نمونہ یہاں درج کی جاتی ہے تاکہ اگر یہ کتاب کسی اور کتب خانے میں ہو تو پتہ لگ سکے کہ یہ کس کی ہے اور اس کا سنہ تالیف کیا ہے۔ قدیم اردو نثر پر تحقیق کرنے والوں کو اس سے مدد ملے گی۔

"باب اول۔ بصیرت و بصارت

اے معنا دیکھنے میں دیکھنا۔ یعنی اس تن میں نورانی تن کوں دیکھنا۔ اے دوست او لوکاں جو دیکھتے تھے پیغمبر کوں اس تن سوں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کوں اے خطاب آیا۔ خدائے تعالٰے تے۔ قولہ تعالٰے۔ وتراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون۔ خدا کھیا کہ اے محمد لوگاں اس تن سوں تجے دیکھتے ہیں ولے

تیرے نورانی تن کوں توں جیسا ہے ویسا نہیں دیکھتے۔ اے دوستاں ہو میں یوں کہتا ہوں مگر اے ریت
تیں قرآن میں سے نہیں ہور دیکھتے بی نہیں۔ قولہ تعالیٰ۔ لقد جاءکم من اللہ نورٌ و کتابٌ مبین۔
خدا کھیا تحقیق آیا ہے تم تا کہنے کو خدا تے محمد ﷺ ہور قرآن ظاہر قرآن سوں خدا کیاں باتاں ہیں ہور محمدؐ کوں نور
کہتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ و اتبعوا النور الذی انزل معہٗ۔ خدا کھیا محمدؐ بچھ فرماتا ہے سو تیں کرو۔
پیچھے ہمیں تماکوں پند کہتے۔ اے دوست تیں قرآن کے حرفاں کالے دیکھتے ہیں اجلے کاغذاں پر۔ اس کالے
سطروں میں نور تو نا دیکھے۔ اسے مخلوق کہتے ہیں۔ اے جوں تیلے قرآن میں کیا اس قرآن کوں کاغذ ہور حروفاں
نہیں کیا سو کون باطن قرآن ہے سو سمجھنا۔ محمدؐ کا نور اے جوں بہت خلق محمدؐ مصطفےٰ صلعم کوں یک صورت سوں
یک تن سوں یک آدمی کر دیکھے ولے یوں دیکھن ہاریاں کوں خدا کھو کر کھیا محمدؐ کوں۔" (ورق ۴)

یہ کتاب بحالت موجودہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے جو مضمون حمد و نعت سے متعلق ہے ـــ
"خدا کا صفت یگانگی کا ہے ہور بہوت خوبیاں دیتا ہور خوشیاں دیتا۔ اپنا سب احوال کا خبر دیتا۔ خدا باج
اے دیتے ہارا دسرا کوئی نہیں۔"

اختتام ـــ "لوکاں نابوجھ کر کافر ہوئے۔ سو یو بات ابن عباس کوں بی پوچھے کہے۔ پیغمبر صلعم بولے میچے عرش پر خدا
کیتے۔ اسماں میں احمد کیتے ہور بہشتاں پر محمدؐ کیتے۔"

قدیم دیسی کاغذ پر شاہت نستعلیق میں یہ مخطوطہ لکھا گیا ہے۔ عنوانات اور مخاطبت کے کلمے سرخ روشنائی میں لکھے گئے ہیں۔
عربی عبارتیں نسخ خط میں درج ہیں۔

یہ مخطوطہ مولوی احمد اللہ خاں صاحب بی۔ اے۔ بی ایڈ مدرس گولکنڈہ ہائی اسکول کا عطیہ ہے۔

۲۷۲ ورق۔ ۱۵ سطور فی صفحہ۔ $6\frac{1}{2} \times 10\frac{1}{2}$۔

۱۰۷۶۔ تفسیر تصریح۔ قبل ۱۲۵۰ھ۔ مولوی حافظ میر شجاع الدین حسین — نثر اردو

حافظ شجاع الدین حسین (۱۱۹۰ھ تا ۱۲۵۶ھ) حیدرآباد کے ایک بڑے صوفی، عالم اور مصنف تھے۔ ان کے حالات اس
تذکرے کی جلد اول میں صفحہ ۱۴۷ پر درج ہو چکے ہیں اور ان کی سوانحِ قاضی امیر اللہ قندھاری نے لکھی تھی جو مناقب شجاعیہ
کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ ان کے منظوم رسالے کشف الخلاصہ کے کئی مخطوطے ادارے میں محفوظ ہیں۔ دیکھو مخطوطات نمبر ۱۳۱، ۱۳۱،
اور ۸۰۹ وغیرہ۔ جلد اول صفحہ ۱۴۷ پر حافظ شجاع الدین کی ۱۵ تصنیفات کی حسب ذیل فہرست درج ہے۔

۱۔ جوہر المنظام (عربی میں فقہ پر)	۲۔ رسالہ علم قرات (اردو)
۳۔ رسالہ رویت الٰہی (فارسی)	۴۔ رسالہ فوائد جماعت (فارسی)
۵۔ رسالہ جبر و قدر "	۶۔ رسالہ سماع "
۷۔ رسالہ احتلام "	۸۔ رسالہ قادریہ "

۹۔ رسالہ سلوک نقشبندیہ (فارسی) ۱۰۔ مناجات ختم قرآن (عربی)

۱۱۔ خطب عربی ۱۲۔ غزلیات (فارسی)

۱۳۔ معمات (فارسی) ۱۴۔ مکتوبات و قصائد ”

۱۵۔ کشف الخلاصہ (اردو)

لیکن اس وقت تک یہ معلوم نہ تھا کہ مولوی شجاع الدین صاحب نے قرآن شریف کی تفسیر بھی اردو نثر میں لکھی تھی۔

زیر نظر مخطوطہ سورۂ الحمد یعنے قرآن شریف کے تیسویں پارے کی مکمل تفسیر ہے اور ان کی زندگی ہی میں نقل کی گئی ہے۔ معلوم نہ ہوسکا کہ اس کا کوئی اور مخطوطہ کہیں موجود ہے یا نہیں۔ اس کے سرورق پر سرخ روشنائی میں لکھا ہے ۔۔۔

”این کتاب الحمد تفسیر مولوی میر شجاع الدین صاحب برائے خاطر عاطر امام الدین صاحب سید عبد اللہ امکان نوشتہ دادہ شد۔“

اس کے نیچے سیاہ قلم میں کسی دوسرے شخص نے لکھا ہے ۔۔۔

”این کتاب الحمد تفسیر مولوی میر شجاع الدین صاحب مولوی ملک سید عبد اللہ ولد سید یوسف الامیر غفر اللہ ولوالدین۔“

ان تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ادارے کے مخطوطہ نمبر ۱۹۰ میں جن امکان شاگرد برہان کا کلام موجود ہے وہ ممکن ہے کہ یہی سید عبد اللہ امکان ولد سید یوسف الامیر ہوں۔ ان کے کلام کی تفصیلات جلد چہارم صفحات ۲۵۱ تا ۲۵۵ پر شائع ہو چکی ہیں۔

اس تفسیر کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے ۔۔۔

”جب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں آشکارا لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے لگے سب کافر تعجب سے آپس میں پوچھنے لگے کہ نیا دین اور نیا قرآن کیا ہے۔ کسی نے کہا شعر ہے، کسی نے کہا سحر ہے، کسی نے کہا اگلے قصے ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ اون کے حال سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خبردار کیا۔ عم یتساءلون۔ کس چیز سے آپس میں ایک کو ایک پوچھتے ہیں یہ کافر۔“

اختتام ۔۔۔ ”بعضے جن بھی وسوسہ ڈالتے ہیں اور انسان بھی وسوسہ ڈالتے ہیں اور خدا کی عبادت سے باز رکھتے ہیں وہ سب شیطان ہیں۔ حق تعالیٰ سب مومنوں کو شیطانوں کے ہات سے اور اون کے وسوسے سے اپنے پناہ میں رکھے۔ بحق محمدؐ و آل محمدؐ صلعم۔ تفسیر حسینی میں لکھے ہیں حق تعالیٰ نے قرآن شریف کو شروع کیا بے سے اور ختم کیا سین پر یعنے بس ہے۔“

ترقیمہ ۔۔۔ ”بفضلہ تعالیٰ تفسیر تصریح میر شجاع الدین صاحب والا مناقب کہ بزبان ہندی بیان فرمودہ اند۔ الحمد للہ والمنہ این تفسیر الحمد بتاریخ یازدہم صفر المبارک بروز سہ شنبہ وقت پہر روز و نیک ساعت در زمانہ نواب مستطاب معلے الالقاب سپہر رکاب نواب ناصر الدولہ بہادر چراغ آصفی رئیس دکن فرخندہ بنیاد حیدرآباد باتمام رسید۔ خط عاصی کثیف کمترین سید عبد اللہ ولد سید حبیب صاحب برائے خاطر عاطر حضرت امام الدین صاحب نوشتہ دادہ شد۔“

گویا سید عبد اللہ ولد سید حبیب صاحب نے امام الدین صاحب کی خاطر یہ تفسیر نقل کی اور (سرورق کی عبارت کے مطابق)

سید عبد اللہ امکان ولد سید یوسف کو دی۔ کچھ ایسا شبہ بھی ہوتا ہے کہ سید عبد اللہ امکان ہی کا نام امام الدین بھی تھا بہر حال کسی نہ کسی وقت حقیقت حال ظاہر ہوگی۔

اس تفسیر کے خاتمے کے بعد دوسرے صفحہ پر کسی اور کاتب غالباً سید عبد اللہ ولد سید یوسف نے بواسیر، وبا اور دوسری بیماریوں کے نسخے لطیف الدین، سالارجی اور محی الدین صاحب وغیرہ کے حوالے سے نقل کئے ہیں۔

یہ تفسیر معمولی خط نستعلیق میں انگریزی کاغذ پر لکھی گئی ہے۔

۱۰۲ ورق۔ ۷ سطور فی صفحہ۔ "۶ × ½۸۔

۱۰۷۷۔ تفسیر قرآن۔ قریب ۱۱۰۰ھ۔

دکنی اردو

دکنی زبان میں قرآن شریف کی تفسیریں متعدد بزرگوں نے مختلف زمانوں میں لکھی ہیں۔ جن کے نسخے ادارے میں محفوظ ہیں ان میں سے بعض تفسیروں کے مفسروں کے نام معلوم نہ ہو سکے اور بعض کے معلوم ہوئے ہیں مثلاً جن کے نام معلوم ہوئے ان میں سے بعض یہ ہیں ۔۔۔

۸۵۲۔ تفسیر تنزیلی۔ محمد درویش بابا قادری جلد ۳ و ۴۔ صفحہ ۵۵ و ۲۰۶۔

۱۰۷۶۔ تفسیر تصریح۔ مولوی حافظ میر شجاع الدین حسین۔ جلد ۵۔

جن مصنفوں کے نام معلوم نہ ہو سکے ان میں سے بعض کے نمبر معہ وضاحت جلد یہ ہیں ۔۔۔

۳۷۱۔ قبل ۱۱۰۰ھ۔ جلد ۱ صفحہ ۲۷۴
۸۶۲۔ قریب ۱۲۵۰ھ۔ جلد ۴۔ صفحہ ۲۲۲۔

زیر نظر مخطوطہ بھی تفسیر قرآن ہے جو بظاہر مکمل ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ درمیان میں اوراق غایب ہو گئے۔ بہت ہی کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ آخری پارے کی تفسیر سے شروع ہوتا ہے اور اس میں سورۂ مزمل اور دوسرے پاروں کے سوروں کی بھی تفسیر موجود ہے۔ معلوم نہ ہو سکا کہ مولف نے کیا ترتیب قائم کی تھی۔ بحالت موجودہ اس کی عبارت یہ ہے:۔

ایاک نعبد وایاک نستعین۔ اے پروردگار ہم بندے تیرے ہیں اور بندگی تیری کرتے کی توفیق رکھتے ہیں ہور مدد بھی تیرے سوں مانگتے ہیں۔ ہمارے تیں پیدا کرنے ہارا ہے کام پر سب مدد کرنے ہارا ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ دکھا توں ہمارے تیں استوار ہور سوائی راہ۔ ترے ذات کی طرف نیٹ پونچنے کی جس باٹ پر ہمارے پیغمبر صلعم نیں بولائے ہیں۔"

اختتام ۔۔ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق یہ قرآن عالم کو نصیحت ہے اور پیغمبر صلعم کی ذات سے عالم کوں شرف ہے اور تفسیر والے لکھتے ہیں کہ نظر لاگے ہوئے شخص کوں اس آیت سے زیادہ بہتر علاج نیں ہے۔"

اس تفسیر کی زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ دکن میں ۱۱۰۰ھ کے قریب تصنیف کی گئی ہے۔ کتابت بھی نہایت قدیم کاغذ پر اسی زمانے میں کی گئی ہے۔ ثلث آمیز نستعلیق خط میں لکھی گئی ہے۔ قرآنی آیات سرخ روشنائی میں ہیں۔

مولوی احمد اللہ خاں صاحب بی۔اے، ڈپ ایڈ کا عطیہ ہے۔

۱۵۷ ورق۔ ۱۳ سطور فی صفحہ۔ "½۶ × ½۸۔

۱۰۷۸۔ انشائے فضائل خانی ۱۲۱۹ھ خطوط حافظ وجیہ الدین فضائل خاں مرتبہ معمور خاں بنّی — نثر فارسی

دکن کے ایک مشہور تاریخی شہر اور صوبہ آندھرا کے سابق پایہ تخت قمر نگر کرنول کی تاریخ سے متعلق یہ کتاب ایک اہم تاریخی دستاویز ہے۔ کرنول کے علاوہ عام طور پر ہندوستان اور بطور خاص دکن اور آصفی سلطنت کے بارے میں اس سے اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

یہ دراصل حافظ وجیہ الدین صاحب صاحب المخاطب بہ فضائل خاں متوفی ۱۲۱۷ھ کے خطوط اور تحریروں کا مجموعہ ہے جس کو ان کے ایک شاگرد محمد معمور خاں بنی نے ۱۲۱۹ھ میں جمع کر کے اپنے ایک فاضلانہ مقدمہ کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اس مقدمے کے سبب تالیف میں معمور خاں نے اپنے استاد فضائل خاں کے جو حالات لکھے ان کا خلاصہ یہ ہے۔

"نواب کرنول رن مست خاں غفراں ماب (متوفی ۱۱۹۱ھ) کے عہد میں حافظ وجیہ الدین المعروف بہ صاحبن صاحب علم و فضل میں ممتاز تھے۔ حافظ قرآن ہونے کے علاوہ خوش الحان قاری بھی تھے اور ایک ہی نشست میں قرآن ختم کرتے تھے۔ ایسے اعلیٰ پایہ کے خطاط اور انشاء پرداز تھے کہ سرکاری تحریروں کے مسودے اور مبیضے ان ہی سے لکھائے جاتے تھے۔ علم دین اور فقہ کے ایسے ماہر تھے کہ ریاست کرنول میں منصب صدارت کے عہدہ پر مامور تھے۔ تدبر و سیاست میں ایسا درک رکھتے تھے کہ رن مست خاں کے جانشین نواب الف خاں کے عہد میں ریاست کرنول کے سفیر بنا کر نظام علیخاں آصفجاہ ثانی کے دربار میں حیدرآباد روانہ کئے گئے۔ مدار المہام دکن اعظم الامرا ارسطو جاہ نے ان کو اتنا پسند کیا کہ دربار آصفی سے محمد فضائل خاں کا خطاب دلایا اور آصفی منصبدار بنالیا۔ آخر کار حیدرآباد ہی میں ۷ ذیقعدہ ۱۲۱۷ھ میں فوت ہوئے۔"

ان کے انتقال کے بعد ان کی جملہ تحریریں ان کے شاگرد معمور خاں بنی نے جمع کیں اور ان کو ایک مقدمہ اور تین ابواب میں تقسیم کر کے ۱۲۱۹ھ میں مرتب کیا۔

مقدمے میں انشاء پردازی کے قواعد اور انشاء پردازوں کے فرائض اور ضروریات اور انشاء کی اصطلاحوں سے متعلق بڑے عمدہ انداز میں بحث کی ہے اور قدیم انشاء پردازوں مثلاً ابوالفضل، مقیم قطب شاہی، نعمت خاں عالی، شہامت خاں خیالی، موسوی خاں فطرت اور رضوی خاں ندرت وغیرہ کی خصوصیات اور ان کے نام اور کام کی تفصیلات لکھی ہیں۔

فصل اول میں وہ تمام عرضیاں اور خطوط شریک ہیں جو نواب رن مست خاں کی طرف سے شاہان دہلی، امرائے عالی تبار اور مشائخین عظام کو بھیجے گئے تھے۔

دوسری فصل میں وہ خطوط ہیں جو کرنول کے امرا اور دربار رن مست خاں کے ارکان نے مختلف اصحاب کو لکھے تھے۔

تیسری فصل میں وہ خطوط ہیں جو خود فضائل خاں نے مختلف دوستوں اور امیروں کو لکھے تھے۔

ان تمام عنوانات سے قبل اس مجموعہ کے مرتب معمور خاں بنی نے اپنے وطن کرنول اور وہاں کے نوابوں کے حالات لکھے ہیں۔ یہ حصہ کرنول کی ایک مستند تاریخ کی حیثیت رکھتا ہے اور آصفی تاریخوں میں نواب ناصر جنگ، نواب مظفر جنگ وغیرہ کی شہادتوں کی جو تفصیلات لکھی گئی ہیں ان کے بارے میں اہل کرنول کے نقطۂ نظر کو واضح کرتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آصفی عہد

کے اس دور کی تاریخ اس وقت تک صحیح طور پر نہیں لکھی جا سکتی جب تک کہ اہل کرنول کے نقطۂ نظر کو معلوم نہ کیا جائے اور وہ باتیں ظاہر نہ ہوں جن کی بنا پر نواب ناصر جنگ اور مظفر جنگ کو اہل کرنول نے قتل کیا تھا۔

اس کتاب میں پہلے اس کے مولف نے شہر کرنول اور ریاست کرنول کی آب و ہوا اور خوبیوں کی بڑی تعریف لکھی ہے اور اپنے ایک سچے محب وطن ہونے کا عمدہ ثبوت دیا ہے۔ اس کے بعد نواب رنمست خاں کے خاندان کی اور ان کی ذاتی خوبیوں اور خصوصیتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ان کے عہد حکومت کے حالات اور اس دور کے اکابرین کی تفصیلات بطور تذکرہ قلمبند کی ہیں۔ اس طرح اس مخطوطے کے یہ ابتدائی اوراق بطور تاریخ کرنول لکھے گئے ہیں اور بہت اہمیت رکھتے ہیں اور دکن کے ہر مورخ کے لئے ان کا مطالعہ ضروری ہے۔

اصل کتاب میں مقدمے کے بعد فصل اول میں نواب رنمست خاں اور نواب الف خاں کی طرف سے حسب ذیل اصحاب کے نام عرائض اور خطوط موجود ہیں۔

شاہ عالم بادشاہ غازی۔ عبدالاحد خاں مجدالدولہ وزیر اعظم دہلی۔ امیرالامرا شجاع الملک فرزند نظام الملک آصفجاہ۔ اعظم الامراء ارسطوجاہ۔ عمدۃ الملک فرزند والاجاہ۔ عمدۃ العلما مولوی نورالعلا۔ پیر بادشاہ صاحب میدک (ان کے نام متعدد خطوط ہیں)۔ موسیٰ صاحب۔ شاہ خلیفہ اسمٰعیل دیوانہ۔ شاہ رعنا صاحب۔ شاہ حفیظ اللہ صاحب۔ بادشاہ صاحب مدنی۔

فصل دوم میں حسب ذیل خطوط ہیں۔

رندولہ خاں برادر عموی رنمست خاں بنام بہلول خاں مخاطب بہ محمد خضر خاں
" " " " بادشاہ صاحب مدنی (کئی خطوط ہیں)
احمد علی خاں فرزند رندولہ خاں " پیر بادشاہ صاحب
رندولہ خاں بنام خواجہ لطف اللہ، میرزا عوض بیگ خاں، خواجہ عالم خاں
راجہ دھرم داس " خورشید محمد خاں خویش نواب عبدالنبی خاں، سید محمد خاں
شاہ اکمل قادری " اہلیہ میر امام صاحب
والدہ شاہ اکمل قادری " رنمست خاں
شاہ صبغتہ اللہ " عبدالسعید خاں برادر عبدالنبی خاں
مرزا عوض بیگ خاں " سید غالب بیگ خاں، قاسم علی خاں

فصل سوم میں خود حافظ وجیہہ الدین فضائل خاں کے خطوط حسب ذیل افراد کے نام موجود ہیں۔

نواب رنمست خاں (متعدد)۔ محمد رندولہ خاں، عیوض بیگ خاں، محمد حبیب اللہ منشی عبدالنبی خاں، حافظ محمد حبیب اللہ، کریم الدین خاں پسر حافظ شیر خاں، حکیم منعم عرف منا صاحب، نور محمد خاں لوہانی رفیق عبدالنبی خاں، ممور خاں پنی (کئی خطوط)، محمد اکبر خاں نوایت، خواجہ احمد صاحب قبلہ۔

ان میں سے اکثر تاریخی شخصیتیں ہیں اور سنہ ۱۲۰۰ھ سے قبل کی تاریخ دکن کی تحقیقات میں ان سے بڑی مدد ملتی ہے۔ اس کتاب کے مرتب ممور خاں پنی کو کتاب کی ترتیب و تہذیب اور انشاپردازی کا بڑا اچھا ذوق حاصل تھا۔

معلوم نہیں کہ ان کی اور کوئی کتاب کہیں موجود ہے یا نہیں۔

ابتدا۔۔ "اجتماع گلدستۂ کلام بیان تمنائے جامعیت کہ اولاً رقعہ رقعہ سخن را از صفحۂ ضمیر نہانیاں عالم سخن پروری انتخاب کردہ رنگین مجموعۂ جہاں معانی می سازد۔"

اختتام۔۔ "الٰہی پیکر شاہد این مجموعۂ دل افروز را از نہفت جواہر قبولیت طبایع نکتہ پسند مزین و چشم زیب دستارانگی ملل اشتہار جلوہ افروز روشن محل توجہ مطالعہ صاحب طبعان عالی مزاج کناد۔"

ترقیمہ۔۔ "انشاء فضائل خانی بتاریخ دہم رجب المرجب روز پنجشنبہ ۱۲۶۶ھ ہجری۔"

یہ مخطوطہ باریک دیسی کاغذ پر نہایت عمدہ خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ نواب عنایت جنگ بہادر نے دوسری متعدد قلمی کتابوں کے ساتھ ادارے میں بطور عطیہ داخل کیا ہے۔ دوسرے ورق پر ان کی مہر عنایت جنگ ۱۲۴۳ھ ثبت ہے۔ بہت کرم خوردہ ہو گیا ہے مگر عبارتیں محفوظ ہیں۔

۹۲ ورق۔ ۱۲ سطر فی صفحہ۔ ½۵×½۸۔

۱۰۷۹۔ ناری نامہ۔ قبل ۱۲۵۱ھ۔ غفار قادری — نظم اردو

یہ کوئی غیر معروف دکنی شاعر ہیں جنھوں نے اس طویل نظم میں اس دور کے عام رجحان کے مطابق عورتوں کو بڑی سخت نصیحتیں مردوں کی اطاعت و تابعداری کے لئے کی ہیں اور مردوں کو بھی ہدایت کی ہے کہ کس قسم کی عورتوں سے شادی کریں۔ ان کو زبان پر قدرت ہے اور شعر و سخن کے فطری ذوق سے بہرہ ور ہیں۔ معلوم نہ ہو سکا کہ کس مقام کے رہنے والے تھے اور یہ نظم کب لکھی ہے۔ زبان و بیان کے لحاظ سے ۱۲۵۱ھ کے قریبی زمانے کی نظم معلوم ہوتی ہے۔ صرف ایک شعر ایسا ہے جس میں محی الدین قادری کو اپنا پیر ظاہر کیا ہے۔ اس کے علاوہ پوری نظم سے مصنف کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ اس میں تقریباً ڈیڑھ سو بند ہیں۔

ابتدا۔۔

سن ری ناری پیو کی بات — سب سوں اپنا پیو بھلا
کرنا پیو سے جیو کی بات — سب سوں اپنا پیو بھلا
اپنے پیو کوں کرنا پیار — ڈر کر اوس سوں کر سنسار
راضی اس سوں ہے کرتار — سب سوں اپنا پیو بھلا

اختتام۔۔

ناری اپنے گھر میں رکھ — دہشت دے کر ڈر میں رکھ
پر دا کر کر بر میں رکھ — سب سوں اپنا پیو بھلا
غفار موتیاں رولا ہے — نازک باتاں کھولا ہے
ناری تن کو بولا ہے — سب سوں اپنا پیو بھلا

ترقیمہ۔۔ "تمت الکتاب قصہ ناری نامہ۔ کاتب الحروف عاجز غریب سید یٰسین ولد میر صادق ابن سید میر سادات حسینی بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد بتاریخ پنجم ماہ شوال المکرم ۱۲۵۱ھ ہجری روز دوشنبہ بوقت ظہر

ارقام یافت برائے خواندان بی بی سکینہ خانم صاحبہ قبلہ مدظلہ العالی۔

۱۵ ورق۔ ۱۰ سطور فی صفحہ۔ ۶"×۹"۔

۱۰۸۰۔ نصاب العارفین۔ ۱۲۵۸ھ۔ حسین علی مرتضیٰ نگری نظم اردو

اسی نام اور اسی مصنف کی ایک فارسی مثنوی بھی ادارے میں نمبر ۸۰۸ پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات جلد دوم صفحات ۱۱۶۔ ۱۱۷ پر شائع ہو چکی ہیں۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۲۲۸ھ اور سنہ کتابت ۱۲۶۴ھ ہے۔

زیرِ نظر مخطوطہ اسی نام کی ایک اردو مثنوی پر مشتمل ہے۔ جس میں مصنف کا نام بھی وہی ہے مگر سنہ تصنیف ۱۲۵۸ھ لکھا ہے اور پوری مثنوی فارسی کا ترجمہ ہے۔ اگر کسی اور شخص نے اردو میں یہ ترجمہ کیا ہے تو تعجب ہے کہ اس نے اپنا نام کیوں نہیں لکھا۔ اس کا بھی امکان ہے کہ خود حسین علی نے فارسی مثنوی کی تالیف کے (۳۰) سال بعد اس کو اردو میں منتقل کیا ہو یا اردو مثنوی کے کاتب نے اٹھائیس کی جگہ اٹھاون لکھ دیا ہو۔ لیکن یہ اردو مثنوی گھٹیا درجے کی ہے۔ اس کا مصنف کوئی معمولی شاعر معلوم ہوتا ہے۔ یہاں اصل فارسی مثنوی اور اس کے ترجمے اردو مثنوی کے بعض حصوں کو درج کیا جاتا ہے جس سے ترجمے کے انداز اور خصوصیات کا علم ہوگا۔

در وصف مرشد خویش

اوی من معدن اعجاز بود — از کلید مخزن ہمراز بود
عاشق واصل ز فیض غوثیہ — معنی و منطق ہمہ بردے ضیا
اقتدا کردند باوے سالکاں — مظہر آل رسول امتثال
آل محی الدین محبوب خدا — در طریق خاندان غوثیہ
سید اسد اللہ حسینی نامور — آنکہ مشائخش بکنجر لہ نشر
اوستادم محمد اعظم باکرام — آں بہ برساپوری دارد مقام
ہم بدانی مولوی سلطان علی — در شریعت صدر آرائے جلی
منشی اسمٰعیل اہل راز داں — خوش نویس و خوش طبع شیریں بیاں

در بیان جناب مرشدی گوید

پیر میرے معدن اعجاز ہیں — کنجی کی نکلے سے او ہمراز ہیں
نعمت غوثیہ سے دل معمور ہے — معنی و منطق میں او مسرور ہے
ہے مشائخ جملہ او کے مقتدی — آل پیغمبر کے ہیں او احمدی
خاص ہیں او لاد محبوب خدا — جن کو حق محبوب کا بخشا خدا
سید اسد اللہ حسینی جن کا نام — بندۂ بے دام ہوں ان کا غلام
ہے وطن اون کا کنجر لا مقام — بزرگوں سے اوس جگہ ہی ہے مقام
ہے مرا استاد علم میں مشہور — ہے وطن ان کا سنو تم سالپور
محمد اعظم ہے اون کا نام سن — او دئے عرفان کے موتیاں کوں چن
دوسرے ہیں مولوی سلطان علی — دین کے میداں میں ہیں او جلی
تیسرے منشی وہ اسمٰعیل ہیں — راز کے باتوں میں قال و قیل ہیں

اس اردو مثنوی میں (۲۳۵) ابیات ہیں۔ اس کے کاتب نہ صرف کم سواد ہیں بلکہ زشت خط بھی ہیں۔ اکثر معمولی الفاظ غلط نقل کئے ہیں۔ انھوں نے اپنا نام اور تاریخ و مقام کتابت بھی نہیں لکھا۔

ابتدا۔۔ کر اپنا آغاز بسم اللہ سوں — ہر بندے کوں عشق ہو اللہ سوں
عشق بن اسرار اوس کا ہے محل — گر ہو الو عشق اوس کو ہے سہل

اختتام۔۔ نیں کو ناحق فقر کا جپ نام کیا — بہن جیسا مکر کا بدنام کیا

عیب ظاہر کرنا سو شیطان ہے اوس سے ناراض اپنے رحمان ہے
کرا لیا تو اس رسالے کو تمام بعد ازاں پڑھ فاتحہ و السلام

اس کے بعد دوسرے صفحہ سے نعتیہ غزلیں (بعنوان قصیدے) لکھی ہیں۔ پہلی غزل میں (۱۱) شعر ہیں ؎

مطلع — محمدؐ کی گر شاہنشاہی نہ ہوتی تو دوزخ سے جانو رہائی نہ ہوتی
مقطع — خدا کی قسم کھا یہ بہتر ہے سُنی جو ہم سے نبی کی جدائی نہ ہوتی

دوسری غزل کے صرف چھ شعر درج ہیں۔ مطلع یہ ہے ؎

نور خدا محمدؐ خیر الوریٰ محمدؐ صلی علیٰ محمدؐ صلی علیٰ محمدؐ

۱۰ ورق۔ کہیں (۱۴) اور کسی صفحہ پر (۱۳) شعر۔ "۶×"۹۔

۱۰۸۱۔ ترجمہ آدم فی الصحبت۔ قریب سنہ ۱۲۱۱ھ۔ شیخ آدم نثر اردو

یہ اردو نثر میں حدیث کی ایک طویل کتاب ہے جو دراصل ابن حجر کی کتاب زواجر کا ترجمہ ہے اور اس کی ترتیب میں تنبیہ الغافلین سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے مصنف عہد امیر الہند والاجاہ نواب عمدۃ الامرا (سنہ ۱۲۱۱ھ - سنہ ۱۲۱۶ھ) کے بڑے عالم اور صاحب تصنیف بزرگ شیخ آدم تھے جن کی ایک اور کتاب "اعجاز اسلام" کا قلمی نسخہ بھی ادارے میں موجود ہے اور اس کا ذکر آئندہ اپنے نمبر پر آئے گا۔

نواب عمدۃ الامرا کے فرزند امیر الملک معین الدولہ محمد علی حسین خاں ظفر جنگ تاج الامرا شیخ آدم کے شاگرد تھے اور ابن حجر کی کتاب زواجر اُن سے پڑھ رہے تھے کہ اپنے استاد سے فرمائش کی کہ اگر اس کا ترجمہ اردو میں کر ڈالئے تو عورتوں اور مردوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ چنانچہ اس کا ذکر خود شیخ آدم نے اس کتاب کے سبب تالیف کے طور پر اس طرح لکھا ہے —

> "جان تو جو مردمک دیدۂ دولت و اقبال، نور البصر جاہ و جلال، امیر کبیر در امارت بے نظیر، امیر الملک معین الدولہ محمد علی حسین خاں بہادر ظفر جنگ یعنے ثمرۂ فوائد، قرۃ العین معین شاہان، ماد (؟) سلطنت پناہاں، جناب امیر الہند والاجاہ نواب عمدۃ الامرا بہادر خلد اللہ ظلہما و ادام اللہ سلطنتہما بطول حیاتہما، زواجر کی کتاب حدیث شریف میں ابن حجر ہیثمی سیں اس عاصی یعنے شیخ آدم سیں قرات کرتا تھا۔ اوس کے تئیں نام کتاب کثیر الفوائد پر نظر کر کر فرمایا کہ اس کا ترجمہ صاف ہندی میں ہوئے تو سب کو خصوصاً عورتوں اور مردوں کو بہت فائدہ بخشے گا۔"

اس کتاب میں حسب ذیل عنوانوں پر (۱۲) ابواب شامل ہیں:—

۱۔ نماز میں سستی کرنے اور نماز ناغہ کرنے کے عذاب کے بیان میں۔ وضو اور نماز کی فضیلت۔
۲۔ ماں باپ کی بے فرمانی اور رنج دینے کا عذاب اور فرزند کا حق ماں باپ پر
۳۔ زنا ۴۔ مرداں مرداں کے سات عورتاں عورتاں کے سات ۵۔ مرد کا حق جورو پر

۶۔ جورو کا حق مرد پر ۷۔ خودکشی اور دوسروں کو قتل کرنا ۸۔ زکوٰۃ نہ دینے کے عذاب اور سخاوت کے ثواب
۹۔ سود لینے دینے کے عذاب ۱۰۔ شراب خواری کے عذاب ۱۱۔ رونے رلانے کے عذاب ۱۲۔ گناہ کبائر

ان میں پانچواں اور چھٹا باب تنبیہ الغافلین پر مبنی ہیں۔ بعض ابواب میں دو، دو تین، تین فصلیں بھی ہیں۔

اس کتاب کا ایک اور نسخہ نصیر الدین ہاشمی صاحب کے ایک عزیز مولوی عبداللہ صاحب کے کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ زیرِ نظر نسخہ معمولی خطِ نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ کاتب کم سواد اور غلط نویس ہیں۔ عنوانات سرخ روشنائی میں لکھے ہیں۔ ہنگنڈہ میں سید میر نے ۱۲۶۰ھ میں سراج الدین جمعدار کی فرمائش پر نقل کیا ہے۔

ابتدا۔ (عربی حمد و نعت کے بعد) "جمیع حمد و ثنا خدائے تعالےٰ کے تئیں سزاوار ہے جو گناہ کے زہر کے تئیں توبہ کا زہر مہرہ بخشتا ہے اور عاصیاں کے کوہ گناہ کے تئیں عاصی کے عذر و حیلہ کی ٹانکی سے اوکھاڑ دیا ہے"۔

اختتام۔ "کسی کی بدی غیبت میں یا نثر میں لاکر ظاہر کرنا۔ و ضرب وتر و استماعت ساز کا تار بجانا اور اس کا سننا و مزمن استماعت شہنائی اور سانسلی اور جو اس قسم سے ہولے بجانا اور اس کا سننا"۔

ترقیمہ۔ "تحریر فی التاریخ چہار دہم شہر شوال ۱۲۶۰ھ ہجری فرمائش محمد سراج الدین جمعدار کتاب زواجر شریعت بخط خام کمترین سید میر نوشتہ شد ساکن ہنگنڈہ"۔

۱۲۵ ورق۔ ۱۴ سطور فی صفحہ۔ "۶ × "۹۔

۱۰۸۲۔ تحفۃ النصائح۔ ۱۰۴۵ھ۔ قطب الدین رازی — نظم اردو

اس مشہور دکنی نظم کے اور چار مخطوطے ادارے میں نمبر ۵۱۰، ۵۱۵ ب، ۶۱۹ اور ۶۲۰ پر موجود ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو جلد سوم صفحات ۲۳۱۔۲۳۳۔ یہ شیخ محمد یوسف شاہ راجو کی فارسی کتاب تحفۃ النصائح کا اردو ترجمہ ہے اور اسی ردیف و بحر میں کیا گیا ہے۔ اصل فارسی تحفے کے بھی ادارے میں چار مخطوطے نمبر ۲۵۲، ۲۹۲، ۶۱۹ اور ۶۲۰ پر محفوظ ہیں۔

زیرِ نظر مخطوطہ اس کتاب کا پانچواں نسخہ ہے جس کو مخطوطات نمبر ۱۰۸۰ و ۱۰۸۱ کے کاتب سید میر ساکن ہنگنڈہ نے ۱۲۵۸ھ میں نہایت غلط اور زشت خط میں نقل کیا ہے۔ مکمل ہے اور مذکورہ نسخوں کے مطابق ہے۔

ابتدا۔ بولوں صفت میں بے گنت اس خالق جن و بشر نردھار کر آسماں رکھیا تارے سورج چندر قمر

اختتام۔ ہجرت تے دس سال ہور چالیس پر بھی پانچ تھے تب یہ مرتب سب ہوا تحفہ سو دکھنی نا سور

ترقیمہ۔ "تحفہ ارشاد حضرت شاہ راجو قتال صاحب غفران پناہ قدس سرہ تحریر فی التاریخ بست و نہم شہر جمادی الثانی روز دوشنبہ بوقت یک پہر پنج گھڑی نوشتہ شد۔ ۱۲۵۸ ہجری برائے فرمائش محمد سراج الدین جمعدار"۔

اس کے نیچے خود سراج الدین جمعدار کی تحریر ہے کہ ـــ

"میں عاصی محمد سراج الدین یہ کتاب غلام مصطفےٰ کو دیا۔ انو مجھے دوسری کتاب طغراد یئے۔
محمد سراج الدین جمعدار"۔

۴۲ ورق۔ ۱۸ سطور فی صفحہ۔ "۶ × "۹۔

۱۰۸۳۔ اعجاز الاسلام۔ ۱۲۱۵ھ۔ شیخ آدم — نثر اردو

شیخ آدم استاد تاج الامرا (مدراس) کی ایک اور کتاب ترجمہ آدم فی الصمدیت کا ذکر ابھی مخطوطہ نمبر ۱۰۸۱ پر گذر چکا ہے۔ یہ ان کی دوسری کتاب ہے جس کے کسی اور نسخے کا اب تک کہیں پتہ نہیں چلا ہے۔ اس کے سبب تالیف میں شیخ آدم لکھتے ہیں کہ ــــ

"صفات رحمانی کو اختیار کریں، فسق و فجور اور ذمیمہ صفات شیطانی کو اپنے سے دور رکھیں۔ اگرچہ اس بات پر آگاہی دینے کے لئے بہت سی کتب عربی و فارسی علماؤں نے تصنیف کئے۔ لیکن دقیق و فہم ان کا مشکل ہے۔ اس واسطے یہ حقیر شیخ آدم نے (عفی اللہ عنہ ولوالدیہ) اپنے برادران دخواہران دینی کے لئے جو اُمّی ہیں اور علم نہیں رکھتے۔ اس رسالہ میں چند باتیں قرآن مجید کے دلائل اور مشکواۃ شریف اور صحیح بخاری و زواجر وغیرہ احادیث معتبر سے اور چند نقل و روایات اہل تفسیر سے چن کر سلیس زبان میں جو عوام کی فہم میں آوے اور اُمّی بھی اس کو سمجھ سکے لکھا اور نام اس کا اعجاز الاسلام رکھا"۔

اس کتاب کو صرف چار فصلوں میں تقسیم کیا ہے جن کی تفصیل یہ ہے ــــ

۱۔ عبادت مفروضہ کی فضیلت
۲۔ اس کو ترک کرنے کی عقوبت
۳۔ اخلاق حسنہ کا بیان
۴۔ اخلاق ذمیمہ کا حال۔

یہ مخطوطہ ناقص الآخر ہے۔ بہت ہی جلی نستعلیق میں خاص اہتمام کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ حاشیہ پر سیاہ جدولیں کھینچی گئی ہیں۔ آب خوردہ ہو گیا ہے اور شیرازے کی طرف سے ناقص ہونے کے باعث الٹا شیرازہ بنا کر محفوظ کیا گیا ہے۔ ابتدائی دو صفحات بالکل پڑھے نہیں جاتے۔ تیسرا صفحہ اس طرح شروع ہوتا ہے۔

"نور و ظلمت کو پیدا کر کے دونو کی پہچانت کے چراغ عقل انسان کے ہاتھ دیا۔ اس پر بھی خیر کی راہ بتلانے اور گمراہوں کو ظلمت شر سے بچلنے اور ان کو راہ روشن پر"۔

بحالت موجودہ اس عبارت پر ختم ہوتا ہے ــــ

"فرماتے ہیں اے امت میری تم اکثر روؤ اور کم ہنسو۔ عاقبت کا خوف جس کے دل میں ہو وہ ہنسی نہ کرے گا اور اکثر اسی فکر و غم میں روتا رہے گا"۔

چونکہ ناقص الآخر ہے اس لئے کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ مولوی احمد اللہ خاں صاحب مدرس گونکنڈہ ہائی اسکول کا عطیہ ہے۔

۸۰ ورق۔ ۹ سطور فی صفحہ۔ "½۷ × "½۱۱۔

۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶۔ تاریخ افغانستان و سندھ ۔ ۱۲۶۱ھ ۔ میر اشرف علی گلشن آبادی نثر اردو

سید ابوالفتاح عرف میر اشرف علی گلشن آبادی ایڈیٹر مجمع الاخبار نے سید فدا حسین جمعدار ترک سوار کے سفرنامۂ افغانستان اور شیخ ذوالفقار الدین بھوبنوری کی تاریخ افغانستان و سندھ کو مرتب کر کے اور آخر میں اپنی طرف سے اضافہ کر کے ۱۲۶۱ھ میں یہ ضخیم تاریخ قلمبند کی ہے۔ جو سندھ اور افغانستان کی ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ء تک کی مکمل اور مستند تاریخ بن گئی ہے۔ چونکہ اس میں دراصل تین مصنفوں کی علیٰحدہ علیٰحدہ کتابیں یکے بعد دیگرے درج ہیں اس لئے ان تینوں کی تفصیلات ذیل میں علیٰحدہ علیحدہ لکھی جاتی ہیں۔

۱۰۸۴۔ سفرنامہ افغانستان از سید فدا حسین

| سید فدا حسین عرف نبی بخش بخاری الحیدری انگریزی فوج میں ترک سواروں کے جمعدار تھے اور میرٹھ کی چھاونی میں متعین۔

نومبر ۱۸۳۹ء مطابق ۱۲۵۵ھ میں انگریزی فوج کے ساتھ شاہ شجاع درانی والیٔ کابل کی مہم میں افغانستان روانہ ہوئے تھے۔ ان کے بھائی حاجی حسین علی خاں نے فرمائش کی تھی کہ جب مجبوراً افغانستان جا ہی رہے ہو تو وہاں کے چشم دید حالات بھی لکھتے جاؤ جس کی تعمیل میں یہ کتاب مرتب ہو گئی جو بعد کو دلی سے چھپ بھی چکی تھی اور اب اس مخطوطہ میں میر اشرف علی نے لفظوں کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ مرتب کر کے شامل کیا ہے مگر مضمون عبارت کا جیسا تھا ویسا ہی قائم رکھا ہے۔ اس کے عنوانات یہ ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ اس سفرنامے میں کیا باتیں بیان کی گئیں ہیں ۔۔

۱۔ ابتدائے مہم افغانستان ۲۔ احوال بھاولپور کا ۳۔ روانگی درۂ بولان سے
۴۔ حقیقت سیالکوٹ کی ۵۔ شہر غزنین اور پہلی لڑائی کی کیفیت ۶۔ شہر کابل کا بیان
۷۔ بامیاں کا احوال ۸۔ بندبربر کا عجیب ماجرا ۹۔ کالے پہاڑ کی سرگذشت
جس میں (۳۶) ہاتھ کا اونچا آدمی رہتا ہے۔ ۱۰۔ محراب خاں بلوچی حاکم قلات کا مذکور۔
۱۱۔ قید میں جانا امیر دوست محمد خاں کے عیال کا ۱۲۔ چاریکار کے مقام پہ امیر ممدوح کا آنا
۱۳۔ ریتی کا پہاڑ اور طلسمات کا نوبت خانہ ۱۴۔ امیر دوست محمد خاں کی لڑائیاں۔
۱۵۔ امیر دوست محمد خاں کی ملاقات لاٹ صاحب کے ساتھ ۱۶۔ امیر موصوف کی آل و اولاد کا شمار
۱۷۔ جلال آباد کا احوال ۱۸۔ شہر پشاور کا بیان ۱۹۔ امیر دوست محمد خاں کو ہندوستان میں لانا۔

افتتاح ۔۔ " یہ آوارہ عاجز و ناکارہ سید فدا حسین عرف نبی بخش بخاری الحیدری علاقہ جمعداری کا انگریزی ترک سواروں میں رکھتا تھا۔ زمانہ ناہنجار کی گردش سے ہر روز بازی تازہ بر روے کار لاتا ہے اور ہر وقت ایک نیا ہی شعبدہ اٹھاتا ہے۔"

اختتام ۔۔ "بخیر و عافیت شاہ جہاں آباد میں آیا اور بزرگوں کی زیارت کی اپنی مغفرت کی دعا مانگی۔ خدا قبول کرے۔ عرض خدمت میں جمیع سامعین اس کتاب کے یہ ہے ساٹھ ہزار کی جمعیت اس میں ۳۰ ہزار بنگالہ کے علاقہ اور تیس ہزار منبئی کے لڑائی پر گئے تھے سب مارے گئے۔ کل سات ہزار آدمی وہاں سے بچ کر زندہ آئے اور باقی وہیں مدفون ہوئے۔"

۵۰ ورق - ۱۳ سطور فی صفحہ - ۶½ × ۸½ -

اس کے بعد دوسری تاریخ مترجمہ شیخ ذوالفقار الدین بھوجپوری لکھنی شروع کی ہے۔

۱۰۸۵- تاریخ افغانستان اسمہ شیخ ذوالفقار الدین بھوجپوری | افغانستان کی ایک فارسی منظوم تاریخ کا ذوالفقار الدین نے اردو نثر میں ترجمہ کیا تھا

جو بالاقساط ۱۸۴۵ء کے اخباروں میں چھپتا رہا۔ میر اشرف علی گلشن آبادی نے ان مضامین کو یکجا کر کے اس مخطوطے میں بطور کتاب مرتب کر دیا ہے۔ اس تاریخ میں حسب ذیل عنوانات پر معلومات درج ہیں۔

۱- فساد ہونا شجاع کی سلطنت میں۔ نمود ہونا عبداللہ خاں اچک زئی اور امین اللہ خاں لوکرنی کا اور علم جہاد بلند کرنا۔

۲- مقتول ہونا جنرل برنس صاحب کا افغانوں کے ہاتھ سے۔

۳- غارت ہونا سرکاری مودیخانہ غازیوں کے ہاتھوں۔

۴- انتقال عبداللہ خاں دیہ مارو کے مقام پر

۵- سردار محمد اکبر خاں کا شاہ بخارا کی قید سے چھوٹنا۔

۶- داخل ہونا امیر اکبر خاں کا کابل میں اور ناروا مکھنا وزیر اعظم مکناٹن صاحب کو ملاقات کے واسطے۔

۷- مقتول ہونا گورنر مکناٹن صاحب کا

۸- گرفتار ہونا انگریزی سرداروں کا افغانوں کے ہاتھ میں۔

۹- لینا شمس الدین خاں کا قلعہ غزنین کو اور مقتول ہونا کرنل برنٹ صاحب کا۔

۱۰- جانا محمد اکبر خاں کا جلال آباد کو اور محاصرہ کرنا انگریز فوج کو

۱۱- قتل ہونا شاہ شجاع کا شجاع الدولہ کے ہاتھ سے

۱۲- مراجعت محمد اکبر خاں کابل میں جلال آباد سے اور غلبہ ہونا انگریزی لشکر کا۔

اس تاریخ کی ابتدائی اور آخری عبارتیں یہ ہیں ـــــ

ابتدا ـــ "راویان اخبار و ناقلان اسمار نے طوطی شیریں بیان تالیف کو یوں تقریر حکایات کے اس طرح شکر ریز کیا کہ جب اہالیان کمپنی انگریز بہادر نے بعد حصول فتح ملک کابل کے شاہ فلک پناہ شاہ شجاع الملک درانی کو کابل کے تخت گاہ پر بٹھایا اور امیر دوست محمد خاں بہادر والی کابل کو پیدل اور سواروں کی جمعیت کے ساتھ ہندوستان کو روانہ کیا تمام ملک کی رعیت اس ظہور فتح سے شاداں و فرحاں ہوئی"

اختتام ـــ "مسٹر اندرس اور مسٹر ولیور کی بی بیاں وغیرہ بیبیں انگریزی قیدی ان کو بڑی ہوشیاری اور حفاظت سے بامین کے قلعہ کی طرف روانہ کیا۔ اس دن محمد شاہ خاں نے زر و زیور اور جواہرات وغیرہ سر ولیم مکناٹن صاحب کی لیڈی کا جو غنیمت میں اس کے ہاتھ لگا سو سب کا سب امیر کو لا دیا"

۲۸ ورق (۵۲ تا ۷۹) - ۱۳ سطور فی صفحہ - ۶½ × ۸½ -

۱۰۸۶- ضمیمہ تاریخ افغانستان وسندہ اسمہ میر اشرف علی گلشن آبادی | گذشتہ دو تالیفات میں ۱۸۳۹ء سے ۱۸۴۲ء تک کے حالات

افغانستان درج تھے۔ اب میر اشرف علی گلشن آبادی نے اس کے بعد کے واقعات ۱۸۴۲ء تک بطور ضمیمہ خود مرتب کئے ہیں۔ یہ ضمیمہ مذکورہ بالا دونوں تاریخوں کے مجموعی حجم کے برابر ہے۔ گویا یہ خود ایک علیحدہ تاریخ ہے۔ اس میں حسب ذیل عنوانات پر معلومات درج ہیں۔

۱۔ اتفاق عجیب ہونا انگریزی لشکر کے داخل ہونے سے کابل میں اور نکل جانا اکبر خاں کا بامیاں کو۔
۲۔ فتح کرنا جنرل ناٹ کا قلعہ غزنین کو دفعہ ثانی۔ ۳۔ اشتہار لارڈ صاحب بہادر کا۔
۴۔ سلطان محمود غزنوی کا احوال اور خرابی سومنات کی۔ ۵۔ قیدیان فرنگ کا مذکور۔
۶۔ تاجین پر انگریزوں کی فتح ہونا اور قیدیوں کا چھوٹنا۔ ۷۔ مراجعت کرنا جنرل پالک صاحب کا کابل سے ہند کی طرف۔
۸۔ امیر دوست محمد خاں کا روانہ ہونا قصبہ سوری سے۔ ۹۔ لارڈ صاحب بہادر کا حکم ہونا اجتماع فوج مرقوم کو فیروزپور میں
۱۰۔ خیر خواہان انگریزی کی کیفیت۔ ۱۱۔ داخل ہونا سب لشکر کا فیروزپور میں۔
۱۲۔ کابل کا مختصر احوال جو بعد انگریزوں کے مراجعت کے وہاں گذرا۔ ۱۳۔ قندھار کے امیروں کا بیان جو ایران کو فرار ہوگئے۔ ۱۴۔ مراجعت کرنا امیر دوست محمد خاں کا ہندوستان سے کابل کی طرف۔ ۱۵۔ ملاقات ہونا امیر کی مہاراج شیر سنگھ سے۔ ۱۶۔ کابل کے امیروں کا ماجرا۔ ۱۷۔ لاہور کے فساد کی حقیقت اور شیر سنگھ کے مرنے کی کیفیت۔ ۱۸۔ شہر ہرات کا بیان۔ ۱۹۔ فرمان شاہ ایران۔ ۲۰۔ شہزادہ عالمگیر کا مران شاہ کا احوال اور گوالیار کی لڑائی۔ ۲۱۔ گوالیار کے قلعہ کی بناء۔ ۲۲۔ مقابلہ انگریزی فوج اور سندھیا کے لشکر کا۔ ۲۳۔ ملاقات لارڈ صاحب بہادر اور سندھیا مہاراج کی ۲۴۔ بخارا کا احوال۔ ۲۵۔ نقل فرمان سلطان السلاطین روم۔ ۲۶۔ پادری ولف کا بخارا میں پہنچنا۔ ۲۷۔ سلطان روم کے ایلچی کا حال۔ ۲۸۔ علم سیمیا اور بازیگروں کی کیفیت اور ان کا عجیب تماشا۔ ۲۹۔ کشمیریوں کے تماشے کا حال۔ ۳۰۔ امیران سندھ کا احوال۔ ۳۱۔ امیروں کی شکارگاہ اور لڑائی کا بیان۔
۳۲۔ امیر نصیر خاں کا بمبئی پر آنا۔ ۳۳۔ امیر رستم خاں کی عرضی۔ ۳۴۔ امیر شہداد خاں کی عرضی۔
۳۵۔ لندن جانا امیر نصیر خاں کے ایلچی کا۔ ۳۶۔ ہندوستان کے مداخل مخارج کا حساب۔ ۳۷۔ انگلستان سے ایلچی کا پھر آنا۔ ۳۸۔ اعتراض سندھ کے گورنر کے اور جواب سندھ کے امیروں کے۔ ۳۹۔ وفات امیر نصیر خاں کی۔ ۴۰۔ خاتمہ۔

ابتداء۔ "یہاں سے آغاز ضمیمہ ہے۔ غرض تیئسویں ستمبر ۱۸۴۲ء عیسوی مطابق چوبیسویں شعبان المعظم ۱۲۵۸ھ ہجریہ کو جنرل میکاسل بڑے لشکر کے ساتھ کابل میں داخل ہوا۔ امین اللہ خاں نے اس کا مقابلہ کیا۔"

اختتام۔ "ناظرین سے یہ امید ہے جو نظر انصاف سے اس مختصر تاریخ کو دیکھیں اور زمانے کی عادات اور ناپائداری پر دھیان کریں۔ غافلوں کے پاس ایک یہ قصہ ہے سرسری پر عاقلوں کے نزدیک ایک کتاب ہے یہ نصیحت و عبرت کی بھری ہے

نظر میں ہوشیاروں کے درخت سبز کا پتہ
خداوند جہاں کی معرفت کا اک ورق ہے گا"

۱۰۴ ورق (۹۷ تا ۱۸۳) - ۱۳ سطور فی صفحہ - "۱/۲ ۶ × "۱/۲ ۸ -

اس طرح تینوں (سید فدا حسین، شیخ ذوالفقار الدین اور میر اشرف علی) کی تاریخیں یکے بعد دیگرے لکھی گئی ہیں۔ مگر یہ تینوں میر اشرف علی نے ایک لڑی میں پرو دی ہیں اور ان سب کو ایک دیباچہ اور خاتمہ کے ساتھ ایک بڑی کتاب کی شکل دی ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ـــ

ابتدا ـــ "حمد و ثنا بادشاہ حقیقی کو سزاوار ہے کہ جس نے تمام سلطنت روے زمین کی انسان کے قبضۂ اقتدار میں دی اور شکر گزار دن کو بڑی بڑی مصیبتوں اور مشکلوں سے بچاکر اپنی قدرت کاملہ نمودار کی"

اختتام ـــ تیسری تاریخ ـــ

تم اس تاریخ کو ساغر کہ اب جام جم جیسا   کہ حال سندھ و افغاں سال تاریخ اس میں ہے لکھا

چوتھی تاریخ ـــ

لیا ملک افغاں نے آباکر   وطن کو پھرے وہ بحال مظفر

ترقیمہ ـــ تحریر تاریخ تیئسویں ماہ اگست ۱۸۵۰ء عیسوی مطابق اکیسویں ماہ شوال ۱۲۶۶ ہجری بروز جمعہ بوقت دوپہر روز در چھاؤنی ایلیچپور پلٹن چہارم تحریر نمودہ شد۔ برائے ملاحظہ نمودن شیخ آدم صوبیدار ملازم بٹالین مذکور کمپنی لیسٹ۔

بخط خام ناقص الاحقر خدا بخش ولد لالہ ہیرا پرشاد رہنے والا ہندوستان بلدہ اعظم آباد عرف پٹنہ اختتام نمود۔ دوہرہ ہندی

لکھا رہے سو ساٹھ برس ابھی نہ مٹی کوے   لکھنے والا اصل بسا گھل گھل ماٹی ہوئے"

یہ مخطوطہ انگریزی کاغذ پر پکی سیاہی میں بخط نستعلیق لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ نواب عنایت جنگ بہادر نے دوسری کتابوں کے ساتھ ادارے میں بطور تحفہ داخل کیا ہے۔ اس کے ابتدائی اور آخری ورق پر ان کی مستطیل مہریں ثبت ہیں جن پر عنایت جنگ ۱۳۱۲ھ کندہ ہے۔

اس کے پہلے ورق پر اس کے مالکوں قاسم علی حسن جی اور منور علی کے دستخط درج ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ آدم کے بعد یہ کتاب اورنگ آباد میں ان لوگوں کے قبضہ میں آئی اور ان کے بعد یعقوب علی صاحب تک پہنچی جن سے نواب عنایت جنگ بہادر کو حاصل ہوئی۔ چنانچہ نواب صاحب نے اس کے پہلے ورق پر یہ نوٹ تحریر فرمایا ہے ـــ

"از یعقوب علی صاحب مہتمم بازارات اورنگ آباد ملازم سالار جنگ بہادر۔ اس کتاب میں امیر دوست محمد خاں والی کابل کا ذکر ہے۔ امیران سندھ کے واقعات اور کچھ گوالیار کے واقعات ہیں۔ عنایت جنگ ۲ ڈسمبر ۱۹۳۴ء"

۱۸۸ ورق - ۱۳ سطور فی صفحہ - "۱/۲ ۶ × "۱/۲ ۸ -

۱۰۸۷۔ حالات نادر شاہ۔ قبل ۱۲۰۰ھ نثر فارسی

اس رسالے میں نادر شاہ کے ۱۱۵۲ھ میں حملۂ دہلی کی تفصیلات کسی ایسے شخص نے بیان کی ہیں جو یا تو باشندۂ دہلی تھا یا اس زمانے میں دلی میں موجود تھا۔ لیکن اس نے اپنا نام لکھا اور نہ سنہ تحریر کیا۔ مگر جو تفصیلات لکھی ہیں وہ بہت اہم ہیں۔ اس نے عہد محمد شاہ کی دلی اور اس کی تباہی کے واقعات بڑے دردناک اور عبرت انگیز پیرایے میں قلمبند کئے ہیں۔ کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے اس کا مولف نظام الملک آصف جاہ کے ملازموں یا طرفداروں میں سے تھا۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

"کیفیت سلطنت ملک ہندوستان جنت نشان و بے خبری حضرت خلیفۃ الرحمان و بے وقاری تمیع امرائے نابیشان از دست ایرانیان کلاہ پوشان میمون صورت گرگ سیرت سبک مغز دسخت گیر بوقوع آمد چہ نویسد وچہ بیان نماید کہ خامہ در تحریر آں از بس حمیت و انفعال برزمین قرطاس سرنگوں وجگر شگاف است"

اختتام۔ "بتاریخ ہفتم ماہ صفر ۱۱۵۲ھ ہجری روانہ ملک خود گردند۔ ایں بلائے عظیم کہ نمونہ قیامت و قہر الہٰی بود جمیع ساکنان شہر و امرایان شکر بدرگاہ الٰہی بجا آوردہ دوگانہ شکرانہ ادا نمودند۔ و باہم مبارکباد وسلامت کردہ ایں مصرعہ را خواندند۔

رسید و بود بلائے ولے بخیر گذشت"

ترقیمہ۔ "کاتب الحروف عبد القادر ساکن قصبہ ہنگنڈہ بتاریخ یازدہم ماہ شعبان المعظم ۱۲۶۵ھ ہجری روز چہارشنبہ در قصبہ ہنگنڈہ سرکار ورنگل صورت ترقیم پذیرفت۔"

اس کے بعد دواؤں کے چند نسخے لکھے ہیں اور آخر مصنف کے حاشیہ پر حسب ذیل مادہ ہائے تاریخ درج کئے ہیں۔

۱۔ تولد عالمگیر بادشاہ۔ آفتاب عالم تاب ۲۔ تولد سلیمان جاہ۔ رستم وقت ۳۔ تاریخ فوت ملا باقر مجلسی۔ باقر علم شد رواں بجناں ۴۔ تاریخ فوت میر باقر داماد۔ عروس علم دیں را مرد داماد

اس مخطوطے کے سرورق پر کاتب عبد القادر کی دختر سرور خانم کی ایک مستطیل مہر ثبت ہے جس پر سرور خانم بنت عبد القادر ۱۲۶۷ھ کندہ ہے۔

یہ کتاب نواب عنایت جنگ بہادر کی عطیہ ہے جن کے دستخط اور مہریں اس کے ابتدائی اور آخری اوراق پر ثبت ہیں۔ یہ مخطوطہ خفی خط نستعلیق میں قدیم دیسی کاغذ پر لکھا گیا ہے۔ درمیان میں کوئی عنوانات نہیں ہیں۔ مسلسل لکھا گیا ہے۔

۳۰ ورق۔ ۱۵ اسطور فی صفحہ۔ "۵ × ۴/۱ ۷۔

۱۰۸۸۔ دیوان قیس۔ قبل ۱۲۳۰ھ۔ محمد صدیق قیس حیدرآبادی کلام اردو

محمد صدیق قیس (متوفی ۱۲۳۰ھ) حیدرآباد کے مشہور ملک الشعرا شیر محمد خاں ایمان کے بھانجے تھے۔ ان کے تفصیلی حالات اور نمونہ کلام محبوب الزمن کے علاوہ ادارے کے ایک مرتبہ تذکرے مرقع سخن جلد اول میں صفحات ۱۰۵ تا ۱۲۰ پر شائع ہو چکے ہیں۔ مہاراجہ چندو لال پر ان کے کلام کا اتنا اثر تھا کہ جب تک وہ زندہ رہے شاہ نصیر کا رنگ جم نہ سکا۔ ان کا یہ

دیوان ناقص الآخر ہے۔ اس میں صرف ردیف "الف" کی غزلیں درج ہیں اور انگریزی کاغذ و قلم و روشنائی سے ۱۲۵۰ھ کے قریب لکھا گیا ہے۔ کاتب کا نام اور صحیح سنہ کتابت معلوم نہ ہو سکا۔ قیس نے اپنے دیوان کا نام "پینکار" رکھا تھا۔ یہ غالباً اس کی نقل شروع کی گئی تھی جو نامکمل حالت میں چھوڑ دی گئی ہے۔

ابتدا۔ آج وہ صحن گلستاں میں ہے عالم نور کا ‏ ہر رگ گل میں جھمکڑا ہے چراغ طور کا
کان کا بالا ہے ڈریں اس بت مغرور کا ‏ جس طرح جھولے ہے گہوارے میں بچہ حور کا

اختتام۔ سرخی سفید رنگ کی اس کے میں کیا کہوں ‏ ہے صبح میں خزانہ یہ جلوہ بہار کا
اس رنگ سے تھا رنگ بدن قیس جلوہ گر ‏ ہر قطرۂ عرق ہوا دانہ انار کا

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ تین سو سے زیادہ شعر ہیں۔

۹ ورق۔ ۱۹ اسطور فی صفحہ۔ "۷ × "۱۰۔

۱۰۸۹۔ دیوان مظہر۔ قبل ۱۱۹۰ھ۔ مرزا مظہر جان جاناں — کلام فارسی

مرزا مظہر (۱۱۱۱ھ۔ ۱۱۹۵ھ) اردو اور فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے۔ اردو کلام منتشر ہے اور ادارے کے مختلف مخطوطوں میں نظر سے گذرتا ہے۔ فارسی دیوان کے بھی کئی نسخے موجود ہیں جن میں سے چار (نمبرہ ۵۵۲، ۲۶، ۹۴۵ء) کا ذکر اس تذکرے کی جلد دوم صفحہ ۲، جلد سوم صفحہ ۱۰۲، جلد چہارم صفحہ ۱۰۹ پر اور خود اس جلد میں درج ہو چکا ہے۔ ان چاروں میں سے ایک دیوان نمبر ۲۶۷ خود مرزا کی زندگی میں ۱۱۷۹ھ میں فارسی کے ایک اعلیٰ پایہ کے شاعر علی مردان خاں یکدل نے نقل کیا تھا۔

زیر نظر مخطوطہ ان کے دیوان کا ایک اور نسخہ ہے جس کو کلکتہ میں میر شیر علی افسوس کے نواسے سید محمد علی مسرور (متوفی ۱۲۳۰ھ) ولد سید علی طبا طبائی نے نقل کیا ہے۔ میر مسرور عبدالغفور خاں نساخ کے شاگرد تھے اور ہند و ایران کے مختلف حصوں کی سیاحت کی ہے۔ انھوں نے مظہر کا یہ دیوان لندن کے ۱۸۱۰ء کے بنے ہوئے انگریزی کاغذ پر نقل کیا ہے۔ اسی قسم کے کاغذوں پر جان گلکرسٹ کی کتاب زبان ریختہ ہندی کی صرف و نحو کے مخطوطے بھی ادارے میں موجود ہیں۔ یہ دیوان مظہر جس کاغذ پر نقل کیا گیا ہے اس پر جے دھاٹ من بالس ٹن اینڈ کمپنی ۱۸۲۰ء کا واٹر مارک پڑا ہوا ہے۔

یہ دیوان نہایت خوش خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ ہر غزل میں تخلص سرخ روشنائی میں درج ہے اور اکثر حاشیوں پر اختلاف نسخ بھی لکھے ہیں۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے مگر ورق ۳۰ د کے حاشیہ پر کاتب نے اپنی ایک اردو غزل سرخ روشنائی میں اس عنوان کے تحت لکھی ہے ؎

"اس بحر میں مسرور نے بھی بدیہہ کہا"

متن میں اس کے مقابل مظہر کی جو غزل درج ہے اس کا مقطع ہے ؎

جان ازیں تیغ برون آسان نیست ‏ ہائے مظہر خم سلام کسے

اس غزل کی بحر میں میر مسرور نے ۵ شعر کی یہ غزل اس دیوان کے حاشیہ پر فی البدیہہ لکھ دی ہے ؎

۱۔ مرگئے ہم سلام میں تیرے — جی گیا اس پیام میں تیرے
۲۔ تھا یہ پیغام گھر کے جانے کا — پا چکے ہم سلام میں تیرے
۳۔ کوچ جاں کا ہوا یہ سنتے ہی — دیکھئے کس کو مقام میں تیرے
۴۔ خاص قاتل کیا خدا تجھ کو — شک ہے کیا قتل عام میں تیرے
۵۔ میر خسرو رنا خوشی کب تک — پر تو ہے بادہ جام میں تیرے

یہ دیوان منظہران اشعار سے شروع ہوتا ہے ؎

زبس یاد اغبار درد دل آید بر زبان ما — شود محسوس چھوں شاخ نافرماں فغانِ ما
دماغ ما سبک روحاں تکلف برنمی شاید — بود ہم چوں صبا ہر غنچۂ گل عطر دانِ ما

اختتام — کسے را کشتہ است اما خبر نیست — نمی گویم کہ شوخم قاتلے کیست
انچناں مولستہ ہا ہم خانہا دار د کہ بس — کوچۂ آباد تر از حلقۂ زنجیر نیست

۳۸ ورق۔ ۱۳ شعر فی صفحہ۔ ″۷ × ″½ ۸۔

۱۰۹۰۔ رسالہ سہامدری۔ قریب ۱۲۷۰ھ۔ — نثر اردو

کسی دکنی مصنف نے یہ رسالہ لکھا ہے۔ مصنف کے نام اور سنہ تحریر کا پتہ نہ چل سکا۔ اس میں ہاتھ کی لکیروں کے بیان کے بعد جسم کے مختلف اعضا کی شکل و صورت کی خصوصیات اور خاص خاص نشانات کے برے یا بھلے اثرات بیان کئے ہیں۔ پھر مختلف مواقع پر چند کے بولنے کے اثرات تفصیل سے لکھے ہیں۔ ۱۲۵۰ھ کے قریب کی کتابت ہے۔

یہ مخطوطہ انگریزی کاغذ پر معمولی خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔

ابتدا — "دانستن سہامدری کا پھن۔ اگر کوئی دیکھتا ہے تو اول عمر کا پھن دیکھنا بعد دھن کا پھن دیکھنا۔ اگر کسی کو عمر کا پھن نہیں ہے تو اس کے دھن مال کا پھن دیکھنا بے حاصل ہے۔"

اختتام — "اگر کسی کو چند کی بات معلوم کرنے کا شوق اچھے گا تو ایتوار کے دن روزہ رکھ کر فجر سو شام تک سارا دن چند کے مکان پر بیٹھ کر اوس کی بولی سنتے رہنا۔ ہور شام کو گھر میں آکر دوسوں روزہ کھولنا۔ اسی طرح سات ایتوار میں چند کی بولی معلوم ہو جائے گی۔"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے بلکہ اس کے بعد ہی تمت تمام لکھ کر گرہن کا رسالہ لکھنا شروع کیا ہے جس کا ذکر آئندہ درج ہے۔

۵ ورق۔ ۱۰ سطر فی صفحہ۔ ″۵ × ″½ ۷۔

۱۰۹۱۔ رسالہ گرہن۔ قریب ۱۲۷۰ھ۔ ترجمہ خلاصۃ النجوم از میر قمر الدین — نثر اردو

فارسی کتاب خلاصۃ النجوم کا کسی دکنی مصنف نے اس رسالے میں اردو ترجمہ لکھا ہے۔ پہلے سورج گرہن اور بعد میں چاند گرہن کے واقعات اور اثرات بیان کئے ہیں۔ اسی مصنف نے رسالہ سہامدری (نمبر ۱۰۹۰) بھی اسی زمانہ میں تحریر کیا تھا مگر اپنا نام اور سنہ تصنیف کہیں نہیں لکھا۔

ابتدا۔ "خلاصۃ النجوم فارسی کتاب میں میر قمرالدین نجومی کے قول سوں سورج گران کا بیان یہ لکھے ہیں کہ سال میں ایک بار سورج گران پکڑتا ہے۔ یعنے برج کے سایہ میں سورج آتا ہے۔ عقرب کے برج میں ہو یا دو کے برج میں آفتاب آیا تو جہاں پر اندکار پڑتا ہے۔"

اختتام ۔۔ "اگر ذیحجہ میں چاند گران ہوا تو وہ سال میں عالم پر خیر خوبی راحت خوشی نئی ہوئیگا۔ گیہوں باراً اناج وزن سو لے گا۔ کھیت باڑی اناج بانی عالم کی مرضی موافق ہوئیگا۔ عالم بھوت ہوئیگا۔ اگر رزق روزی، مہر محبت اخلاص خلق میں زیادہ ہوگا۔ دُکھ درد ہوے گا۔ تمت تمام شد۔"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ اس کا کاتب بھی وہی ہے جس نے مخطوطہ نمبر ۱۰۹۰ لکھا ہے۔

۵ ورق۔ ۱۰ سطور فی صفحہ۔ "۵ × ۴½"۔

۱۰۹۲۔ رسالہ خرقۂ خلافت۔ ۱۲۵۰ھ   نثر اردو

یہ ایک ناقص الآخر رسالہ ہے جس میں چار پیر اور چودہ خانوادوں کی تفصیلات اردو نثر میں لکھی ہیں مصنف اور زمانہ تصنیف کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ اس موضوع پر متعدد رسالے ادارے میں موجود ہیں جن کی تفصیلات گذر چکی ہیں۔

افتتاح ۔۔ "اول خرقہ حضرت رب العزت سے جبرئیل نے اوپر نقطہ دائرہ احدیت حضرت ابوالقاسم محمد مصطفےٰ صلعم کے اوپر لائے اور حضرت پیغمبر خدا سے چار صحابوں کو پہنچا کے مشہور ہیں۔"

اختتام ۔۔ "خواجہ صفیق نے خواجہ ابواسحاق گازرونی کو فقیر کئے۔ یہ شہزادگان اور کے تھے تو آپ اور اہل سلسلہ ان کے اکثر اپن تھیں۔ گازرونیاں کہلائے۔"

قدیم دیسی کاغذ پر قریب ۱۲۵۰ھ خفی خط نستعلیق میں جدولوں کے درمیان لکھا گیا ہے۔ کاتب کا نام اور سنہ کتابت بھی ٹھیک طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ اس جلد میں اس کے بعد ہی فارسی میں اسی موضوع پہ ایک رسالہ شامل ہے جس کا ذکر آئندہ درج ہے۔

۴ ورق۔ ۱۴ سطور فی صفحہ۔ "۵½ × ۴½"۔

۱۰۹۳۔ الف۔ رسالہ چہاردہ خانوادہ، ب۔ رسالہ بے نماز۔ ۱۲۵۰ھ۔   نثر فارسی۔ نظم اردو

اس موضوع پر متعدد رسالے ادارے میں موجود ہیں جن میں سے بعض کا ذکر اس سے پہلے کی جلدوں میں گذر چکا ہے۔ یہ رسالہ فارسی نثر میں جلی اور معمولی نستعلیق خط میں قدیم دیسی کاغذ پر لکھا گیا ہے۔ مصنف اور کاتب دونوں کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ ناقص الآخر ہے۔

ابتدا۔۔ "ایں رسالہ چہاردہ خانوادہ قدس سرہ از حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم خلافت بحضرت

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ رسید و از ایشاں خلافت بخواجہ حسن بصری رسید و از ایشاں خلافت بخواجہ عبدالواحد و حبیب عجمی رار رسید اما یدیں تفصیل از خواجہ عبدالواحد پنج خانوادہ شدند۔"

اختتام۔ "طوسیاں بوئند ایشان شیخ علاء الدین طوسی کے خلیفہ ایشاں شیخ ابابکر طوسی می رسد۔"

اس کے بعد کسی دوسرے کاتب کے لکھے ہوئے رسالہ بے نماز کے دو ورق شریک ہیں۔ یہ منظوم ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے اتنا ہی لکھ کر چھوڑ دیا ہے۔

ابتدا۔ بعد حمد پاک رب العالمیں — اور درود رحمت للعالمیں
حال اپنا اب سنو اے بے نماز — کیوں رہے مالک کے فرمانے سے باز

اختتام۔ سر جھکانے سے ہی عزت تھی وہاں — بن جھکائے سر اٹھانا اب کہاں
سر جھکا کر منصب اپنے پر نظر — دیکھتا ہے اب تو حیراں ہو کدھر

۱۰ ورق۔ ۱۰ سطور فی صفحہ۔ ۸ × ½۵ × ½"۔

۱۰۹۴۔ منظوم لغت اردو فارسی۔ قبل ۱۱۰۰ھ — نظم اردو

خالق باری اور واحد باری کی طرز پر یہ ایک منظوم لغت ہے جس کے مصنف اور زمانہ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا۔ ممکن ہے کہ شیخ اشرف کی تالیف ہو جن کی مثنوی نوسرہار (۹۰۹ھ) ادارے میں موجود ہے۔ اس میں دکھنی لفظ کثرت سے ملتے ہیں اور زبان بھی قدیم ہے۔ اس کو دو فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی فصل کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

آب کہتیں پانی کے تیں باد یعنی بارا — قمر کہتیں چاند کہتیں اختر یعنی تارا
شمس کہتیں سورج کہتیں زرد یعنی پیلا — فلک کہتیں گگن کہتیں کبود یعنی نیلا

دوسری فصل ایک چھوٹی بحر میں لکھی گئی اور حسب ذیل عنوان سے شروع کی گئی ہے۔

"در بیان فصل دوئم در ہمہ خورد و بزرگ"

بزرگ بڑا خورد چھوٹا — لاغر دبلا فربہ موٹا
ملک بادشاہ سالار سردار — آشفتہ دیوانہ فاسق بدکار

اختتام۔ خندہ ہنسی گریہ رونا — مگس مکھی جادو ٹونا
جائے جاگا میراث وطن — انسان آدمی جسد بدن

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ یہ مخطوطہ قدیم زرد رنگ کے کاغذ پر خط نستعلیق میں رواں لکھا گیا ہے۔ ہر صفحہ کے اطراف دوہری سرخ جدولیں کھینچی گئی ہیں۔

۸ صفحات۔ ۸ اشعر فی صفحہ۔ ۷" × ½۱۰۔

۱۰۹۵۔ رشحات عین الحیات ۔ ۸۹۳ھ ۔ علی بن حسین واعظ کاشفی نثر فارسی

یہ حضرت شیخ عبید اللہ احرار کے حالات زندگی ہیں۔ وہ رمضان ۸۰۶ھ/۱۴۰۴ء میں پیدا ہوئے تھے اور ربیع الاول ۸۹۵ھ/۱۴۹۰ء میں وفات پائی۔ علی بن حسین الواعظ الکاشفی (متوفی ۹۳۹ھ) نے ان کے حالات اور ان کے بزرگوں، معاصرین اور متقدمین کا تذکرہ اس کتاب میں ۸۹۳ھ میں لکھنا شروع کیا تھا اور (۱۶) سال کی مدت میں ۹۰۹ھ میں اس کی تکمیل کی۔ اس میں اکثر نقشبندی بزرگوں اور صوفیوں کی تفصیلات محفوظ ہوگئی ہیں۔

مصنف نے اس کتاب کو ایک دیباچہ (مقالہ) اور تین ابواب میں تقسیم کیا ہے جن کو وہ مقصد کہتے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے:—

مقالہ۔ ذکر طبقات خواجگان سلسلہ نقشبندیہ مقصد اول۔ آباء اجداد و اقربائے شیخ احرار۔
مقصد دوم۔ احوال حضرت احرار۔ مقصد سوم۔ تصرفات۔ خاتمہ۔ وفات حضرت احرار۔

یہ مخطوطہ ناقص الطرفین ہے مگر اس میں تینوں مقاصد موجود ہیں۔ صرف دیباچہ اور خاتمہ موجود نہیں ہے۔ مقصد اول کی اس عبارت سے شروع ہوتا ہے:—

"ایشاں پسندیدہ بودہ است و بسیار در مقام دنع او می بودہ اند اما او ابرام می کردہ از صحبت ایشاں ہیچ رفتہ است و در سفر نیز ہمراہ بودہ است۔ بعد از چند روز کہ شیخ خاوند ظہور باشکور شیخ صحبت با داشتہ اند۔"

اختتام:— "فرمودند کہ مولانا ناصر الدین حشرم نداری کہ در چنیں صحبت و لالہ زارے یاد حیاتی و سیر لب آب کوہک می کنی۔ چوں حضرت ایشاں اظہار ایں معنی کردند من از فرق۔"

۸۲ ورق۔ ۱۵ سطور فی صفحہ۔ "۵ × "۸½

۱۰۹۶۔ سفر نامجات بمبئی و ورنگل ۔ ۱۳۲۰ھ ۔ نواب محمد نجیب الدین خاں نثر اردو

یہ نواب محمد نجیب الدین خاں ابن نواب ظفر جنگ ابن نواب سر خورشید جاہ ابن نواب رشید الدین خاں شمس الامرا کا خود نوشتہ سفر نامہ ہے۔ شمس الامرا کا خاندان حیدر آباد میں گزشتہ صدی میں علم و فضل کا سرپرست رہا ہے اور خود اس خاندان کے امرا نے کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں اکثر مطبوعہ یا قلمی شکل میں ادارے میں موجود ہیں اور ان کا ذکر اس تذکرے کی مختلف جلدوں میں گذر چکا ہے۔ چنانچہ اسی جلد میں شمس الہندسہ مصنفہ نواب فخر الدین خاں شمس الامرا کے ترجمہ کا ذکر درج ہو چکا ہے۔ اسی طرح اس خاندان کے ایک فرد محتشم الدولہ کے ملازم غلام محمود کی مکتوبہ کتابوں کا بھی حال درج ہو چکا ہے۔ نواب بسد الدین خاں معظم الملک تمیز کی تالیفات کا بھی ذکر آچکا ہے۔ ان سب افراد کے درمیان جو تعلق تھا وہ حسب ذیل شجرے سے ظاہر ہوگا۔ مزید تفصیلات داستان ادب حیدر آباد میں درج ہیں۔

نواب فخر الدین خاں شمس الامرا مولف شمس الہندسہ

- نواب مدار الدین خاں تمیز
- نواب وزیر الدین خاں
  - نواب محتشم الدولہ
  - نواب سر آسمان جاہ
    - نواب معین الدین معین الدولہ مولف معین سخن
- نواب رفیع الدین خاں
- نواب رشید الدین خاں
  - نواب سروقار الامرا
  - نواب سر خورشید جاہ
    - نواب ظفر جنگ
      - نواب لطف الدولہ
      - نواب نجیب الدین خاں

اس خاندان کے اکثر افراد ریاست حیدرآباد کے وزیر اعظم رہ چکے ہیں اور ان کی سرپرستی میں حیدرآباد میں سائنسی موضوعوں کی کتابوں کے علاوہ متعدد تاریخیں (رشید الدین خانی، خورشید جاہی وغیرہ) لکھی گئیں اور سررشتہ علوم و فنون قائم کیا گیا جس کیلئے علامہ شبلی نعمانی حیدرآباد بلائے گئے تھے۔

نواب نجیب الدین خاں اسی مشہور و معروف خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ انھوں نے اپنے ایک بڑے بھائی نواب وحید الدین خاں کے ساتھ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء میں بمبئی کا ایک (نوروزہ) اور ورنگل کے دو سفر کئے تھے اور اس مختصر سی کتاب میں ان ہی تینوں سفروں کی تفصیلات علیحدہ علیحدہ لکھی ہیں یعنی یہ دراصل تین سفرنامے ہیں۔

اس مخطوطے میں سب سے پہلے نواب لطف الدولہ لطف وزیر عدالت حکومت حیدرآباد کا ایک اصلی خط نجیب الدین خاں کے نام موجود ہے جو لطف الدولہ نے حیدرآباد سے ان کے دو خطوں کے جواب میں لکھا ہے۔ یہ درج ذیل ہے ـــ

”نجیب الدین خاں بھائی

سب خیریت سے ہیں۔ آپ کی خیریت چاہتے ہیں۔ دو خط بلا مورخہ وصول ہوئے۔ سوان کا ایک جوڑا لے لیجئے۔ ایک صد و بست روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کئے جاتے ہیں۔ ٹل اور انبوں کے نمونے روانہ فرمائیے۔

ہاں بھول گیا تھا۔ منگنی کی مبارک باد عرض ہے۔

لطف الدین خاں

۱۷؍ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ۔“

اصلی سفرنامے کا عنوان پہلے صفحہ پر اس طرح لکھا ہے۔

”سفرنامہ نہ روزہ بمبئی بابتہ ماہ فروردی ۱۳۲۱ فصلی مطابق ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ ہجری مطابق ماہ مارچ ۱۹۱۲ء۔“

اس عبارت کے اوپر ایک مہر کتاب تما ثبت ہے (یعنی ایک ایسی کتاب دکھائی گئی ہے جس کے دونوں صفحے کھلے ہوئے ہیں) اس پر ”مہر کتاب خانہ نواب محمد نجیب الدین خاں بہادر ۱۳۲۴ھ“ ثبت ہے۔

ابتدا ـــ ”بتاریخ ۲۷؍ فروردی ۱۳۲۱ف صبح کے ساڑھے چھ بجے میں گاڑی میں سوار ہوکر سرونگر سے نوازش محل گیا۔ وہاں سے بھائی اور میں، مہدی علی خاں، ڈاکٹر نفیسہ الدین صاحب، شرف الدین شاگرد دہیشہ موٹر میں سوار ہوکر نامپلی کی اسٹیشن پر گئے۔ پہلے ہی پانچ بجے غلام محبوب صاحب پاڑو میاں، حسن بیگ ان

تینوں کو اسباب کے ساتھ اسٹیشن پر سرورنگر سے روانہ کر دیا تھا۔ سات بجے ٹھیک ہم اسٹیشن پر پہونچے۔
ڈبہ رزرف نہیں کیا گیا تھا۔"

نجیب الدین خاں کی زبان دکنی عوام کی زبان ہے اور اس سفرنامے کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب سے چالیس پچاس سال پہلے حیدرآباد کے امیرزادوں کے کیسے شوق ذوق ہوتے تھے اور جاگیردارانہ ماحول میں بے کاری کے ایام وہ کس طرح کی مصروفیات میں بسر کرتے تھے۔ اس زمانے کے شہر بمبئی کی دوکانوں اور بازاروں کے بارے میں بھی اس سفرنامے سے تفصیلات معلوم ہوتی ہیں۔ اس سفرنامہ بمبئی کا اختتام اس عبارت پر ہوتا ہے ــــ

"پونے سات پر سرورنگر داخل ہوا۔ والدہ صاحبہ نے کچھ بکرا، تیل ماش وغیرہ صدقہ کا تیار رکھا تھا اس کو دیکھتے ہوئے محل میں داخل ہو۔ انھیں سلام کر کر بڑوں سے مل کر اپنے جا پر آ کر اپنے مالک دل جاں سے ملا۔ خدا کے فضل و کرم سے سفر نو روزہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔ فقط
تمت بالخیر۔ راقم محمد نجیب الدین خاں (دستخط)"

ب۔ سفرنامۂ ورنگل

سفرنامۂ بمبئی کے بعد اس مخطوطے میں دوسرے صفحہ پر یہ عنوان لکھا ہے ــــ
"سفر چہار روزہ ورنگل بابتہ ۲۲ر آبان ۱۳۲۱ف فصلی مطابق ۱۵ر شوال ۱۳۳۰ھ ہجری مطابق ۲۷ر ستمبر ۱۹۱۲ء عیسوی روز جمعہ۔"

اس سفرنامہ کی زبان اور طرز بیان بھی سفرنامۂ بمبئی کی طرح ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ــــ

"بتاریخ ۲۲ر آبان ۱۳۲۱ف مطابق ۱۵ر شوال ۱۳۳۰ھ م ستمبر ۱۹۱۲ء روز جمعہ گیارہ بجے روز میں اور بھائی نواب وحیدالدین خاں، مہدی علی خاں صاحب، عبدالعزیز فقیر صاحب بھائی کا شاگرد پیشہ سرورنگر سے موٹر میں بیٹھ کر نامپلی کی اسٹیشن پر گئے۔ جانے کے آگے برک میں میرا اور بھائی کا اسباب اسٹیشن پر روانہ کر دیا گیا تھا۔ ڈبہ رزرف موجود تھا۔ اس میں میں اور بھائی بیٹھ گئے۔"

اختتام ــــ "دوسرا ڈبہ اس کی جا لگا دیا گیا ہم اس میں سوار ہو کر ساڑھے سات بجے نام پلی کی اسٹیشن پر آئے۔ گاڑی پہلے ہی آ گئی تھی اس میں سوار ہو کر بھسلنڈہ، بڑے بھائی صاحب کے پاس گئے۔ ان سے مل کر ساڑھے نو پر اپنے اپنے گھر چلے آئے۔ سفر چہار روزہ یوں بخیر و خوبی ختم ہوا۔ فقط راقم محمد نجیب الدین خاں (دستخط) ۱۳۳۰ھ"

ج۔ دوسرا سفرنامۂ ورنگل

پہلے سفرنامۂ ورنگل کے بعد دو چار ورق خالی چھوڑ کر حسب ذیل عنوان درج ہے۔
"سفر ایک روزہ ورنگل بابتہ ۱۶ر ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ ہجری مطابق ۲۳ر آذر ۱۳۲۳ف فصلی م ۲۸ر اکتوبر ۱۹۱۳ء عیسوی روز جمعہ۔"

اس سفرنامہ کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے ــــ

"روز دوشنبہ ساڑھے گیارہ پر کرایہ کی گاڑی میں سوار ہو کر میں بھائی پاڑو میاں سکندرآباد اسٹیشن پر پہونچے۔ پہلے ہی سامان بھجوا دیے تھے۔ اسٹیشن پر ایک کان کا میل نکالنے والا لڑکا ملا۔"

اختتام ــــ "سب لوگ ہم سے مل کر حیدرآباد چلے گئے۔ مہدی علی خاں صاحب کو گاڑی لانے بھجوائے۔ آدھ گھنٹہ کے بعد انھوں گاڑی لایا۔ میں، بھائی، مہدی علی خاں، پاڑو میاں گاڑی میں سوار سرورنگر بخیر و خوبی آ گئے۔"

سفر ایک روز بخیر و خوبی ختم ہوا۔ فقط۔ راقم محمد نجیب الدین خاں۔"

یہ تینوں سفرنامے انگریزی لکیردار کاغذ پر فونٹین پن سے سیاہ روشنائی میں لکھے گئے ہیں۔ عنوانات سرخی میں ہیں۔ چونکہ یہ مخطوطہ خود مصنف کا مکتوبہ ہے اسلئے اہم ہے اور اس کی کوئی اور نقل شاید کہیں موجود نہیں ہے۔

۴۶ ورق۔ ۱۲ سطور فی صفحہ۔ ۵ × ۸ ۔

۱۰۹۷۔ ہفت بند نعتیہ۔ ۱۳۱۲ھ۔ میر دلاور علی دانش — نظم فارسی

میر دلاور علی دانش ابن آقا سید علی رشتی حیدرآباد میں اردو اور فارسی کے ایک مشہور شاعر اور ادیب گذرے ہیں۔ ان کی اردو تاریخ مختار یہ ادارے کی طرف سے شائع کی جا چکی ہے۔ ان کی حسب ذیل کتابوں کے مخطوطے بھی ادارے میں موجود ہیں۔

۱- مخطوطہ نمبر ۲۲۸۔ مجموعہ قواعد خوش نویسی، جلد دوم صفحات ۴۶۔ ۴۷ ۲- مخطوطہ نمبر ۱۰۱۷۔ تذکرہ منظوم سلاطین دکن، جلد چہارم صفحات ۱۱۴۔ ۱۱۶

۳- " " ۱۰۹۸۔ پنجۂ حیدری۔ جلد پنجم۔

زیر نظر مخطوطہ ان کی پانچویں تصنیف ہے۔ اس کے سرورق پر لکھا ہے ؎

"نعت شریف کہ نام تاریخی آں ذکر نبی مرسل (۱۳۱۲) است یعنی ہفت بند نعتیہ (۱۳۲۷ھ) عرض کردہ میر دلاور علی دانش مہتمم کتب خانہ عالی جناب نواب سالار جنگ بہادر دام اقبالہٗ۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم ۱۳۱۲ھ میں لکھی گئی تھی مگر یہ مبیضہ (غالباً بغرض اشاعت) ۱۳۲۷ھ میں تیار کیا گیا۔ بہت ہی خوش خط لکھا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مطبوعہ کتاب ہے۔ ابتدا میں فارسی نثر میں ایک دیباچہ لکھا ہے جس میں بطور سبب تالیف بیان کیا ہے کہ ہفت بند ملا حسن کاشی منقبت میں مشہور ہے اور اسی کی تقلید میں یہ ہفت بند نعت میں لکھا گیا ہے۔

اس نظم کے ہر بند میں ۱۵ شعر ہیں۔ ابتدا اس طرح ہوتی ہے ؎

السلام اے بارگاہت مہبط روح الامیں — خسرو کون و مکاں محبوب رب العالمیں

جاں سرش معلا نور پاک کبریا — پادشاہ انبیا میر امیر المومنین

اختتام۔ تا بکے دانش بنا او از برائے کام دل — آخر ایں بے چارہ از امیدواران شماست

گو سیہ کار است اما یا شفیع المذنبیں — واصف آل شما و ہم ثنا خواں شماست

درد پنہاں تا بکے اے فخر لقماں داشتن — مدح خوان حضرت و ارمان درماں داشتن

تحفۂ عنایت جنگ بہادر۔ پہلے ورق پر ان کے دستخط عنایت اور گوشے میں ایک بیضوی مہر ثبت ہے جس پر ان کے نام کا سجع "مصدر الطاف و عنایت حسین ۱۳۰۶ھ" کندہ ہے۔

۳۹ صفحات۔ فی صفحہ ۶ سطر۔ ۴ × ۶ ۱/۲ ۔

۱۰۹۸۔ پنجۂ حیدری۔ ۱۳۰۳ھ۔ میر دلاور علی دانش — نظم فارسی

میر دلاور علی دانش کی نظم ہفت بند نعتیہ کا ذکر ابھی نمبر ۱۰۹۷ پر گذر چکا ہے۔ یہ نظم بھی اسی کی طرح بہت ہی

خوش خط لکھی گئی ہے۔ سرورق پر حسب ذیل عبارت درج ہے ۔

"خمسہ در منقبت غالب کل غالب جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام موسوم بہ پنجۂ حیدری ۱۳۲۷ء۔
عرض کردہ میرزا ولی علی دانش مہتمم کتب خانہ عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر دام اقبالہٗ"

اس مخمس میں جملہ (۷۵) بند ہیں جن کے آخر میں ایک قطعہ تاریخ طبع ۱۳۰۲ھ بھی شامل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخمس پنجۂ حیدری ۱۳۰۲ھ میں چھپ چکا تھا اور اس کے بعد کتب خانے میں محفوظ کرنے کے لئے یہ نہایت خوش خط مخطوطہ لکھا گیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ اس میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا کہ کاتب کون ہے۔ ممکن ہے کہ خود دانش کی کتابت ہو یا انھوں نے کسی اعلیٰ پایہ خطاط سے لکھایا ہو۔

اس مخطوطے کے متعدد صفحات کے حاشیوں پر نوٹ اور احادیث و آیات قرآنی بھی لکھے گئے ہیں۔

ابتدا۔

بہار گلشن طاہا علی ابن ابی طالب — سوار دُلدُل شہبا علی ابن ابی طالب
علیم علم الاسما علی ابن ابی طالب — حکیم مظہر الاشیا علی ابن ابی طالب
خیبر سرما ادجے علی ابن ابی طالب

اختتام۔

زحاجات و تمنائے مال دانش آگاہی — تو ہستی عالم اسرور حال دانش آگاہی
ز آلام و زحرمان و ملال دانش آگاہی — شہنشاہ کریمی وز سوال دانش آگاہی
کرم کن دانش آگاہا علی ابن ابی طالب

اس پچھترویں بند کے بعد قطعہ بند تاریخ طبع درج ہے جس میں ۹ شعر ہیں۔ پہلا اور آخری شعر یہ ہیں ۔

خمسہ گفتم بقدر قوۃ طبع خودم — در ثنائے حیدر والا وصی مصطفیٰ
گفتم از انیست انیک سال طبعش بشنوید — حمد ایزد طبع شد و مصحف خدیو اولیا
۱۳۰۲

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ اس صفحہ کے آخر میں نواب عنایت جنگ بہادر کی ایک مستطیل مہر ثبت ہے جس پر عنایت جنگ ۱۳۴۳ھ کندہ ہے۔ یہ نسخہ انہی کا عطیہ ہے۔

۴۲ صفحات ۔ ۶ شعر فی صفحہ ۔ "۴ × ۶½"۔

۱۰۹۹۔ بیاض اشعار۔ قبل ۱۳۰۱ھ۔ مختلف شعراء — کلام اردو

یہ ایک چھوٹی سی چھپی بیاض ہے جس میں مختلف شاعروں مثلاً درد، بہار، وجیہہ الدین، چرکین، ولی، سراج اور فیض کے اشعار کسی شخص نے ۱۳۰۱ھ سے قبل اپنی پسند کے مطابق بطور یادداشت نقل کرئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں حیدرآباد کے بعض مشاہیر کی وفات کی تاریخیں بھی لکھدی ہیں۔

مہاراجہ چندو لال شاداں حیدرآباد کے ایک لکھ لٹ امیر اور شاعروں اور فن کاروں کے بڑے سرپرست اور فیاض مربی تھے۔ اس بیاض میں ان کی وفات کا جو مادۂ تاریخ لکھا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ ان کے ظلم و ستم کے شاکی بھی تھے۔ چنانچہ لکھا ہے ۔

تاریخ فوت چندولال

ظلم کرنے کے تئیں نہیں ترسا　　　ایکدن دم نکل گیا غرسا

نواب ناصر الدولہ آصفجاہ رابع کے لئے یہ بد دعا کسی نوروز کے وقت لکھی ہے ۱۲۶۱ھ ؎

دولت و سلطنت و مرتبہ کم اس کا ہو　　　بدلے نوروز کے اللہ دائم اس کا ہو

تاریخ وفات نواب میر نظام علی خاں آصفجاہ ثانی جو شیر محمد خاں ایمان کی کہی ہوئی ہے ؎

خوانند با وضو ہمہ اشخاص فاتحہ　　　مستوجب بہشت و باخلاص فاتحہ ۱۲۱۸ھ

تاریخ وفات نواب سکندر جاہ آصفجاہ ثالث ؎

آہ رفت آفتاب از دنیا

تاریخ وفات سید پہاڑی مرحوم ؎

میاں مٹھو کی جس دم دم اکھاڑی　　　ہوا صید قضا گو ا پہاڑی

تاریخ وفات جعفر زٹلی ؎

چو جعفر زٹلی در تہہ خاک شد　　　خرد گفت سخن کم جہاں پاک شد

تاریخ وفات اکبر یار جنگ ؎

شد فدا در سجدۂ اللہ اکبر یار جنگ

بعض اور لوگوں پر بھی چوٹیں ہیں مگر نام نہیں لکھے کہ روئے سخن کس کی طرف ہے ؎

خدا کی تو قدرت کو دیکھو قوی　　　لٹورے لگے بُننے مثنوی

رقیب تیرے صنم کی بہار ہم لوٹنے　　　خدا کرے کہ تیری آنکھ دوسری پھوٹنے

شعر شاعری میں نہ کر ایسی تکرار　　　تونے کھاوے گا دو پکڑ کے ایسی مار

ہم سپاہی ہی نہیں تم ہو سپاہی کی نس　　　آؤ میداں میں لڑیں دونوں وہ تم ہم مل کر

خوبصورت کا دیکھنا ایسا　　　جیسا مفلس کے ہاتھ میں پیسا

اس بیاض میں زیادہ تر فردیات ہیں۔ جو صاحب بیاض کی منتخبہ ہیں۔ یہ بیاض قدیم کاغذ پر معمولی خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ ادارے میں مولوی سید مراد علی صاحب طالع نے بطور تحفہ داخل کی ہے۔

۳۵ ورق۔ فی صفحہ ۹ سطور۔ ۶½×۴ انچ۔

۱۱۰۰۔ اخلاق ہندی۔ ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۲ء۔ میر بہادر علی حسینی　　　نثر اردو

جان گلکرسٹ کی فرمائش پر فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں جو اردو کتابیں لکھی گئیں ان میں یہ بھی ایک اہم کتاب ہے۔ یہ دراصل ایک فارسی کتاب مفرح القلوب (از مفتی تاج الدین) کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کی تفصیلات ارباب نثر اردو از پروفیسر سید محمد صاحب میں درج ہیں۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ بھی ادارے میں محفوظ ہے جو مطبع گلزار حسینی بمبئی میں

۱۳۴۲ھ میں چھپا تھا اور ۱۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ (دیکھو فہرست مطبوعات کتب خانہ ادارہ جلد اول صفحہ ۱۴۹۔)
زیر نظر مخطوطے میں ابتدائی ایک ورق محفوظ نہیں ہے۔ آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ سرخ جدولوں کے درمیان معمولی خط نستعلیق میں ۱۲۵۰ھ سے قبل نقل کیا گیا ہے۔ عنوان سرخ روشنائی میں ہیں۔ کسی انگریز کے لئے نقل کیا گیا تھا۔ چنانچہ ورق ۱۶۳ ب کے حاشیہ پر اس انگریز کے انگریزی خط میں دستخط موجود ہیں جو صاف نہیں پڑھے جاتے۔ اکثر حاشیے آب زدہ ہو گئے ہیں مگر متن محفوظ ہے۔ اس عبارت سے شروع ہوتا ہے۔۔۔

"بررائے دانا آگاہ ہو اس کتاب کو ہندی میں ہتوپدیس یعنے نصیحت مفید کہتے ہیں اور اس میں چار باب مندرج ہیں۔ ایک میں ذکر دوستی کا۔ دوسرے میں ذکر دستوں کی جدائی کا۔ تیسرے میں ذکر لڑائی کا اور ایسی باتوں کا کہ جو اپنی فتح ہو اور مخالف کی شکست۔ چوتھے میں ذکر کیفیت طلاپ کی خواہ لڑائی کے آگے ہو یا پیچھے"۔

اختتام:- "یہ سب باتیں نصیحت آمیز بشن شرما پنڈت نے راجا کے بیٹوں کو سنائیں و اسیس دی۔ تب راجا نے بھی خوش ہو کر پنڈت کو بہت سامان اور دان اور خلعت اور انعام دیا اور بڑے تعظیم و تکریم سے رخصت کیا"۔

آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ صرف تمت تمام شد کتاب اخلاق ہندی لکھا ہے۔ اس کے بعد اس کے ایک مالک کے دستخط موجود ہیں جن سے

"مالک جمعدار عظمت علی عفی عنہ"

پڑھا جاتا ہے۔ آخری سطر میں ایک اور مالک مرزا محمد علی نے بھی اپنی ملکیت کا اظہار کیا ہے۔ ادارے میں نواب میر یسین علیخاں صاحب یسین نے بطور عطیہ داخل کیا ہے۔

۱۶۴ ورق۔ ۱۱ سطور فی صفحہ۔ "۵×"۹۔

۱۱۰۱۔ خطوط اورنگ زیب۔ قبل ۱۱۱۶ھ۔ اورنگ زیب عالمگیر — نثر فارسی

محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ اپنے تدبر و سیاست کے علاوہ اپنی انشاء پردازی اور مختصر جملوں، اشاروں اور کنایوں میں بڑی بڑی باتیں کہنے اور لکھنے کی وجہ سے بہت شہرت رکھتے ہیں۔ اس مخطوطے میں ان کے وہی خطوط محفوظ ہیں جو اپنے آخری زمانہ میں انھوں نے اپنے لڑکوں، وزیروں، بے تکلف مصاحبوں اور عزیزوں کو لکھے تھے۔ یہ مخطوطہ ناقص الاول ہے مگر اس لئے اہم ہے کہ اورنگ آبادی کاغذ پر بہت صحیح اور خوش خط لکھا گیا ہے اور اس کے حاشیہ پر موسوی خاں کے خطوط درج ہیں۔ خط نستعلیق شکستہ ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ اس میں حسب ذیل اصحاب کے نام خطوط موجود ہیں۔۔۔

۱۔ فرزند عالی جاہ (۲۳) عدد ۲۔ فرزند دلبند محمد اعظم (۱) عدد ۳۔ فرزند سعادت توام محمد معظم شاہ عالم (۳) عدد
۴۔ مہین پور سلطنت کام بخش (۳) عدد ۵۔ فرزند سعادت مند بخت یاور محمد اکبر (۱) عدد ۶۔ معزالدین پسر کلاں شاہ عالم (۱) عدد

۷۔ محمد معظم پسر دویم شاہ عالم (۴) ۸۔ پادشاہ زادہ محمد بیدار بخت پسر کلاں محمد اعظم شاہ (۱) ۹۔ فرزند سعادت مند (۱) ۱۰۔ فرزند زادہ سعادت مند (۳۲) ۱۱۔ ابوالحسن والی حیدرآباد (۱) ۱۲۔ امیرالامرا شائستہ خاں (۱) ۱۳۔ عمدۃ الملک اسد خاں (۱) ۱۴۔ فرامین (۶۳) ۱۵۔ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ (۴) ۱۶۔ ذوالفقار خاں نصرت جنگ (۴) ۱۷۔ چین قلیچ خاں بہادر نظام الملک (۴) ۱۸۔ عاقل خاں (۱) ۱۹۔ صدر الدین محمد خاں صفوی (۱) ۲۰۔ صدر الصدور محمد امین خاں (۱) ۲۱۔ میر لطف اللہ خاں (۱) ۲۲۔ حمید الدین خاں (۱) ۲۳۔ عنایت اللہ خاں (۱) ۲۴۔ محمد یار خاں (۴)

پروفیسر نجیب اشرف ندوی نے ۱۹۲۹ء میں رقعات عالمگیر مرتب کر کے ایک جلد میں شائع کئے تھے اور اس جلد میں ان پر مقدمہ لکھا تھا۔ اس سلسلے کی کوئی اور جلد غالباً اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ زیر نظر مخطوطے میں جو مکاتیب ہیں وہ پروفیسر ندوی کے شائع کردہ خطوط میں شامل نہیں ہیں۔

اورنگ زیب کے یہ خطوط زیادہ تر بے تکلف اور خانگی تحریریں ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کو بھی تاریخی ترتیب کے ساتھ مرتب کر کے شائع کیا جائے۔ سرزمین دکن کی تاریخ نگاری میں ان سے بہت مدد ملے گی۔ یہ مخطوطہ ناقص الاول ہے۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے ـــ

"او چندے قاضی رکاب آں عالیجاہ بود۔ فضیلت و بے غرضی و صلاح اگر دارد بنویسند۔ امر خطیر تر از قضا نسبت کہ بندگان او سبحانہ بقبول و تصدیق قاضی اسیر و قتیل می شوند۔"

اختتام ـــ "فرمان در تعزیت ہمشیرہ محمد یار خاں۔

ان اللہ مع الصابرین۔ زبدہ مخلصان محمد یار خاں بعنایت پادشاہی مباہی بودہ بداند کہ ان اللہ ما اخذ و لہ ما اعطی و کل اجل مسمی نایبرہ التحیت۔ پس بندہ را بہر حالی شکر بر رستہ بہ از بر بستہ۔ خلعت عنایت شد۔ والسلام۔"

یہ نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ اس کے آخر میں ان کی دو مہریں ثبت ہیں جن پر عنایت جنگ ۱۳۴۲ھ اور مصدر الطاف و عنایت حسین ۱۳۳۶ھ ثبت ہے۔

۶۰ ورق۔ ۱۱ سطور فی صفحہ۔ ۴/۱۲ × ۸۔

۱۱۰۲۔ خطوط موسوی خاں۔ (قبل ۱۱۰۶ھ) مرزا معز الدین موسوی خاں فطرت — نثر فارسی

مرزا معز الدین موسوی خاں فطرت و معز (ب ۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء - م ۱۱۰۶ھ/۱۶۹۵ء) فارسی کے مشہور شاعر تھے۔ دکن میں عرصہ تک رہے اور اردو میں بھی شعر کہے۔ ان کا کلام مختلف مجموعوں اور بیاضوں میں موجود ہے۔ ان کا ایک قصیدہ شمس المناقب انڈیا آفس (نمبر ۱۵۹۰) میں اور خطوط اور اشعار ادارے کی مختلف بیاضوں میں درج ہیں۔ ہندوستان کے مشہور کتب انشاء مثلاً دقائق الانشا (مرتبہ رگھو داس) اور مجمع الانشا (مرتبہ رائے دکنی رام) وغیرہ میں ان کے خطوط شامل ہیں لیکن الگ مجموعہ شاید کہیں موجود نہیں ہے۔

زیرِ نظر مخطوطے میں حسبِ ذیل اصحاب کے نام یا اُن کے لکھائے ہوئے خطوط درج ہیں ــــ

۱۔ ازطرف خانصاحب موصوف بنام حسین یار خاں قلعدار کولاس
۲۔ ازطرف رائے صاحب در تہنیت عطائے نوبت
۳۔ " " رائے صاحب بنام میر محمد حسین خاں دیوان دکن
۴۔ " " آصف جاہ بنام محمد شاہ بادشاہ
۵۔ " " سیام داس " نواب صمصام الدولہ
۶۔ " " " " "
۷۔ " " آصف جاہ " محمد شاہ بادشاہ
۸۔ رقعہ موسوی خاں در شکر عنایت برگ تنبول
۹۔ رقعہ موسوی خاں در شکر رسید عطر
۱۰۔ " " " " رسید جیغہ
۱۱۔ " " " " سرپیچ جواہر
۱۲۔ ازطرف رائے صاحب بنام نواب صف شکن خاں
۱۳۔ ازطرف رائے صاحب بنام نواب قوی جنگ
۱۴۔ " " نواب معین الدولہ " شاہ محمود صاحب
۱۵۔ " " نواب صاحب قبلہ " مرزا خاں
۱۶۔ " " لطف اللہ خاں " امانت خاں
۱۷۔ " " لطف اللہ خاں در رسید عطر گلاب
۱۸۔ موسوی خاں در باب سفارش سبحان خاں قوال
۱۹۔ " " خواجہ رحمت اللہ خاں بنام میر ابو الفخر خاں
۲۰۔ ازطرف رومی خاں بنام راجہ بجیرام راج
۲۱۔ " " رائے سدھارے لال بنام اسد الدولہ ذوالفقار خاں
۲۲۔ عرضی موسوی خاں بخدمت صمصام الدولہ
۲۳۔ " " رائے صاحب " صمصام الدولہ
۲۴۔ ازطرف عمدۃ الملک بنام شجاع الملک علی وردی خاں
۲۵۔ " " " میر مہدی خاں خانساماں
۲۶۔ " " رائے صاحب " یادو راؤ لیسر مورو جی پنڈت
۲۷۔ حکیم عبد السلام جواب خط رائے صاحب
۲۸۔ " " گل محمد " نواب صمصام الدولہ
۲۹۔ ازطرف رجب علی حجام بنام اسد الدولہ ذوالفقار خاں
۳۰۔ " " اسد الدولہ " راجہ بجے رام راج
۳۱۔ موسوی خاں در رسید بچیہ بجدار
۳۲۔ " " " " " میر محمد حسین خاں
۳۳۔ موسوی خاں بنام فتح الدین محمد شہباز جنگ
۳۴۔ " " " " " ظہیر الدولہ خواجہ عبد الہادی خاں
۳۵۔ ازطرف رائے صاحب بنام حسن علی خاں
۳۶۔ " " " " راجہ بجے رام راج
۳۷۔ " " اسد الدولہ بنام راجہ کیشو راؤ
۳۸۔ موسوی خاں " اسد الدولہ
۳۹۔ " " راجہ رگھناتھ داس بنام ابو الخیر خاں امام جنگ
۴۰۔ ازطرف اسد الدولہ " درگاہ قلی خاں
۴۱۔ " " اسد الدولہ " راجہ کیشو راؤ
۴۲۔ موسوی خاں در تعریف ظروف گلی۔

اس فہرست سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں اکثر و بیشتر خطوط دکن سے تعلق رکھتے ہیں اور دکن کی تاریخ نگاری میں ان سے مدد لینا ضروری ہے۔ کیونکہ اس میں بعض اہم اور دلچسپ معلومات درج ہیں جو تاریخوں میں نہیں ملتیں۔

مرزا معز موسوی خاں کی تاریخ وفات ۱۱۰۶ھ بتائی جاتی ہے۔ مگر اس مجموعہ میں جو خطوط شامل ہیں وہ عہد محمد شاہ کے زمانے تک حاوی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موسوی خاں ۱۱۰۶ھ کے بعد بھی عرصہ تک زندہ رہے یا پھر یہ خطاب ان کے فرزند کو یا کسی اور کو بھی ملا ہوگا اور اس کتاب میں ہر خط کے ساتھ جو موسوی خاں لکھا ہے وہ مرزا معز کے علاوہ کسی اور موسوی کا بھی خطاب ہو سکتا ہے۔

یہ مخطوطہ رقعات اورنگ زیب عالمگیر (نمبر ۱۰۹۹) کے حاشیہ پر لکھا گیا ہے۔ بہت ہی پختہ خوش خط نستعلیق میں ہے

اور عنوانات سرخ روشنائی میں درج ہیں۔ ناقص الآخر ہے۔ بحالت موجودہ اس عبارت سے شروع ہوتا ہے جو غالباً میر محمد حسین خاں دیوان دکن کی طرف سے لکھے ہوئے خط میں درج ہے۔

"مبارک و مخالف است بہ ترتیب میمنہ و میسرہ و مقدمہ و قول و التمش پرداختہ چنداں کہ دریں جنگ شجاعت و بہادری کار فرماید حصول فتح و ظفر بملاقات بہجت آیات آں سیف مملول بازدے شفقت ورحم معقول معرکۂ عطوفت دشوار لہذا عطف عنان کمیت خامہ ازیں وادی نمودہ بہ مدعا می پردازد۔"

اختتام — "اگرچہ تعداد خوبی ہائے ایں مراتب از بیرچہ در حوصلہ عبارت و تیز استعارت گنجد و گنجائش پذیرد ہزار چند النست لاکن بطویل کلام دریں وادی باعث تصدیع اوقات خجستہ صفات دانستہ اختصار بدعائے ازدیاد عمر و دولت نمودے

عمر دراز باد بریں ختم شد سخن　　　　بیروں نمی نہم زرہ اختصار باد"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ یہ نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔

۵۶ ورق۔ ۲۰ سطور فی صفحہ۔ $\frac{1}{2}$۸ × ۴"۔

۱۱۰۳۔ رسائل معرفت۔ قبل سنہ ۱۲۰۰ھ　　　　فارسی وارد

معرفت سے متعلق یہ چھوٹے چھوٹے رسائل ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:—

۱۔ رسالۂ معرفت۔ اس میں پہلے غسل شریعت، غسل طریقت، غسل حقیقت اور غسل معرفت کی عربی میں نیتیں لکھی ہیں۔ پھر صفائی، مقراض لینا، مو تراشی، حجامت وغیرہ کے مواقع پر جو نیت کرنی چاہیے اس کی وضاحت کی ہے۔ اسی طرح سیدھے ہاتھ پاؤں اور دائیں ہاتھ پاؤں کے ناخن تراشنے کے وقت کی نیتیں درج کی ہیں۔ اسی طرح مرید ہونے اور مسند پر بیٹھنے تک کے اوراد و وظائف لکھے ہیں۔ ورق ۵ سے کلمۂ قلندری اور طریقت، شریعت، حقیقت اور معرفت کے کلمے لکھے ہیں۔

۲۔ رسالۂ خلافت۔ حسن بصری سے جو سلسلے اور خانوادے نکلے ان کی تفصیل لکھی ہے اور شاہ وجیہہ الدین تک جو بزرگ گذرے ہیں ان کی تفصیل بیان کی ہے۔

۳۔ رسالۂ وجود۔ پانچ وجودی اماموں (تن، جان، عقل، فہم، دل) کی صراحت کی ہے۔ پھر ناسوت جبروت وغیرہ مقامات کی تشریح لکھی ہے۔

۴۔ رسالہ واجب الوجود۔ یہ قدیم دکنی زبان میں ہے اور اس میں پانچ عنصروں کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ اس کا آغاز و اختتام اس طرح کیا ہے:—

ابتدا — "خدائے تعالیٰ پانچہ عناصر پکیں کن سوں پیدا کیا ہے۔ ماٹی، پانی، آگ، بارا، خالی۔ ماٹی کے گن پانچ ہاڑ، ہیڑا، رگاں، چمڑا، بال۔"

اختتام — "گوہروں کے پانچ دشمن۔ اول گوہر ایمان اس کا دشمن دروغ۔ دوسرا گوہر عقل اوس کا دشمن غصہ۔
تیسرا گوہر علم اس کا دشمن تکبر۔ چوتھا گوہر شرم اوس کا دشمن حرص۔ پانچواں گوہر صبر اوس کا دشمن طمع۔"

ان سب رسالوں کے مصنف یا کاتب کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ یہ ایک ایسی جلد کی ابتدا میں درج ہیں جس میں متعدد اہم رسائل شامل ہیں جن کی تفصیلات آئندہ نمبروں میں درج ہیں۔ خط نستعلیق میں دیسی کاغذ پر بمقام کلیانی ضلع بیدر سنہ ۱۲۱۱ھ میں ان سب رسائل کی کتابت کی گئی ہے۔

۹ ورق۔ ۱۱ سطور فی صفحہ۔ ''۵ × ''½۹۔

۱۱۰۴۔ رسالۂ تصوف۔ قبل سنہ ۷۲۵ھ۔ نظام الدین بداؤنی — نثر فارسی

حضرت محبوب المشائخ سلطان الاولیا خواجہ نظام الدین احمد چشتی بدایونی دہلی کے مشہور صوفی اور صاحب طریقت بزرگ ہیں۔ ان کا یہ رسالہ تصوف کے مضامین پر مشتمل ہے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور شیخ حسام الدین گجراتی کے نام ان کے مکتوبات بھی ادارے میں محفوظ ہیں۔

ابتدا — "قال اللہ تعالیٰ۔ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان عرف فخلقت الخلق لاعرف۔ سلطان عشق خواست کہ پردہ از روئے جمال خود بردارد و جمیع صفات خود پیدا آرد و با خودی خود عشق بازد و با غیر خود نپردازد۔"

اختتام — "نقل است کہ از خواجہ بایزید بسطامی کہ دوازدہ سال آہنگری آموختم و دوازدہ سال آئینہ راست کردم و دوازدہ سال منقلہ زدم بعدہ چوں روئے خود بودیم از لاہوت مخفی رسیدم۔
انجا کہ کل شیئ یرجع الی اصلہ۔ تمت تمام شد۔"

یہ رسالہ رواں نستعلیق خط میں قلعہ کلیان ضلع بیدر میں دوسرے رسائل کے ساتھ سنہ ۱۲۰۰ھ کے قریب نقل کیا گیا ہے۔

۴ ورق۔ ۹ اسطور فی صفحہ۔ ''۵ × ''½۹۔

۱۱۰۵۔ رسالۂ وصول الی اللہ۔ قبل سنہ ۸۱۳ھ۔ شاہ نور قطب عالم نور الحق — نثر فارسی

یہ ۴ صفحات کا ایک مختصر فارسی رسالہ ہے جس میں کسی بزرگ شاہ نور نے تصوف کے مسائل مثلاً واجب الوجود رویت باری اور فقر و فنا پر خیالات ظاہر کئے ہیں۔

ابتدا — "رسالہ وصول الی اللہ تعالیٰ تصنیف بندگی شاہ نور قطب عالم نور الحق۔
اعلم ان الوصول الی اللہ ثلثۃ انواع اولیاً الوصول الی اللہ ہو الخروج عن افعالہ الیہم وہی تزکیۃ النفس و ثانیہا الوصول مع اللہ والخروج عن صفاتہ بحق تجلی روح و ثالثہا الوصول فی اللہ۔ سیر محض ذات صرف وجود مطلقاً۔ اے عزیز طالب را باید کہ از صفات خود فانی شود۔"

اختتام ــ "پس بداں کہ خواص الراحمین چیست کہ جسم او باجسمانیان باشد روح او بارو حیان و سرا و با روحانیان و سر او باحق مسرور باشد۔ یعنی اے عزیز پسر رو در دریائے وحدت باش و سرا و باحق مسرور گردد صفت المومن خواص الراحمین اینست ۔ تمت الکتاب شد"

۱۴ صفحات ۔ ۱۸ سطور فی صفحہ ۔ $5'' \times 9\frac{1}{2}''$ ۔

۱۱۰۶ ۔ مرغوب الروح ۔ قبل ۱۰۰۰ھ ۔ نثر فارسی

اس مختصر سے فارسی رسالے میں نفس روح اور دل کے بارے میں تصوف کے مضامین کسی بڑے صوفی بزرگ نے بطور نصائح لکھے ہیں ۔ ان کا نام اور سنہ تصنیف معلوم نہ ہو سکا ۔ ممکن ہے کہ میراں جی یا شاہ برہان الدین جانم کی تصنیف ہو ۔ عربی حمد و نعت کے بعد اس طرح شروع کیا ہے ــ

"بداں کہ اسعدک اللہ تعالیٰ فی الدارین ۔ ایں رسالہ در بیان نفس و دل و روح کردم ۔ مرغوب الروح نام نہادم تا عارفاں و عاشقاں را مراد حاصل شود و بہ خدائے تعالیٰ برسند"

اختتام ــ "اے عزیز حقیقت کہ سالک خصلت ہائے ذمیمہ را از خود مرتفع گرداند و بصفتہائے حمیدہ پیوستہ شود او از خود فنا شد و او حق تعالیٰ را شناخت و او فنا فی اللہ شد ۔ او حق تعالیٰ را شناخت و او بقا باللہ پیوست"

درمیان میں اکثر عربی آیات و احادیث لکھی گئی ہیں ۔

۶ صفحات ۔ ۱۹ سطور فی صفحہ ۔ $5'' \times 9\frac{1}{2}''$ ۔

۱۱۰۷ ۔ مخزن السالکین ۔ قبل ۱۰۰۰ھ ۔ از شاہ برہان الدین ۔ نثر فارسی

یہ بھی تصوف کا ایک مختصر سا رسالہ ہے ۔ اس کا دیباچہ کسی اور صاحب نے لکھا ہے اور اس میں مصنف کا نام اس اہتمام سے لیا ہے ــ

"حضرت شیخ الاسلام و المسلمین وہادئے طالبین والسالکین ۔ امام العارفین والعاشقین محبوب رب العالمین بندگی حضرت شاہ برہان الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز"

اس رسالے کے موضوع اور نام کے بارے میں لکھا ہے ــ

"اندریں رسالہ ہم تصوف است وہم سلوک وہم حقیقت و معرفت و نام ایں رسالہ مخزن السالکین و مقصد عارفین نہادہ شد"

ابتدا ــ "حمد متوافر و ثنائے متکاثر مر حضرت حق سبحانہ تعالیٰ را با بتدائے کمال از نور تجلی ذات جلال و جمال وجود جمیع ممکنات را بانتہائے جمال پدید آورد"

اختتام ــ "دریں جا اضافت ساقط شود ۔ چنانچہ گفتہ اند التوحید اسقاط الاضافات در راہ توحید ساقط

جمیع عبادت عیدرا و چون اضافت ساخته شد عبادۃ تمام گشت دعین بہایت رسید۔

کوئی ترجمہ نہیں ہے۔ اس کے بعد دوسرے صفحہ سے فارسی ہی میں چند سوالات لکھ کر ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ پھر طریقہ دوگانہ حضرت غوث الصمدانی لکھا گیا ہے۔ یہ حصہ پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۲ ورق۔ ۱۹ سطور فی صفحہ۔ ۵" × ½ ۹۔

۱۱۰۸۔ قصیدہ۔ قبل ۱۱۰۰ھ۔ شاہ برہان الدین جانم — نظم فارسی

تصوف و عرفان کے مضامین پر مشتمل یہ فارسی قصیدہ بھی اس مجموعے میں شامل ہے جس میں متعدد اردو فارسی رسائل تصوف مسلسل ایک ہی کاتب نے نقل کئے ہیں۔ اس کے مصنف کا نام نہیں لکھا ہے مگر اس میں ایک شعر یہ بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاہ برہان الدین جانم (۹۹۰ھ - ۱۱۰۰ھ) کی تصنیف ہے ؎

جانم آں وقت را غنیمت دار	ہرچہ از یاد او تو بیداری

اس قصیدہ کی زبان اور اسلوب بیان بہت عمدہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف فارسی شعر و سخن کا بہت اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں اور خود بھی اعلیٰ پایہ کے شاعر ہیں۔

ابتدا۔	چشم بکشا کہ جلوۂ دلدار	متجلی است از در و دیوار
	نحن اقرب الیہ آمدہ است	دور افتادۂ تو از پندار
اختتام۔	ایں نہ شعر ست چیست معجزۂ	لیک ماند بصورت اشعار
	قلم راستی بدست آور	بہ ورقہائے تو بہ نقل نگار
	لیک باید کہ کار فرمائی	ورنہ خوں خوز دل بچہ کار
	ہمہ شوقست اندریں صفحہ	ہمہ عشقست اندریں طومار

اس میں (۱۷۰) شعر ہیں۔

۱۱ صفحات۔ ۱۷ سطور فی صفحہ۔ ۵" × ½ ۹۔

۱۱۰۹۔ ارشاد الطالبین۔ قبل ۱۱۰۰ھ۔ شاہ برہان الدین جانم — نثر فارسی و اردو

اس فارسی رسالے کے آغاز میں لکھا ہے کہ یہ خواجہ بندہ نواز کی تصنیف ہے مگر اس میں شاہ میراں جی کا اردو کلام بھی بطور وضاحت کے شامل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ بندہ نواز کے رسالے کی کسی اور نے (غالباً شاہ برہان الدین جانم نے) شرح لکھی ہے۔ اس کا آغاز عربی حمد و نعت کے بعد اس طرح ہوتا ہے جس سے اس کا موضوع بھی واضح ہوگا۔

"اما بعد بداں کہ ایں رسالہ ایست ارشاد الطالبین در خانوادۂ چشت از حضرت بندگی مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز بندہ نواز چشتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ اے طالب صادق فرمودند کہ اول سہ مرتبہ

بداند ۔ یکے عرفان، دویم ایمان، سوم اسلام۔

شاہ میراں جی کا اردو کلام اس طرح درج ہے ۔۔۔

"دریں باب حضرت شاہ میراں جی شمس العشاق قدس اللہ سرہٗ دہرہ فرمودہ اند ۔

اللہ کرے سو ہوے صحیح ہی یوچ ایمان | کرنا رہنا بھوگنا سب اللہ کے فرمان"

اختتام ۔۔ " دریں معنی با ہمہ و بے ہمہ ذات خدا حاصل شود۔ منتہی و کامل گردد و درمیان اولیاء اللہ جمع شود و مقام محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حاصل آید محبوب گردد۔ انشاء اللہ تعالیٰ"

کوئی ترقیمہ نہیں ہے ۔ یہ تمام رسائل (نمبر ۱۱۰۳ تا ۱۱۲۶) ایک ہی کاتب نے مسلسل نقل کئے ہیں اور ان میں زیادہ تر مشائخ چشت اور خصوصاً شاہ میراں جی اور شاہ برہان الدین جانم اور ان کے سلسلہ کے بزرگوں کی تصنیفات نظم و نثر شریک ہیں۔ یہ تمام رسالے بیدر میں لکھے گئے ہیں چنانچہ آخری صفحہ پر کاتب نے یہ شعر لکھا ہے ۔

خاک بیدر را چنوں عاشقاں گل کردہ اند | از برائے بودن عشاق منزل کردہ اند

۵ صفحات ۔ ۱۷ سطور فی صفحہ ۔ ۵" × ½۹ ۔

۱۱۱۰ ۔ پنج گنج ۔ قبل ۹۹۰ھ ۔ شاہ برہان الدین جانم — مثنوی اردو

اس اردو مثنوی کا ایک اور نسخہ ادارے میں نمبر ۲۳ م ۵ پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات اور مصنف کا حال جلد سوم صفحات ۸۰ و ۸۱ پر چھپ چکا ہے ۔ زیر نظر نسخہ بھی مکمل ہے اور بہت صحیح اور صاف و پاک ہے ۔ انہی کے خاندان کے متعدد رسائل نظم و نثر (مخطوطات نمبر ۱۱۰۳ ۔ ۱۱۲۶) کے سلسلہ میں نقل کیا گیا ہے ۔ خط نستعلیق ہے ۔ عنوانات سرخ روشنائی میں لکھے ہیں ۔ ابیات کو بطور نثر مسلسل لکھا گیا ہے ۔ یعنی ہر بیت کے لئے ایک سطر وقف نہیں کی گئی ہے ۱۲۰۰ھ کے قریب کی کتابت ہے ۔ دیسی کاغذ پر شہر بیدر میں نقل کیا گیا ہے اور بعد کو قلعہ گلیانی میں یہ مخطوطہ محفوظ رہا ۔

ابتدا ۔ بنام خداوند نام خدا | ندا کر کہوں میں دمے دم سدا

عجب اسم فرخ و فرخندہ ہے | جیئو اوس کا ذاکر سو وو زندہ ہے

اختتام ۔ اگر ایک پل بھی کسی کوں ملی | کہیں اوس کو بے شک خدا کا ولی

بفضل نبی علیہ السلام | یو پنج گنج کا یہاں ہوا اختتام

۶ صفحات ۔ ۱۷ سطور فی صفحہ ۔ ۵" × ½۹ ۔

۱۱۱۱ ۔ محیط مطلق ۔ قبل ۱۰۱۰ھ ۔ شاہ امین الدین — مثنوی اردو

اس نظم کے مصنف شاہ امین الدین علی اعلیٰ معلوم ہوتے ہیں ۔ ان کے حسب ذیل رسائل نظم و نثر ادارے میں موجود ہیں جو تصوف سے متعلق ہیں ۔۔

۱۔ مخطوطہ نمبر ۷۵۲ ۔ ملفوظات ۔ تذکرہ جلد چہارم صفحہ ۹۳	۴۔ مخطوطہ نمبر ۸۸۵ ۔ وصل نامہ ۔ تذکرہ جلد چہارم صفحہ ۲۴۲
۲۔ " " ۷۵۳ ۔ اذکار و اشغال " " " ۹۴	۵۔ " " ۸۸۶(۴) ۔ رسالہ نثر " " " ۲۴۴
۳۔ " " ۸۸۳ ۔ گفتار " " " ۲۴۰	۶۔ " " ۸۸۶(۵) ۔ رسالہ نظم " " " ۲۴۴

زیر نظر مختصر مثنوی شاہ امین کے والد شاہ برہان کی مثنوی "پنج گنج" (نمبر ۱۱۱۰) کے سلسلہ ہی میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھ کر شروع کی گئی ہے۔ اس میں (۳۲) ابیات ہیں۔ اس کے آخر میں شاہ برہان کی توصیف کی گئی ہے اور ابتدائی ابیات میں مصنف کا تخلص اس طرح شامل ہے ؎

ہے ایسا پاک آمین　　جو مطلق نور یقین

اس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے ؎

ہے دانا بینا حق　　ہے محیط ہور مطلق
ہے محمد نور جمالا　　ہے میرا جیو جیوالا

اختتام۔
جو آپی آپ دکھائے　　ہور اپنا راز جتائے
سو ایسے جانم جان　　وو آپیں ہیں برہان

کوئی ترقیمہ نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی بسم اللہ لکھ کر ایک دوسری مثنوی "گنج مخفی" شروع کر دی گئی ہے جس کا ذکر نمبر ۱۱۱۲ پر درج ہے۔

۲ صفحات ۔ ۱۷ سطور فی صفحہ ۔ "۵ × "۹½ ۔

۱۱۱۲۔ گنج مخفی ۔ قریب سنہ ۱۱ھ ۔ شاہ حسین　　مثنوی اردو

اس عنوان سے دکن کے متعدد صوفی شاعروں نے مثنویاں لکھی ہیں جن میں خود شاہ امین الدین علی اعلیٰ کی مثنوی بھی شامل ہے۔ ادارے میں نمبر ۶۵۵ پر (غالباً) معظم کی ایک مثنوی "گنج مخفی" ہے جس کا ذکر گذر چکا ہے۔ (دیکھو جلد اول صفحات ۱۴۸ - ۱۴۹)

اس نام کی ایک اور مثنوی مرید مخدوم شاہ حسینی کی لکھی ہوئی ہے جو نمبر ۳۰۷ پر موجود ہے اور اس کا ذکر جلد چہارم صفحہ ۱۹۲ پر درج ہو چکا ہے۔

زیر نظر مثنوی خود شاہ حسین کی تصنیف ہے جیسا کہ اس کے آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے۔ شاہ حسین حسینی کے ایک مرید شاہ سلطان ثانی کی ایک مثنوی "گنج الاسرار" ادارے میں موجود ہے (نمبر ۸۱۷ جلد چہارم صفحہ ۱۶۳) جس میں انھوں نے اپنے مرشد کا ذکر اس طرح کیا ہے ؎

رہبر رہبر مرا اکمل حسین　　منزل تجرید میں او شاہ حسین

شاہ حسین کا مکتوبہ ایک مخطوطہ "سفینۃ الاولیا" (نمبر ۳۱ جلد دوم صفحہ ۸) بھی ادارے میں موجود ہے جس کا سنہ کتابت ۱۱۶۲ھ ہے اور جو روضۂ میاں شاہ یا ہو واقع کرنول میں لکھا گیا ہے۔ مگر اس زیر نظر مثنوی کے مصنف اس سے

قبل کے بزرگ ہیں جو شاہ برہان الدین جانم کے سلسلہ کے مرشد ہیں۔ ان کے فرزند شاہ امین کے خلفا ہیں شاہ بابا حسینؒ فرزند شاہ امین کے علاوہ حسب ذیل مشہور ہیں۔

شاہ قادر لنگا کوتال۔ میراں جی خدا نما۔ شاہ قاسم اور شاہ فتاح۔

ادارے میں صوفیا کے سلسلوں کا ایک قدیم شجرہ موجود ہے جو سنہ ۱۲۰۰ھ کے قریب تیار کیا گیا تھا اور جس میں اس دور کے جملہ مشائخ و سجادگان کے توثیقی دستخط اور مواہیر ثبت ہیں۔ اس میں صرف ان ہی خلفائے شاہ امین کے نام درج ہیں اور شاہ حسین کا نام نہیں ہے۔ زیر نظر مثنوی ان ابیات سے شروع ہوتی ہے ؎

ذات تو مطلق آپ میں بھیک   گنج ہے مخفی اوس کا دیک

مطلق ذات کا پرکار   بوج سوں ہوا آپ اظہار

شاہ اوس کا راکھا ناؤں   مطلق ہوا ہے اوہی ٹھاؤں

اس مثنوی میں ۵۷ ابیات ہیں۔ آخری ابیات میں شاہ علی (غالباً شاہ امین الدین علی مراد ہیں) کا ذکر ہے اور مصنف کا نام بھی۔ ابیات ہیں ؎

میرا تیرا ہے یو گیان   بوج دو بندہ ہے اوس پچھان

پیر شاہ علی دیتے دامان ایمان   مرشد سوں تٹا بھرم گمان

شاہ حسین ہر گھٹ پیو کر دیک   سب گھٹ دیکھو پیو بن نہیں ہے ایک

یہ مثنوی بھی اس سے قبل کی مثنویوں کی طرح مسلسل لکھی گئی ہے یعنی ایک بیت ایک سطر میں درج نہیں ہے۔

۴ صفحات - ۱۷ سطور فی صفحہ - "۵ × "۱/۲ ۹۔

۱۱۱۳ - مثنوی چار تن - قریب سنہ ۹۵۰ھ - شاہ داول   مثنوی اردو

شاہ داول خلیفہ شاہ برہان الدین جانم کی یہ مثنوی بہت قدیم زبان میں لکھی گئی ہے۔ جانم کے سکھ سہیلا کی زبان اور انداز میں منظوم کی گئی ہے۔ اس میں آغاز میں کلمہ طیبہ کے بعد سرخ روشنائی میں یہ پانچ عنوان لکھے ہیں۔

مجاہدہ نفس سوں، مشاہدہ دل سوں، مراقبہ روح سوں، مکاشفہ نور سوں، معائنہ معائنہ ذات سوں۔

ابتدا۔ حق سوں بولوں چار شہادت سانچ گرو کی گیان   سانچا گرو مرشد میرا حضرت شاہ برہان

جن یو نکتہ کھول بتایا سیدھے مارگ لایا   برہا کی رے آگ بجھا محبت تنہہ کا پریم چکھایا

اختتام۔ چاروں تن سوں جیتے اجگر موت کا پیالا پینا   حق کے مارگ حق سوں پایا حق میں حق ہو جینا

داول اپنے چاروں تن سوں جیچ پرچیت بوجیا   حق کی شہادت حق نے پایا عشق سوں جھگڑا بوجیا

اس مثنوی میں تقریباً (۳۰) ابیات ہیں۔ کتابت مسلسل بطور نثر لکھی گئی ہے۔

۲ صفحات - ۱۷ سطور فی صفحہ - "۵ × "۱/۲ ۹۔

۱۱۱۴ - رموز السالکین - قبل ۱۰۵۰ھ - شاہ امین الدین علی اعلیٰ — مثنوی اردو

شاہ امین کا یہ آٹھواں رسالہ ہے جو ادارے میں محفوظ ہے۔ اس سے قبل نمبر ۱۱۱۱ پر ان کے سات اور رسالہ جات نظم و نثر کی تفصیل درج کی گئی ہے۔ شاہ امین الدین علی اعلیٰ کے والد شاہ برہان الدین جانمؔ نے رموز الواصلین لکھی تھی اور انھوں نے یہ مثنوی رموز السالکین تصنیف کی تھی۔ اس میں تقریباً ۳۳۵ ابیات ہیں جن میں تصوف کے اعلیٰ موضوع نور مطلق کی تصریحات بیان کئے گئے ہیں۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ؎

اللہ پاک منزہ ذات — اس سوں صفتاں تمام سات
علم ارادت قدرت بار — سنتا دیکھتا بولن ہار
حی صفت توں جان حیات — اوس کو ناہیں کدیں ممات
ایسیاں صفتاں سوں ہے ذات — جوں کہ چہند تا چاند سنگات

حمد کے بعد نعت کے مضامین منظوم کیئے ہیں اور پھر عنوان "شناس نور مطلق" لکھ کر اصل مثنوی اس طرح شروع کی ہے ؎

نور ہی حی مطلق نور — قید مقید تے او دور
دانا دل روح بینا پاک — آن دو کیرا ایسا ساک

اس مثنوی کے آخری حصے میں اس کا نام اس طرح لکھا ہے ؎

ناؤں اس کا ہے رموز السالکین — سالکاں پر ہوئے یقیں
واصل سن کر ہوئیں فدا — عاشق خود تیں ہوئے جدا

اختتام ؎

ڈر امید کے بیچ پکڑے ٹھاؤں — ہردم جپتے اس کا ناؤں
حق کی رہ میں پکڑ یقیں — کیوں نہ ہووے تجہ امین
تمت اس تے کیا تمام — حق تیں بولیا حق کلام

۱۴ صفحات - ۱۷ سطور فی صفحہ - ۵" × ½۹"

۱۱۱۵ - مغز مرغوب - قریب ۱۱۰۰ھ - شاہ کمال — مثنوی اردو

شاہ کمال گرم کنڈی (متوفی ۱۲۲۴ھ) کڑپہ کے ایک مشہور صوفی شاعر گذرے ہیں جن کا دیوان ادارے میں نمبر ۶۰۰ پر موجود ہے اور ان کی تفصیلات جلد سوم صفحات ۲۰۷ - ۲۰۸ پر درج ہو چکی ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ مثنوی بھی انہی کی ہو مگر اس کی زبان بہت پرانی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ کمال بھی شاہ میراں جی کے سلسلۂ بیعت کے کوئی بزرگ تھے۔ کیونکہ اس جلد کے زیادہ تر رسائل اسی خاندان سے متعلق ہیں۔ اس مثنوی کا ایک اور نسخہ جو کلیانی میں لکھا گیا تھا نمبر ۹۵۵ پر موجود ہے۔ زیر نظر نسخہ کلیانی سے قریب شہر بیدر میں نقل کیا گیا ہے۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے ؎

اللہ محمد علی امام دائم ان سوں حال — سب خاصوں سوں اللہ اللہ تو اکہوں گیان کمال

منوز مرغوب دھریا جہالو اس نسخے کا نام — مرشد لکھوں سچے تو ہوے کشفن تمام
بیس نظم اور تین زیادہ او س کا سب حساب — برس دو چہیان کرے ہے تو ہر نعمت کا آب

اس تیسرے شعر سے ممکن ہے کہ تاریخ تصنیف نکلی ہو جو لفظ نظم کے اعداد ۹۹۰ میں ۲۳ ملانے سے ۱۰۱۲ برآمد ہوتی ہے یا پھر مثنوی کی ابیات کی تعداد منظور رہے لیعنے "۲۳" - مگر اس میں ۵۶ ابیات ہیں۔ اس کا اختتام ان ابیات پر کیا ہے

تیجا آپ نہیں سو بوجہ گت پا کلا اتیت — پر جو رسی بھی آنکھ تو توں سروپ نیت
اس بوجنے آپ نہیں بھی مرتے نہیں تھیں — شاہ کمال کے پگوں لاگ اس پر چو میں رہیں

۲ صفحات - ۱۷ سطور فی صفحہ - ۵ × ½۹ -

۱۱۱۶ - رسالہ محمود قبل ۱۱۰۰ھ - شیخ محمود خوش دہاں — مثنوی فارسی

شیخ محمود خلیفہ شاہ برہان الدین جانم کی چند اور (فارسی نثر میں دو اور اردو نظم میں ایک) کتابیں ادارے میں موجود ہیں ـــــ

۱- معرفت السلوک (فارسی) نمبر ۲۰۴ جلد دوم صفحہ ۳۸ — ۲- رویت الحق (فارسی) نمبر ۲۰۵ جلد دوم صفحہ ۹۴

۳- علم الحیات (اردو) نمبر ۷۶۲ جلد چہارم " ۲۱۵

یہ فارسی مثنوی بھی غالباً انہی کی تصنیف ہے۔ ان کے فرزند شیخ مصطفیٰ بھی ایک صوفی شاعر تھے جن کا اردو کلام ادارے میں نمبر ۶۵۶ پر بعنوان وصیت نامہ محفوظ ہے۔ (دیکھو جلد سوم صفحہ ۲۸۲)

محمود کا اردو کلام بھی ادارے کی مختلف بیاضوں میں درج ہے۔ (دیکھو مخطوطہ نمبر ۶۵۹ جلد سوم ص ۲۸۳)۔ ممکن ہے کہ یہ کلام بھی انہی شیخ محمود کا ہو۔

زیر نظر مخطوطے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمود کا لقب خوش دہاں مشہور تھا۔ چنانچہ اس کے عنوان پر لکھا ہے۔

"رسالہ محمود حضرت خوش دہاں قدس اللہ سرہٗ"

اس فارسی مثنوی میں اس سلسلہ مصنفین کی کئی کتابوں مثلاً بنج گنج اور گنج مخفی وغیرہ کے نام بھی استعمال کئے ہیں۔

ابتدا۔ — الٰہی جہاں را توی پادشاہ — کہ بجز تو کسے نیست دیگر الٰہ
وجود تو بحر است علمے چو موج — بہر سو نمودی ازاں فوج فوج

اختتام — دراں گنج مخفی شود حال تو — کہ گردد زباں گنگ از قال تو
چنیں وصل حق را تو یابی دوام — بود ذوق او مر ترا مستدام
ایا سالکا بر تواں گفتہ ام — بسلک نصیحت درے سفتہ ام

کوئی ترقیمہ نہیں ہے بلکہ اس کے بعد ہی رسالہ وصیت الہادی شاہ برہان الدین جانم شروع کر دیا گیا ہے جس کا ذکر نمبر ۱۱۱۰ پر درج ہے۔

۴ صفحات - ۱۷ سطور فی صفحہ - ۵ × ½۹ -

۱۱۱۷- وصیت الہادی- قریب سنہ ۹۹۹ھ -شاہ برہان الدین جانم مثنوی اردو

ادارے میں شاہ برہان الدین جانم کی متعدد کتابیں محفوظ ہیں جن میں سے حسب ذیل دس درج تذکرہ ہو چکی ہیں:-

۱- نمبر ۱۰۴- کلمۃ الحقائق - جلد اول صفحہ ۵۳ ۲- نمبر ۱۰۴ ب - مقصود ابتدائی - جلد اول صفحہ ۵۴

۳- ” ۱۲۴- ارشاد نامہ - ” ” ۹۱ ۴- ” ۵۰۳- شرح ارشاد نامہ ” سوم ” ۴۴

۵- ” ۵۴۳- پنج گنج ” سوم ” ۸۰ ۶- ” ۹۵۶- تن نامہ ” پنجم

۷- ” ۱۱۰۹- ارشاد الطالبین جلد پنجم ۸- ” ۱۱۱۰- پنج گنج ” ”

۹- ” ۱۱۰۷- مخزن السالکین ” ” ۱۰- ” ۱۱۲۴- گفتار شاہ برہان ” ”

یہ انکی کتابوں کا گیارہواں مخطوطہ ہے اور مثنوی ہے جس میں تقریباً (۱۴۰) ابیات ہیں۔ کاتب نے ہر بیت کے لئے ایک سطر وقف نہیں کی ہے بلکہ بطور نثر مسلسل لکھی گئی ہے۔ درمیان میں سرخ روشنائی میں آیات و احادیث بخط نسخ درج ہیں۔ اس کتاب میں حسب ذیل چار عنوانات ہیں۔

۱- حمد ۲- نعت ختم المرسلین ۳- دربیان راہ معرفت و فکر سری ۴- دربیان مقام قرب ذکر حق۔

ابتدا اس طرح کی گئی ہے۔

سکتا قادر قدرت سوں سمجے تجکہ کوئی کیا — جس کوں پوری دیوے راہ کہا پہدی من بیشا

بہو روپ پر گھٹ آپ چھپایا کوئی نہ پایا انت — بایا مومیں سب جگ، پایا کیونکر سوچے پنت

اختتام۔ ادک تو یو بات ہیلی نہیں ثابت رکھیں بہاؤ — دل کے ساتی سوں نیں چوری کیونکر چلے ناؤ

ظاہر باطن کا وہ دانا سکتا ہے سبحان — سب پر شاہد مطلق بینا تجہ پرتے برہان

وھو شاھد علی کل شئی۔

آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں لکھا ہے۔ البتہ ابتدا میں لکھا ہے۔

”رسالہ وصیت الہادی من الکلام حضرت برہان الدین جانم قدس اللہ سرہ العزیز۔“

۹ صفحات - ۱۷ سطور فی صفحہ - ۵" × ۹½-

۱۱۱۸- وجود العارفین - قریب ۱۱۲۵ھ - علی پیر صاحب نثر اردو

اس مثنوی کے مصنف علی پیر غالباً شاہ امین الدین علی اعلےٰ کے پوترے اور بابا شاہ کے فرزند تھے جیسا کہ شاہ میراں کے نسل نامہ و خود نوشت حالات کی ایک تحریر مندرجہ مخطوطہ نمبر ۸۶۳ سے معلوم ہوتا ہے (دیکھو جلد چہارم صفحہ ۲۱۷)۔ ان کی ایک اور کتاب تلاوت الوجود کا ذکر اسی جلد میں نمبر ۱۰۲۳ پر گذر چکا ہے۔

اس خاندان کے افراد کا چونکہ بار بار ذکر آتا ہے اس لئے ان کا شجرہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ اس میں ناموں کے ساتھ وہ تمام القاب درج ہیں جو مخطوطوں میں نظر سے گذرتے ہیں۔

شاہ امیر الدین ۔ میراں جی ۔ شمس العشاق

شاہ برہان الحق والدین ۔ برہان اللہ ۔ جانم ۔ شاہ برہان | خواجہ عطاء اللہ

↓

شاہ امین یا شاہ امین الدین علی اعلےٰ ۔ امین اللہ

↓

باباشاہ یا شاہ باباصاحب

↓

شاہ علی جیو یا علی پیر صاحب یا خواجہ علی پیر شاہ یا خواجہ بجور انوار حضرت علی پیر

علی پیر صاحب کی یہ کتاب اردو نثر میں ہے اور اس میں انھوں نے جگہ جگہ اپنے سلسلہ کے بزرگوں خواجہ بندہ نواز، شاہ میراں جی اور شاہ برہان الدین جانم وغیرہ کے اقوال واشعار بطور وضاحت شامل کئے ہیں ۔ مثلاً

۱۔ حضرت شاہ برہان صاحب فرماتے ہیں ؎

"پہلا مقام شیطانی کہنا منزل ناسوت کیری ۔۔۔ شریعت کے باٹ لگے نااترے کیونکر گھیری"

۲۔ حضرت شاہ میراں جی شمس العشاق عاشقیں فرماتے ہیں ؎

جس مارگ جیو سچے سو ہے مارگ سار ۔۔۔ مارگ چھوڑ کو مارگ چلے تن کا ہیں بچار

۳۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ اکر بولتے ہیں ؎

من خدایم من خدایم من خدا ۔۔۔ فارغم از کبر و کینہ از ہوا

۴۔ حضرت سید محمد یوسف الحسینی گیسو دراز قدس سرہٗ یوں فرماتے ہیں ؎

المنۃ للہ کہ فقیریم و گدائیم ۔۔۔ نے عاجز تقسیم و نہ محتاج خدائیم

اس کتاب کا اور مصنف کا نام ابتدائی حصے میں ایک رباعی میں اس طرح ظاہر کیا گیا ہے ؎

وجود العارفین ہے ناؤں اس کا ۔۔۔ وہی پاوے نصیب خوب جس کا

جو کوئی پیر کامل سوں بو دیکھے ۔۔۔ علی اوس کا متاع ہے نیں ہجی کس کا

اس میں حسب ذیل پانچ وجودوں پر بحث کی گئی ہے ۔۔۔

۱۔ واجب الوجود ۲۔ ممکن الوجود ۳۔ ممتنع الوجود ۴۔ عارف الوجود ۵۔ واحد الوجود۔

ہر وجود کی شاخیں اور تفصیلات سادہ اردو میں قلمبند کی گئی ہیں ۔ اکثر مطالب کا آغاز "اے عارف" لکھ کر یعنے عارف کو مخاطب کر کے کیا گیا ہے ۔ اس کی ابتدا اس طرح کی ہے ۔۔۔

"اے عارف خدائے تعالیٰ قرآن میں فرمایا ہے کہ کل شئ محیط ۔ وفی انفسکم افلا تبصرون و ھو معکم اینما کنتم ۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید ۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ ۔ من کان فی ہذا اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا ۔ اس واسطے ضرور ہوا کہ کچھ حق کا معرفت بولنا جیوں اپس کوں سمجھ گیا تیوں"

اختتام ۔۔۔ باتاں تے کچھ کام نہیں ہمے کرنے کچھ یک سار ۔۔۔ کرنے تے کچھ پھل نہیں من لوڑے سرجن ہار

جب لگ دیا فرصت نہ غفلت گماں لیار ۔۔۔ انصاف باقی نہ ہونا بندہ فعل مختار

کوئی ترقیمہ نہیں ہے البتہ ابتدا میں یہ عنوان لکھا ہے۔

"رسالہ وجود العارفین من تصنیف حضرت خواجہ بحور انوار حضرت محی پیر صاحب رضؓ"

اس رسالہ کا نام "وجود العارفین حضرت خواجہ بندہ نواز کے رسالہ "وجود العاشقین" کی تقلید میں رکھا گیا ہے۔

۲۴ صفحات۔ فی صفحہ ۷ اسطور۔ "۵ × "۹½۔

۱۱۱۹۔ ذکر نامہ۔ قبل ۱۱۹۴ھ۔ مرید شاہ برہان — نثر اردو

اس رسالہ کا نام جیسا کہ مصنف نے لکھا ہے وجود نامہ اور وصل نامہ بھی ہے۔ وصل نامہ نام کا ایک منظوم رسالہ بھی ادارے میں نمبر ۳۶ پر موجود ہے جس کے مصنف ایک شاعر مرتضیٰ مرید سلطان تھے (دیکھو جلد اول صفحہ ۲۵۱)۔ زیرنظر کتاب نثر میں ہے اور اس کے مرتب شاہ برہان الدین جانم کے کوئی مرید تھے جن کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ اس کا ایک اور نسخہ ادارے میں نمبر ۴۶ پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات جلد سوم صفحہ ۲۷۶ پر چھپ چکی ہیں۔

زیرنظر مخطوطہ مکمل ہے اور بیدر میں ۱۲۰۰ھ کے قریب متعدد رسائل تصوف (نمبر ۱۱۰۲ تا ۱۱۲۶) کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔

ابتدا۔ "مرید اے ارشاد یاد رکھنا عارف ہوا تو پچھانے گا اس کتاب کا معنا۔ دکھنی باتاں ہیں۔ اس کتاب کے تین نام ہیں۔ اول نام ذکر نامہ۔ دوسرا نام وجود نامہ۔ تیسرا نام وصل نامہ۔"

اختتام۔ "جو برابر بدن نفس اندام میں ہے۔ تل برابر بدن آنکھ میں ہے۔ انسان سمجھنا برکت پیر کامل و مرشد واصل سوں۔"

۹ صفحات۔ ۷ اسطور فی صفحہ۔ "۵ × "۹½۔

۱۱۲۰۔ رسالہ ابراہیم ادہم۔ ابراہیم ادہم بلخی — نثر فارسی

اس رسالہ میں سوال و جواب کے ذریعہ سے مریدوں کو تصوف کے اہم مسائل سمجھائے گئے ہیں۔ بہت ہی مختصر ہے جملہ ۵ صفحات ہیں۔

ابتدا۔ "(عربی حمد و نعت)۔ بعد ازیں بداں اے درویش چند سخن دقیقہ از دقایق علم تصوف۔ ایں فقیر ضعیف نحیف ابراہیم ادہم می گوید۔ اما بجز اہل محقق آں کسے نتواند کہ در آید و فہم کند و نیز ایں فقیر حقیر ایشاں نیافت۔"

اختتام۔ "و ازیں چہار منزل و ہر کہ گذشت وے از حقیقت بوحدانیت رسید و ہر کہ بوحدانیت رسید ہمچناں شود چنانچہ بالا ذکر رفتہ است ارزقنا اللہ تعالے و علی کل مومن بفضلہ و کرمہ بحق النبی و آلہ و صحابہ اجمعین آمین۔"

۵ صفحات۔ ۷ اسطور فی صفحہ۔ "۵ × "۹½۔

۱۱۲۱۔ مکتوب بنام شیخ حسام الدین گجراتی ۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا، نثر فارسی

حضرت نظام الدین اولیا، کے اور دوسرے مکتوبات اور اذکار و اوراد بھی ادارے میں موجود ہیں اور ان کا ذکر گذر چکا ہے۔ اس مکتوب میں تصوف کے مسائل بیان کئے گئے ہیں اور توحید باری تعالیٰ کی وضاحت کی گئی ہے۔

ابتدا۔ "مکتوبے کہ حضرت قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ والغفران در بیان توحید بجانب شیخ حسام الدین اولیا ساکن گجرات نوشتہ بودند این است۔"

اختتام۔ "ونہایت فقیری و درویشی از کار بیکار و از امید نا امید و از ارادت بے ارادت و از وجود بے وجود و از خود بے خود بودن است۔ وتمام درویشی دریں دو سخن است یکے توکل دوم تسلیم۔"

۷ صفحات۔ ۱۷ سطور فی صفحہ۔ "۵ × "۹½۔

۱۱۲۲۔ رسالہ وصول الحق ۔ شیخ الحاکم صدر الدین یعقوب نثر فارسی

یہ فارسی نثر کا ایک بہت چھوٹا رسالہ ہے جس میں وصول الحق کے لئے چھ چیزوں کی ضرورت اور ان کے حصول کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ چھ باتیں یہ ہیں۔

۱۔ دوام وضو ۲۔ صوم صوری و معنوی ۳۔ سکوت از ذکر خلق ۴۔ دوام با خلوت
۵۔ نفی خاطر کہ ہیچ خطرہ جز حق در دل نکند ۶۔ دوام ذکر با ربط پیر۔

یہ رسالہ دراصل شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کا فرمودہ ہے اور اس کو شیخ صدر الدین یعقوب نے غالباً تلمبند کیا ہے۔

ابتدا۔ "(عربی حمد و نعت کے بعد) بداں کہ اگر کسے خواہد کہ برائے وصول الحق مشغول شود۔ مشغولی وصول الحق با شش چیز مشروط و فرض است۔"

اختتام۔ "اللہ تعالیٰ بندگان خود را خادم او کند و جملہ حجاب از پیش بر دارد و او بدل فارغ بخدائے تعالیٰ مشغول باشد۔"

ترقیمہ۔ "الشیخ الحاکم صدر الدین یعقوب ناقل عن شیخ (نصیر) الدین محمود چراغ دہلی قدس اللہ سرہ العزیز باید کہ درویش بدیں سوال مشغول تا نفع آید۔"

۳ صفحات۔ ۱۷ سطور فی صفحہ۔ "۵ × "۹½۔

۱۱۲۳۔ رسالہ قربیہ ۔ قریب سنہ ۱۱۰۰ھ ۔ شاہ امین الدین علی اعلیٰ مثنوی اردو

شاہ امین الدین علی اعلیٰ خلف شاہ برہان الدین جانم کی کتابوں کے حسب ذیل (۸) مخطوطات کا ذکر اب تک درج ہو چکا ہے۔

۱۔ ملفوظات مخطوطہ نمبر ۵۲، جلد چہارم صفحہ ۹۳ ۲۔ اذکار و اشغال۔ مخطوطہ نمبر ۵۳، جلد چہارم صفحہ ۹۴

۳۔ گفتار۔ مخطوطہ نمبر ۸۸۳۔ جلد چہارم صفحہ ۲۴۰
۴۔ وصل نامہ۔ مخطوطہ نمبر ۸۸۵۔ جلد چہارم صفحہ ۲۴۲
۵۔ رسالۂ نثر۔ " " ۸۸۶ (۴) " " " ۲۴۴
۶۔ رسالۂ نظم۔ " " ۸۸۶ (۵) " " " ۲۴۵
۷۔ محیط مطلق " " ۱۱۱۱ جلد پنجم
۸۔ رموز السالکین " " ۱۱۱۴ جلد پنجم

یہ ان کا نواں رسالہ ہے اور اس میں بشکل مثنوی خدائے تعالیٰ کے قرب سے متعلق وحدۃ الوجودی فلسفے کی وضاحت کی ہے۔ تقریباً (۱۱۵) ابیات ہیں۔

ابتدا۔
اللہ بن ناہیں دوجا کوے — اللہ سوں دیکھ سب کچھ ہوے
سب سوں بن سب ہی دیکھ پایس — مطلق بنیا شاہد خاص

اختتام۔
رہے خطریاں کا بد ہارا — ہوے آمین دل کا سارا
یو نفس دل روح امین ہونا — لاشریک مطلق جونا
ہے ایک وہاں او خفی — کر دیک دوی نفی

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ البتہ مثنوی کے عنوان پر لکھا ہے :۔

"ایں رسالۂ قربیہ از حضرت خواجہ امین الدین علی اعلیٰ قدس اللہ سرہٗ۔"

اس کے بعد ہی شاہ برہان الدین جانم کی ایک مختصر سی مثنوی موجود ہے جس کا ذکر نمبر ۱۱۲۴ پر درج ہے۔

۶ صفحات۔ فی صفحہ ۱۱ سطور۔ "۵ × ½۹۔

۱۱۲۴۔ گفتار برہان۔ قبل ۹۹۰ھ۔ شاہ برہان الدین جانم — نظم اردو

برہان الدین جانم کی کتابوں کے ۱۱ مخطوطات کا ذکر مخطوطہ نمبر ۱۱۱۷ پر درج ہو چکا ہے۔ یہ ان کی بارہویں تصنیف ہے۔ اس کا ابتدائی حصہ مثنوی کی شکل میں ہے اور آخر میں قطعہ بند نظم کی طرح لکھا ہے۔ مثنوی کی ابتدائی و آخری ابیات یہ ہیں ؎

ابتدا۔
جبلگ تن نہیں چھوڑیا جیو کوں تب لگ ناد ور — جب لگ نظر نہیں چھوڑے آنکھ کوں تب لگ نا نور
جب لگ سننا نہیں چھوڑیا کان کوں لیں سب اعضا حال — جب لگ فہم میں چھوڑیا دل کوں لم بجھت ہو نروال

اختتام۔
ہر حال شاکر ہو کر خوب اللہ راکھے تیوں رہنا — جیسے لوڑے ست راکھے نظر اپنی کینا
توکل تسلیم اوس میں میاد باکر دیتا — بولے جانم مشغول حال ہے اسے تیر ڑے چھتا

قطعہ یہ ہے ؎

پہلے تن کا شہادت
خدا کی یاد باج کچھ نہیں کرتا ہے سو رسمی
ہور سب کام کرتا اچھکر یاد نہیں چھوٹنے دیا ہے سو عینی

دوسرے تن کا شہادت
سب خطرے مار کر اوس یاد کا سکھ لیتا ہے سو رسمی
ہور سکھ دکھ دو نیمی نفس پر پچ جانیا ہے سو عینی

تیسرے تن کا شہادت
ممتنع ہیں عارف کوں سمجیا ہے سو رسمی
ہور اپنی روح کوں سمجیا ہے سو علینی

چوتھے تن کا شہادت
نور کوں نور بوجھیا ہے سو رسمی
ہور خدا کی ذات الپس کو اس میں بوجکر فراموش کیا ہی سو عینی

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ ابتدا میں یہ عنوان لکھا ہے ۔

"ایں گفتار حضرت شاہ برہان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز۔"

۲ صفحات ۔ ۱۷ اسطور فی صفحہ ۔ "۵ × "½ ۹ ۔

۱۱۲۵ ۔ وجود العاشقین ۔ قبل ۱۲۵۰ھ ۔ خواجہ بندہ نواز حسینی — نثر فارسی

خواجہ بندہ نواز کے سلسلہ کے ایک خلیفہ شاہ علی پیر ابن بابا شاہ ابن شاہ امین الدین علی اعلیٰ کے ایک رسالہ وجود العارفین کا ذکر ابھی نمبر ۱۱۰۸ پر گذر چکا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے رسالہ کا نام اپنے پردادا پیر کے اسی رسالے کے نام پر رکھا تھا ۔ اس سلسلہ کے اکثر بزرگوں کی کتابوں کے نام اسی طرح تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ملتے ہیں ۔

وجود العاشقین ایک مشہور و مقبول کتاب ہے اور اس کے متعدد مخطوطے یورپ کے کتب خانوں میں بھی موجود ہیں ۔ اس میں خواجہ بندہ نواز نے اپنے مرشد شاہ نصیر الدین چراغ دہلی اور خواجہ سعدی شیرازی کے اقوال و اشعار بطور وضاحت درج کئے ہیں ۔ آخری حصے میں اپنے موضوع سے متعلق مثنویاں بھی درج کر دی ہیں ۔

ابتدا ۔ " سپاس بے حد و ستائش بے عدد مر خادر مطلق و حاکم برحق و جانان عاشقاں و صاحب جملہ جہاں ۔"

اختتام ۔ " و ایں مثنویات کہ گفتہ شد است درباب عشق درج کردہ شدہ است و ایں مختصر را وجود العاشقین نام نہادہ شد ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔"

مثنوی کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ۔ ؎

عشق گوہر بے بہا و بے نشاں
پھر عشقش بردمے تو جاں فشاں

اختتام ۔

عشق بیخ و ہفت باشد عشق جار
عشق نور و عشق نار و عشق دار

عشق بیخ و عشق شاخ و عشق گل
عشق میوہ عشق تخم و عشق مل

عشق در صورت جمال خود نمود
جملہ اشیا در حقیقت عشق بود

اس کے بعد پھر کچھ نثر لکھ کر اس عبارت پر ختم کیا ہے : ۔

" چوں عشق در نور آید عین عیاں بود و نشین شاکر بود و قاف بر قدرت حق مستغرق بود ۔ چوں سالک ایں رموز نداند و فہم نکند راہ حق راست نیابد ۔"

۱۴ صفحات ۔ ۱۷ اسطور فی صفحہ ۔ "۵ × "½ ۹ ۔

۱۱۲۶۔ مرغوب القلوب۔ ۷۵۷ھ۔ شمس تبریزی — نثر فارسی

یہ کتاب شمس تبریزی سے منسوب ہے۔ مگر ان کی وفات کا ۶۴۵ھ سمجھا جاتا ہے اس لئے یہ کتاب کسی اور بزرگ نے لکھ کر ان کے نام منسوب کر دی ہوگی۔ اس میں حسب ذیل دس فصلیں ہیں۔

۱۔ توبہ ۲۔ روح ۳۔ وضو ۴۔ ترک دنیا ۵۔ توحید ۶۔ معرفت ۷۔ عشق و محبت

۸۔ عاشق و معشوق ۹۔ فنا و بقا ۱۰۔ سفر

اس کتاب کا ایک اور نسخہ ادارے میں نمبر ۱۴۵ پر موجود ہے اور اس کا ذکر جلد سوم صفحات ۴۰۸، ۹ پر گزر چکا ہے اور اس کی تفصیلات بھی وہیں درج ہیں۔

اس مخطوطے کی اہمیت اس لئے ہے کہ یہ شہر بیدر میں ۲۳ دیگر رسالہ جات تصوف کے ساتھ مسلسل لکھا گیا ہے۔ یہ سب رسالے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ہیں اور بڑے بڑے صوفیا مثلاً خواجہ نظام الدین اولیاء، خواجہ بندہ نواز، شاہ برہان الدین جانم، شاہ امین الدین اعلیٰ، شاہ داول، شاہ کمال وغیرہ کی تصنیفات نظم و نثر ہیں (دیکھو نمبر ۱۱۰۳ تا ۱۱۲۵)۔

یہ رسالہ مرغوب القلوب اسی سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی ہے اور اس کے آخر میں کاتب نے اپنے وطن بیدر کی تعریف میں یہ شعر لکھا ہے ؎

خاک بیدر را چون عاشقان گل کردہ اند   از برائے بودن عشاق منزل کردہ اند

افسوس ہے کہ ان ۲۴ رسالوں میں سے کسی کے آخر میں اس نے اپنا نام اور سنہ کتابت نہیں لکھا۔ کاغذ اور روشنائی کے لحاظ سے ۱۲۵۰ھ سے قبل کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔

یہ مخطوطہ بہت خوش خط لکھا ہے۔ عنوانات اور عربی عبارتوں کا ترجمہ ان کے نیچے بین السطور سرخ روشنائی میں لکھا ہے۔

ابتدا۔ "مرغوب القلوب از گفتار شیخ المشائخ قطب المحققین و امام السالکین برہان راہ طریقت شاہ میدان حقیقت شمس الدنیا والدین شمس تبریزی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔"

اختتام۔ "تمام ایں مختصر منظوم موزوں   کہ مرغوب القلوب است تام اکنوں
ز ہجرت ہفصد و پنجاہ و ہفت است   حساب جاسیاں تاریخ وقت است"

اس مخطوطے کے دوسرے صفحے پر متعدد فارسی شعر اور قطعات لکھے ہیں اور ان کے بعد ایک صفحہ پر سفر کرنے کے بارے میں نقشے بنا کر واضح کیا ہے کہ کس سمت میں کس روز سفر نہیں کرنا چاہیے اور کیا صدقہ دینا چاہیے۔

یہ جلد کتب خانہ قلعہ کلیانی میں محفوظ تھی اور اس کے آخر میں وہاں کی مدور مہر ثبت ہے جس پر کتب خانہ اسٹیٹ کلیانی انگریزی اور اردو میں کندہ ہے۔ اس پوری جلد میں پورے (۱۰۰) ورق موجود ہیں جن میں مذکورہ (۲۴) رسائل نظم و نثر لکھے گئے ہیں۔

۱۸ صفحات۔ ۱۷ اسطر فی صفحہ۔ "۵ × "۹ ½۔

۱۱۲۷ - دیوان نرگسی - قبل ۹۳۸ھ - نرگسی ہراتی   کلام فارسی

نرگسی ہرات کے ایک مشہور شاعر تھے جن کا ذکر امین رازی نے تذکرۂ ہفت اقلیم میں کیا ہے۔ وہ ۹۳۸ھ میں فوت ہوئے تھے۔ معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا کوئی کلام کسی اور کتب خانے میں موجود ہے یا نہیں۔

زیر نظر مخطوطے میں نرگسی کا ایک مکمل مگر مختصر دیوان محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ اس جلد میں دیوان آتیؔ، رسالۂ حسن و عشق، مختلف شعرائے فارسی و اردو کا کلام اور دو قدیم منظوم خطوط بھی محفوظ ہیں جن کا ذکر آئندہ نمبروں ۱۱۲۸ تا ۱۱۳۱ پر درج ہوگا۔

نرگسی کی نسبت اس دیوان سے بھی کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ یہ دیوان ورق ۹ ب سے شروع ہوتا ہے اور ورق ۴۴ پر ختم ہوتا ہے۔ یہ غالباً شہر برہانپور میں اورنگ زیب عالمگیر کے ۳۶ ۔ جلوس میں نانک رام نے نقل کیا ہے۔ اور اس کے بعد ہی اسی کاتب نے نرگسی اور فارسی شاعر آتیؔ کا دیوان بھی لکھا ہے۔ یہ دونوں دیوان نہایت خوشخط ایرانی طرز کے خط نستعلیق میں لکھے گئے ہیں اور ملک محمد نور برلاس کی ملک تھے جن سے بعد کو کسی صاحب نے صرف عدد روپے میں خریدا تھا جس کا ذکر ورق ۵۲ ب پر کیا ہے۔

دیوان نرگسی میں جملہ ردیفوں میں کلام موجود ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ عرصہ تک اپنے وطن سے باہر رہے ہیں۔ چنانچہ بعض شعر ایسے لکھے ہیں ؎

نرگسی بود جدا از وطن خود عمرے — دید مشق دیر دلے زو۔ بکجا آوردم

رفتم چو از دیار غریبی من ضعیف — نشناخت از غم تو کسے در وطن مرا

آوارہ کرد چو رقیبم زکوے او — از دست ظالمے شدہ ام از وطن جدا

غریب نسبت اگر نرگسی جدا از تو — گذشت از وطن و رو نہادہ در غربت

معلوم ہوتا ہے کہ نرگسی کو کسی سرکار دربار سے بھی تعلق نہ تھا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں ؎

نرگسی قطع نظر کردہ ز شاہان جہاں — روز گار یست کہ در خدمت درویشانست

لیکن اس کے باوجود کسی بادشاہ کی واپسی پر ایک مسلسل غزل بھی لکھی ہے (ورق ۲۵) جس کے چند شعر یہ ہیں ؎

للہ الحمد کہ آں خسرو دوراں آمد — بہر جمعیت دلہاے پریشاں آمد

مژدہ اے دل کہ مرا روشنی دیدہ رسید — یوسف مصر دگر بارہ بکنعاں آمد

تا سخن ورد زبانست بقایش بادا — کہ بارباب سخن بر سر احساں آمد

نرگسی بخت مدد کرد ترا خوش دل باش

در سخن کوش کہ آں ماہ سخنداں آمد

اس دیوان میں غزلوں کے بعد (۷) رباعیاں بھی درج ہیں جو سب کی سب عاشقانہ ہیں اور ان سے بھی کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔

ابتدا۔ بلاست چشم تو ہر گوشہ مبتلائے را — کہ دیدہ است بخوں ایں چنیں بلاے را

با بروے تو اگر ماہ نو کند دعوے — بعالمے بنمائیم خود نماے را

اختتام۔ ز قسمت چنان پریشاں کہ میرس — وز آرزوے رخت بداں ساں کہ مپرس

زنہار بر و گذر کنی باد صبا — وانگہ زمنش پرس کہ چنداں کہ مپرس

ترقیمہ۔ "تمت بتاریخ بیست و پنجم ماہ ذیحجہ سنہ سی و ہفت من جلوس السلطان روز جمعہ باتمام رسید"

اس دیوان سے قبل ۸ صفحات میں جو مندرجات ہیں ان کا ذکر بیاض کلام نمبر ۱۱۳۰ کے سلسلہ میں درج ہے۔

۲۶ ورق - ۱۱ سطور فی صفحہ - "۳ ۳/۴ × "۷ ۳/۴ -

۱۱۲۸ - دیوان آیتی - قبل ۱۰۵۰ھ - آیتی کلام فارسی

آیتی فارسی کے کوئی غیر معروف شاعر ہیں۔ ان کے اس دیوان سے بھی ان کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ یہ دیوان بھی اورنگ زیب بادشاہ کے سنہ جلوس ۳۷ میں نانک رام نے ایرانی خط نستعلیق میں نقل کیا ہے۔

یہ دیوان بلا ترتیب ردیف قلمبند کیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آیتی نے کوئی دیوان مرتب نہیں کیا تھا اور شاید بعد کو اس کا کلام کسی ترتیب کے بغیر ہی جمع کر لیا گیا تھا۔ اگرچہ اس میں جملہ ردیفوں میں کلام موجود ہے۔ آیتی کے کلام میں زیادہ تر خمریہ مضامین ملتے ہیں۔ وہ شراب و بادہ کا اکثر شعروں میں ذکر کرتا ہے اور زاہدوں پر چوٹ۔

اس دیوان میں غزلوں کے بعد ایک مستزاد اور دو رباعیاں بھی شامل ہیں۔

ابتدا۔ بستان کتاب عاشق و بکشاے باب عشق — در باب حرف جبر و وفا در کتاب عشق

واعظ کجا و معرفت عشق از کجا — چوں بدرخش کشادہ نکردند باب عشق

اختتام۔ کافر بچہ غارت ایمانم کرد — برداشت ز رخ برقع و حیرانم کرد

از پیش نظر برفت و گریانم کرد — القصہ اسیر درد و ہجرانم کرد

ترقیمہ۔ "تمت بتاریخ بیست و ہفتم شہر ذیحجہ سنہ سی و ہفت روز یکشنبہ بید کاتب الارقام نانک رام باتمام رسید"

اس کے بعد دوسرے ورق پر اس جلد کے مالک نے لکھا ہے کہ

"دیوان نرگسی و دیوان آیتی بقیمت عہ روپیہ از ملک محمد نور برلاس۔"

یعنی یہ دونوں دیوان ملک محمد نور برلاس کی ملکیت تھے اور ان سے صرف ایک روپیہ میں خریدے گئے تھے جس سے اس زمانے کی ارزانی کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۵ ورق - ۱۱ سطور فی صفحہ - "۴ ۱/۴ × "۷ ۱/۴ -

۱۱۲۹۔ کتخدائی حسن و عشق ۔ قریب ۱۱۰۰ھ ۔ نعمت خاں عالی — نثر فارسی

اس رسالہ کا ایک اور نسخہ ادارے میں نمبر ۹۷۹ پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات اسی نمبر کے تحت درج ہو چکی ہیں۔ زیر نظر مخطوطہ بھی مکمل ہے اور اس کی ابتدائی اور آخری عبارتیں بھی وہی ہیں جو ادارے کے مخطوطہ نمبر ۹۷۹ کے تحت درج ہو چکی ہیں۔

دیوان نرگسی و دیوان آیتی کے بعد چند صفحات پر مختلف غزلیں اور اشعار لکھنے کے بعد یہ رسالہ نقل کیا گیا ہے اور اس جلد کے اوراق نمبر ۶۰ تا ۶۸ پر درج ہے۔ اس کا آغاز ورق ۶۰ ب سے شروع ہوتا ہے اور ۶۸ ب پر چونکہ یہ ختم نہیں ہوتا اس لئے ۶۰ ا پر تکملہ کا حصہ پھر شروع کیا گیا ہے اور ان آٹھوں اوراق کے حاشیوں پر یہ سلسلہ جاری رکھ کر ورق ۶۸ ب کے حاشیہ پر پورے رسالہ کو مکمل کیا ہے۔ آخری حصہ یہ ہے جو مخطوطہ نمبر ۹۷۹ میں مکمل نہیں ہے بلکہ کچھ لفظ چھوٹ گئے ہیں ؎

هیچ عاشق دور از جاناں مباد   چوں من بے چارہ در ہجراں مباد

تمت تمام شد کار من نظام شد۔

نوشتہ بماند سیہ بر سفید   نویسندہ را نیست فردا امید

کہن خرقۂ خویش پیراستن   بہ از جامۂ عاریت خواستن

کاتب نے اپنا نام اور سنہ کتابت نہیں لکھا۔ لیکن اس سلسلہ میں جو بیاض کلام لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیدر کے باشندے محمد حسن تھے اور غالباً بیدر ہی میں یہ بیاض ۱۱۶۲ھ کے قریب لکھی ہے۔ اس رسالہ حسن و عشق سے پہلے اور بعد کے اوراق میں جو اردو اور فارسی کلام درج ہے اس کی تفصیلات نمبر ۱۱۳۱ کے تحت درج کی گئی ہے۔ یہ جملہ مخطوطات نمبر ۱۱۲۷ تا ۱۱۳۱ ایک ہی جلد میں شامل ہیں اور کتب خانہ اسٹیٹ کلیانی ضلع بیدر میں محفوظ تھے۔

۱۶ صفحات ۔ ۱۲ سطور فی صفحہ اور اس کے علاوہ حاشیہ ۔ $\frac{3}{4}$ ۴ × $\frac{3}{4}$ ۷

۱۱۳۰۔ منظوم اردو خطوط ۔ قبل ۱۱۶۵ھ ۔ مرزا یار علی و میر ابراہیم خاں — اردو نظم

عہد نواب ناصر جنگ شہید (۱۱۶۴ھ) کی لکھی ہوئی بیاض میں اس دور کے دو اصحاب کے اردو منظوم خطوط موجود ہیں جو اردو مکتوب نگاری کی تاریخ میں خاص اہمیت اور قدامت کے لحاظ سے اولیت کے حامل ہیں۔ یہ خطوط جن اصحاب نے لکھے ہیں وہ عہد آصفجاہ اول میں بسلسلہ ملازمت برہانپور، اورنگ آباد، بیدر اور غالباً حیدرآباد میں رہ چکے ہیں۔ ان کے حالات کی نسبت زیادہ معلومات فی الحال حاصل نہ ہو سکیں جو کچھ اس جلد کی مختلف تحریروں اور ان خطوں سے معلوم ہو سکا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

مرزا یار علی بیگ اور میر ابراہیم خاں جو آصفجاہی دور کے منصبدار اور صاحبان سپاہ و لشکر تھے۔ دونوں میں محبانہ شناسائی اور روابط تھے۔ ایک دوسرے پر اتنا اعتماد تھا کہ اپنی ذمہ داری پر ایک دوسرے کو قرض بھی دلاتے تھے اور مختلف شہروں کے ساہوکار ان کو بڑی بڑی رقمیں دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس بیاض کے اوراق ۱۳۷ پر ان قرضوں کی تفصیل درج ہے جو مرزا یار علی نے چھ بار حاصل کئے تھے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ قرض دینے والا کون تھا۔

پہلی بار برہانپور میں ۹۵ روپے۔ دوسری بار لشکر میں ۱۴۵ روپے۔ تیسری بار راستہ میں ۱۱۵ روپے۔ چوتھی بار اورنگ آباد میں ۶۰ روپے۔ پانچویں بار گھوڑے کیلئے ۸۰ روپے۔ چھٹی بار برج لالہ کیلئے ۱۰۰ روپے۔

اسی طرح ورق ۱۳۶ ب پر فارسی میں ایک یادداشت لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے ــــ

خانصاحب قبلہ میر ابراہیم خاں جیو نے شادی تک ۴۰۰ روپے قرض لئے تھے اور ۲۶۰۰ کا زیور بنا کر بیگم صاحبہ کو دیا گیا تھا پھر حسب الطلب خاں صاحب کے وکیل کو ۱۰۰ روپے دیئے گئے۔ پھر ایک ہزار روپے عوض باقی اور ایک ہزار نقد دیئے گئے۔ اس کے بعد ایک سو روپے متصدی دیوان سرکار عالی کو اور تین سو روپے دیوان خانصاحب کو دیئے گئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میر ابراہیم خاں کسی شہر کے بڑے حاکم یا قلعدار تھے کہ ان کا ایک دیوان بھی تھا۔ مرزا یار علی بیگ کا درجہ ان سے کم تھا۔ ممکن ہے کہ وہی ان کے دیوان ہوں۔ چنانچہ ایک یادداشت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دولت داس ساہو نے مرزا یار علی بیگ کی معرفت میر ابراہیم خاں کو چھ ہزار سات سو ساٹھ روپے قرضہ دیا تھا جس میں سے ۶،۴۶۸ روپے خانصاحب یار علی بیگ ہی کی معرفت ادا کر چکے تھے اور ۲۹۲ روپے باقی رہنے کا حساب ورق ۱۳۸ پر درج ہے۔

مرزا یار علی بیگ کی بھی اپنی ایک سرکار تھی۔ چنانچہ اس سرکار میں ایک صاحب محمد معالی ملازم تھے جن کی ماہوار یافت کی تقسیم کا حساب ہر مہینے کے نام کے ساتھ اس بیاض کے ورق ۲ پر درج ہے۔ چونکہ یہ بیاض بیدر میں لکھی گئی ہے اس لئے ممکن ہے کہ یہ منظوم اردو خطوط بھی وہیں لکھے گئے ہوں۔ خطوط یہ ہیں ــــ

مرزا یار علی بیگ کا خط میر ابراہیم خاں جیو کے نام

جا صبا کر بندگی میری ہر اک عنوان سے
صاحب مشفق مہرباں خانِ والاشان سے

ہے تمہارے مخلصوں میں کمتریں یار علی
یاد سامی ہے سدا جس کوں تمہاری از دلی

دم بدم ہر لحظہ و لمحہ تمہاری یاد ہے
یہ دل محزوں تمہاری یاد سیں نت شاد ہے

نامۂ عنبر شمامہ لکھ کے بھجوائے ابھی
کمتریں کو فضل سیتے یاد فرمائے ابھی

قنبر ہمراہ عنایت نامہ و آدم فرید
اسپ کہ پارہ گرفتہ نزد ایں جانب رسید

سن کے مضمون عنایت نامۂ عالی مجھے
اس قدر از حد زیادہ ہوئی ہے خوشحالی مجھے

جس کا مضموں اور بیاں لکھنے منے آتا نہیں
بلکہ خوش وقتی ستے جامہ میں میں ماتا نہیں

تا ملاقات جواب تم اسی عنواں سیتے
کام دل کر نا مقرر کلک مشک افشاں سیتے

تم تو اس مخلص کوں مت غیراں نمن سمجھو سدا
ہوں تمہارا کمتریں اپنا یہ کر جانو سدا

اب تو خط الحال تم کوں لکھ کے بھجواتا ہوں میں
بعد اس خط کے جو خط ہو آپ ہی آتا ہوں میں

ہے توقع یوں جا نظر خاص میں ہوئے قبول
تاکہ اس میں کمتریں کوں ہے خورسندی حصول

کمتریں کا آپ کی خدمت میں جو کچھ ہے قرار
قول پر اپنے یہ فدوی دل ستی ہے استوار

(ورق ۱۰۱ ب)

جواب ابراہیم خاں جیو بنام مرزا یار علی بیگ

رکھو ایزد تمہیں امن واماں میں — کرم اپنے سیتے دونو جہاں میں
جو مرزا یار علی تم کوں اسم ہے — یقیں ہے تم پہ سرداری ختم ہے
کہوں کیا وصف میں تمنا کے اشعار — کیا حق نے ازل سے تم کوں سردار
سدا ہو تم سپہ کی پرورش میں — اجر تم پاؤ گے اس کا عرش میں
تمہارے ساتھ ہیں جیتے سپاہی — سبھی کرتے تمہاری خیر خواہی
سنا ہوں جب سے میں تمنا کے اوصاف — مرے بھی دل میں ہے بے شین اور کاف
تمہاری ہر طرح کر کر رفاقت — کروں میں جاں فشانی میں سباقت
توجہ سے رکھو گر اپنے ہمراہ — یہی ہے آرزو مجکوں بھی واللہ
لکھوں کیا کیفیت اپنی دوبارہ — کتے عاقل کوں تکفیہ الاشارہ (ورق ۱۲۴ ب)

۱۱۳۱۔ بیاض کلام۔ قبل ۱۱۷۵ھ۔ قاسم، سراج، داؤد وغیرہ — کلام فارسی و اردو

یہ بیاض عہد ناصر جنگ شہید میں اورنگ آباد اور بیدر میں لکھی گئی ہے اور اس میں دیوان نرگسی (نمبر ۱۱۲۷)، دیوان آتی (نمبر ۱۱۲۸) اور منظوم اردو خطوط (نمبر ۱۱۳۰) شامل ہیں جن کا ذکر ابھی گذر چکا ہے۔ یہ تینوں اس بیاض میں یکے بعد دیگرے درج ہیں اور ان کے درمیان اور آگے اور پیچھے جو صفحات ہیں ان پر مختلف شعرائے اردو و فارسی کا کلام درج کیا گیا ہے۔ اردو کلام میں حسب ذیل شعراء کی غزلیں زیادہ تعداد میں ہیں :۔

۱۔ میر قاسم خاں جیو تقریباً ۲۰ غزلیں ۲۔ شاہ سراج ۷ غزلیں ۳۔ مرزا داؤد ۶ غزلیں ۴۔ حسن شاگرد ابدال ۴ غزلیں ۵۔ مخمسات ابدال۔

جن اردو شاعروں کی صرف ایک ایک غزل یا نظم درج ہے ان کے نام یہ ہیں :۔

۱۔ مخمس ایجاد (ورق ۹۱ ب) ۲۔ مخمس علی عادل شاہ ثانی (ورق ۱۰۷) ۳۔ غزل عطا (ورق ۹۷)
۴۔ غزل عمر (ورق ۱۳۳ ب) ۵۔ منقبت امامی (ورق ۶۹) ۶۔ غزل وفا (ورق ۷۵)
۷۔ غزل منصور (ورق ۷۵) ۸۔ غزل فخرالدین (ورق ۸۱) ۹۔ خواجہ بندہ نواز (ورق ۱۳۵ ب)
۱۰۔ غزل رضی (ورق ۳۵)۔

فارسی کلام میں حسب ذیل شعرا کی غزلیں، رباعیات اور فردیات شامل ہیں :۔

نور جہاں بیگم (ورق ۸ ب)، مرزا بیدل (ورق ۹)، میر سید محمد والہ (ورق ۹)، نسیمی (ورق ۷)، حسینی (ورق ۹۲ ب)، الٰہی (ورق ۹۳ ب)، ناصح (ورق ۹۴ ب)، حسرتی (ورق ۱۲۰)، امیر خسرو (ورق ۵۲)

ان کے علاوہ بہت کچھ اردو و فارسی کلام بلا اظہار نام و تخلص بھی شریک بیاض ہے۔

۱۔ غزلیات میر قاسم خاں جیو

قاسم تخلص شاہ قاسم علی برہانپوری کا بھی تھا جو شاہ عبدالولی عزلت کے شاگرد اور ولی کے معاصر تھے۔ ادارے کے مخطوطات نمبر ۱۲۸، ۱۸۳ اور ۷۰۰ کے تحت ان کے کلام کی تفصیلات اور حالات جلد اول و چہارم میں درج ہو چکے ہیں۔

ایک اور قاسم کچھ بعد کے شاعر تھے جو حیدر آباد میں ۱۲۱۶ھ میں فوت ہوئے اور محلہ رنمست پورہ میں مدفون ہیں۔ ان کے حسب ذیل کلام کا ذکر اسی تذکرہ میں درج ہو چکا ہے۔

۱۔ نوحے (۳ عدد) مخطوطہ نمبر ۲۵، جلد ۴ صد ۶۲ ۔۔۔ ۲۔ نظمیں (۷ عدد) مخطوطہ نمبر ۸۹۱ جلد ۴ صد ۲۵۱

۳۔ مرثیے (۷ عدد) " " ۸۲۹ " " صد ۱۸۳ ۔۔۔ ۴۔ اردو اور فارسی کلام " " ۸۹۶ " " صد ۲۶۶

ممکن ہے کہ یہ قاسم اور میر قاسم خاں جیو ایک ہی صاحب ہوں۔ زیر نظر بیاض کے قاسم کسی شاعر شوق کے شاگرد تھے چنانچہ ایک غزل (ورق ۷۷) کے مقطع میں لکھتے ہیں ؎

قاسم کا شعر رنگیں و مربوط کیوں نہوے ۔۔۔ دیکھے ہیں جس نے شوق سیں اوستاد کے قدم

اس کا بھی امکان ہے کہ اس بیاض میں جس میر ابراہیم خاں جیو کا منظوم اردو خط (دیکھیے مخطوطہ نمبر ۱۱۳۰) اور قرض کے حسابات اور یادداشتیں درج ہیں ان کے یہ میر قاسم خاں جیو بھائی یا فرزند ہوں۔ اس لئے کہ دونوں کے نام ایک ہی طرح کے ہیں اور مساوی احترام کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور ان کے ناموں کے آگے کلمۂ اللہ تعالیٰ بھی درج ہے۔ ان قاسم خاں کی غزلوں کے بعض مقطع درج ذیل ہیں جن سے ان کی غزلوں کی زمینوں اور زبان و بیان کا اندازہ ہو سکے گا۔

میں جانا یار کے ملنے سے قاسم ۔۔۔ نہال عشق بازی کوں ثمر ہے (ورق ۴)

نہ کھولو دل سیں قاسم راز پنہاں ۔۔۔ لگے رہنے دیو لب کے پاٹ پر پاٹ (" ۳ب)

جوں غنچہ وہ کھلے گا نسیم مراد سیں ۔۔۔ قاسم جو در دیار سیں دلگیر ہورہے (۷۶ب)

جوگی بھبوت کوں خاک ہیں دیکھا ہوں جامہ زیب ۔۔۔ قاسم میں خوش کیا ہوں یہی پیرہن سفید (۷۷)

تڑپنا چاہتا ہے تاب ہو جانا غنیمت ہے ۔۔۔ تماشا ہے عجب عالم ہے قاسم نوجوانی کا (۷۷ب)

شمع ساں جلتے ہیں ہر شب ایک دم فرصت نہیں ۔۔۔ جب سیں قاسم اس جہاں کی انجمن میں آئے ہیں (۸۲)

جس نے پایا اس جہاں میں جام دل ۔۔۔ قاسم اپنے وقت کا جمشید ہے (۸۹ب)

جو صاف دل ہیں انو کا غلام ہو قاسم ۔۔۔ گر آرزو ہے کہ روشن ضمیر ہو جانا (۱۲۵ب)

۲۔ غزلیات شاہ سراج

شاہ سراج اورنگ آبادی کے کلام اور خطوط وغیرہ کے بارے میں اس تذکرے کی مختلف جلدوں میں تفصیلات درج ہو چکی ہیں۔ اس بیاض میں ان کی ۷ غزلیں مختلف اوراق پر نقل کی گئی ہیں جن میں سے بعض کے مقطع یہ ہیں ؎

اگر عکس اوس بھی قد کا نصیب اہل جنت ہوئے ۔۔۔ سراج آئینہ دل گلشن کشمیر کر سکئے (۸۰ب)

جان دیتا ہے ترے ہجر کی سختی سو سراج ۔۔۔ آشنائی سوں لے جاں ایک رمق باقی ہے (۸۱)

جلو مثل سراج آتش میں غم کی ۔۔۔ جو پروانے طرف منسوب ہو تم (۷۵ب)

مجلس یار میں جوں آئینہ حیراں ہے سراج ۔۔۔ لا جوابی کے ہنگام بیچ سخن کیا کہیے (" ")

جاناں برہ کی آگ میں بے تاب ہے سراج   اپنے رفیق و محرم و مونس کو دیکھیے   (۷۶)

۳۔ غزلیات مرزا داؤد

شاہ سراج کے ایک ہم عصر مرزا داؤد بھی تھے جو ولی کے جانشین سمجھے جاتے تھے۔ ان کا دیوان ڈاکٹر خالدہ بیگم صاحبہ نے مرتب کیا ہے جو ادارۂ ادبیات اردو کی طرف سے اسی سال شائع کیا جا چکا ہے۔ اس بیاض میں ان کی بھی ۶ غزلیں موجود ہیں جن کے مقطع یہ ہیں ؎

کیوں ناتواں ہوا ہے اے داؤد مومن   تیرے اگر خیال میں وہ موکمر نہیں   (۷۶)

سدا بیتاب کیوں رہتا ہے داؤد   پیا کے طرۂ طرار سے پوچھ   (۱۰۳ ب)

حلاوت فہم کی مجلس میں داؤد   ترا ہر شعر شیریں جیوں شکر ہو   (۱۰۴)

اہل جوہر جو جگ میں ہے داؤد   آرسی کے مثال حیراں ہے   (۱۰۴ ب)

۴۔ غزلیات حسن شاگرد ابدال

یہ عہد داؤد و سراج کے ایک شاعر تھے جو ابدال معاصر ولی کے شاگرد تھے۔ یہ بیاض ۱۱۶۸ھ میں لکھی گئی تھی اس لحاظ سے حسن اور ابدال اس دور کے دو غیر معروف دکنی شعرا ہیں جن کی نسبت اب تک تفصیلی معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ اس بیاض میں حسن کی ۴ غزلیں منتخب کی گئی ہیں جن میں سے ایک غزل کے مقطع میں انھوں نے ابدال کی شاگردی کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان کی غزلوں کے مطلع اور مقطع درج ذیل ہیں۔ یہ سب غزلیں اوراق ۸۲-۸۳ پر درج ہیں ؎

کیا ظلم کیا جفا اب وہ عشوہ ساز کر گئے   درد و بلا کے در کوں مجہ دل پہ باز کر گئے
کر شکر اے حسن تو پھر دمیا سے چل کر   دلبر نے خوب تجکوں آ سرفراز کر گئے   (۵ شعر)

جب مری جانب نگہہ سروسہی دلجو کیا   تب دل قمری صفت نے نوحۂ یاہو کیا
اے حسن ہرگز نظر آیا نہ وہ سرو رواں   فاختہ مانند ہر چند جابجا کوکو کیا   (۵ شعر)

خواہش دل ہے دلربا کی طرف   دلبر ناز میں پیا کی طرف
ہے دل و جان سیں حسن بے شک   مبتلا شاہ کربلا کی طرف   (۵ شعر)

مجہ دل اوپر دیکھو کچہ عجب گھات ہو گیا   یکبارگی برہ کا اچک ہات ہو گیا
ابدال کی نگاہ تفضل ستے حسن   کہنا سخن کا میرے نزک بات ہو گیا   (۶ شعر)

منزل لیلیٰ میں سیانا ہو کے پہونچ   نیں تو مجنوں سا سیانا ہو کے پہونچ
اب حسن کے قالب بے جاں اچھے   عیسوی دم جان جاناں ہو کے پہونچ   (۵ شعر)

۵۔ مخمسات ابدال

ان کے شاگرد حسن کی غزلوں کا ذکر ابھی درج ہو چکا ہے۔ اس بیاض میں ابدال کے دو مخمس درج ہیں جن میں ایک عاشقانہ ہے اور دوسرا منقبت حضرت علی پر مشتمل ہے۔ ان کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ پہلے مخمس میں ۶ بند ہیں۔ پہلا اور آخری یہ ہے ؎

چشم جاناں غزال ہے بے شک   خم ابرو ہلال ہے بے شک
حسن بدر کمال ہے بے شک   سرخ لب کا ان لعل ہے بے شک
سخن آب زلال ہے بے شک

بارِ جب زلف حلقہ دار کیا　　حسن کے گنج کا پاسدار کیا
ہر طرف سب کوں مار مار کیا　　دلِ ابدال کوں شکار کیا
زلف صیاد حال ہے بے شاب　　(ورق ۸۷ ب و ۹۰)

ابدال کے دوسرے مخمس میں ۸ بند ہیں۔ اس میں حضرتِ امیرؑ کی مدح و منقبت لکھی ہے اور ان سے اپنی مشکلات میں مدد چاہی ہے۔ اس کا پہلا اور آخری بند یہ ہے ـــــ

ہو مدد ہر حال مجکوں اے شہ صفدر سدا　　در صراط المستقیم ہو تم مرے رہبر سدا
دو جمیعت مجکوں تم اے آلِ پیغمبر سدا　　چیر ڈالو مار کر غم کوں مرے حیدر سدا
تم بنا کس سیں کہوں یا صاحب قنبر سدا

جانبِ اللہ سوں ہے لافتا جس کا لقب　　دین و دنیا میں وصیِ مصطفیٰ جس کا لقب
وہ علیؑ صاحب قراں ہے مرتضیٰ جس کا لقب　　از زمیں تا آسماں شیرِ خدا جس کا لقب
حامیِ ابدال ہے وہ شافعِ محشر سدا　　(ورق ۹۱ ب و ۹۲)

۶۔ مخمس ایجاد　مرزا علی نقی خاں ایجاد عہدِ ناصر جنگ میں حیدرآباد کے دیوان اور اچھے شاعر تھے۔ ان کا دیوان کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے اور ادارے کی ایک کتاب مرقعِ سخن میں ان کے حالات شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے اس مخمس میں ۱۱ بند ہیں۔ آخری بند یہ ہے ـــ

قیامت کا نکلے گا جب آفتاب　　نہووے گا ایجاد کوں کچھ عذاب
اگرچہ کیا نیں ہے کارِ ثواب　　در آوے گا فردوس میں بے حساب
کہ ہیں شافعِ روزِ محشر علیؑ

۷۔ سکۂ نظام الدولہ　اس بیاض میں یہ ایک نادر شعر ہے اور اس سے دکن کی تاریخ کے بارے میں ایک نئی بات کا علم حاصل ہوتا ہے۔ نواب میر احمد خاں ناصر جنگ شہید (متوفی ۱۱۶۴ھ) نواب نظام الملک آصف جاہ کے بڑے فرزند اور جانشین تھے۔ ان کے حالات میں معین الدین رہبر فاروقی صاحب نے ایک کتاب تقریباً پندرہ سال قبل شائع کی تھی۔

اب تک یہ معلوم نہ تھا کہ انھوں نے اپنے نام کا سکہ بھی جاری کیا تھا۔ یہ بیاض ان کے عہدِ حکومت میں لکھی گئی ہے۔ اس میں ان کے سکے کا یہ شعر درج ہے جو کسی اور جگہ اب تک نظر سے نہیں گذرا۔ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کس کا شعر ہے۔

تیغ زد در ہند و دکھن شد خبر بر روم و شام　　نائبِ دینِ محمدؐ ناصر ابنِ نظام

۸۔ اردو کلام محمد شاہ　محمد شاہ سے مراد غالباً اس عہد کے بادشاہ دہلی محمد شاہ ہیں۔ ان کے حسبِ ذیل اردو اشعار (بعنوان فردیات محمد شاہ) اس بیاض میں ورق ۱۳۴۔۱۳۵ پر نقل کیے گئے ہیں ـــ

تجھ دہن سوں غنچۂ جنت لے ایسی تنگی کوں قبول　　کیا شگفتہ ہو کے بیٹھے ہیں گلاں گلشن میں پھول
جب چلا تو پانو سیں جنگل میں لے وحشی نین　　لوگ تیرے سبز خط کو دیکھ آ لاگے چرن

عکس پڑنے سوں صفِ مژگاں کے اے شاہ بتاں
آئینہ کے یہ گھر میں ہم سنا جو ہر ہوا

شعلہ رو ہم کو جلا گیا پاؤ گے
ہم ہوئے جل کر بھسم اب راکھ لو

ہم پتنگوں کا نہیں ہے شمع رو کچھ اختیار
عمر کا رشتہ ہمارا ہے تمہارے ہات میں

تھا چھپا دت ستی ہر بوالہوس کے دل کا بھید
خط کے آنے سے حقیقت سب کی ظاہر ہو گئی

صبا گلشن منے کہتی ہے بلبل وقت مرنے کے
کہ اب کی سال اوروں فال وا ہوئیگا چمن میرا

قفس کے در کو وا اے بلبل اب صیاد کرتا ہے
نہ جانوں یا کرے گا ذبح یا آزاد کرتا ہے

قفس میں ہم کوں کوئی کب سناتا ہے خبر گل کی
و لیکن دل دھڑکتا ہے مرا شاید بہار آئے

خوف سوں مار کے یاراں لبے لرزاں نہ کرو
زلف کا نام نہ لو دل کو پریشاں نہ کرو

سرخ چیرا نہیں ہے خون کسی کا یارو
باند نو باند کر اوس شوخ پہ بہتاں نہ کرو

۹۔ ترکیب بند علی عادل شاہ ثانی

علی عادل شاہ ثانی والی بیجاپور کا یہ ترکیب بند اس کی کلیات میں بھی موجود ہے۔ اس بیاض میں ورق ۱۰۷-۱۰۸ ا پر اس کے ۷ بند نقل کئے گئے ہیں۔ اس کا پہلا اور آخری بند یہ ہے ـــ

مد پیو ستی ہوں ماتی ہوں   کر سیخ جگر کی کھاتی ہوں
نت انجھواں تے سر نہاتی ہوں   میں بات پرم کی دھاتی ہوں
کیں مانت نہ اس کا پاتی ہوں   کوئی جاؤ کہو پیو میرے سے
مجہ چین نہیں جیو تیرے سے

تجہ عشق ستی لٹی خوار ہوا   سب دشمن یو سنسار ہوا
سکہ دو لیا جیتے مار ہوا   تجہ ہجر ستی بیمار ہوا
میں دراں سوں لاچار ہوا   کوئی جاؤ کہو پیو میرے سے
مجہ چین نہیں جیو تیرے سے

۱۰۔ مسدس آامی

اس میں ۷ بند ہیں۔ ہر بند کے آخر میں ایک ہی شعر دہرایا گیا ہے۔ آامی کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ یہی مسدس ادارے کی ایک اور بیاض میں غالباً کسی اور شاعر سے منسوب ہے۔ زیر نظر بیاض میں شاعر کا تخلص آامی صاف طور پر موجود ہے۔ آخری بند یہ ہے ـــ

حق نے دیا ہے تم کو ولایت کا جگ میں راج   تم پر عطا کیا ہے شہامت کا تخت و تاج
تیرے اسم سے آج شجاعت کوں ہے رواج   حسنین کے تصدق آامی کی راکھ لاج
تعریف کیا کرے تری انسان یا علیؓ
جبریل تیرا ابجاٹ تو جہان یا علیؓ

۱۱۔ اشعار مرزا مظہر

مرزا مظہر جان جاناں کے حسب ذیل اشعار ورق ۱۳۵ ب پر درج ہیں ـــ

جھکے ہے فوج گل اور عندلیبوں کی پکار آئی
ارے بیٹھا ہے کیا اٹھ دیکھ دیوانے بہار آئی

تندرستی کو نپٹ فضل الٰہی بوجنا
آبرو گر بچ رہے تو بادشاہی بوجنا

کیوں عبث جاتا ہے زاہد تو صنم کا دام لے
وہ صنم کب رام ہوتا ہے خدا کا نام لے

اردو اور فارسی کلام کے علاوہ اس بیاض میں نجی حسابات، تمسکات اور فہرستیں وغیرہ بھی مختلف اوراق پر

درج ہیں جن میں بعض یہ ہیں ـــــ

۱۔ فہرست لباس (جس سے قدیم لباس اور کپڑوں کے نام معلوم ہوتے ہیں)۔ ورق ۱۰۵

۲۔ حساب قرض خانصاحب میر ابراہیم خاں جیو۔ ورق ۱۳۶ ب

۳۔ قرض ذمہ یار علی بیگ۔ ورق ۱۳۷

۴۔ حساب دولت داس۔ ورق ۱۳۷ ب

۵۔ قرض ابراہیم خاں معرفت یار علی بیگ۔ ورق ۱۳۸

۶۔ حساب میاں محمد معالی۔ ورق ۱۳۹

۷۔ حساب شیخ فرید۔ ورق ۱۴۰

۸۔ حساب مرزا محمدی بیگ۔ ورق ۱۴۰ ب

۹۔ یادداشت تمسکات مرزا بیگ۔ ورق ۱۴۴۔

یہ بیاض شہر بیدر میں لکھی گئی ہے۔ اس کے کاتب محمد حسین ہیں جنھوں نے مختلف اصحاب سے اور کتابوں سے یہ اشعار اردو و فارسی نقل کئے ہیں۔ جن اصحاب کا حوالہ دیا ہے ان میں شیخ شہاب باشندہ بیدر کا نام ورق ۱۰۰ اب پر اور مشتاق شاہ کا ورق ۹۷ پر اس طرح لکھا ہے ـــــ

"تتبع شیخ شہاب باشندۂ بیدر"

"از مشتاق شاہ نوشتہ گرفتہ شدہ است"

ترقیمہ ورق ۱۰۰ اب پر اس طرح لکھا ہے ـــــ

"داشتہ آید بکار گرچہ بود سر مار

کاتب الحروف خاکپائے اہل نفیس محمد حسن باشندۂ محمد آباد عرف بدر تحریر نمودہ"

افسوس ہے کہ تاریخ کتابت نہیں لکھی ورنہ بہت سے اشعار اور غزلوں کی تاریخ تصنیف کے متعین کرنے میں مدد ملتی۔ مخطوطات نمبر ۱۱۲۷ تا ۱۱۳۱ اسی بیاض کے اندر ایک ہی جلد میں شامل ہیں۔ یہ بیاض کتب خانہ اسٹیٹ کلیانی میں محفوظ تھی اور اس پر اس کتب خانے کی مدور مہریں ثبت ہیں۔

۱۴۴ ورق - ۱۲ سطر فی صفحہ - ۳/۴ ۴ × ۷ -

۱۱۳۲۔ دیوان محشری - ۱۳۲۶ھ - محشری تلمیذ علوی — کلام اردو

محشری حیدر آباد کے ایک اچھے شاعر تھے مگر ان کا حال کسی تذکرے میں درج نہیں ہے۔ ان کا نام غالباً میر مہدی علی تھا۔ ان کے اس دیوان میں جو قطعات تاریخی درج ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے والد کا نام میر چراغ علی تھا جو ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۴ء میں فوت ہوئے تھے۔ خود محشری کی بیوی نے ۱۳۱۰ھ میں وفات پائی اور ان کے ہمشیر زادے میر مقبول علی کی تاریخ ولادت ۱۳۱۳ھ ایک قطعہ میں لکھی ہے۔ یہ میر مقبول علی غالباً مشہور ڈاکٹر میر مقبول علی ہیں جو جامعہ عثمانیہ کے اولین فیض یافتوں میں سے ہیں۔ بعد ختم تعلیم انگلستان جاکر طب میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے وظیفہ ملا تھا۔ چنانچہ وہیں ایک ہوائین خاتون سے شادی کی جو ڈاکٹر ہیں اور شاید اس وقت تک ملازم ہیں۔ ڈاکٹر مقبول علی وظیفہ حسن خدمت پر علیحدہ ہو کر خانگی مطب کر رہے ہیں۔

زیر نظر مخطوطہ خود محشری کا مکتوبہ ہے۔ اس میں انھوں نے بہت کاٹ چھانٹ کی ہے اور ۱۳۲۲ھ تک اضافہ کرتے رہے ہیں۔ وہ حضرت میر امداد علی صاحب علوی کے مرید اور شاگرد تھے۔ چنانچہ اس دیوان میں ان کی اور ان کے مرشد مرزا سردار بیگ صاحب کی شان میں متعدد نظمیں موجود ہیں۔ یہ دیوان بلا ترتیب ردیف لکھا گیا ہے۔ اردو، فارسی اور ہندی تینوں زبانوں میں کلام موجود ہے۔

دیوان کے سرورق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام محشری نے "فتنۂ محشر" رکھا تھا اور اس سرورق پر بھی میر کاظم علی اور میر حیدر علی سے متعلق تاریخیں درج ہیں۔ کاغذ انگریزی ہے مگر ٹوٹ رہا ہے اور دیمک نے متعدد اوراق زخمی کر دیے ہیں۔ غزلیں، قصیدے، رباعیاں اور قطعات تاریخی غالباً زمانۂ تصنیف کے لحاظ سے یکے بعد دیگرے مسلسل درج ہیں۔ کوئی ترتیب قائم نہیں ہے۔ اس کا وہ حصہ حیدرآباد کی سماجی اور سیاسی تاریخ کی نسبت مفید معلومات فراہم کرتا ہے جس میں مختلف واقعات کے قطعات تاریخی لکھے گئے ہیں۔ اس حصے کے مطالعہ سے تاریخ حیدرآباد کے بارے میں متعدد معلومات حاصل ہوتی ہیں اور آئندہ تحقیق کرنے والوں کو مختلف اصحاب کے بارے میں مستند معلومات حاصل ہو سکیں گی۔

۱۔ قطعۂ تاریخ صحت حضرت قبلہ و کعبہ سلمہ اللہ تعالیٰ (میر امداد علی علوی) ۱۳۱۸ھ

محشری نے یہ عرض کی تاریخ شاہ شاہاں شفا مبارک ہو (ورق ۱۷)

۲۔ قصیدۂ مبارکباد عید صیام و مدح حضرت علوی (ورق ۱۸ تا ۱۹ ب) ۱۳۱۸۔ اس میں ۲۶ شعر ہیں۔ آخری شعر یہ ہیں ؎

میر امداد علی ابن علی آل نبی رونق عالم علوی بجز کون کہ آپ
باخبر اپنی حقیقت سے غلاموں کو کیا اپنے بندوں کے ہیں اتنا کون کہ آپ

محشری کی یہی خالق سے دعا ہے ہر دم
کہ سلامت رہیں تا روز جزا کون کہ آپ

• اس آخری شعر کو حضرت علوی کی وفات کے بعد بدل کر حاشیہ پر یہ شعر لکھا ہے ؎

محشری حشر میں کہتا ہے یہی علوی کو تجھ کو نام خدا میرے خدا کون کہ آپ

۳۔ قصیدہ در مدح نواب جعفر حسین خاں صف افگن جنگ بہادر۔ یہ تاڑبن (قریب تالاب میر عالم) کے نواب تھے۔ جس انداز سے ان کی مدح لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محشری کو ان کی سرکار سے تعلق تھا۔ یہ قصیدہ بشکل مسدس لکھا ہے جس میں ۱۲ بند ہیں۔ نواب تاڑبن ایک وجیہہ شکیل انسان تھے اور ان کی خوش روئی مشہور تھی۔ محشری نے ایک بند میں اس کا ذکر اس طرح کیا ہے ؎

بیکس نواز بھی ہے ہر اک کا کفیل بھی ایسا سخی کہ جس میں ہے قاصر و لیل بھی
اس کے سوا جری و فہیم و عدیل بھی یہ اور حسن ہے کہ حسین بھی جمیل بھی

ایسا حسیں کہ دیکھیں اگر اس جری کا حسن
آنکھوں سے گر ہی جائے شہ خاوری کا حسن

۴۔ در شان حضرت مرشد قبلہ و کعبہ استاد منشی میر امداد علی صاحب علوی سلمہ اللہ تعالیٰ

۵۔ قطعۂ تاریخ حصول زیارت درگاہ حضرت غالب شہید صاحب ۱۳۱۸ھ۔ اس کے ساتھ نوٹ ہے کہ "چلتے چلتے راستہ میں کہا گیا تھا"

زہر حرف منقوط تاریخ طوفش نوشتم بدرگاہ غالب شہید
۱۳۱۴

۶۔ قطعہ تاریخ تہنیت کت خدائی محمد عثمان عرف منو میاں فرزند سید محمد سلطان ۔ ۱۳۱۴ھ

۷۔ " " " " میر نادر علی صاحب رمد فرزند استاد شعلہ ۔ ۱۳۱۴ھ

۸۔ " " " مولوی محی الدین احمد فرزند محمد فخر الدین مہتمم مدرسہ فخریہ آسمان جاہی ۱۳۱۴ھ

۹۔ " " انتقال حضرت قبلہ گاہم میر چراغ علی مرحوم ۔ ۱۸۹۳ء

۱۰۔ " " " " " " ۔ ۱۳۱۲ھ

۱۱۔ " " " نواب میر فیاض علی خاں اثر مرحوم ۔ ۱۳۱۴ھ

۱۲۔ " " رسالہ تحقیقات من تصنیف عالیجناب ترک علی شاہ صاحب ترک امیر الشعرائے ہند۔

ع ترکی کا رسالہ خضر راہ نما ہے ۔ ۱۸۹۸ء

۱۳۔ ایضاً ۔ دوسری تاریخ ؎

تاریخ یہ لکھی سر جاہل کو اڑا کر اوستاد سے شاگرد کبھی بڑھ نہیں سکتا
۱۸۹۸

۱۴۔ ایضاً ۔ رسالہ تحقیقات ۱۳۱۵ھ

۱۵۔ قطعہ تاریخ ملازمت ترک علی شاہ صاحب ترکی امیر الشعرائے ہند خطاب یافتہ از گورنر جنرل ہند لارڈ میو صاحب بہادر

محشری فکر کردہ سال آں گفت ۔ ترکی بجاہ منصب یافت
۱۳۱۴ھ

۱۶۔ در شان حضرت قبلہ و کعبہ دادا پیر مرزا سردار بیگ صاحب۔

۱۷۔ قطعہ تاریخ تولد سردار علی پسر وزیر علی صفدری مہتمم و مالک مطبع فخر نظامی۔

۱۸۔ " " عبد المجید خاں و عبد الحمید خاں فرزندان توام احمدی ۔ ۱۳۱۸ھ

۱۹۔ " " مراجعت اعلیحضرت از سفر کلکتہ ۔ ۱۳۱۵ھ

۲۰۔ " " تحصیلداری مولوی عبید الرحمٰن تجلی ۔ ۱۳۱۵ھ

۲۱۔ در شان حضرت قبلہ و کعبہ پیر و مرشد مرزا سردار بیگ صاحب

۲۲۔ قطعہ تاریخ تولد میر مقبول علی ہمشیر زادہ مصنف ۔ ۱۳۱۳ھ

۲۳۔ " " وفات اہلیہ مصنف ۔ ۱۳۱۷ھ

اس دیوان کا آغاز اس غزل سے ہوتا ہے ؎

کب کسی کی کہیں سن سکتے ہیں غیرت والے جان ایک بات پہ دیدیتے ہیں غیرت والے

اختتام ۔ ہے بیش چشم عاشق کیا چیز اشک یعقوب ہے اک یہاں کا آنسو واں عمر بھر کے آنسو

کب تک لہو کے قطرے محجہ خون بیگنہ کے لاشے پہ میرے نکلے تیغ و تبر کے آنسو

کوئی ترقیمہ نہیں ہے ۔ محشری کا ایک اور دیوان بھی ادارے میں موجود ہے جس کا ذکر نمبر ۱۱۳۳ پر درج ہے ۔

۵۷ ورق ۔ ۱۳ سطور فی صفحہ ۔ ۸" × ۵ ½" ۔

۱۱۳۳۔ دیوان دوم محشری۔ ۱۳۲۶ھ۔ محشری — نظم اردو

محشری کے ایک دیوان کا ذکر ابھی نمبر ۱۱۳۲ پر گذر چکا ہے۔ یہ ان کا دوسرا دیوان ہے جس میں زیادہ تر غزلیں ہیں۔ مگر یہ غزلیں بھی حضرت میر امداد علی علوی اور حضرت مرزا سردار بیگ صاحب کی مدح و منقبت میں لکھی گئی ہیں۔ اس میں قطعات تاریخی کم ہیں اور جو ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ محشری محلہ مغلپورہ کے باشندے تھے۔ نواب مظفر جنگ (داماد حضور نظام خامس) اور اللہ رکھی بیگم صاحبہ (والدہ نظام خامس) کی سرکاروں سے بھی تعلق تھا۔ چنانچہ اللہ رکھی بیگم صاحبہ کی وفات پر ایک طویل اور پُر اثر مرثیہ بھی لکھا ہے۔ اس طرح کی ایک چھوٹی نظم اپنی پھوپی اور بھتیجی کے جل کر مر جانے پر بھی لکھی ہے۔ اسی دیوان میں ان کے نوحے اور سلام بھی موجود ہیں اور نسیم دہلوی اور مرزا غالب کی غزلوں کے خمسے بھی۔

ابتدا۔
بیاں کیا ہو سکے جسم مبارک کیا ہے علوی کا — جسے سب نور کہتے ہیں وہ اک سایہ ہے علوی کا
وہ رعب حیدری جس سے جگر شیروں کے پانی ہو — وہ خلق احمدی جس سے ہر اک شیدا ہے علوی کا

اختتام۔
اگر کچھ وصل کی رکھتا ہے دل میں آرزو غالب — کہو اے محشری اچھی نہیں یہ گفتگو غالب
جلے فقرے ترے وہ کیوں سنے گا تند خو غالب — نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب
ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو

۴۹ ورق۔ ۱۱ سطور فی صفحہ۔ ۸" × ۵ ½"۔

۱۱۳۴۔ بیاض تمکین۔ ۱۳۵۰ھ۔ شہیدی۔ شرما۔ اطہر — نظم و نثر اردو

یہ ایک بیاض ہے جس میں مختلف اردو نظمیں مختلف اصحاب نے نقل کی ہیں اور آخر میں حصہ نثر غالباً خود اس بیاض کے مالک مولانا تمکین کاظمی صاحب کا مکتوبہ ہے۔ اس کے مندرجات کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ عاشق کا جنازہ | یہ مشہور اردو شاعر شہیدی کا ایک خمسہ ہے جس میں ۱۵ بند ہیں۔ پہلا بند یہ ہے ؎

تا زیست نہ گو غم دل مغموم سے نکلے — یوں کاش گرہ خاطر محروم سے نکلے
دم جب کہ اس ارماں بھرے مظلوم سے نکلے — یہ حکم لب قاتل معصوم سے نکلے
عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

۲۔ ہنس نامہ | نظیر اکبرآبادی

۳۔ تندرستی نامہ |

۴۔ غزلیات شرما | یہ کوئی ہندو شاعر ہیں۔ زیادہ تر اصلاحی شعر لکھے ہیں۔ ان کی غزلوں کے مقطعے یہ ہیں ؎

جب کسی نے کیا شرما کی نصیحت پہ عمل — دیکھو پہلے سے اب آپ اس کی ہے عزت کیسی
سچ تو یہ ہے کہ غزل خوب لکھی ہے شرما — جو برا مانے کوئی اس کی یہ بد ذاتی ہے

۵۔ رنڈی نامہ از شرما

یہ ایک طویل مسدس ہے جس میں طوائف سے بچنے کے لئے نصیحتیں کی ہیں اور اس طبقہ کی برائیاں بیان کی ہیں۔ اس کا آخری بند یہ ہے۔

باقی رہا جو ما بنا یہ آپ کا ہے کام — شرما تو ختم کرتا ہے اپنا یہیں کلام
کچھ خاص سے نہیں ہے مری التجا ہے عام — اے دوستو نہ لینا کبھی رنڈیوں کا نام
کھجلی جو اٹھ رہی ہے وہ ساری مٹائے گی
رنڈی تمہاری خوب حجامت بنائے گی

۶۔ مفلس تماش بین اور رنڈی

یہ بھی ایک مسدس ہے۔ آخر بند یہ ہے۔

دنیا میں یوں تو جینے کو جیتا ہے ہر بشر — زندہ مگر وہی ہے کہ ہے جس کے پاس زر
شرما کی بات مان لی ان مفلسوں نے گر — بے عزتی سے پاک رہیں گے وہ عمر بھر
گالی ہزار کھاتا ہے مفلس تماش بین
کب رنڈیوں کو بھاتا ہے مفلس تماش بین

۷۔ رنڈیوں کی بہار

یہ کسی شاعر یعقوب کا مخمس ہے جو شرما کی نظموں کی تقلید میں لکھا گیا ہے۔ اس کا آخری بند یہ ہے۔

دیکھا سنا ہے اور جو کچھ اس نے ہے کہا — کچھ اور سے بھی سن کے مخمس اسے کیا
یعقوب یہ بھی بات ہے جھوٹی سے فائدہ — مضمون جھوٹے لکھنے سے ہم کو ملے گا کیا
ہاں جھوٹ بات سچ کو بناتی ہیں رنڈیاں

۸۔ نصیحت

یہ اردو نثر میں چند نصیحتیں ہیں۔

۹۔ نظم جہانگیر و نور جہاں

بطور مثنوی ایک لطیفہ لکھا ہے کہ نور جہاں چونکہ ایک بار بیوہ ہو چکی تھی اس لئے شمع کا گل چوٹی توڑ کر نکالا اور جہانگیر کی ایک دوسری بیگم نے چٹکی سے گل دور کیا۔

۱۰۔ طغیانی رود موسیٰ از اطہر

یہ طویل نظم حیدرآباد کی اس ہلاکت خیز طغیانی رود موسیٰ کے حالات پر لکھی گئی ہے جو ۱۹۱۱ء میں تقریباً نصف شہر حیدرآباد کو غرقاب کر گئی تھی۔ اس کے مصنف غالباً سید اعظم اللہ حسینی اطہر ابن عبداللہ حسینی آفسر جاگیردار، سرنا پلی (نظام آباد) ہیں جن کے حالات مشاہیر قندھار دکن (مرتبہ اکبر الدین صدیقی) اور مرقع سخن جلد دوم میں ادارے نے شائع کر دئیے ہیں۔ اطہر کے چھوٹے بھائی سید مختار حسین آزاد ابھی موجود ہیں اور ہر سال مشاعرہ یادگار حضرت زعم کا گلدستہ مرتب اور شائع کرتے ہیں۔ اطہر راقم الحروف کے حقیقی پھوپا تھے اور میر تراب علی زور کے شاگرد تھے۔ چونکہ زور صاحب لاولد انتقال کر گئے تھے اس لئے اطہر نے اپنے استاد کی یاد باقی رکھنے کے لئے میرا تخلص زور رکھا تھا۔ اطہر کے خسر حضرت صاحب عالم سید عنایت اللہ حسینی شہید (جو راقم الحروف کے دادا تھے) اور ان کے گھر کے تمام لوگ یعنی اطہر کی خوشدامن اور سالے اور سالیاں اسی طغیانی

رود موسیٰ میں دریابرد ہوگئے تھے اس لئے ان کا اس طغیانی سے متاثر ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ اس نظم میں تمام دردانگیز واقعات تفصیل سے لکھے ہیں۔ مگر یہ نظم اظہر کے عام رنگ شاعری کے لحاظ سے بہت پھیکی ہے۔ ان کے کلام میں شوخی اور جودت زیادہ تھی۔

یہ نظم بہت طویل ہے۔ بطور مثنوی لکھی گئی ہے جس میں (۰۰) ابیات ہیں۔ آخری دو شعر یہ ہیں:۔

اب بھی خدا کے خوف سے ڈرتے رہو سدا ۔۔۔ ورنہ خدا کے قہر کا پھر ہوگا سامنا

روز جزا میں اظہر کمتر کو یا خدا ۔۔۔ نار سقر سے تو بطفیل نبی بچا

اس بیاض میں حصہ نظم کے بعد چند اوراق خالی ہیں۔ ورق ۲۲ ب سے اردو نثر میں حیدرآباد سے متعلق حسب ذیل عنوانات پر معلومات درج ہیں:۔

۱۔ نعل صاحب پتھر گٹی ۲۔ حضرت بی بی خاتون جنت کا علم ۳۔ حسینی علم ۴۔ حضرت بی بی خاتون جنت کا چشمہ
۵۔ کیفیت لنگر حوض ۶۔ ذکر عرس کوہ شریف کوہ مولا ۷۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز

اس حصہ نثر کے بعد باقی کے اوراق بالکل معریٰ ہیں۔ یہ بیاض مولانا تمکین کاظمی نے ادارے میں بطور عطیہ داخل فرمائی ہے۔ چنانچہ اس کے پہلے ورق پر ان کی حسب ذیل تحریر موجود ہے:۔

"یہ بیاض میرے پاس مدت سے رکھی ہوئی ہے جسے میں ادارۂ ادبیات اردو کے کتب خانے میں محفوظ کر رہا ہوں۔ مرقوم ۱۹ مئی ۱۹۵۹ء۔ سید تمکین کاظمی، حیدرآباد دکن"

۲۶ ورق۔ ۱۲ سطر فی صفحہ۔ ½۵ × ۸"۔

۱۱۳۵۔ گلدستۂ انجمن۔ قریب سنہ ۱۲۰۰ھ۔ بالا پرشاد ولد بلاقی رام ۔۔۔ نثر فارسی

اہم تاریخی خطوط اور فرامین کا یہ مجموعہ قمر نگر کرنول میں نواب محمد منور خاں رئیس کرنول کے عہد میں مرتب کیا گیا ہے۔ اس کے مولف بالا پرشاد ولد بلاقی رام سری واستوا کایستھ تھے اور نظام الملک آصفجاہ کی سرکار میں شاہی جواہر خانہ کے مشرف تھے۔ بلاقی رام حیدرآباد کے باشندے تھے اور ان کے فرزند بالا رام غالباً بہ سلسلہ ملازمت کرنول میں مقیم تھے چنانچہ اس کتاب کے دیباچہ میں نواب کرنول کا ذکر خاص القاب و آداب کے ساتھ اس طرح کیا ہے:۔

"ہمایوں جناب گردوں رکاب، نادر العصر، امیر کبیر، نواب محمد منور خاں بہادر زینت آرائے مسند حکومت ملک قمر نگر کرنول مدظلہ العالی و المتعالی کہ در نگارش نثر تعریفش خامۂ دبیر فرد حیراں و بہ تحریر نظم توصیفش سربے ہوش شاعر ناطقہ پریشانست"

بالا پرشاد نے اس گلدستۂ انجمن کو تین قسموں (فصلوں) پر منقسم و مرتب کیا ہے۔ پہلی فصل میں شاہی عنایت نامے، دوسری فصل میں رقعات اور تیسری فصل میں عرضیاں درج کی ہیں۔ چونکہ ان خطوط میں اواخر عہد نظام علی خاں آصفجاہ ثانی کے بارے میں بعض اہم سیاسی و سماجی معلومات درج ہیں۔ اس لئے ان خطوط کی فہرست درج ذیل کی جاتی ہے۔ پہلی فصل میں ۴۸ عنایت ناموں جات آصفجاہ ثانی درج ہیں جو اصحاب ذیل کے نام لکھے گئے ہیں:۔

۱۔ نواب شجاع الملک بہادر ۲ عدد
۲۔ نواب محمد رحمت خاں بہادر ۳ عدد
۳۔ نواب عبد الغنی خاں بہادر رئیس کڑپہ ۳ عدد
۴۔ نواب سرفراز الدولہ بہادر ایک
۵۔ حسام اللہ خاں شرف الدولہ بہادر ۲ عدد
۶۔ قوام الدولہ بہادر ایک
۷۔ بدری ناتھ راؤ بہادر ایک
۸۔ راجہ بیر بہادر ایک
۹۔ مودھاجی راؤ سردار مرہٹہ ایک
۱۰۔ دریابائی ایک
۱۱۔ سیاباجی راؤ ایک
۱۲۔ راجہ پرتھی سنگھ ۲ عدد
۱۳۔ متصدیان حیدر آباد ۱۱۸۳ھ ایک
۱۴۔ سیاجی انگولیہ سنبھاراؤ ایک
۱۵۔ کشٹیا نایک ایک
۱۶۔ جیس داس ایک
۱۷۔ مغل بیگ خاں ۱۱۸۵ھ ایک
۱۸۔ راجہ گوپال سنگھ ایک
۱۹۔ سرمست خاں افغاں ایک
۲۰۔ راجہ بدرناتھ راؤ بہادر ۱۱۸۴ھ ایک
۲۱۔ رائے باگن ایک
۲۲۔ محمد اسمٰعیل خاں بہادر ۲ عدد
۲۳۔ ظہور اللہ خاں جلادت جنگ ایک
۲۴۔ ناگوجی ہولکر ایک
۲۵۔ عبد الحلیم خاں بہادر کڑپہ ایک
۲۶۔ مبارز الملک ضابط جنگ ایک
۲۷۔ امیر اسم نامعلوم ایک
۲۸۔ راجہ نیلات پردھان بہادر ۲ عدد

دوسری فصل میں ۲۰ ایسے خطوط ہیں جو دکن کے رئیسوں نے ایک دوسرے کے نام لکھے ہیں۔ ان میں سے بعض کے کاتب یا مکتوب الیہ کے نام معلوم نہ ہوسکے۔ جن کے نام معلوم ہوسکے ان کے خطوط کی فہرست یہ ہے:۔

۱۔ نظام علی خاں بنام صلابت جنگ ۲ عدد
۲۔ رحمت خاں بنام عبد المجید خاں
۳۔ عبد المحسن خاں بہادر کڑپہ بنام اسد الدولہ حیدر جنگ دیوان موسیو بوسے۔
۴۔ بیگم صاحبہ بنام برادر (نظام علیخاں) ۲ عدد
۵۔ نواب والاجاہ بنام ناصر جنگ (مکتوبہ سکھ راج منشی والاجاہ)
۶۔ راجہ خوب چند منشی نواب والاجاہ
۷۔ رائے خوشی لال منشی نواب والاجاہ
۸۔ رائے چمن لال منشی نواب والاجاہ
۹۔ لالہ دولت رائے ۴ عدد

اس مخطوطے میں تیسری فصل موجود نہیں ہے۔ قدیم دیسی کاغذ پر خوش خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں درج ہیں۔ صفحۂ اول کی پیشانی پر بھی سرخ روشنائی میں نقش و نگار کئے گئے ہیں۔ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ اس کے ابتدائی اور آخری اوراق پر ان کی مستطیل مہر عنایت جنگ ۱۳۴۳ھ ثبت ہے اور ابتداء میں نواب صاحب نے اپنے قلم میں کتاب اور مولف کا نام تحریر فرمادیا ہے۔

ابتدا۔ "گہر ہائے حمد و ثنا صد ہزار نخستیں کنم بر درحق نثار
ازاں بعد نعمت پیمبر کنم پس از نعت تمہید انشا کنم
چمن طرازی حمد و سپاس نخلبند گلستان قضا و قدر کہ شادابی گلشن رنگیں"

اختتام۔ "ہر سطر گوہر ریزش چوں بحر مواج طوفان خیز یک جہاں نظارہ و ہر صفحہ نگار آمیزش مثل

خاک شفاف صفا انگیز یک عالم تماشا است "۔

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ یہ مخطوطہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔

۳۸ اوراق۔ ۱۱ سطر فی صفحہ۔ "$\frac{1}{2}$۴ × "۷۔

۱۱۳۶۔ سوال و جواب چمنالال و چمن لال۔ قبل ۱۱۷۵ھ۔ منشی چمنالال — نثر فارسی

دکن کی تاریخ و ثقافت سے متعلق اس مختصر سے رسالے میں بہت سی مفید معلومات درج ہیں۔ چمنالال اور چمن لال دونوں عہد ناصر جنگ شہید کے اعلیٰ پایہ کے منشی تھے۔ اور چمنالال نے اپنے ہم پیشہ چمن لال سے آتش کے سلسلہ میں جو سوال و جواب ہوئے تھے ان میں اپنے ہم عصر امیروں کے خانگی حالات اور ملک کے سیاسی اور سماجی واقعات محفوظ کر دیئے ہیں۔ یہ باتیں تاریخوں میں نہیں ملتیں اور نہ درج ہوتی ہیں۔ اس لئے تاریخ دکن پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے اس رسالہ سوال و جواب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ اس میں اکثر و بیشتر اصحاب مثلاً شہنواز خاں صمصام جنگ، رکن الدولہ نصیر جنگ، بالاجی راؤ، صف شکن شاہ، سداشیو راؤ، رگھوجی، میر قوام الدین خاں، میر محمد حسین خاں، معز الدولہ، قوت جنگ، تہور جنگ، عبد الغفور، شمشیر بہادر، محمد معالی خاں، شیخ شکر اللہ، شیخ محمد حسین شہید وغیرہ سے متعلق دلچسپ باتیں لکھی ہیں جن کے خطوط یا حالات ادارے کے مختلف مخطوطات کے بیان میں درج تذکرہ ہو چکے ہیں۔

ابتدا۔ " داد از دست بے باکی ہائے لالہ چمن لال و فریاد از شیوۂ شوخیہائے ایں رنگین مقال کہ ہر روز بے تقریب مستعد من مہر کیش و ہر شب بجہت گرم پر خاش باہر شخص "۔

اسی سلسلہ میں لکھا کہ ۱۹ محرم ۳ جلوسی کو جب ہم منزل پر پہنچے تو ابھی چہرہ پر کا گرد و غبار بھی دور نہ ہوا تھا کہ چمن لال نے مجھے حکم دیا کہ ہمارے لئے آتش مہیا کرو۔ اس پر دونوں منشیوں میں بحث شروع ہوئی جو درج کتاب ہے۔

اختتام ــــ " نمی دانم ایں چہ آتش است و ایں چہ قسم پر خاش کہ ارقام اقسام مقدمات بایں تقریب مرتب یافت۔ مذاق ارباب معنی از چاشنی آں حلاوت یاب باشد بتخصیص آں را کہ شیریں نکتہ دانی وانچہ ریزش معانی است۔ تمت بالخیر "۔

ترقیمہ جو کتاب کے سرورق پر درج ہے ـــ

" ایں چند ورق کہ سوادے بتعداد یازدہ باشند متضمن بر سوال و جواب پر خاش نما در طاب جولانیدن بر آتش ذائقہ را بایک دگر چمنالال و چمن لال کہ ہر دو منشی بودند و بہ نسبت ہمجنسی و ہم کیشی و ہم اسمی از طرفین انشاء پردازی و سخن سازی بکار رفتہ۔ و مذاق سخن چمنالال منشی (کہ در سخن طرازی ابو الفضل ثانی بودہ لاریب فیہ) تصنیف است۔ ۱۱۷۵ھ۔

" ایں نسخہ در بعضے جا صحت طلب است۔ از روے نسخہ کہ نقل بر داشتہ شد دراں سہو کتابت و املا بسیار بود۔ و در اصل ایں نسخہ از نزد من درگا داس بخط شکستہ محررے دست بہم دادہ بود

درسبیل عجلت ارقام یافت :

یہ مخطوطہ بہت عمدہ خط شفیعا میں اورنگ آبادی کاتب پرورگا داس نے ۱۱۷۵ھ میں نقل کیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں اور حاشیہ پر جگہ جگہ اضافہ اور اصلاح نسخ کی عبارتیں درج ہیں۔ ادارے میں نواب عنایت جنگ بہادر نے عطا فرمایا ہے۔ پہلے ورق پر ان کی بیضوی مہر اور آخری ورق پر مستطیل مہر درج ہے۔

۱۱ ورق ۔ ۱۹ سطور فی صفحہ ۔ "۴ ۱/۲ × "۶ ۱/۴ ۔

۱۱۳۶ - تقریر الشہادتین ۔ ۱۲۶۰ھ ۔ میر وارث علی سیفی نثر اردو

شاہ عبدالعزیز دہلوی کی کتاب سرالشہادتین کا یہ اردو ترجمہ میر وارث علی سیفی مرید شاہ محمد سلامت اللہ کشفی نے ۱۲۶۰ھ میں کیا تھا۔ کشفی ہر سال محرم میں جمعہ کے دن بطور وعظ کے سرالشہادتین کے مطالب کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کرتے تھے اور اس کو تحریر الشہادتین کے نام سے ایک رسالہ میں مرتب کر لیا تھا اور یہ رسالہ چھپا بھی تھا جس کی وجہ سے لوگ اصل رسالہ سرالشہادتین کی اہمیت اور افادیت سے واقف ہو گئے تھے۔ سیفی کے ایک دوست محمد شیر علی خاں نے اصرار کیا کہ اس رسالے کو زبان اردو میں لکھا جائے۔ چنانچہ ۱۲۶۰ھ میں انھوں نے اس ترجمہ کو مکمل کیا اور بعد کو ۱۲۶۹ھ میں یہ ترجمہ مطبع محمدی میں چھپا تھا۔ مطبع محمدی مولوی محمد حسین نے بمقام کانپور کوٹھی محمد کمال خاں متصل مسجد دولاری میں قائم کیا تھا اور یہ کتاب محمد نواز علی ساکن کڑا الہ آباد کے اہتمام سے چھپی تھی۔ اسی مطبوعہ نسخے کی یہ نقل غلام محمد گلشنی ولد امام صاحب ساکن میدک نے ۱۳۰۲ھ میں کی ہے۔

یہ مخطوطہ جلی خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے اور کاتب نے بعد تکمیل اس کو میاں شہاب الدین و میاں شمس الدین کو عطا کیا تھا۔

ابتدا۔ "سبحان اللہ کیا خدا کی قدرت ہے کہ آب شمشیر شہیدوں کے حق میں فیض کبریائی سے آب حیات ہے۔"

اختتام۔ "قطعہ تاریخ طبعزاد جناب ہادی حسن خاں صاحب مجرور

رقم نمود سیفی رسالۂ عجبے — بذکر ماتم سبط رسول ابن بتول

نوشت خاتمہ مجرور سال تصنیفش — بیان ماتم حسنین شد بجاں مقبول

اس کے بعد خاتمۃ الطبع کی طویل عبارت لکھی ہے۔ اس کے بعد یہ ترقیمہ ہے ـــ

ترقیمہ ـــ "ایں چند کلمہ بطریق یادگار زمانہ گنہ گار غلام محمد گلشنی ولد امام صاحب ساکن میدک بتاریخ ہشتم ربیع الثانی ۱۳۰۲ھ نقل گرفتہ۔ نوشتہ بماند سیہ بر سفید نویسندہ را نیست فردا امید روز پنجشنبہ بتاریخ مذکور کتاب ہذا بہ میاں شہاب الدین و میاں شمس الدین عطا کردم و بخشیدم۔"

۸۳ ورق ۔ ۱۵ سطور فی صفحہ ۔ "۷ × "۱۰ ۱/۴ ۔

۱۱۳۸۔ ترجمہ سر الشہادتین۔ قریب سنہ ۱۲۶۰ھ۔ حضرت شاہ صاحب — نثر اردو

شاہ عبد العزیز کی اس مشہور کتاب کے ایک ترجمہ تحریر الشہادتین از میر وارث علی سیفی کا ذکر ابھی نمبر ۱۱۳۷ پر گذر چکا ہے۔ یہ اسی فارسی کتاب کا ایک دوسرا ترجمہ ہے۔ مگر مترجم کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ اس کتاب پر نام موجود تھا مگر دیمک کی وجہ سے وہ حصہ تلف ہو گیا اور صرف حضرت شاہ پڑھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت اور شاہ کے درمیان کوئی لفظ اور موجود تھا۔

اس ترجمہ سے قبل کوئی دیباچہ نہیں ہے اور یہ بالکل لفظی ترجمہ ہے۔ سیفی نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے اور اشعار بھی جگہ جگہ وضاحت کے لئے داخل کئے ہیں۔ اس ترجمہ میں کوئی اضافہ نہیں ہے۔ دونوں ترجموں میں جس طرح کا فرق ہے حسب ذیل عبارتوں سے ظاہر ہوگا۔

ترجمہ حضرت شاہ

اوسکو جانئے کہ جو کمالات اور خوبیاں جدا جدا اور پیغمبر علیہم السلام میں تھیں سو ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بالکل یکجا جمع ہو گئیں۔

ترجمہ سیفی

سمجھ تو اس بات کو کہ رحمت ہو تجھ پر خدائے عزوجل کی جس قدر کمالات ذات جمیع انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام میں متفرق و منتشر تھے وہ سب کمال اور فضائل مجموعتاً ہمارے پیغمبر آخر الزماں برگزیدہ ایزد سبحان علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کے وجود باجود میں جمع ہوئیں۔

یہ نسخہ صاف اور عمدہ خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں اور حاشیوں پر تشریحیں بھی درج ہیں۔ کاتب کا نام اور سنہ کتابت معلوم نہ ہو سکا۔ اس کے ساتھ ہی ولی ویلوری کی روضۃ الشہدا نقل کرلی شروع کی ہے جس کا ذکر نمبر ۱۱۳۹ پر درج ہے۔

ابتدائی عبارت تو ابھی لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب بغیر دیباچہ اور حمد و نعت کے شروع کر دی گئی ہے۔

اختتام ـــ "بعد کرنے اس مرحلہ کے حکومت مروانیوں کی شام اور عراق اور حجاز میں جم گئی اور مدت سلطنت اون کی تراسی برس چار مہینے رہی۔ تحریر الشہادتین اور صواعق محرقہ اور ساعۃ الاشراط الساعہ۔
تمت تمام شد۔"

یہ مخطوطہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔

۳۲ ورق۔ ۱۳ سطور فی صفحہ۔ ۷" × ۱۱"۔

۱۱۳۹۔ روضۃ الشہدا۔ ۱۱۳۷ھ۔ ولی ویلوری — نظم اردو

اس مشہور مثنوی کے کئی نسخے ادارے میں موجود ہیں جن میں سے سات کا ذکر حسب ذیل نمبروں پر اس تذکرے کی دوسری جلدوں میں گذر چکا ہے۔

۸ ۔ ۱۴۰ ۔ ۴۰۲ ۔ ۶۱۸ ۔ ۶۸۰ وغیرہ

زیر نظر مخطوطہ ۱۳۰۰ھ کے قریب ترجمہ سراج الشہادتیں (نمبر ۱۱۳۸) کے ساتھ صاف نستعلیق خط میں نقل کیا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ ناقص الآخر ہے۔ آخری صفحات دیمک کے نذر ہو گئے ہیں۔

ابتدا۔ کروں نامے کوں بسم اللہ سوں آغاز — اچھوں تا میں فصاحت میں سرافراز
سرا اوں کیا اوسے جن یک سخن میں — بندیا جیو دم کے رشتے سوں بدن میں

اختتام۔ کہوں کیا میں ذرا دل کے چمن کوں — لون راحت کا آتا نہیں کدھر سوں
تمہاری تلخ ہے جیوں زندگانی — ہماری تیوں معطل کامرانی

یہ کتاب نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ اس کے آخر میں ان کی ایک مستطیل مہر ثبت ہے جس پر "عنایت جنگ ۱۳۲۴ھ" کندہ ہے۔

۱۲۵ ورق۔ ۱۳ سطور فی صفحہ۔ ۷" × ۱۱"۔

۱۱۴۱ ۔ نجات قاسم۔ قبل ۱۲۵۰ھ۔ محمد قاسم ابو العلائی — نثر اردو

اس کتاب میں مشہور صوفی اور اہل اللہ حضرت امیر ابو العلا اکبر آبادی (متوفی ۱۰۶۱ھ) کے حالات زندگی قلمبند کئے گئے ہیں۔ یوں تو اس موضوع پر اذکار الاحرار، حجۃ العارفین، کیفیت العارفین، نسبت العارفین اور سبیل العاشقین وغیرہ کتابیں اس سے قبل لکھی جا چکی تھیں مگر وہ سب فارسی میں تھیں اس لئے محمد قاسم ابو العلائی دانا پوری کے احباب نے اصرار کر کے یہ کتاب ان سے اردو میں لکھوائی تھی۔ اس میں پانچ فصلیں (قسمتیں) میں جن کے عنوان یہ ہیں ——

۱۔ حال ولادت و نسب نامہ۔ ۲۔ ترک دنیا، فیضان باطنی اور امیر عبد اللہ سے بیعت اور خلافت کا شرف حاصل ہونا۔ ۳۔ کرامات اور خوارق عادات۔ ۴۔ رحلت اور کرامتیں۔ ۵۔ فرزندان او خلفاء۔

یہ آخری فصل ایک اچھا خاصا تذکرہ ہے اور اس کے ذیل میں اورنگ آباد کے ایک قدیم اردو شاعر میر سید دوست محمد (متوفی ۱۰۹۰ھ) کی نظم بیم کہانی کے سبب تالیف اور نمونہ کلام کا بھی پتہ چلتا ہے جو یہ ہے ؎

بیم کہانی کہت ہوں سنو سکی تم آئے — پیر ڈھونڈن کو ہوں گی آئی آپ گنوائے
بیم کہانی بس بھری کیئو مت سینو آئے — باتوں باتوں بس جھڑے دیکھت ہی مر جائے
بیم لگی ات سانگری بیسے بن کچھو نہ سہائے — تن من چھوڑ جو آسکے تو پی آیا جائے
بیم نگر میں آئے کے سدہ بدہ سب ہے کون — سدہ بدہ یوں گھل جات ہی جوں پانی میں لون
بیم نگر سے آئے کے جیو ڑا نکسا جائے — لے ری سکھی کچھ بیم کی بات کہو نک آئے

مولف کے زمانۂ حیات کا پتہ نہ چل سکا اور نہ کتاب کے سنہ تالیف کا۔ چونکہ وہ بہار کے رہنے والے تھے دکن کی نسبت ان کی معلومات ناقص ہیں، چنانچہ جگہ جگہ برہان پور اور اورنگ آباد کو ایک ہی مقام قرار دیا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ برہان پور کو اب اورنگ آباد کہتے ہیں۔ اس کتاب کی پانچویں فصل میں جن بزرگوں کا تذکرہ درج ہے ان کے سالہائے وفات

لحاظ سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب سنہ ۱۲۵۰ھ سے قبل لکھی گئی ہے۔ مصنف کا سلسلہ بیعت حضرت ابوالعلا تک اس طرح پہنچتا ہے۔

شاہ محمد قاسم داناپوری خلیفہ سید شاہ قمرالدین حسین عظیم آبادی خلیفہ حکیم شاہ فرحت اللہ حسن دوست
کریم چلپی خلیفہ حضرت مخدوم شاہ حسن علی عظیم آبادی خلیفہ شاہ محمد منعم خلیفہ حضرت میر سید اسداللہ خلیفہ
حضرت شاہ محمد فرہاد دہلوی خلیفہ میر سید دوست محمد برہانپوری خلیفہ سید امیر ابوالعلا اکبرآبادی۔

اس مخطوطے کے صفحہ ۱۰۲ پر جہاں حیدرآباد کے ایک بزرگ شیخ جی حالی (متوفی سنہ ۱۲۳۸ھ) کا ذکر ہے۔ محمد امام الدین عرف دادا میاں مرید شاہ نتھن (متوفی سنہ ۱۲۷۷ھ) خلیفہ شیخ جی حالی نے اصل کتاب کے متن میں اور حاشیہ پر اپنی طرف سے بعض معلومات کا اضافہ کیا ہے جو درگاہ شیخ جی حالی واقع محلہ اردو حیدرآباد اور شاہ نتھن کی درگاہ واقع دھوبن کی مسجد شاہراہ درگاہ یوسف صاحب شریف صاحب سے متعلق ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ جی حالی کے چھ خلیفہ تھے۔ یعنی ۱۔ محمد شفیع خاں عرف جمعدار صاحب متوفی سنہ ۱۲۵۵ھ۔ ان کی قبر حضرت شیخ جی حالی کے پائین موجود ہے، ۲۔ مولوی نور محمد صاحب، ۳۔ شاہ براتی صاحب، ۴۔ سید شاہ محمد علی صاحب ہمشیر زادہ شیخ جی حالی جو حیدرآباد میں اس کتاب کی تالیف کے وقت درگاہ شیخ جی حالی کے سجادہ تھے، ۵۔ شاہ سمیع اللہ جن کے خلیفہ عبدالہادی عرف بڈھن صاحب منشی تھے نواب سیف الملک مدبر جنگ محمد عبداللہ بن علی سیف الدولہ جمعدار عرب دکن کے۔ ان کی مزار فتح دروازہ حیدرآباد کے قریب ہے۔ اس کتاب کی تالیف کے وقت ان کے فرزند فیض الدین صاحب ان کے خلیفہ و سجادہ نشین تھے۔ ۶۔ شاہ شیخ نتھن صاحب متوفی سنہ ۱۲۷۷ھ جن کی مزار دھوبن کی مسجد کے پاس ہے اور جن کے خلیفہ اس مخطوطہ کے کاتب امام الدین دادا میاں تھے۔

یہ مخطوطہ علاقہ جے پور میں بمقام جھونجھنوں ملک شیخاواٹی میں سنہ ۱۲۸۴ھ میں نقل کیا گیا ہے۔ کاتب عبدالغنی ابن قمرالدین نبیرۂ حمیدالدین ناگوری ہیں۔ جلی نستعلیق خط میں لکھا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔

ترقیمے کے نیچے امام الدین دادا میاں نے اس سلسلہ کے بزرگوں کی صحیح تاریخ ہائے وفات اور سنہ اور مدفن لکھدیئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے ــــ

۱۔ امیر ابوالعلا۔ آگرہ۔ ۹ صفر سنہ ۱۰۶۱ھ
۲۔ سید دوست محمد۔ اورنگ آباد۔ ۲۶ جمادی الثانی سنہ ۱۰۹۰ھ
۳۔ شاہ مرزا فرہاد۔ دہلی۔ ۲۵ جمادی الثانی سنہ ۱۱۳۵ھ
۴۔ شاہ محمد قاسم شیخ جی حالی۔ حیدرآباد۔ ۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۲۳۸ھ
۵۔ شاہ شیخ نتھن۔ حیدرآباد۔ ۲۹ جمادی الثانی سنہ ۱۲۷۷ھ

ان کے علاوہ شاہ عزت اللہ اور شاہ برہان الدین خدانما کے عرسوں کی تاریخیں بھی لکھی ہیں مگر سنہ وفات نہیں لکھا۔ ان معلومات کے محاذی انھوں نے اپنی ایک خوبصورت مستطیل مہر بھی ثبت کی ہے جس پر "محمد امام الدین فدوی آصفجاہ ۱۲۶۲ھ" کندہ ہے۔

اصل کتاب کا افتتاح اس طرح ہوتا ہے ــــ

"شکر اور سپاس اپنے خالق اور مالک کا کس منہ سے ادا کروں کہ اوس نے ہم کو خواب عدم سے جگاکر اور عالم وجود میں لاکر میلہ کثرت کا دکھلایا۔"

اختتام ـــ "ہدایت اور ارشاد کی مسندوں پر رونق افروز ہیں اور میدان خداطلبی کے پیاسوں کو اپنے

فیض وکرم کے بادل سے سیراب کرتے ہیں۔

ہنوز آں ابر رحمت در فشاں است ۔۔۔ خم و خمخانہ با مہر و نشاں است"

ترجمہ ۔ "الحمد للہ والمنۃ کہ یہ رسالہ مبارکہ بتاریخ چہاردہم شوال ۱۲۸۱ھ ہجری قدسی روز یکشنبہ کو بمقام جھنجھنوں ملک شیخاواٹی علاقہ جے پور بخط بے ربط عاصی عبد الغنی ابن نظام الدین نبیرۂ حضرت سلطان التارکین تارک الدنیا واصل الدین صوفی السیدی حمید الدین ناگوری قدس اللہ تعالیٰ کے تمام ہوا۔ الٰہی اپنے عنایت وکرم سے اس کاتب گنہگار کے قلب کو بھی نسبت عالیہ ابو العلائیہ سے معمور کر دے اور خاتمہ اس کا بخیر کر اور اس رسالے کے پڑھنے والوں اور سننے والوں اور لکھنے والوں طبع کرنے والوں کی سب مرادیں دینی اور دنیاوی بر لا۔"

۱۰۶ صفحات ۔ ۱۵ سطر فی صفحہ ۔ ″۱۳ × ″۸½ ۔

۱۱۴۱ ۔ شجرہ ہائے دادا میاں ۔ قریب ۱۲۸۵ھ ۔ امام الدین دادا میاں — نثر و نظم فارسی

مخطوط نجات قاسم (نمبر ۱۱۴۰) کے بعد اس کے کاتب امام الدین نے اپنے قادریہ، چشتیہ اور نقشبندیہ سلسلوں کے منظوم شجرے لکھے ہیں۔ امام الدین سرکار آصفی کے ایک ذمہ دار عہدہ دار تھے اور صرفخاص کی مہریں ان کی تحویل میں رہتی تھیں۔ قادریہ شجرے میں ۲۱ ابیات لکھی ہیں۔ ابتدائی اور آخری ابیات یہ ہیں ؎

ابتدا ۔
الٰہی بحرمت نبی الکریم ۔۔۔ سر سروراں سرو باغ رحیم
بحرمت علی مرتضیٰ اولیاء ۔۔۔ امام حسین شہہ کربلا

اختتام ۔
بہ آں ذات اقدس دعائی خیاب ۔۔۔ کہ شد شیخ نتھن از و فیضیاب
الٰہی بحق بزرگان دین ۔۔۔ عیاں کن رہ حق بہ امام الدین

۲ ۔ شجرۂ چشتیہ میں ۲۵ ابیات ہیں۔ ابتدائی اور آخری ابیات یہ ہیں ؎

ابتدا ۔
بحق احمد محمود اعظم ۔۔۔ محمد مصطفیٰ ایجاد عالم
بہ از مرتضیٰ سالار کونین ۔۔۔ علی مجتبیٰ حامی دارین

اختتام ۔
بفیض شاہ نتھن بو العلائی ۔۔۔ امام دیں شدہ شان خدائی
بوحدت محو کن از غیر بینی ۔۔۔ بہ امام الدین نما حق الیقینی

۳ ۔ شجرۂ نقشبندیہ :۔ یہ پہلے تین صفحات میں بطور نثر لکھا ہے اور پھر نظم میں ہے۔

۴ ۔ منظوم شجرہ نقشبندیہ بطور قصیدہ لکھا ہے جس میں ۱۳ شعر ہیں ؎

ابتدا ۔
نام آں پاکاں کز ایشاں شد عمم ما منجلی ۔۔۔ اولاً حضرت محمد سرور اند از مرسلی

اختتام ۔
یا اللہ العالمیں می سازم ایشاں را شفیع ۔۔۔ تا مراد دیگر بگنج غم نباشد منزلی
شاید آرا ید طفیل شاں دل ایں خستہ حال ۔۔۔ بر صراط مستقیم دریا بد از حق مقبلی

اس کے بعد بخط ظفری دستخط کئے ہیں جو امام الدین دادا میاں کے ہیں۔
۶ صفحات۔ ۱۴ سطور فی صفحہ۔ ۸½ × ۱۳"۔

۱۰۴۲۔ رسالہ مراقب فنا۔ قبل ۱۰۶۱ھ۔ امیر ابوالعلاء — نثر فارسی

امیر ابوالعلاء حسینی نقشبندی چشتی احراری اکبرآبادی کا یہ رسالہ خاص ان کے سوانح حیات نجات قاسم (نمبر ۱۴۰) کے ساتھ ان کے سلسلہ کے ایک بزرگ امام الدین دادا میاں نے بمقام حیدرآباد ۱۲۸۶ھ میں نقل کیا ہے۔
یہ ایک مختصر فارسی رسالہ ہے جس میں سالکوں کے لئے مراتب فنا و وصول الی اللہ کے مضامین بیان کئے گئے ہیں۔
ابتدا اس طرح کی ہے :-

"بعد از حمد واجب الوجود کہ بہ بیدیں ہزار صور و اشکال ظاہر شدہ ؎

بہر صورت نمودم ذات خود را — گہے بر شکل آدم گاہ حوا

پس از شکم بے چون دیے چگوں کہ بعد ہزار چونی دبے چگونی ہویدا گشت ؎

طرفہ بے شکلے کہ دارد شکلہائے صد ہزار — طرفہ بے رنگے کہ دارد رنگہائے بے شمار

غیر او موجود نیست دہر چہ از بلند و پست است ہمہ اوست"

اختتام :- "حق سبحانہ تعالیٰ جمیع طالبان را بدین مقصود رہ نماید بحق النبی و آلہ اصطفیٰ و اصحابہ النقی ؎

گر بگوی بگو کنہ دوست ہمہ — ور بدانی بداں کہ اوست ہمہ"

اس کے بعد ہی دادا میاں (امام الدین دیکھو مخطوطات نمبر ۱۴۰-۱۱۴- ۱۱۴۱) نے دستخط کئے ہیں جو بخط ظفری ہیں۔
دوسرے صفحہ پر حضرت ابوالعلاء کی مدح میں شہید کی لکھی ہوئی ایک غزل درج ہے۔ یہ غالباً احمد علی خاں شہید ہیں جو شاہ نصیر کے شاگرد اور نواب ناصر الدولہ کے درباری شاعر تھے اور جن کے دیوان کا ذکر نمبر ۱۲۱ پر جلد چہارم میں گذر چکا ہے۔ اس غزل میں ۷ شعر ہیں۔ مطلع و مقطع یہ ہے ؎

سیدنا ابوالعلا جان و دلم فدائے تو — دیدۂ مہر و ماہ را سرمہ ز خاک پائے تو

درد شہید خویش را از سر رحم کن دوا — جز در تو کجا رود خستہ تو گدائے تو

۲ صفحات۔ ۱۴ سطور فی صفحہ۔ ۸½ × ۱۳"۔

۱۱۴۳۔ رسالہ رد وہابیہ۔ ۱۲۰۳ھ۔ مسکین شاہ — نثر اردو

اسی نام کی ایک اور کتاب کا مخطوطہ ادارے میں نمبر ۹۷ پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات جلد اول صفحہ ۲۲۵ اور جلد سوم صفحہ ۲۹۱ پر درج ہو چکی ہیں اس کے مصنف محمد ظہور علی تھے اور انھوں نے وہ کتاب کرنول میں ۱۲۵۰ھ کے قریبی زمانے میں لکھی تھی۔

زیر نظر مخطوطہ حضرت محمد نعیم مسکین شاہ کی تالیف ہے۔ یہ حیدرآباد کے ایک بڑے صوفی اور سلسلۂ نقشبندیہ کے مرشد تھے۔ علی آباد کے دروازہ کے قریب فلک نما جانے والی شاہراہ پر ان کا مزار اب بھی زیارت گاہ خلایق ہے اور ان کے سلسلے کے مرید اور معتقد اب بھی حیدرآباد میں موجود ہیں۔ چنانچہ ادارے کے محاسب مولوی محمد عثمان صاحب سابق میر محاسب محکمۂ تعلیمات بھی انہی کے مرید اور معتقد تھے۔ یہ اب کراچی میں مقیم ہیں۔

مسکین شاہ کی نظم و نثر کے حسب ذیل مخطوطے ادارے میں موجود ہیں۔

۱۔ مراقبات سلوک۔ نمبر ۱۷۳۔ جلد اول صفحہ ۲۰۴
۲۔ مولود شریف۔ نمبر ۲۶۳۔ جلد اول صفحہ ۳۲۰
۳۔ شجرۂ چشتیہ سہروردیہ و کبرویہ۔ نمبر ۷۶۔ جلد دوم صفحہ ۴۱
۴۔ اشعار جو مسکین شاہ صاحب بعد تہجد قرات فرماتے تھے نمبر ۲۸۵۔ جلد دوم صفحہ ۱۱۰
۵۔ نعتیہ کلام۔ نمبر ۵۰۰۔ جلد چہارم صفحہ ۱۵۳

زیر نظر رسالہ دراصل کسی خط کے جواب میں قلمبند کیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہابیوں نے حنفیوں پر جو اعتراضات کئے تھے ان کو مسکین شاہ صاحب کے کسی مرید نے ان کی خدمت میں روانہ کر کے خواہش کی تھی کہ ان کے جواب لکھ بھیجیں تاکہ اس کی اور اس کے ساتھیوں کی تشفی ہو۔ شاہ صاحب نے اس خط میں ہر اعتراض کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں رد کیا ہے۔

ابتدا۔ "(عربی حمد و نعت کے بعد) بعد حمد و صلوات کے روشن ہووے خط خیریت نمط آپ کا پہنچا۔ مفصلاً کیفیت اوس کی معلوم ہوئی۔ پنجگانہ نماز با جماعت ادا کرتے ہو اور ذکر شغل سے معمور رہتے ہو اس سے نہایت طبیعت خوش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس پر استقامت کرامت فرماوے۔ خوب سمجھو اور دل سے یقین کرو فقیر مسکین امورات دین میں جو تسکین کرتا ہے اس میں نفسانیت کو دخل نہیں ہے۔"

اختتام۔ "جو سوالات اور حالات کہ تم نے قوم وہابیہ کے لکھے تھے جواب اس کا باصواب لکھنے میں آیا۔ اللہ تعالیٰ اون لوگوں کی چشم انصاف کھولے تاکہ راہ ہدایت کو صاف دیکھیں اور اوپر اوس کے چلیں اور گرفتاری ابدی سے بچیں۔ تمت بالخیر رسالہ مختصرہ فی رد مذہب وہابیہ۔ تحریر شد بتاریخ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ روز دوشنبہ مقدسہ۔"

یہ مخطوطہ امام الدین دادا میاں کے مکتوبہ دوسرے رسائل تصوف کے ساتھ منسلک ہے۔ انھوں نے اس کو ۱۳۰۳ھ میں نقل کیا ہے اور اس کے سرورق پر لکھا ہے۔

"ہذا رسالہ رد وہابیہ ضروریہ من تصنیف مسکین شاہ صاحب مجددیہ در ۱۳۰۳ھ ہجری۔"

۸ صفحات۔ ۱۴ سطور فی صفحہ۔ "½۸ × "۱۳۔

۱۱۴۴۔ گفتار شیخ فرید۔ شیخ فرید نثر فارسی

حضرت شیخ فرید شکر گنج کا یہ رسالہ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ کے موضوع پر لکھا گیا ہے۔ بہت مختصر ہے۔

ابتدا۔ "(بعد عربی حمد و نعت) بداں کہ پروردگار عالم وجود آدمی را چہار عناصر آفرید۔ خاک و باد آب و آتش۔

و نیز در عالم شش جہت آفرید. علوی و سفلی، جنوبی و شمالی و شرقی و غربی. صانع پاک در وجود آدمی
نیز شش چیز آفرید زیر و بالا یمین و یسار و پس و پیش۔

اختتام ــــ " و باید که او را چه داد و از من چه گرفت و آن را سلام باید داد ین. سلام قولاً من رب الرحیم
این نماز دایمون است. آنان که در عبودیت است قوله تعالی والذینھم علی صلواتہم دایمون. باید که
بنهد و سجد و بداند و بکند دیگر. واللہ اعلم بالصواب "

ترقیمہ ــــ " تمت بالخیر گفتار شیخ فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ "

یہ رسالہ امام الدین دادا میاں نے دوسرے رسائل تصوف (نمبر ۱۱۴۰ تا ۱۱۴۸) کے ساتھ ۱۳۰۳ھ میں خط
نستعلیق میں نقل کیا ہے۔ عنوانات اور آیات قرآنی سرخ روشنائی میں لکھے ہیں۔
۵ صفحات - ۱۵ سطور فی صفحہ - ۸½ × ۱۲۔

۱۱۴۵۔ رسالہ سوال و جواب - قریب ۱۰۹۲ھ - ابوالحسن   نثر فارسی

شاہ راجو ابن شاہ سفیر اللہ حیدرآباد کے ایک بڑے با اثر صوفی اور مرشد تھے۔ ابوالحسن تانا شاہ آخری
قطب شاہی بادشاہ انہی کا مرید اور خادم تھا اور انہی کی دعا اور اثر سے اس کو عبداللہ قطب شاہ کی دامادی اور
بعد کو تاج شاہی نصیب ہوا تھا۔ ان کی گنبد شہر حیدرآباد کے مشہور فتح دروازہ کے باہر اب تک موجود ہے اور زیارت گاہ
خلائق ہے۔ انھوں نے ۱۰۹۲ھ میں وفات پائی۔ ان کی متعدد تحریریں اور تصویریں ادارے میں موجود ہیں جن میں سے
بعض کا ذکر اس تذکرہ کی گذشتہ جلدوں میں گذر چکا ہے۔

زیر نظر مخطوطہ امام الدین دادا میاں نے ۱۳۰۶ھ میں نقل کیا ہے اور دوسرے رسائل تصوف کے ساتھ ایک ہی
سلسلہ میں منسلک کیا ہے۔ اس میں ابوالحسن کے سوالات اور ان کے مرشد شاہ راجو کے جوابات دنیا اور دین کے مختلف
امور کے بارے میں خود ابوالحسن نے قلمبند کر دیئے ہیں۔

ابتدا ــــ " (بعد حمد و نعت عربی) اما بعد این بندۂ کمترین بندگان ذوالمنن ابوالحسن ابن حسن از (مرید)
آن مرشد مرشدان روحانی ابوالو(لا) یت الثانی یوسف روحانی شاہ راجو بن شاہ سفیر اللہ چند
سوال کرد از روے عاطفت و مکرمت جواب فرمودند۔
پرسید که عالم کیست۔ فرمودند عالم اوست که بغیر از خدا کس را نداند "

اختتام ــــ " پرسید که حاضر کیست. فرمودند حاضر اوست که از خود غائب باشد۔ پرسید که ناظر
کیست فرمودند ناظر اوست که او را نظر بخود نباشد "

ترقیمہ ــــ " بتاریخ غرہ شہر ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ بتاریخ ۲۹ دے ماہ الٰہی ۱۲۹۸ فصلی محررہ خادم الفقرا
والمساکین محمد امام الدین ابوالعلائی عرف خاکپاے مرشداں دادا میاں عفی عنہ "

اس کے مرتب ابوالحسن ابن حسن غالباً وہی حسین ابن حسن ہیں جن کی مرتبہ ایک کتاب زاد المومنین ادارے میں

نمبر ۱۱۴۲ پر موجود ہے اور جس میں مرتب نے شاہ راجو کے مواعظ و ملفوظات مرتب کئے ہیں۔ اس کا مخطوطہ نہایت مطلا و مذہب ہے اور اس کا ذکر جلد دوم میں صفحات ۵۴۔ ۵۵ پر درج ہو چکا ہے۔

۶ صفحات۔ ۱۵ سطور فی صفحہ۔ "۸½ × "۱۳۔

۱۱۴۶۔ رسالہ چشتیہ۔ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز — نثر فارسی

حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے متعدد رسائل نظم و نثر ادارے میں محفوظ ہیں جن میں سے بعض کا ذکر گزر چکا ہے۔ ان کا یہ رسالہ امام الدین دادا میاں نے دوسرے رسائل تصوف (نمبر ۱۱۴۳ تا ۱۱۴۸) کے ساتھ نقل کیا ہے۔ یہ سب رسائل ایک سلسلہ میں منسلک ہیں اور ایک ہی قسم کے کاغذ اور خط اور روشنائی میں لکھے گئے ہیں۔

اس رسالہ میں عالم صوری و عالم معنوی کی تفصیلات سالکوں کے لئے بیان کی گئی ہیں اور خواجگان چشت کے اقوال اور فرمودات سے وضاحت کی ہے۔ نہایت مختصر رسالہ ہے۔

ابتدا:— "(بعد حمد و نعت عربی) دربیان خاص و عام و مقام اہل اختصاص بعد از حمد کہ موجود نیست مگر وے و درود بر محمد مصطفی کہ مقصود نیست مگر وے۔ آنچہ سوال کردی و باتحاد درخواست می خواستی کہ سخن چند در توحید بنویسم قلم برگرفتم تا بامید ربانی در کتاب آوردم۔"

اختتام:— "این چند سخن یادگار خویش برابر جان خود بداری و باہمہ کس منمائی و کسے کہ در طلب این باشد درمعرفت بمطالعہ این رسالہ خالی نگذاری کہ خواہد بود۔"

ترقیمہ:— "این رسالہ تصنیف سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز ختم بالخیر حررہ خادم المساکین محمد امام الدین ابوالعلائی عرف خاکپائے درویشاں دادا میاں مرقومہ ۳ ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ بعد نماز جمعہ بچہار گھڑی روز باقی ماندہ تمت شد۔"

۵ صفحات۔ ۱۵ سطور فی صفحہ۔ "۸½ × "۱۳۔

۱۱۴۷۔ جواہر الانوار — قمر الدین حسین عظیم آبادی — نثر فارسی

قمر الدین حسین ولد شمس الدین حسین عظیم آباد کے باشندے، امام محمد باقر کی اولاد میں اور سید خواجہ ابوالبرکات اور حکیم شاہ فرحت اللہ حسن دوست کے مرید و خلیفہ تھے۔ شاہ محمد قاسم مولف نجات قاسم (مخطوطہ نمبر ۱۱۴۰) انہی کے مرید و خلیفہ تھے چنانچہ یہ سلسلہ حضرت امیر ابوالعلا اکبر آبادی تک اس طرح پہنچتا ہے۔

شاہ محمد قاسم (مولف نجات قاسم) خلیفہ قمر الدین حسین (مولف جواہر الانوار) خلیفہ شاہ ابوالبرکات خلیفہ شاہ رکن الدین عشق خلیفہ برہان الدین خدانما خلیفہ شاہ محمد فرہاد دہلوی خلیفہ سید دوست محمد برہانپوری خلیفہ امیر ابوالعلا۔

قمرالدین حسین نے پہلے سید شعیب الحق سے صرف، نحو و فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی پھر مخدوم شاہ حسینی کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ بعد کو سید یحییٰ علی اور سید ابوالبرکات کی خدمت میں رہکر تصوف و عرفان سے واقف ہوئے۔ جب یہ کتاب لکھی تو پہلے اس کا نام جواہر الاسرار رکھا لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ اس نام کی ایک اور کتاب موجود ہے اس لئے بدل کر جواہر الانوار نام رکھدیا۔ اس میں حسب ذیل جو ہر یا عنوان ہیں۔

۱۔ جستجوے پیر ۲۔ توجہ مبتدیاں ۳۔ ادب ۴۔ کیفیات ۵۔ صاحب کیفیت و نسبت ہونا
۶۔ اوقات معمولات ۷۔ خطرات ۸۔ صفت قلب ذاکر ۹۔ واردات ۱۰۔ تجلیات
۱۱۔ مضرت کلام بے جا با حریف ۱۲۔ مراقبات ۱۳۔ ذکر یا شغل ۱۴۔ افکار فکر ۱۵۔ توحید ذاتی
۱۶۔ سالک کہ خود را عبد نمی بیند ۱۷۔ بندگی ۱۸۔ جذب و سلوک ۱۹۔ وجدان ۲۰۔ نہایت کمال
۲۱۔ آگاہی و استغراق ۲۲۔ احوال مرید صادق ۲۳۔ سماع اور اس کے آداب ۲۴۔ امتیاز ۲۵۔ دنیا
۲۶۔ طاعت و عبادت ۲۷۔ اخلاص ۲۸۔ مکر ۲۹۔ صبر و رضا ۳۰۔ شکر ۳۱۔ عبدیت و شریعت
۳۲۔ لوازمات پیر ۳۳۔ لحاظ وقت توجہ و تعلیم ۳۴۔ چشم بندد و خود را در وجود شیخ خود فانی سازد ۳۵۔ عرفان

یہ کتاب سالکوں کے لئے ایک اچھا نظام العمل اور سرچشمہ ہدایت ہے۔ مگر جیسا کہ اس کے ترقیمہ سے ظاہر ہوتا ہے مصنف اس کو مکمل نہ کر سکے تھے کہ ان کا وصال ہوگیا۔ وہ اس مسودے پر نظر ثانی بھی نہ کر سکے تھے۔ اس لئے کاتبوں نے جب اس کو نقل کیا تو طرح طرح کی غلطیاں پیدا ہوتی گئیں اور یہ نسخہ بھی انہی ابتدائی نقل کردہ کتابوں میں سے ایک کی نقل ہے۔

مصنف کا اسلوب سادہ اور سلیس ہے اور جگہ جگہ انھوں نے ذاتی تجربے اور تعلقات وضاحت سے لکھے ہیں جس سے کتاب کی دلچسپی میں اضافہ ہوگیا ہے۔

ابتدا:- "بعد از ستائش حضرت پروردگار کہ بے علت و مادہ سائر موجودات را از مکمن غیب موجود آوردہ انسان را کہ بحسب ظاہر بچندیں نسبتے جا دادہ"

اختتام:- "اگرچہ پیشتر فنائے دست دادہ باشد وصالے او نمودہ باشد کہ ازاں رقم علم خودی بودہ باشد لیکن ایں قدر خود ماندہ باشد کہ علم ایں حال نیز ماندہ باشد"

اس کے بعد ایک طویل ترقیمہ ہے جس میں مصنف کے اس مسودے کو مکمل نہ کر سکنے اور کاتبوں کے اختلافات کا ذکر ہے۔ اس ترقیمے کی آخری عبارت یہ ہے:-

ترقیمہ:- "نسخہ رسالہ متبرکہ و مشرفہ جواہر الانوار من تصنیف ...... سید شاہ قمرالدین حسین عظیم آبادی ......
و نقل حررہ ہذا از نقول آمدہ سید محمد سجاد صاحب داناپوری تحریر نمودہ شد۔
حررہ نیاز آگیں محمد امام الدین الوالعلائی احراری عرف دادا میاں تحویل دار مہر خانہ مرخاص سرکار عالی سلطنت آصفیہ المرقومہ دوم ذی الحجہ الحرام ۱۲۹۹ھ در عہد سلطنت میر محبوب علی خاں بہادر نظام الملک آصفجاہ طبقہ ہفتمی آصف جاہی در محلہ منگلپورہ من محلات بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن"

آخر میں دادا میاں کے بخط طغری دستخط درج ہیں اور ابتدائی ورق پر ان کی ایک مہر ثبت ہے جس پر "محمد امام الدین فدوی آصف جاہ ۱۲۸۱ھ" کندہ ہے۔ یہ سب مخطوطات (نمبر ۱۱۴۰ تا ۱۱۴۸) انہی کے مکتوبہ ہیں۔

۷۵ ورق - ۱۷ اسطور فی صفحہ - $8\frac{1}{2}$ × ۱۳"۔

۱۱۴۸۔ دستور العمل صوفیہ ۔ حکیم فرحت اللہ حسن دوست — نثر فارسی

حکیم فرحت اللہ شاہ حسن دوست سلسلہ ابو العلائیہ کے ایک بڑے بزرگ تھے۔ وہ قمر الدین حسین (مولف جواہر الانوار نمبر ۱۱۴۷) کے مرشد تھے۔ چنانچہ یہ رسالہ قمر الدین حسین نے حضرت حسن دوست کی اصل تحریر سے نقل کیا تھا۔

اس مخطوطے کے مولف حکیم فرحت اللہ کا سلسلۂ بیعت حضرت ابو العلا تک اس طرح پہنچتا ہے ۔

حکیم فرحت اللہ حسن دوست کریم چکی خلیفہ حضرت مخدوم شاہ حسن علی خلیفہ حضرت شاہ رکن الدین عشق (نبیرۂ مرزا شاہ فرہاد) خلیفہ مولانا برہان الدین خدا نما خلیفہ شاہ محمد فرہاد خلیفہ میر سید دوست محمد برہانپوری خلیفہ حضرت امیر ابو العلا اکبرآبادی

چونکہ اس سلسلہ کے متعدد اصحاب شاعر اور صاحبان تالیف گذرے ہیں اور ان کی اکثر تالیفات اس مجموعہ میں موجود ہیں اور ان کا ذکر نمبر ۱۱۴۰ تا ۱۱۴۸ پر درج ہوا ہے اس لیے ان کا شجرۂ بیعت و خلافت بوضاحت تالیف درج ذیل ہے

سید امیر ابو العلا ۔ متوفی ۱۰۶۱ھ ۔ (مولف رسالۂ مراتب فنا نمبر ۱۱۴۲)

- امیر نور العلا
  - شیخ لطف اللہ (مولف اذکار الاحرار)
  - امیر نور اللہ
  - امیر تاج اللہ
- امیر فیض اللہ
- سید دوست محمد برہانپوری (متوفی ۱۰۹۰ھ) (مولف پیام نہانی)
  - شاہ مرزا فرہاد (متوفی ۱۱۳۵ھ)
    - برہان الدین خدا نما
      - شاہ رکن الدین عشق
        - شاہ حسن علی
          - شاہ حسن دوست (مولف دستور العمل صوفیا نمبر ۱۱۴۸)
        - شاہ ابو البرکات
          - شاہ قمر الدین حسین (مولف جواہر الانوار نمبر ۱۱۴۷)
            - شاہ قاسم (مولف نجات قاسم نمبر ۱۱۴۴)
      - شاہ عزت اللہ
        - شیخ جی جالی ۔ متوفی ۱۲۳۸ھ (حیدرآباد وارد ہوئے شریف)
          - شاہ شیخ نتھن ۔ متوفی ۱۲۷۶ھ
            - امام الدین دادا میاں (کاتب مخطوطات ۱۱۴۰ تا ۱۱۴۸)
  - شاہ میاں فن (پن چکی اورنگ آبادی)

یہ مخطوطہ امام الدین دادا میاں نے رواں خط نستعلیق میں نقل کیا ہے۔ اہم الفاظ اور عنوانات پر سرخ روشنائی میں خط کھینچے گئے ہیں۔

ابتدا ـــ " (بعد عربی حمد و نعت) اما بعد فقرۂ چند کہ مرشد برحق امام جسم و جان و قبلۂ دین و ایمان، مظہر یزدانی، کاشف اسرار سبحانی، الملقب بشاہ حکیم فرحت اللہ و المخاطب بحضرت حسن دوست قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ رضی عنہ کہ بہ فرزندان و مریدان و عقیدت مندان خود را مثل دستور العمل کہ موجب اصلاح و فلاح دارین است از دست خاص بہ تحریر آوردہ عنایت فرمودہ بودند۔

اختتام ـــ " و جمیع صفات خود را نسبت بخود می کند و کسے کہ بخود نسبت می نماید او را ہیچ متغیر کردن نمی تواند۔ کسے کہ ایں ہمہ را می فہمد ہماں ذات است۔ پس ہمیں لحاظ تصور ذات باید کرد۔"

ترقیمہ ـــ " تمت بالخیر حررہٗ پنجم ذیحجۃ الحرام ۱۲۹۹ھ کتبہ محمد امام الدین عرف خاک پائے جہاں دادا میاں عفی عنہ"

تمّ بالخیر ہذا دستور العمل صوفیہ - دادا میاں "۔

٦ صفحات - ١٧ سطور فی صفحہ - "½ ٨ × "١٢ -

١١٤٩ - دیوانِ عصر - قبل ١٣١٣ھ - میر احمد علی عصر حیدر آبادی — کلام اردو

میر احمد علی عصرؔ (١٢٤٥ھ تا ١٣٢٢ھ) ولد میر بندہ علی حیدر آبادی اردو کے ایک باکمال شاعر اور میر شمس الدین محمد فیضؔ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ عصرؔ کے شاگردوں میں آصف یاور الملک وزیرؔ، مہاراجہ کشن پرشاد شادؔ اور نواب عزیز یار جنگ عزیزؔ بہت مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ بیسیوں اور شاگرد تھے۔ ان کے تفصیلی حالات مرقعِ سخن میں چھپ چکے ہیں اور اس تذکرے کی جلد اول صفحات ٢٣٥ - ٢٣٧ اور جلد سوم صفحات ١٥٣ و ١٥٤ پر بھی درج ہیں۔ ادارے کی مختلف بیاضوں اور مجموعوں میں ان کا کلام موجود ہے۔ اس کے علاوہ ان کا ایک مکمل دیوان رباعیات نمبر ١٠٠ پر اور مثنوی فرزندانِ مسلم نمبر ٥٧٣ (٢) پر محفوظ ہیں اور ان کی تفصیلات جلد اول و سوم میں درج ہو چکی ہیں۔

زیرِ نظر دیوان بھی خود عصرؔ کا مسودہ ہے اور دیوان رباعیات (نمبر ١٠٠) کی طرح اسی خط اور ویسے ہی کاغذ پر لکھا گیا ہے اور اس میں بھی ہر ردیف کے بعد متعدد صفحات خالی چھوڑ دیئے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عصرؔ موقع بموقع اس میں غزلوں کا اضافہ کرتے رہتے تھے۔

جلد اول صفحہ ٢٣٥ پر لکھا گیا تھا کہ " مولوی سید محمد صاحب ایم - اے عصرؔ کے عزیزوں میں ہیں اور ان کے یہاں بھی عصرؔ کی مملوکہ بعض کتابیں محفوظ ہیں "۔ چنانچہ یہ دیوان بھی پروفیسر صاحب موصوف ہی کے یہاں محفوظ تھا جس کو بعد میں انھوں نے ادارے میں بطور عطیہ داخل کیا ہے۔ چنانچہ اس کے سرورق پر انھوں نے یادگار ضیغم (غالباً مطبوعہ) کے صفحہ ٢٥٧ سے عصرؔ کے حالات بھی نقل کر دیئے ہیں۔

اس دیوان میں غزلوں کے بعد خمسے درج ہیں۔ ٨ خمسے فیضؔ کی غزلوں پر لکھے ہیں۔ ٤ حکیم منظفر الدین خاں مزاجؔ کی غزلوں پر اور زخمؔ، قاضیؔ، رونقؔ، شادؔ، امیرؔ اور کافیؔ کی غزلوں پر ایک ایک خمسہ لکھا ہے۔ یہ حصہ بھی کافی طویل ہے اور ٥٤ صفحات پر مشتمل ہے جن میں ٢٧٠ بند ہیں۔ غزلوں کے دیوان کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

اے عصرؔ سلسلہ ہے یہی مجھ فقیر کا — جاروب کش ہوں روضۂ پیرانِ پیر کا
مشکل ہو پا فتادوں کی کیونکر نہ اس سے حل — مشکلکشا ہے نام میرے دستگیر کا

اختتام۔

کہیں گیا سوءِ مزاجی کا سبب — ترک عادت سے عداوت ہو گئی
عصرؔ کس منزل سے نکلا آج چاند — مصحفِ رخ کی زیارت ہو گئی

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ خود عصرؔ کا مسودہ ہونے کی وجہ سے یہ دیوان بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں بعض جگہ اشعار اور مصرعوں میں اضافہ اور ردو بدل بھی کیا گیا ہے۔ متعدد غزلیں فیضؔ کی مدح و منقبت میں لکھی ہیں۔ پورا کلام استادانہ ہے۔ یہ مخطوطہ پروفیسر سید محمد صاحب ایم اے (جامعہ عثمانیہ) کا عطیہ ہے جو عصرؔ کے قریبی عزیزوں میں ہیں۔

٣٦٥ ورق - ١٥ سطور فی صفحہ - "٧ × "١٠ -

۱۱۵۰۔ دیوان عشق۔ قبل ۱۱۹۵ھ۔ مرزا جمال اللہ عشق

کلام اردو

مرزا جمال اللہ عشق اورنگ آباد کے مشہور شاعر اور ولی کے جانشین مرزا داؤد کے فرزند تھے۔ غالباً حیدرآباد میں ۱۱۹۵ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے اور ان کے والد داؤد کے حالات محبوب الزمن، مرقع سخن، دکن میں اردو اور خود اس تذکرے کی مختلف جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے والد کے دیوان اور متفرق کلام کے قلمی نسخے ادارے میں موجود ہیں اور دیوان داؤد مرتبہ ڈاکٹر خالدہ بیگم بھی ادارے کی طرف سے اسی سال شائع کیا جا چکا ہے۔ خود جمال اللہ عشق کا منتخب دیوان بھی ادارے کے زیر طبع کتب میں شامل ہے۔ اس کو مولوی اکبرالدین صدیقی صاحب ایم۔ اے لکچرار اردو سائنس کالج سیف آباد و معتمد اعزازی کتب خانہ ادارہ نے دیوان عشق کے متعدد نسخوں کو پیش نظر رکھ کر مرتب کیا ہے۔

عشق کے حالات تذکرہ حاکم لاہوری اور واقف بٹالوی میں درج ہیں۔ وہ ایک اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے۔ ان کی اکثر و بیشتر غزلیں یقین کی غزلوں کی طرح صرف پانچ اشعار پر مشتمل ہیں۔

زیر نظر مخطوطہ بہت ہی قدیم ہے۔ اورنگ آبادی کاغذ پر بخط نستعلیق شکستہ لکھا گیا ہے اور اکثر کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں اور ہر غزل کے مقطع میں تخلص پر بھی سرخی سے خط کھینچا گیا ہے۔ غزلوں اور فردوں کے بعد ۲۴ رباعیات درج ہیں جن میں دو رباعی مستزاد ہیں۔ پھر ایک مخمس ہے جو زیادہ تر فحش مضامین پر مشتمل ہے۔ اس فحش مخمس کے بعد ۱۴۵ ابیات پر مشتمل ایک عشقیہ مثنوی ہے جس میں اپنے محبوب کی جدائی اور فراق میں فریاد و فغاں کی ہے اور اس کو بطور خط لکھا ہے۔ آخر میں پروانے کے شمع پر آ کر جان دینے کی تمثیل بیان کی ہے۔ اس کی ابتدا اور اختتام اس طرح ہے ؎

ابتدا۔
ترا حمد کرنے کو جان جہاں — زباں ہیچ ذروں کی طاقت کہاں
تری ذات اقدس ثنا سے بری — بری ہے بری ہے بری ہے بری
کروں نعت احمد کی کہہ کر احد — کہ ہے خالص نور ذات صمد

اختتام۔
گرے اشک تب شمع غمخوار کے — دیئے آگ رشتوں کو زنار کے
حقیقت کے کافر کو ایمان ہے — حقیقت کا منکر پشیمان ہے
ہو کفر عشق کا دوستوں کو نصیب — رہیں اس سے محروم یارب رقیب

اس مثنوی کے بعد ۵ مخمس ہیں جن میں سے تین درد کی غزلوں پر لکھے ہیں اور ایک ایک یقین اور سودا کی غزلوں پر۔

اس دیوان کی ابتدا اور اختتام ان اشعار پر ہوتا ہے ؎

ابتدا۔
کہہ سکے کس منہ سے کوئی خلاق اکبر کی ثنا — کی نبی نے ما عرفنا کہہ کے داور کی ثنا
اے موحد ذات احمد کو خدا تحقیق بوجھ — فی الحقیقت ایک ہے رب کے پیمبر کی ثنا

اختتام۔
ہمارے پاس گھڑی بھر صنم نہیں رہتا — گھروں میں سب ہی رقیبوں کے کم نہیں رہتا
یہ کہنا عشق پہ ہے کیا ستم نہیں رہتا — وہ زندگی کی طرح ایک دم نہیں رہتا

اگرچہ درد ہم اس کو ہزار رکھتے ہیں

کوئی ترقیمہ نہیں ہے بلکہ ساتھ ہی پشت صفحہ پر ایک فارسی ترکیب بند درج ہے جو غالباً عشق ہی کا ہے۔ اس کا

دوسرا بندیہ ہے۔

اتفاقاً در میان رہگذار — درنظر آمد مرا زنار دار
گفتمش زنار تو از بہر چیست — دربلا گر دیدنت از بہر کیست
در جوابم گفت آں زنار دار — نیست در رستم عنان اختیار
رشتۂ در گردنم افگندہ اوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ یہ مخطوطہ پروفیسر سید محمد صاحب نے ادارے میں دوسری متعدد قلمی کتابوں کے ساتھ بطور عطیہ داخل فرمایا ہے۔ اس کے سرورق پر انھوں نے اپنے قلم سے "مرزا جمال اللہ ابن مرزا داؤد اورنگ آبادی تاریخ فوت ۱۱۹۵ھ" لکھا ہے۔

۹۸ ورق - ۱۱ سطور فی صفحہ - "۵ × "۸ -

اِشاریہ

تذکرہ مخطوطات جلد پنجم

مرتبہ

مولوی وقار خلیل الرحمٰن صاحب

(آ)

(الف)

(ب)

(پ)

(ت)

(ٹ)

(ث)

(د)

(ص)

(ض)

(ط)

(ظ)

(گ)

(ل)

(م)

تذکرۂ مخطوطات جلد چہارم

ماہنامہ "نگار" لکھنؤ کی نظر میں

ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد کے مخطوطات کی یہ چوتھی جلد ہے جسے ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ نے مرتب کیا ہے۔ اس کتاب میں سب سے پہلے عربی، فارسی، اردو اور ہندی مخطوطات کی اجمالی فہرست دی گئی ہے اور اس کے بعد موضوع کے لحاظ سے ان کی تقسیم کی گئی ہے۔ اس تذکرہ میں تقریباً ۴۰۰ اردو، ۳۰۰ فارسی، ۱۷ عربی اور ۱۲ ہندی مخطوطات کا ذکر کیا گیا ہے اور ایسی تفصیل کے ساتھ کہ مخطوطات کی تمام حیثیتیں ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔

یہ ادارہ عرصہ سے بڑی اہم ادبی خدمات انجام دے رہا ہے اور قابل مبارکباد ہیں ڈاکٹر زورؔ جنھوں نے اس ادارہ کی بنیاد رکھی اور رفتہ رفتہ نادر کتابوں کا بڑا اچھا ذخیرہ فراہم کرلیا۔

نیاز فتح پوری

writing about Urdu books we had to mention some Hindi or Persian or Arabic books also as it was included in that volume.

It needs be explained that as in other volumes, in this volume also stress has been laid upon the special features of the manuscripts. Details about the lives of the Poets and authors have not been given. Only references have been made towards the sources so that Research Scholars may lay their hands on them. The main aim of the preparation of these catalogues is to let the Research Scholars know what manuscripts are available in the library of the Idara.

It is a matter of pleasure and satisfaction that we have succeeded in our purpose to a very large extent as Research Scholars and men of letters from all over the Urdu world are coming to the Idara and availing themselves of the facilities provided by the library. Those who cannot come over to Hyderabad write to the Idara for copies or explanation of certain points. This has no doubt immensely increased the work of the Idara but the Idara has been willingly doing this work and information is supplied as correctly and as early as possible.

The Sahitya Akademi of India has helped the Idara financially and borne half of the expenses incurred in connection with the preparation and publication of this Fifth Volume of the detailed catalogue of of the manuscripts. Not only the Idara but the whole Urdu world is indebted to the "Akademi" for this timely and valuable help. We hope that the Akademi will help the Idara for the preparation and publication of the subsequent Volumes also, without which it would be difficult for the Idara, in view of its meagure budget, to bring out such voluminos publications.

Syed Mohiuddin Qadri Zore.

PREFACE

This is the fifth volume of the detailed catalogue of the manuscripts in the library of the Idara. This volume contains information regarding 250 manuscripts thus up to now details have been furnished about 1150 manuscripts in five volumes. There are about 4,000 more manuscripts about which details have to be furnished in the subsequent Volumes.

The number of manuscripts in the library of the Idara is increasing every month. The Idara has gained so much confidence of the people that they are of their own accord, giving donation of books and manuscripts from their own libraries or from the collections of their ancestors. Durink the period the present volume was being prepared the Idara has received a considerable number of printed books and manuscripts from Nawab Inayat Jung, Nawab Yaseen Ali Khan, Professor Syed Mohammed, Messers Tamkeen Kazimi, Murad Ali Taale Mir Saadat Ali Razvi, Khaja Hameednddin Shahid, Akbaruddin Siddiqi, Ahmadullah Khan, Omar Yusufi and Begum Abduljalil. Details regarding these gifts will be recorded at their proper place in the proper catalogue. However at the end of the prefarce a list of the names of those donors only whose books have been catalogued, in this volume is being given.

Next to the list of the Donors come the list of those manuscripts in Urdu persian, Arabic and Hindi, which are dealt in all these five published catalogues. Then the subjectwise list of the books mentioned in this volume, is given. It was found necessary because these manuscripts could not be separated subject wise as a number of books are included in one volume. It was difficult to unbind any volume as on each book contained in the volume the name of the copyist and the date of writing is not mentioned. The writer has copied a number of books together, got them bounded and has put his name, place and date at the end. That is the reason why some times while

TAZKIRAH-E-MAKHTUTAT

VOL. V.

CONTENTS

December 1959.

Can be had from

SABRAS KITAB GHAR,

KHAIRTABAD, HYDERABAD-A.P.

TAZKIRAH-E-MAKHTUTAT

VOLUME V.

A descriptive Catalogue of manuscripts preserved in the Library of the

IDARA-E-ADABIYAT-E-URDU

HYDERABAD. (India)

Compiled by

DR. S MOHIUDDIN QADRI ZORE,
Honorary Secretary.

TAZKIRAH-E-MAKHTUTAT

VOLUME V.

A descriptive Catalogue of manuscripts preserved in the

Library of the

IDARA-E-ADABIYAT-E-URDU

HYDERABAD. (India)

Compiled by

DR. S. MOHIUDDIN QADRI ZORE,

Honorary Secretary